52

علامات | تقاریر

بابت پیشگوئی مصلح موعود

یکے از مطبوعات ''مشاہدات''

حنیف احمد محمود

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

52 علامات

52 تقاریر

بابت

پیشگوئی مصلح موعود

حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے



ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966





سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام



سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ

کتاب میں داخل ہونے کا راستہ

خاکسار کو گزشتہ 10 ماہ سے احبابِ جماعت و خواتین کے لیے علمی، تربیتی و تبلیغی تقاریر لکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے 300 کے لگ بھگ تقاریر لکھنے کی توفیق مل چکی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین

اِن تقاریر کی تیاری کے دوران پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد نظر سے گزرا جو آپ ایدک اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود کے 125 سال مکمل ہونے پر مورخہ 18/ فروری 2018ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا۔ آپ ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”تو یہ (پیشگوئی مصلح موعود کی) علامتیں ہیں **جن میں سے ہر ایک علامت جو ہے وہ ایک علیحدہ تقریر کا موضوع بن سکتا ہے**...... اگر ہم حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کا جائزہ لیں اور اُس کا مطالعہ کریں، آپؓ کے باون سالہ دورِ خلافت کو دیکھیں تو ہر علامت جو ہے آپؓ میں نظر آتی ہے۔“

اس پر فوراً ذہن میں خیال آیا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی باون علامات کو مدِ نظر رکھ کر باون تقاریر تیار ہو سکتی ہیں۔ خاکسار نے اِس سلسلہ میں اپنے قریبی دوست احباب سے جب مشورہ کیا تو اِن سب دوستوں نے بیک زباں ہو کر یہ کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو یہ ایک تاریخی کام ہو گا۔

ایک طرف حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ کہ پیشگوئی مصلح موعود کی علامات میں سے ہر علامت پر تقریر کی جا سکتی ہے پڑھے تو دوسری طرف یہ خیال ذہن میں گزرا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے احسانات کے نیچے خاکسار کا بدن، جسم اور روح دبی پڑی ہے گو ان احسانات کا بدلہ تو نہیں چکایا جا سکتا تاہم مَنۡ لَا یَشۡکُرُ النَّاسَ لَا یَشۡکُرُ اللّٰہَ کے تحت ہر علامت پر ایک تقریر لکھ کر آپؓ کی

عظمت کو کسی حد تک سلام کیا جا سکتا ہے۔ یوں ایک طرف حضرت مصلح موعودؓ کا شکریہ ادا ہو رہا ہو گا تو دوسری جانب شکرِ الٰہی بھی ہو گا۔

ہر احمدی پر خلفائے جماعت کے احسانات ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔ خاکسار بھی ان خوش نصیب لوگوں میں شامل ہے جو مورد لطف و کرم رہا ہے اور انگنت دعاؤں کی درخواستیں دربارِ خلافت سے قبولیت کی سند پا چکی ہیں۔ ان میں ایک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے خاکسار کے متعلق دعائیہ کلمات ہیں جو بارگاہِ الٰہی میں درجہ قبولیت پا کر میری شناسائی کا موجب بنیں۔ میری والدہ محترمہ مرحومہ بتلاتی تھیں کہ آپ (والدہ اپنے تمام بچوں کو عزت سے بلایا کرتی تھیں) بچپن میں بولتے نہ تھے۔ پلوٹھا بچہ ہونے کے ناطے ہم تمام خاندان والے پریشان تھے۔ علاج بھی کروا رہے تھے کہ ایک دن عزیزوں کے کہنے پر مَیں آپ کو اپنی گود (کمزور اور لاغر سا تھا) میں اُٹھا کر دربارِ خلافت میں حاضر ہو گئی۔ مَیں نے ملاقات کی درخواست کر دی۔ حضورؓ مجھے اباجان مرحوم ٹھیکیدار اللہ بخش صاحب کے حوالے سے جانتے تھے۔ مجھے بلوا لیا۔ حضورؓ ناشتہ فرما رہے تھے۔ مَیں نے اپنی بپتا سنا کر پریشانی کا اظہار کر دیا۔ وہ کیا ہی مبارک قبولیتِ دعا کی گھڑی تھی کہ حضورؓ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”بی بی! جاؤ فکر نہ کرو۔ یہ بچہ بولے گا اور اس کی آواز دنیا سنے گی۔“

تب ایک لاغر، کمزور اپنی ٹانگوں پر بھی زور نہ ڈالنے والا 11 سالہ بچہ دھیرے دھیرے تندرست ہونے لگا، صحت کے آثار پیدا ہوئے اور جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا تھا اُس مقصد کے حصول کے راستے اُستوار ہونے لگے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مشورہ کرنے والے دوستوں کی طرف سے حوصلہ افزائی پر خاکسار نے پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے کتب کا جہاں مطالعہ شروع کر کے مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا وہاں اِس سلسلہ میں عزیزم زاہد محمود اور عزیزم عامر محمود آف شفیلڈ نے خوب تعاون فرما کر بہت قابل قدر اور قیمتی مواد مہیا فرمایا۔ جہاں تک تقاریر کے کمپوزنگ کا تعلق ہے اِس میدان میں مکرم منہاس محمود آف جرمنی، مکرمہ عائشہ چوہدری آف

جرمنی، مکرمہ فائقہ بشریٰ، مکرمہ عطیۃ العلیم آف ہالینڈ، مکرم فضل عمر شاہد آف لٹویا اور مکرم سید عمار احمد آف جرمنی نے تعاون کیا اور عزیزم زاہد محمود بہت محنت کے ساتھ ان تقاریر کی روزانہ کی بنیاد پر Pdf تیار کرتے رہے جنہیں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا رہا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

پیشگوئی مصلح موعود کے لیے جو مواد اکٹھا کیا گیا اُن میں سے بعض تقاریر اور مضامین کی صورت میں تھا۔ خاکسار نے اُن کو بہتر کر کے اور مزید اضافہ جات کے ساتھ مشاہدات کا حصّہ بنایا اور مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ لَایَشْکُرُ اللّٰہَ کے اصول کے تحت متعلقہ مضامین کے اخیر پر ان مضمون نگاروں کے اسماء لکھ کر فَجَزَا ھُم اللّٰہ خیرًا کے الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔

خاکسار نے کوشش کی کہ 52 علامات میں سے ہر ایک پر تقریر لکھی جاسکے مگر وقت کی کمی اور ناقص علم و عقل کی وجہ سے چند علامات پر قلم کشائی نہ کر سکا لیکن یہ بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ ان علامات کا کسی حد تک ذکر کسی نہ کسی پیرایہ میں دیگر تقاریر میں ہو چکا ہے۔

مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ 52 مواضیع پر مشتمل تقاریر قارئین کے استفادہ کے لیے 20؍ فروری 2024ء کے موقع پر کتابی صورت میں پیش کی جارہی ہیں۔ ان شاء اللہ۔ اور اس سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے "مشاہدات" پر مشتمل یہ پہلی کتاب ہے جو حسبِ سابق واٹس ایپ کے ذریعہ لاکھوں خیر خواہوں تک پہنچنے کے ساتھ جماعت کی منظوری سے تیار ہونے والی ویب سائٹ

www.mushahedat.com

پر Load بھی کر دی گئی ہے۔ نیز تمام باون تقاریر انفرادی طور پر بھی "مصلح موعود" کی عنوان کے تحت دیکھی جاسکیں گی اِن شاء اللہ۔ الحمدللہ۔ اِس اہم خدمت کے لئے مکرم عامر محمود آف شیفیلڈ برطانیہ اور مکرم عزیزم سعید الدین احمد نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ فجزاھم اللہ خیراً

پیشگوئی مصلح موعودؓ کو مدِ نظر رکھ کر مشاہدات کے تحت جو تقاریر تیار ہو کر احبابِ جماعت کو بھجوائی گئی ہیں وہ منصوبہ اور پلان کے عین مطابق 52 تقاریر ہیں جو کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح اور فضائل و شمائل پر مشتمل ہیں۔ اِن تقاریر کو کتابی شکل میں عزیزم زاہد محمود نے سجایا ہے اور اس کا خوبصورت ٹائٹل مکرم فضلِ عمر شاہد آف لٹویا نے تیار کیا ہے۔

فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء و کان اللّٰہ معھم

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور بہت سوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔ آمین

خاکسار

حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

03-02-2024

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ 14 مارچ 1914ء کو جب منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپؓ کے سامنے مشکلات کے پہاڑ تھے اور چاروں طرف سے آپؓ مہیب بلاؤں میں گھرے ہوئے تھے اور بظاہر ناممکن نظر آتا تھا کہ آپؓ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے بڑی تحدّی سے یہ کہا تھا کہ قادیان کی آبادیاں ویرانوں میں بدل جائیں گی اور اب یہاں اُلو بولیں گے۔

لیکن خدا تعالیٰ آپؓ کے ساتھ تھا۔ اُس کا سایہ آپ کے سر پر تھا اور اُس نے ہر میدان میں آپؓ کو مظفر و منصور کیا۔ سب سے بڑا ہتھیار جو آپؓ کو دیا گیا وہ دعا اور تعلق باللہ کا ہتھیار تھا جو ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ یہاں حضورؓ کی ایک رؤیا کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں آپؓ کو آئندہ پیش آنے والے مہیب خطرات سے پہلے ہی متنبہ کر دیا گیا تھا اور ان سے کامیابی کے ساتھ نبرد آزما ہونے کا روحانی طریق بھی سکھا دیا گیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

”مَیں نے دیکھا کہ کوئی بہت بڑا اور اہم کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے رستہ میں مشکلات کے پہاڑ ہیں۔ مَیں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تمہیں پتہ ہے اس کام کی تکمیل کے راستہ میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ یہ راستہ بڑا خطرناک ہے۔ اس میں بڑے مصائب اور ڈراؤنے نظارے ہیں ایسا نہ ہو تم ان سے متاثر ہو جاؤ اور منزل پر پہنچنے سے رہ جاؤ اور پھر کہا کہ مَیں تمہیں ایسا طریق بتاؤں جس سے تم محفوظ رہو۔ مَیں نے کہا ہاں بتاؤ۔ اس پر اس نے کہا کہ بہت سے بھیانک نظارے ہوں گے مگر تم اِدھر اُدھر نہ دیکھنا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہونا۔ **خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ، خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ** کہتے ہوئے سیدھے چلے جانا۔ ان کی غرض یہ ہو گی کہ تم ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر تم ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہ جاؤ گے۔ اس لئے اپنے کام میں لگ جاؤ۔ چنانچہ مَیں جب چلا تو مَیں نے دیکھا کہ نہایت اندھیرا اور گھنا جنگل تھا اور ڈر اور خوف کے بہت سے سامان جمع تھے اور جنگل بالکل سنسان تھا۔ جب مَیں ایک خاص مقام پر پہنچا جو بہت ہی بھیانک تھا تو بعض لوگ آئے اور مجھے تنگ کرنا شروع کیا تب مجھے معاً

خیال آیا کہ فرشتہ نے مجھے کہا تھا کہ **خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ** کہتے چلے جانا۔ اس پر میں نے ذرا بلند آواز سے یہ فقرہ کہنا شروع کیا اور وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد پھر پہلے سے بھی زیادہ خطرناک راستہ آیا اور پہلے سے بھی بھیانک شکلیں نظر آنے لگیں حتیٰ کہ بعض سر کٹے ہوئے جن کے ساتھ دھڑ نہ تھے ہوا میں معلق میرے سامنے آئے اور طرح طرح کی شکلیں بناتے اور منہ چڑاتے۔ مجھے غصہ آتا لیکن معاً فرشتے کی نصیحت یاد آجاتی اور مَیں پہلے سے بھی بلند آواز سے **خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ** کہنے لگتا اور پھر وہ نظارہ بدل جاتا یہاں تک کہ سب بلائیں دور ہو گئیں اور مَیں منزل پر خیریت سے پہنچ گیا۔"

(الفضل 7 اپریل 1935ء)

چنانچہ خطرناک سے خطرناک وادی سے آپؓ اپنی جماعت کو نہایت کامیابی اور کامرانی سے بچاتے ہوئے فتح و نصرت کی نئی منازل کی طرف بڑھتے چلے گئے اور دوست تو الگ رہے اولوالعزمی کے اس پیکر کو وہ مشاہیر بھی خراجِ تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکے جو دوستوں کے زُمرہ میں شامل نہ تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی شدید مخالفانہ حالات میں آپؓ کے ثبات قدم سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں۔

"اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کار فرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں"۔

(قلمی چہرے مصنفہ خواجہ حسن نظامی)

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ "مغلی جوانمردی" مت کہو کہ یہ جوانمردی تو بہادر شاہ ظفر کے ساتھ دفن ہو کر اک قصہ پارینہ بن گئی۔ کہو تو یوں کہو کہ لاریب اس نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک صاحبِ شکوہ و عظمت اولوالعزم مرد تھا جس کے سر پر خدا کا سایہ تھا۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اپنوں اور غیروں کے حضرت مصلح موعود کے بارے میں جو تأثرات ہیں وہ آپ سے مل کر آپ کی شخصیت کا جو گہرا اثر اُن پر ہوتا تھا اور آپ کی خصوصیات کا جب علم ہوتا تھا وہ ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ پیشگوئی کی صداقت کا یہ سب کھلا اظہار ہے۔ ان جلسوں میں جو آجکل ہو رہے ہیں پیشگوئی کا ذکر اور آپ کے کارہائے نمایاں کی باتیں سن کر جہاں ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات کے بڑھتے چلے جانے کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں وہاں اپنی حالتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ احمدیت کی ترقی کے لئے ایک عزم کے ساتھ ہر فرد جماعت کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نکھارنا اور استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو ہم احمدیت کی ترقی کو اپنی زندگیوں میں پہلے سے بڑھ کر پورا ہوتے دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ 23/ فروری 2018ء)



یکے از مطبوعات "مشاہدات" بر مشتمل تقاریر

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود



تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔



انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	–	پیشگوئی مصلح موعود	1
2	–	پیشگوئی مصلح موعود کی 52 علامات	3
3	274	ہم یوم مصلح موعودؓ کیوں مناتے ہیں؟	5
4	272	پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر	10
5	215	حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق قدیم مذہبی صحیفوں و خدائی نوشتوں کی بشارات	26
6	257	آلِ داؤد حضرت مصلح موعودؓ کی حضرت سلیمانؑ سے مماثلتیں	38
7	236	آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے	48
8	273	حضرت مصلح موعودؓ کی محبتِ الٰہی اور عبادات میں شغف	59
9	269	حضرت مصلح موعودؓ کا عشق رسولؐ	78
10	260	حضرت مصلح موعودؓ کی قرآنی خدمات	92
11	194	کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو	103
12	243	حضرت مصلح موعودؓ کے علمی کارنامے	117
13	244	حضرت مصلح موعودؓ کے دَورِ خلافت میں بیرونی مشنوں کا قیام	129
14	187	ایک مقدس عہد	143
15	278	ذیلی تنظیموں کا قیام اور حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ	155
16	259	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سیرت کے درخشندہ پہلو	166
17	275	حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق چند یادوں کا گلدستہ	181
18	276	حضرت مصلح موعودؓ کی بعض علامات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی زُبانی	194
19	266	ملت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے	210

20	217	تحریک جدید کیا ہے اور اِس کے ثمرات	222
21	219	مطالباتِ تحریکِ جدید	240
22	231	”وقفِ جدید“، مقاصد اور برکات و ثمرات	257
23	279	اے فضل عمر! تیرے اوصافِ کریمانہ	271
24	280	حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ نئے آسمان اور نئی زمین کا قیام	284
25	281	حضرت مصلح موعودؓ کے چند رؤیا و کشوف	293
26	288	وہ قدرت کا نشان ہو گا	304
27	256	وہ رحمت کا نشان ہو گا	319
28	210	وہ قربت کا نشان ہو گا	328
29	253	وہ فضل اور احسان کا نشان ہو گا	349
30	264	وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا	359
31	225	(وہ) اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا	367
32	228	وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا	381
33	212	وہ دل کا حلیم ہو گا	397
34	221	وہ علومِ ظاہری...سے پُر کیا جائے گا	415
35	222	وہ علومِ...باطنی سے پُر کیا جائے گا	439
36	223	وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا	460
37	247	دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ	469
38	287	وہ فرزند دلبند اور گرامی ارجمند ہو گا	479
39	249	مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلاء	491
40	265	اُس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا	500
41	289	وہ نور ہو گا اور خدا کی رضا مندی کے عطر سے ممسوح ہو گا	506
42	227	نور آتا ہے نور	515

43	239	خدا اُس میں اپنی روح ڈالے گا	531
44	232	خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا	544
45	262	وہ جلد جلد بڑھے گا	554
46	224	(وہ) اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا	566
47	267	وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا	580
48	268	وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا	590
49	233	وہ اولوالعزم ہو گا	601
50	240	وہ بشیر الدولہ ہو گا، وہ عالَم کباب ہو گا	616
51	255	وہ شادی خان ہو گا	629
52	261	(وہ) حُسن واحسان میں تیرا نظیر ہو گا	643
53	282	تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے	658
54	283	خدائے رحمان کی وحی بابت مصلح موعود اور لیکھرام کی پیشگوئی کا محاکمہ	670



ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا / والی تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

﴿1﴾

پیشگوئی مصلح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار 20 فروری 1886ء میں فرمایا:

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے، فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انھیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا، وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمھارا مہمان آتا ہے اس کا نام عمانوایل اور بشیر بھی ہے، اُس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے، اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا، وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر

الاول و الآخر، مظہر الحق و العلاء کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 100-102)



﴿2﴾

پیشگوئی مصلح موعود کی 52 علامات

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر اس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی یہ یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہو گا۔ دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہو گا۔ تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہو گا۔ چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہو گا۔ پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہو گا۔ چھٹی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ شکوہ ہو گا۔ ساتویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ عظمت ہو گا۔ آٹھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ دولت ہو گا۔ نویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسیحی نفس ہو گا۔ دسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ گیارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہو گا۔ بارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہو گا۔ تیرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہو گا۔ چودھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہو گا۔ پندرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہو گا۔ سولہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ سترھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اٹھارویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ انیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہو گا۔ بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فرزندِ دلبند ہو گا۔ اکیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ گرامی ارجمند ہو گا۔ بائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاول ہو گا۔ تئیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ مَظْهَرُ الْآخِرِ ہو گا۔ چوبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْحَق ہو گا۔ پچیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْعَلَاء ہو گا۔ چھبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ کا مصداق ہو گا۔ ستائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت

مبارک ہو گا۔ اٹھائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ انتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہو گا۔ اور تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضا مندی کے عطر سے ممسوح ہو گا۔ اکتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اس میں اپنی روح ڈالے گا۔ بتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ تینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ چونتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ پینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ چھتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ سینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اڑتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہو گا۔ انتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دور سے آنے والا ہو گا۔ چالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فخر رسل ہو گا۔ اکتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ بیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ تینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یوسف کی طرح اس کے بڑے بھائی اس کی مخالفت کریں گے۔ چوالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر الدولہ ہو گا۔ پینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہو گا۔ چھیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالمِ کباب ہو گا۔ سینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہو گا۔ اڑتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ العزیز ہو گا۔ انچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے وہ کلمۃ اللہ خان ہو گا۔ پچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہو گا۔ اکیاونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہو گا اور باونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر ثانی ہو گا۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد نمبر 17)



﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔274﴾

ہم یوم مصلح موعودؓ کیوں مناتے ہیں؟

(یوم مصلح موعودؓ منانے کے اغراض ومقاصد)

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (البقرہ:204)

اور اللہ کو (بہت) یاد کرو ان گنتی کے چند دنوں میں۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی

معزز سامعین! آج مجھے بیس فروری کی مناسبت سے **ہم یوم مصلح موعودؓ کیوں مناتے ہیں؟** پر روشنی ڈالنی ہے۔

سامعین! بیس فروری کا دن جماعت احمدیہ میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دن پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حوالے سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی جو دین کا خادم ہو گا۔ لمبی عمر پائے گا اور بے شمار دوسری خصوصیات کا حامل ہو گا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کی "مصلح موعود" کے دور میں غیر معمولی ترقیات کی پیشگوئی بھی تھی۔ یہ پیشگوئی بعینہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کے 52 سالہ دَورِ خلافت میں اس پیشگوئی کی تمام جزئیات لفظاً لفظاً پوری ہوئیں۔ لہذا 20/ فروری کا دن جماعت

احمدیہ اس عظیم الشان پیشگوئی کی یاد میں مناتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجالاتی ہے تا ہمیشہ اس کے فضلوں کی وارث بنتی چلی جائے۔

ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بعض لاعلم احمدی جو مختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے ان پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لیے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپؑ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لیے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہیے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ فروری 2009ء)

سامعین! حقیقی یومِ مصلح موعود کب ہو گا اس کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"پس یہ وہ اولوالعزم موعود بیٹا تھا جس نے اپنے دل کی تڑپ کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ آج ہم جب یومِ مصلح موعود مناتے ہیں تو حقیقی یومِ مصلح موعود تب ہی ہو گا جب یہ تڑپ آج ہم میں سے اکثریت اپنے اندر پیدا کرے کہ ہمارے مقاصد بہت عالی ہیں، بہت اونچے ہیں، بہت بلند ہیں جس کے حصول کے لیے عالی ہمتی کا بھی مظاہرہ کرنا ہو گا اور اپنے اندر اعلیٰ تبدیلیاں بھی پیدا کرنا ہوں گی، پاک تبدیلیاں بھی پیدا

کرنی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ سے ایک تعلق بھی جوڑنا ہو گا۔ اسلام کا درد بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا۔ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا درد پیدا کرتے ہوئے اظہار بھی کرنا ہو گا۔"

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17/ فروری 2012ء میں یومِ مصلح موعود منانے کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس پیشگوئی کے مصداق تو جیسا کہ مَیں نے کہا یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے۔ اس کا آپ نے 1944ء میں خود بھی اعلان فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی خوشی میں یومِ مصلح موعود کے جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا، آئندہ چند دنوں میں یہ جلسے مختلف جماعتوں میں ہوں گے۔ اس لیے کہ جماعت کے ہر فرد کو پتہ چلے کہ یہ ایک عظیم پیشگوئی تھی جو بڑی شان سے پوری ہوئی۔

یہاں ضمناً میں اُن لوگوں کے لئے بھی جو دنیا کے ماحول کے زیرِ اثر، جن کا دینی علم بھی ناکافی ہے، کئی دفعہ میں بیان پہلے بھی کر چکا ہوں لیکن پھر بھی سوال کرتے رہتے ہیں۔ جو سالگرہ منانے کی خواہش رکھتے ہیں وہ سالگرہ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ ہماری بھی سالگرہ منائی جائے اور جیسا کہ مَیں نے کہا دنیا کے زیرِ اثر بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مصلح موعود کا دن مناتے ہیں تو باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے اور پھر سالگرہ کیوں نہیں مناتے؟ یعنی باقی خلفاء کی سالگرہ کی آڑ میں اپنی سالگرہ کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ تو یہاں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا یومِ ولادت نہیں منایا جاتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیدائش تو 12/ جنوری 1889ء کی ہے اور یہ پیشگوئی جو عظیم الشان پیشگوئی تھی آپ کی پیدائش سے تین سال پہلے کی ہے۔ اُس پیشگوئی کے پورا ہونے کا دن منایا جاتا ہے جو 20/ فروری 1886ء کو کی گئی تھی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے یہ پیشگوئی تھی اور یہ پیشگوئی اس لحاظ سے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 2012ء)

پھر خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 15/ فروری 2013ء میں فرمایا:

”پانچ دن کے بعد یومِ مصلح موعود بھی منایا جائے گا۔ 20/ فروری کو جماعت میں منایا جاتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ مصلح موعود کی پیدائش تھی بلکہ اس لیے کہ 20/ فروری کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی جو پیشگوئی فرمائی تھی، یہ اُس کا دن ہے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دلیل ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 20/ فروری کی نہیں تھی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ فروری 2013ء)

اپنے اپنے دائرہ میں مصلح موعود بننے کی کوشش کریں

سامعین! یوم مصلح موعود منانے کی اصل غرض اس وقت پوری ہو گی جب ہم اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پس آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/فروری 2011ء)

سامعین! اپنی گزارشات کے آخیر پر اپنے اپنے دائرہ میں مصلح موعود بننے کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش کر کے مَیں تقریر ختم کرتا ہوں۔

حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس دنیا کی اصلاح کے لئے بکثرت احمدیوں کی ضرورت ہے جو مصلح موعود کی صفات سے آراستہ ہوں جو ان تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں جو مصلح موعود کو عطا کئے گئے تھے۔ پس جب میں کہتا ہوں کہ آپ مصلح موعود بنیں اور آپ کے بڑے بھی مصلح موعود بنیں تو ہرگز یہ نہیں کہتا کہ بلند مراتب کی تمنا کریں بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان صفات کی اپنے رب سے بھیک مانگیں جو صفات آج کے زمانہ کے انسان کے احیاءِ نو کے لئے ضروری ہیں۔"

آیئے! آج ہم بھی مصلح موعود کی وہی تمنا اپنے دلوں میں پیدا کریں کہ

محمود عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں اور سامنے خدا ہو

اور وہی مضبوط جذبے اور عزم بالجزم پیدا کریں کہ

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمین کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں



﴾4﴿ ﴾مشاہدات۔272﴿

پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ O

(الجمعہ:3-4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

معزز سامعین! مجھے آج **پیشگوئی مصلح موعود کے پس منظر** پر آپ حاضرین کے سامنے روشنی ڈالنی ہے۔ آسمانی کتابوں، الٰہی نوشتوں، ربانی صحیفوں، انبیاء عظام کی پیشگوئیوں، اولیاء اللہ کے الہاموں، صلحاء کرام کے کشوف اور بزرگان کی بشارات میں حضرت امام آخر الزمان کے ارفع مقام اور عظیم الشان فرزند کے

تولد، مقام و مرتبہ اور کارناموں کی خوشخبریاں دی گئی ہیں جو امتدادِ زمانہ کے باوجود قدیم کتب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود و محفوظ چلی آرہی ہیں تا آنکہ مصلح موعود نے اپنے مقررہ مبارک وقت پر عین علامات کے مطابق جنم لیا اور اپنے مقدس وجود باجود کے اندر تمام موعودہ صفات و کمالات کو ظاہر کیا۔

اس آیت کریمہ جس کی تلاوت کی گئی ہے کی وضاحت میں حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اس موقع پر آپؐ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی۔ مَیں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ ہم نے تین دفعہ سوال کیا اور ہم میں سلمان فارسیؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی پر رکھا پھر فرمایا: لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْرِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسٍ

اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے تو ان میں سے کچھ مرد یا ایک مرد اسے واپس لے آئے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ اس حدیث کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ دین جب خطرہ میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لئے اہل فارس میں سے کچھ افراد کو کھڑا کرے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ ان میں سے ایک فرد تھے اور ایک فرد مَیں ہوں لیکن رجال کے ماتحت ممکن ہے کہ اہل فارس میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہوں جو اسلام کی عظمت قائم رکھنے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑے ہوں“

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے لئے فرمایا: یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ

(مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ 480 باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔ مسیح موعود کے شادی کرنے کے ذکر کے ساتھ ہی بیٹا ہونے کا ذکر کرنا واضح طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بیٹا بھی شادی کا نتیجہ اور مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا۔ نہ کہ ایک زمانہ دراز کے بعد آپؑ کی نسل میں پیدا ہونے والا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ فَفِیْ ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُعْطِیْہِ وَلَدًا صَالِحًا یُشَابِہُ اَبَاہُ وَلَا یَاْبَاہُ وَیَکُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 578 حاشیہ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خاص طور پر ایک صالح فرزند عطا کرے گا جو اپنے باپ کی نظیر ہو گا اور ہر ایک امر میں اس کا مطیع و فرمانبردار ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہو گا۔ اسی طرح حضورؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ 325 میں فرماتے ہیں:

”یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہو گی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہو گا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔“

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

”یہاں تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے بلکہ تزوّج سے مراد وہ خاص تزوّج ہے جو بطور نشان ہو گا اور اولاد سے مراد ایک خاص اولاد ہے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 337 حاشیہ)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب ”براہین احمدیہ“ کے منظر عام پر آنے سے ایک طرف عالَمِ اسلام خوشیوں کی لہروں میں تھا اور دوسری طرف مخالفین اسلام میں ایک کھلبلی مچ گئی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اسی کتاب میں دنیا کو مخاطب کرکے یہ خوشخبری دی:

”پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کرکے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات

حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے..... اور ہر یک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 596,597 حاشیہ در حاشیہ)

اس خوشخبری کا اعلان آپؑ نے نہ صرف ہندوستان میں کیا بلکہ مکتوبات کے ذریعے بیرون از ہندوستان بھی اس پیغام کو پہنچایا اور اپنی طاقت کے مطابق جہاں تک ہو سکا مخالفین اسلام پر اتمامِ حجت قائم کی۔ اب جبکہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا ڈنکا اطراف عالَم میں بج رہا تھا اور ہر ایک مخالف کو اس کے زندہ نشانات دیکھنے کی دعوتِ عام تھی کہ اسی دوران 1885ء میں ساہوکاران و دیگر ہندو صاحبان قادیان کا ایک خط حضرت اقدسؑ کی خدمت میں موصول ہوا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا۔

”جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آکر قادیان میں ٹھہرے تو خدائے تعالیٰ اس کو ایسے نشان دربارۂ اثباتِ حقیقتِ اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہم شہری ہیں، لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں..... لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیر و زبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانینِ قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیتِ دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرارِ خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے..... اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر 1885ء سے شمار کیا جاوے گا جس کا اختتام ستمبر 1886ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 92-94)

سامعین! اس خط کے آخر پر دس ہندو صاحبان کے نام درج ہیں۔ اس خط کے موصول ہونے پر حضرت اقدس علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا:

”..... آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھاہے اس لئے بہ تمام تر شکر گزاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو.....“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 95)

جیسا کہ حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار سے ظاہر ہے آپؑ اُن ہندوؤں کے اس خط سے خوش تھے کہ اسلام کی صداقت میں نشان کا مطالبہ کیا گیا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس مطالبہ کو لے کر اُسی واحد ولاشریک خدا کی طرف توجہ کی جس کی تائید و نصرت کے یقینی وعدوں سے اطلاع پاکر آپؑ نے اسلام کی سچائی کا اس دور میں اعلان کیا تھا اور نہایت الحاح اور تضرع اور عجز سے اس نشان کے لیے دعائیں کیں۔ آپؑ نے کسی بھی قسم کے خلل سے بچنے اور دعاؤں میں مزید یکسوئی اور انہماک پیدا کرنے کے لیے خلوت اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے اپنے گھر بار اور رشتہ داروں سے دور ہوشیار پور میں اعتکاف فرمایا اور پورے تبتل اور انقطاع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ خدائے رحیم و کریم نے آپؑ کی اس تڑپ اور اسلام کی صداقت کے لیے اضطراب کو دیکھ کر آپ کو تسلی دی اور آپ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ایک عظیم الشان نشان کی خوشخبری دی جس کا اعلان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے اپنے اشتہار 20 فروری 1886ء میں فرمایا:

”پہلی پیشگوئی بِاِلْهَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِهٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُهٗ وَعَزَّ اِسْمُهٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی

رحمت سے یہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے، فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا، وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عمانوایل اور بشیر بھی ہے، اُس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے، اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شُکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا، وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا

موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا۔"

(اشتہار 20/ فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 100-103)

چنانچہ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپؑ کو مسیح و مہدی کے درجہ پر فائز فرمایا تو اس پیشگوئی کی کڑیاں گزشتہ نوشتوں میں بھی موجود پیشگوئیوں سے جڑے ہونے کا انکشاف ہوا۔ جیسا کہ حدیث میں موجود پیشگوئی کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ پیشگوئی مصلح موعود کی نسبت اشتہار واجب الاظہار، 22/ مارچ، 1886ء میں بعض معترضین کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیشگوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جاوے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا اور اگر شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤوف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتمّ ہے کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے... مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہٖ و ببرکتِ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاءِ موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں

چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟"

(اشتہار واجب الاظہار 22؍مارچ 1886ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 114-115 مطبوعہ لندن)

اپنے اشتہار مورخہ 8 اپریل 1886ء میں حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ

"یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جل شانہٗ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شایع کیا جاوے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 117)

اسی اشتہار میں آپؑ نے اس اعتراض کا جواب بھی دیا کہ 9 سال کی میعاد میں بیٹا پیدا ہونا کوئی خارق عادت امر نہیں۔ اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

"صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولّد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔"

(اشتہار صداقت آثار، مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 117)

سامعین! اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں اپنے بعض خطوط میں اپنے اس اندیشہ کا اظہار کیا کہ پسرِ موعود کے بارے میں پیشگوئی کوئی خارق عادت امر نہیں اور آپ اس پیشگوئی کی تشہیر نہ کیجیے کیونکہ اس سے آپ کی اور مسلمانوں کی ہتک اور استہزا ہو گا۔ حضورؑ نے ان خطوط کے جواب میں جو امور بیان کیے ان سے پیشگوئی کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

"مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان و اشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کے لئے مجبور ہوں۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پروا اور نہ اس کا کچھ اندیشہ ہے۔

میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کے لئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بد ظنی سے بھرا ہوا زمانہ ان کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اس سے بہت سا فائدہ اٹھائے گا۔"

(مکتوبات احمد، جلد اول صفحہ 305)

پھر ایک اور خط کے جواب میں کہ اگر سراج منیر میں ایسی ہی پیشگوئیاں ہیں تو ان سے اسلام کو نقصان اور مسلمانوں کی ہتک ہوگی، فرمایا:

"بیشک سراج منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے۔"

(مکتوبات احمد، جلد اول صفحہ 308)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو جس بیٹے کی ولادت کے بارہ میں عظیم الشان خوشخبری دی گئی اور اسے حضور علیہ السلام نے 1886ء میں شائع فرمادیا تھا۔ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ 12/جنوری 1889ء کو پیدا ہوئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کا نام نامی، اسم گرامی خود اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے اور یہ اشتہار مورخہ یکم دسمبر 1888ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں"۔

تریاق القلوب میں ہی حضورؑ نے ایک اور جگہ فرمایا:

"محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے اور ایسا ہی دہم جولائی 1888ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے۔

پھر جب کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12/جنوری 1889ء کو مطابق 9/جمادی الاوّل 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 219)

اپنی کتاب سراج منیر (اشاعت 1897ء) میں حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا:

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے"

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں آپ کی آمد کی غرض یہ بتلائی:

"تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

آپ کی بعثت کی غرض انہی تینوں قسم کے انوار کی اشاعت اور غلبہ تھا۔ خود حضورؓ نے فرمایا:

..."خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 614)

سامعین! حضورؓ نے جب اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تو آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ

''دنیا اپنا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں... اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں۔ پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اَتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔''

(الموعود، انوار العلوم جلد17 صفحہ614)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خدائی فرمودات کی روشنی میں پسرِ موعود کو مثیل ابنِ مریم قرار دیا۔ فرمایا:

''اگر ظاہر پر ہی ان بعض مختلف حدیثوں کو جو ہنوز ہماری حالتِ موجودہ سے مطابقت نہیں رکھتیں محمول کیا جائے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز کے ایک ایسے کامل متبع کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں پورا کر دیوے جو منجانب اللہ مثیلِ مسیح کا مرتبہ رکھتا ہو...اُس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔''

(ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ316-318)

پھر اسی کتاب میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''خدائے تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریّت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ

سیدھی کر دے گا وہ اسیروں کو رَستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ"

(ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 180)

نشان طلب کرنے والے ہندوؤں کے لئے وہ لڑکا اسی حالت میں نشان ہو سکتا تھا جب کہ وہ ان کی زندگی میں پیدا ہوتا ورنہ وہ ان کے لئے نشان نہیں بن سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے ان الفاظ سے بھی کہ

"تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔"

یہی ظاہر ہے کہ وہ لڑکا آپؑ کا صلبی بیٹا ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا... وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہو گا۔ اور مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ ہو گا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 181)

یہی الفاظ مصلح موعود والی پیشگوئی میں بھی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ مصلح موعود آپ کا صلبی بیٹا ہو گا۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے سو اُن دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے

خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306 حاشیہ)

جب اللہ تعالیٰ نے 5 اور 6 جنوری 1944ء کی درمیانی رات کو ایک خواب کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر یہ منکشف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں تو آپؓ نے 20 فروری 1944ء کو ہوشیار پور کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپؓ فرماتے ہیں:
"آج سے پورے اٹھاون سال پہلے ...20 فروری کے دن 1886ء میں اس شہر ہوشیار پور میں اس مکان میں جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے... قادیان کا ایک گمنام شخص جس کو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو اسلام اور بانیٔ اسلام سے وہ رکھتے تھے، اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اس کی نصرت اور مدد طلب کرنے کے لئے آیا اور چالیس دن علیحدگی میں اس نے خدا تعالیٰ سے تضرع کے ساتھ دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں خدا نے اس کو ایک نشان دیا۔ وہ نشان یہ تھا کہ میں تم کو نہ صرف یہ کہ جو تمہارے ساتھ میرے وعدے ہیں ان کو پورا کروں گا بلکہ ان وعدوں کو زیادہ شان اور زیادہ عظمت کے ساتھ پورا کرنے کیلئے میں تمہیں ایک خاص بیٹا دوں گا۔ وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہو گا اور دینی اور دنیوی علوم جو اسلام کی اشاعت کے لئے ضروری ہیں اسے عطا کئے جائیں گے۔ اللہ اسے لمبی عمر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی... یہ خبر ایسی زبردست خبر ہے کہ کوئی انسان ایسی خبر دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آخر یہ پیشگوئی پوری ہوئی...... جس لڑکے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ میرے ذریعہ اس پیشگوئی کی بہت سی شقیں پوری ہو چکی ہیں اس لئے جماعت کا اصرار تھا کہ میں اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کروں مگر میں خاموش رہا۔ حتیٰ کہ گزشتہ جنوری کے مہینہ میں لاہور میں مجھے ایک رؤیا دکھایا گیا۔ جس میں مجھے بتایا گیا کہ اس پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں... میں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے... کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق

آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے...... میں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ حکومتیں اگر اس کے مقابلہ میں کھڑی ہوں گی تو مٹ جائیں گی، بادشاہتیں کھڑی ہوں گی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔“

(الفضل 24 فروری 1944ء)

سامعین! 1906ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ عنہ ایک خانگی معاملے کے سلسلے میں لاہور تشریف لے گئے، اس موقع پر منشی محبوب عالم ایڈیٹر اخبار ”پیسہ“ نے صاحبزادہ صاحب کی لاہور آمد کے متعلق خبر دیتے ہوئے طنزیہ انداز میں لکھا:

”بڑا لڑکا باوجودیکہ صاحبِ اولاد ہے مگر معلوم ہوا ہے کہ مڈل فیل ہو چکا ہے اگر مرزا جی کے بعد یہی لڑکے ان کے گدی کے وارث بنے تو خوب مذہب چلائیں گے۔“

(بحوالہ اخبار الحکم 17 جولائی 1906ء صفحہ 2 کالم 4)

پیسہ اخبار کی اس اخبار نویسی کا جواب اُسی وقت ایڈیٹر اخبار الحکم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے اخبار میں دے دیا تھا۔ لیکن ایک جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جانا ابھی باقی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی لڑکے کو جس کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ ”اگر مرزا جی کے بعد یہی لڑکے ان کے گدی کے وارث بنے تو خوب مذہب چلائیں گے“ جماعت احمدیہ کا دوسرا خلیفہ بنا کے دنیا کو دکھا دیا کہ اُسی کے ذریعے احمدیت کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔ اُسی کے وجود سے قوموں نے برکت پائی۔ اُسی کے وجود سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوا۔ اُسی کے مسیحی نفس اور روح القدس کی برکت سے بہتوں نے بیماریوں سے نجات پائی۔ اُسی کی سخت ذہانت و فہم سے ایک عالم نے فائدہ اٹھایا اور بہت سے اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوا۔ وہ لڑکا معاندین اور متعصبین کی مخالفت، بد دعاؤں، بد زبانیوں،

تعصبات اور فتنوں کے باوجود جلد جلد بڑھا اور زمین کے کناروں تک شہرت پا گیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی یہ بات کتنی صفائی سے پوری ہوئی کہ

”مَیں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کے لئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بد ظنی سے بھرا ہوا زمانہ اُن کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اُس سے بہت سا فائدہ اٹھائے گا۔“

(مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 304-305 نیو ایڈیشن)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2011ء)

پھر حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم فرزند کی ذات میں، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی ذات میں، جو بشیر ثانی ہیں، پیشگوئی مصلح موعود بڑی شان سے پوری ہوئی۔ جس کا اظہار ایک دنیا نے کیا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد خلیفہ بنے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے 52 سال آپ کی خلافت رہی اور آپ کے زمانہ میں جماعت نے جس طرح ہندوستان سے باہر نکل کر ترقی کی ہے یہ بھی اس پیشگوئی کی سچائی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔“

(خطبہ جمعہ 20 فروری 2009ء)

فرمایا:

”پیشگوئی کے تو مختلف حصے ہیں جو آپ میں بڑی شان سے پورے ہوئے اور کئی مرتبہ پورے ہوئے۔ مختلف جگہوں پر پورے ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو ظاہر کرتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی شان کو بڑھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت ہمیشہ برساتا رہے اور ہمیں بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“ (آمین)

(خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء)

احمدِ مُرسل کے ثانی حسن میں احسان میں
خوبیاں تجھ سی نہیں ہرگز کسی انسان میں
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
بالیقیں اپنی اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر! تو اک آسمانی مرد ہے
تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر



﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔215﴾

حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق قدیم مذہبی صحیفوں و خدائی نوشتوں کی بشارات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق قدیم مذہبی صحیفوں و خدائی نوشتوں کی بشارات**

ہم جب مذہبی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ایک نبی یا اللہ کا فرستادہ اپنے بھیجنے والی علیم و خبیر ہستی سے خبر پا کر اپنے بعد آنے والے نبی، ولی، صالح یا فرستادہ کی نہ صرف خبر دیتا ہے بلکہ آنے والے فرستادہ کا وقت بھی بتا دیتا ہے اور اُس روحانی شخصیت کی خاص خاص صفات، نشانیاں اور علامات سے بھی اپنے پیروکاروں کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ اور ہم مذاہب کی تاریخ میں اِس اہم امر کو بھی دیکھتے ہیں کہ جس قدر آنے والی ہستی عظیم اور خاص رُوحانی شخصیت ہوتی ہے۔ اُس کے متعلق پیشگوئیاں بھی کثرت اور تکرار کے ساتھ صحیفوں میں بیان ہوتی ہیں اور علامات کا بھی بار بار اظہار ہو گا۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر آپؐ

کی بعثت سے قبل کے تمام انبیاء، صلحاء اور اولیاء نے دی اور اس کثرت اور تکرار کے ساتھ دی ہے جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام اور عالی مرتبہ کا پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح ہم اِس آخری زمانہ میں ایک فرستادہِ الٰہی کی خبر مذہبی نوشتوں اور الٰہی صحیفوں میں پاتے ہیں۔ اِن پیش خبریوں کے پیشِ نظر آج ہر قوم اور ہر مذہب کے پیروکار ایک موعود کے انتظار میں تھے اور بعض مقامات پر لوگ ابھی بھی منتظر نظر آتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ زمانہ کرشن کے دوبارہ ظہور کا زمانہ ہے، یہودی ایلیا اور عیسائی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔ مسلمان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور مہدی کی بعثت کا انتظار کر رہے ہیں۔

سامعین! ہمارا ایمان ہے کہ یہ مُنْتَظَر ہستی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ذات بابرکات ہے۔ جن کا نزول ہندوؤں کے لئے بطور کرشن، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بطور مسیح اور مسلمانوں کے لئے بطور مسیح و مہدی ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس موعود نبی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جہاں اور بہت سے نشانات اور معجزات آپ کی تائید میں ظاہر فرمائے ہیں وہاں ایک نشان جو خاص شان اور اہمیت کا حامل ہے وہ اس مسیح کی اولاد کے بارے میں بشارات ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس کی اولاد میں ایک ایسے شخص کی پیدائش کی خبر ملتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے تحت اس موعود کی تائید اور اس کے جاری کردہ سلسلہ کی خدمت اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دین کی احیاء اور اصلاحِ خلق کے لئے کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا اور وہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں جن کا غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک اور عالمِ روحانی میں عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہونا مقدر تھا اور اِن مختلف النوع صلاحیتوں اور قابلیتوں کا ایک نقشہ سابقہ صُحفِ اور نوشتوں میں کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے اور آپؓ کی ذاتِ بابرکات کے ذریعہ یہ عظیم روحانی انقلابات اس زمانے میں رونما ہوئے۔

بائبل واناجیل کی پیشگوئیاں

سامعین! آئیں! موعود بیٹے کے حق میں اُن پیش خبریوں کا جائزہ لیں جو اس موعود فرزند کے متعلق سابقہ کتب میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیشگوئی کے تذکرہ میں یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب طالمود میں لکھا ہے:

"IT IS ALSO SAID THAT HE (THE MESSIAH) SHALL DIE HIS KINGDOM DESCEND TO HIS SON AND GRAND SON."

ترجمہ: "یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور **اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔** اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب 42 کی آیت 4 کو پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے وہ ماند نہ ہو گا اور ہمت نہ ہارے گا۔ جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر لے۔"

(طالمود مرتبہ جوزف برکلے باب پنجم صفحہ 37 مطبوعہ لندن 1878ء)

2- بائیبل کی دوسری پیشگوئی جس میں موعود فرزند کے بارے میں خبر دی گئی ہے۔ انجیل متی میں مذکور ہے۔ جہاں آخری زمانے کی نشانیاں اور مسیح علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے موقع پر واقعہ ہونے والے آسمانی انقلابات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے:

"اس وقت آسمان کی بادشاہی ان دس کنواریوں کی مانند ہو گی جو اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کو نکلیں۔ ان میں پانچ بے وقوف اور پانچ عقل مند تھیں۔ جو بے وقوف تھیں انہوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا مگر عقلمندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کُپیوں میں تیل بھی لیا اور جب دُولہا نے دیر لگائی تو سب اونگھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو! دُولہا آ گیا۔ اس کے استقبال کو نکلو۔ اس وقت وہ سب کنواریاں اٹھ کر اپنی اپنی مشعل درست کرنے لگیں اور بے وقوفوں نے عقلمندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہم کو بھی دے دو۔ کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں۔ عقلمندوں نے جواب دیا کہ شاید ہمارے تمہارے دونوں کے لئے کافی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جا کر اپنے واسطے مول لے لو۔ جب یہ مول لینے جا رہی تھیں تو دولہا آ پہنچا اور جو تیار تھیں وہ اس کے ساتھ شادی کے جشن میں اندر چلی گئیں اور دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ باقی کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند! اے خداوند! ہمارے لئے دروازہ کھول دے۔ اس نے جواب میں کہا مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ مَیں تم کو نہیں جانتا"

(انجیل متی باب 25 آیت 1 تا 13)

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جلسہ مصلح موعود منعقدہ ہوشیار پور بتاریخ 20 فروری 1944ء کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے اپنی ایک رؤیا کا ذکر فرمایا جو حضور نے اسی سال 5-6 جنوری کی درمیانی رات کو دیکھی تھی۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

”مَیں نے ان سے کہا مَیں وہی ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ یہ دراصل انجیل کی ایک پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو بعض قومیں مجھ پر ایمان لائیں گی اور بعض انکار کر دیں گی۔....اس تمثیل میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو کچھ قومیں جو ہوشیار ہوں گی وہ مجھے مان لیں گی لیکن کچھ اپنی غفلت کی وجہ سے مجھے ماننے سے محروم رہ جائیں گی۔ پس اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رؤیا کی حالت میں مَیں ان سے کہتا ہوں کہ وہ مَیں ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں اور جب مَیں یہ کہتا ہوں کہ مَیں وہ ہوں جس کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں انتظار کر رہی تھیں تو کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا نو ہیں اور جو کنارے سمندر پر بیٹھی ہوئی میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ ان الفاظ کے سُنتے ہی دوڑتے ہوئے میری طرف آئیں اور انہوں نے میرے ارد گرد گھیر اڈال لیا اور کہا۔ ہاں ہاں! تم سچ کہتے ہو۔ ہم انیس سو سال سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں۔“

پھر اسی تقریر میں حضورؓ فرماتے ہیں:

"مَیں آج اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ و تصرف میں میری جان ہے کہ مَیں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح آئی ہے.....اور مَیں نے اس کشف میں خدا کے حکم سے یہ کہا کہ مَیں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔“

(الفضل مصلح موعودؓ نمبر مورخہ 19 / فروری 1966ء صفحہ 10)

3- بائبل کی ان پیشگوئیوں کے بعد مَیں زرتشت علیہ السلام (جو مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار سال قبل ایران میں گزرے) کی بڑی واضح پیشگوئی بتاتا ہوں۔ یہ پیشگوئی زرتشتی مذہب کے صحیفہ دساتیر میں دینِ زرتشت کے مجدد ّساسان اوّل نے تحریر کی ہے۔

اس پیشگوئی میں زرتشت علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دیتے ہیں۔ نیز ایک فارسی الاصل نبی کے ظہور کی خبر دیتے ہوئے آپ کی اولاد میں خلافت و پیشوائی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اصل پیشگوئی پہلوی زبان میں ہے۔ جس کو زرتشتیوں نے فارسی میں ترجمہ کیا اور اب سامعین کے سامنے اِس کا اردو ترجمہ پیش ہے۔

"جب (ایرانی) ایسے کام کریں گے تو عربوں میں ایک مرد پیدا ہو گا۔ جس کے ماننے والوں کے ہاتھوں سے ایران کا تاج و تخت، سلطنت اور قانون سب درہم برہم ہو جائے گا اور سرکش مغلوب ہو جائیں گے اور وہ بتکدہ یا آتشکدہ کے بجائے خانہ آباد کو بتوں سے پاک کرکے اس کی طرف نماز پڑھیں گے اور اس کو اپنا قبلہ بنائیں گے۔

اور وہ (نبی عربیؐ کے پیرو) آتشکدوں کی جگہوں پر اور مدائن اور اس کے نواحی علاقے اور توس و بلخ اور ان کے مقاماتِ مقدسہ پر قبضہ کر لیں گے اور وہ شارع بہت سخنور ہو گا اور اس کا کلام پیچیدہ۔

پھر شریعت عربی پر ہزار سال گزر جائیں گے تو تفرقوں سے دین ایسا ہو جائے گا کہ اگر اسے خود شارع کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی اُسے پہچان نہ سکے گا...... اور ان کے اندر انشقاق اور اختلاف پیدا ہو جائے گا اور وہ روز بروز اختلاف اور باہمی دشمنی میں بڑھتے چلے جائیں گے...... **جب ایسا ہو گا تو تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو تیرے لوگوں میں سے (فارسی الاصل) ایک شخص کو کھڑا کروں گا۔ جو تیری گمشدہ عزت و آبرو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا اور پیغمبری و پیشوائی (نبوت و خلافت) تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا"**

مندرجہ بالا پیش گوئی کے آخری فقرہ کہ ”پیغمبری و پیشوائی تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا“ میں یہ اشارہ ہے کہ آخری زمانے کا موعود جب آئے گا تو اس کی اولاد اس کی جانشین ہو گی۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین وائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداو ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تیئں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعے سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔“

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 452حاشیہ)

احادیث میں مذکور پیشگوئیاں

سامعین! آئیں! اب سرکارِ دوعالَم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مسیح علیہ السلام کی بعثتِ ثانی اور آپؑ کی موعود اولاد کے بارے میں بیان فرمودہ پیشگوئیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ جن میں بڑی وضاحت کے ساتھ آخری زمانے میں مسیح کے آنے اور اس کو خدا کی طرف سے مبارک طیّب اولاد دیئے جانے کا ذکر ہے۔

1۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ ترجمہ پیش ہے۔

ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور اس میں یہ آیت بھی تھی وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ مَیں نے آپؐ سے پوچھا۔ یارسول اللہ! یہ آخرین کون ہوں گے ؟۔ حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے تین بار دریافت کیا۔ پھر کہتے ہیں: اور ہم میں سلمان فارسی بھی موجود تھے۔ حضورؐ نے سلمان پر ہاتھ رکھا اور فرمایا **”اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے تو ان میں سے ایک شخص یا چند اشخاص اسے پالیں گے“**

(بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ جمعہ زیر آیت: وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم)

امّت محمدیہ کے اکثر علماء نے اس آیہ کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ آخری زمانے میں اسلام کے احیاء کے لئے مسیح کا آنا مقدر ہے۔ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مسیح کے مشن کی تکمیل اور اس کے مذہب کی اشاعت کے لئے خدا تعالیٰ اس کے خاندان اور اولاد میں سے بعض اور وجود بھی کھڑے کرے گا۔ جو اس کے نقش قدم پر چل کر اس کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

2- مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عبد اللہ بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

”یَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ“

(مشکوٰۃ مجبتائی صفحہ 480، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے، وہ شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہو گی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہو گا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہو گا“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 578 حاشیہ)

ایک اور مقام پر اسی پیشگوئی پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہو گی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا ان کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہو گا اور دینِ اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

مجددین و علماء کی پیشگوئیاں

سامعین! امّت محمدیہؐ کے مجددین اور علماء نے بھی آخری زمانہ کے مامور کی آمد اور اس کے عظیم فرزند کی خبر دی۔ چنانچہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کشف یوں ہے:

”ایک دن حضرت سیّد عبد القادر جیلانی کسی جنگل میں مراقبہ فرمائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ناگہاں آسمان سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا۔ جس سے تمام عالم نورانی ہو گیا۔ یہ نور ساعۃً فساعۃً بڑھتا گیا اور روشن ہوتا گیا۔ اس سے امت مرحومہ کے اولین و آخرین اولیاء نے روشنی حاصل کی۔ حضرت نے تامل فرمایا کہ اس مثال میں کس صاحبِ کمال کا وجودِ باجود مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ القاء ہوا کہ اس نور کا صاحب تمام اُمت کے اولیاء اولین و آخرین سے افضل تر ہے۔ پانسو سال بعد ظہور فرما ہو کر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید

کرے گا۔ جو اس کی صحبت سے فیضیاب ہو گا۔ وہ سعادت مند ہو گا۔ اس کے فرزند اور خلیفہ بار گاہِ احدیت کے صدر نشینوں میں سے ہیں۔"

(حدیقہ محمودیہ ترجمہ روضہ قیومیہ صفحہ 32)

2- اسی طرح امت مسلمہ کے مشہور صاحبِ کشف و الہام بزرگ حضرت شاہ نعمت للہ صاحب ولی نے بھی اس آخری زمانے کے مامور کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے۔ آپؒ نے آخری زمانہ میں مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی منظوم کلام میں فرمائی ہے۔ آپؒ تیرھویں صدی کی علامات کا اِن شعار میں ذکر کرتے ہیں۔ جیسے تیرہویں صدی کے شروع ہوتے ہی ایک انقلاب دنیا میں آئے گا اور تعجب انگیز باتیں ظہور میں آئیں گی۔ تیرہویں صدی سے دنیا سے صلاح و تقویٰ اُٹھ جائے گی۔ فتنوں کی گرد اُٹھے گی۔ گناہوں کا زنگ ترقی کرے گا اور کینوں کے غبار ہر طرف پھیلیں گے یعنی عام عداوتیں پھیل جائیں گی۔ تفرقہ اور عناد بڑھ جائے گا اور محبت اور ہمدردی اُٹھ جائے گی۔ ملکوں میں ظلم کا اندھیرا انتہا کو پہنچ جائے گا اور حاکم رعیت پر اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر اور ایک شریک دوسرے شریک پر ظلم کرے گا اور ایسے لوگ کم ہوں گے جو عدل پر قائم رہیں۔ ہندوستان کے درمیان میں اور اس کے کناروں میں بڑے بڑے فتنے اٹھیں گے اور جنگ ہو گا اور ظلم ہو گا۔ ایسے انقلاب ظہور میں آئیں گے کہ خواجہ بندہ اور بندہ خواجہ ہو جائے گا یعنی امیر سے فقیر اور فقیر سے امیر بن جائے گا۔ ہندوستان کی پہلی بادشاہی جاتی رہے گی اور نیا سکہ چلے گا۔ جو کم عیار ہو گا اور یہ سب کچھ تیرہویں صدی میں ظہور میں آجائے گا۔ قحط پڑیں گے اور باغات کو پھل نہیں لگیں گے۔

پھر لکھتے ہیں کہ اس تشویش اور فتنے کے زمانے میں جو تیرھویں صدی کا زمانہ ہے غم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وصل یار کی خوشی بھی ان فتنوں کے ساتھ اور ان کے درمیان ہے۔ مطلب یہ کہ جب تیرہویں صدی کے یہ تمام فتنے کمال کو پہنچ جائیں گے تو وصلِ یار کی خوشی اخیر صدی میں ظاہر ہو گی یعنی خدا تعالیٰ رحمت کے ساتھ توجہ کرے گا۔ جب کہ زمستانِ بے چمن مراد یہ ہے کہ جب تیرہویں صدی کا موسم خزاں گزر جائے گا تو چودھویں صدی کے سر پر آفتابِ بہار نکلے گا۔ یعنی مجدد وقت کا ظہور ہو گا۔

سامعین! پھر یہ اشعار نوٹ کرنے والے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

دَورِ او چون شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

ا ح م د مے خوانم
نامِ آں نامدار مے بینم

یعنی جب اس مہدی کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمود پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ واضح ہو اِن اشعار میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس مہدی کے کام کی تکمیل کے لئے اس کے بعد اس کا ایک خاص بیٹا اس کا جانشین ہو گا۔ خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

دَور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا۔ جو اسی کے نمونہ پر ہو گا اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہو گا۔ یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 373)

3- **سامعین!** ایک پیشگوئی حضرت امام یحییٰ بن عقبؒ کی ہے۔ آپ پانچویں صدی ہجری میں بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک عربی نظم میں آخری زمانے میں نمودار ہونے والے انقلابات کا ذکر کرتے ہوئے مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور آپ کے موعود فرزند کی پیدائش کی خبر دی ہے۔ اِن اشعار کا اردو ترجمہ آپ حاضرین کے سامنے رکھتا ہوں۔

آپؒ فرماتے ہیں:

”میں نے اسرار سے عجیب حالات و اسباب مطالعہ کئے ہیں جن کو مَیں اپنے اس کلام میں ظاہر کرتا ہوں۔ آسمان پر ایک بہت بڑا ستارہ ظاہر ہو گا جس کی دم ہوا کی طرح بلند ہو گی۔ یہ نشان فرنگیوں کے غلبہ کے زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ جو اس زمانے میں دریاؤں کے ساحلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں تک کے مالک ہو جائیں گے اور یہ علامات اس بات کی دلیل ہوں گی کہ مہدی کا ظہور ہو گیا ہے۔ وہ تمام شہروں کا مالک ہو جائے گا۔ پہاڑوں میں رہنے والے وحشی اس سے محبت رکھیں گے اور شہروں کے باشندے اس کی اطاعت قبول کریں گے۔ وہ کفر اور ضلالت کو دنیا سے نابود کر دے گا اور اپنے ساتھ ایسے زبردست دلائل اور براہین لے کر آئے گا کہ ان لوگوں کے کمال کا اعتراف کرنا پڑے گا“

اور پھر

وَ مَحْمُوْدٌ سَيَظْهَرُ بَعْدَ هٰذَا

تُطِيْعُ لَهٗ حُصُوْنُ الشَّامِ جَمْعًا

وَ يَمْلِكُ الشَّامَ بِلَا قِتَالٍ

وَ يُنْفِقُ مَالَهٗ فِيْ كُلِّ حَالٍ

یعنی اس کے بعد محمود ظاہر ہو گا جو ملک شام کو بغیر جنگ کے فتح کرے گا۔ شام کے قلعے اس کی اطاعت قبول کریں گے اور وہ اپنے مال کو بے حساب اور ہر حالت میں خرچ کرتا رہے گا۔

(شمس المعارف مصری صفحہ 340 بحوالہ نوید یحیٰ۔ تاریخ احمدیت جلد دوم ص 92 طبع 1960ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس عظیم فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے بارے میں اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ ”محمود“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 214)

سامعین! حضرت امام یحیٰ بن عقبؒ کی پیشگوئی کے آخری دو اشعار میں شام کی فتح کا تذکرہ ہے۔ اس پیشگوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت سیّدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے دس سال بعد 1924ء میں شام جانے، وہاں کے علماء کو پیغام حق پہنچانے اور وہاں مشن کھولنے کی توفیق ملی۔ اس امر کی تائید کہ حضرت امام یحیٰ بن عقبؒ کی اس پیشگوئی کی مندرجہ بالا تشریح درست ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ:" بعض احادیث میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود اور دجال معہود کسی مشرقی ملک میں ظاہر ہوں گے۔ پھر مسیح موعود یا ان کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کرتا ہوا جائے گا۔"

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 225)

بعض آئمہ شیعہ کو بھی یہ بتایا گیا تھا کہ ایک آنے والے موعود کا نام (محمود) ہو گا۔

(بحار الانوار جلد تیرہ صفحہ 7)

حضرت مسیح موعودؑ تحفہ گولڑویہ میں فرماتے ہیں۔

" خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہو گا اور مظہر الحق والعلاء ہو گا۔ گویا خدا آسمان سے نازل ہو گا۔"

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 181)

آج خدا تعالیٰ کا ہم پر کتنا عظیم احسان ہے کہ یہ تمام پیشگوئیاں حضرت مصلح موعودؓ کے حق میں پوری ہو چکی ہیں اور ہم اس کے زندہ گواہ موجود ہیں۔ پس ان کو سامنے رکھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ایمان وایقان میں مضبوط کرتا چلا جائے اور ہم زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کے قریب ہوتے چلے جائیں اور اپنی اولادوں کو بھی خدا تعالیٰ کے قریب کرتے رہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“(آمین)

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!



﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔257﴾

آلِ داؤد حضرت مصلح موعودؓ کی حضرت سلیمانؑ سے مماثلتیں

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل:17)

اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا

وہی عشق و جنوں لے کر وہی جذبِ دروں لیکر
وہی دورِ مسیحائی بانداز دگر آیا
شکوہ و عظمت و دولت نچھاور اس کے قدموں پر
مثیلِ مہدی و فخر رُسل فضلِ عمر آیا

سامعین! آج مجھے جس عنوان پر تقریر کرنی ہے وہ ہے۔ **آلِ داؤد حضرت مصلح موعودؓ کی حضرت سلیمانؑ سے مماثلتیں**

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات کا مظہر قرار دیتے ہوئے "جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلُلِ الْاَنْبِیَاءِ" کالقب عطا فرما کر بعض انبیاء علیہم السلام کے نام امتیازی طور پر بھی الہاماً عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک نام "داؤد" بھی ہے۔ آپؑ کو اس نام سے پکارتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یَادَاوٗدُ! عَامِلْ بِالنَّاسِ رِفْقًا وَاِحْسَانًا۔ اے داؤد! لوگوں سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر۔"

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ:60)

حضورؑ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں:

"اسی طرح خدا نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام داؤد بھی رکھا"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ:116)

نیز آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 133)

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ان کے اولوالعزم بیٹے، ان کی سلطنت کے وارث اور انہی کی مانند ایک عظیم الشان نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک بے مثال سلطنت و حکومت کے ساتھ ساتھ علم و حکمت سے بھی نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔وَشَدَدۡنَا مُلۡکَہٗ وَاٰتَیۡنٰہُ الۡحِکۡمَۃَ وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ (ص:21)اور اس کی سلطنت کو ہم نے مضبوط کر دیا اور اسے حکمت اور فیصلہ کن کلام بخشے۔ بائبل میں بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو زبردست علم و حکمت سے نوازا۔

”خدا نے سلیمان کو سمندر کے کنارے کی ریت کی طرح کثرت سے حکمت، شعور اور قوتِ امتیاز عطا کی تھی۔ اس کی حکمت اہل مشرق کی حکمت سے زیادہ تھی اور مصر کی تمام حکمت سے بڑھ کر تھی۔ وہ ہر ایک آدمی سے بلکہ ازراحی ایتان سے بھی زیادہ عقلمند اور بنی محول کے ہیمان، کل کُول اور دردع سے زیادہ دانشمند تھا اور اس کی شہرت ارد گرد تمام اقوام میں پھیل گئی۔ اس سے تین ہزار کہاوتیں اور ایک ہزار پانچ سو گیت منسوب تھے۔ اس نے درختوں کا یعنی لبنان کے دیودار سے لے کر زوفا تک کا جو دیواروں پر اگتا ہے، بیان کیا ہے۔ اس نے چرندوں اور پرندوں، رینگنے والے جانداروں اور مچھلیوں کے متعلق بھی تعلیم دی ہے اور اس کی حکمت کی شہرت سن کر تمام بادشاہوں کی طرف سے تمام اقوام کے لوگ سلیمان کے حکیمانہ اقوال سننے آتے تھے۔“

(1 سلاطین باب 4 آیات 29-34)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک دعا قرآن کریم میں اس طرح بیان ہوئی ہے: قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَہَبۡ لِیۡ مُلۡکًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَہَّابُ (ص:36) یعنی حضرت سلیمانؑ نے اپنے رب سے

مخاطب ہو کر عرض کی۔ اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور مجھے ایک ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد اس پر اور کوئی نہ جچے۔ یقیناً تو ہی بے انتہا عطا کرنے والا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک مضبوط سلطنت، حکمت اور فیصلہ کن کلام بخشے جانے کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کو ان جیسی سلطنت اور شان و شوکت عطا نہیں ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اگرچہ یروشلم کی بنیاد تو نہیں رکھی لیکن یہاں پر ہیکل اور دیگر تعمیرات کے ذریعہ اسے ایک بنیادی حیثیت عطا کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ایک اور بات اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتائی کہ ان پر کفر اور اپنے عظیم باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے راستہ سے ہٹ جانے کا الزام لگایا گیا۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا (البقرۃ: 103) اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ وہ شیاطین تھے جنہوں نے کفر کیا۔ بائبل سے بھی قرآنِ کریم کی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے، نعوذ باللہ، اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کا راستہ ترک کر دیا اور کفر کا راستہ اختیار کیا چنانچہ لکھا ہے۔

"کیونکہ جب سلیمان بوڑھا ہو گیا تو اُس کی بیویوں نے اُس کے دل کو غیر معبودوں کی مائل کر لیا اور اس کا دل پوری طرح خداوند اپنے خدا کا وفادار نہ رہا جیسے اُس کے باپ داؤد کا تھا۔ کیونکہ وہ صیدانیوں کی دیودی عستارات اور عَمونیوں کے نہایت مکروہ دیوتا ملکوم کی پیروی کرنے لگا۔ لہٰذا سلیمان نے خداوند کی نظر میں بدی کی۔ اس نے سچے دل سے خداوند کی پیروی نہ کی جیسے اُس کے باپ داؤد نے کی تھی۔"

(1 سلاطین باب 11 آیات 4-6)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو داؤد کہہ کر پکارا۔ چنانچہ داؤد کو ایک سلیمان بھی عطا ہونا چاہئے تھا۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی یہ تحریر قابل توجہ ہے:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مئی 1908ء میں فوت ہوئے تھے۔ غالباً آپ کی وفات کے ایک ماہ بعد کی بات ہے کہ مجھے الہام ہوا۔ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ۔ اے داؤد کی نسل! شکر گزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال بجالاؤ۔ اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے لفظ سلیمان تو استعمال نہیں فرمایا مگر آلِ داؤد

کہہ کر حضرت سلیمانؑ کی بعض خصوصیات کا مجھ کو وعدہ دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اُن باتوں میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جو ہمیشہ لوگوں کے لئے اضطراب کا موجب رہی ہے مجھ پر ابتدائی زمانہ میں ہی کھول دی تھی اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس میں یہ بھی پیشگوئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت کے مقام پر مجھ کو کھڑا کیا جائے گا اور ان مشکلات کا بھی اس میں ذکر تھا جو میرے راستہ میں آنے والی تھیں۔ چونکہ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ تکالیف اور اعتراضات سے گھبراتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تکالیف اور اعتراضات کوئی بُری چیز نہیں بلکہ آلِ داؤد ہونے کے لحاظ سے تمہیں ان کا منتظر رہنا چاہئے اور ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ:66-67)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت مصلح موعودؓ کو ایک ایسے بزرگ سے تشبیہ دی جن کا نام سلیمان تھا، جو نوجوانی میں خلافت پر فائز ہوئے اور ایک لمبا عرصہ خلیفہ رہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ 78 برس تک انہوں نے خلافت کی۔ بائیس برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔"

(حیاتِ نور باب پنجم صفحہ 398)

حضرت سلیمانؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کی چند مشابہتیں

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی آپس میں کیا مشابہتیں ہیں۔ سب سے پہلی مشابہت خداداد علم و حکمت میں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا مکتبی علم نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس پر مستزاد صحت کی مسلسل خرابی تھی جس نے ان ظاہری اسباب کا بھی قلع قمع کر دیا جن کی بناء پر کوئی انسان علم حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنّی سے نوازا۔

دوسری مشابہت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح آپؓ نے اپنے عظیم الشان باپ حضرت مسیح موعودؑ کے قائم کردہ سلسلہ کو ایک مضبوط نظام کے ذریعہ مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا اور ایک عظیم روحانی سلطنت قائم کی۔ تاریخِ انبیاء علیہم السلام کے دو مشہور باپ بیٹوں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام و حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح آپؓ نے ایک نئے مرکز یعنی ربوہ جیسے شہر کو بسایا جہاں سے دنیا بھر میں علم و حکمت کے خزانے تقسیم ہونے لگے اور الحمد للہ اب تک جاری و ساری ہیں اور یوں تین کو چار کرنے کے الفاظ یوں بھی آپؓ کے توسط سے پورے ہوئے۔ اشاعتِ اسلام کے تین مراکز مکہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ اور قادیان دار الامان کے بعد ربوہ دار الہجرت کی تعمیر اور اُسے آباد کر کے تین کو چار کیا۔

سامعین! یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ آپؓ کے مخالفین نے بھی ایک نام نہاد "خالصتاً احمدیہ بستی" قائم کرنا چاہی جو خود ان کے اپنے لوگوں کے ہاتھوں لُٹ گئی لیکن حضرت مصلح موعودؓ کا ایک بنجر شور زدہ زمین پر بسایا گیا شہر نہ صرف قائم و دائم ہے بلکہ روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ لاہوری جماعت کے ایک رکن کرنل سید بشیر حسین صاحب اپنے والد صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلم ٹاؤن والی زمین جب آپ نے خریدی تو پچھتر کنال کا ایک قطعہ احمدیہ بستی کے لئے مخصوص کر دیا جو کہ غالباً ایک صد یا پچاس روپیہ فی کنال قیمت پر احمدی برادران کو دے دیا۔ اس بستی کے ناظم ماسٹر فقیر اللہ صاحب مقرر ہوئے۔ ماسوائے مخدوم محمد اشرف صاحب، مولوی غلام مرتضیٰ خان صاحب اور میاں محمد صادق صاحب اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب جنہوں نے اپنے مکان بنوائے اور ان میں وہ یا ان کے خاندان بس رہے ہیں۔ باقی زمین لوگوں نے غیروں کے پاس منافع پر بیچ دی۔ اس کے علاوہ حضرت امیر قوم اور مولانا عبد الحق صاحب اور دیگر بزرگان نے بھی وہاں مکان بنوائے لیکن حضرت شاہ صاحب کی دلی تڑپ پوری نہ ہوئی اور جماعت کی عدم توجہی سے وہ خالصۃً احمدیہ بستی نہ بن سکی۔"

(یادرفتگان صفحہ 103)

سامعین! تیسری مشابہت حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؓ کی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح حضرت مصلح موعودؓ پر بھی کفر اور اپنے باپ کے راستہ سے ہٹنے کا الزام لگایا گیا۔

"یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت پورے طور پر دب چکی تھی اور قبولیتِ عامہ کا شاندار دَور روز افزوں ترقی پر تھا۔ اس قبولیتِ عامّہ میں پہلی روک اس وقت پیدا ہوئی جب مرزا محمود احمد صاحب نے 1911ء میں ایک مضمون بعنوان "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے" شائع کیا.... مرزا محمود احمد صاحب نے اس مضمون میں بانئ سلسلہ احمدیہ کے قطعی ارشادات اور جماعت کے متفقہ مسلک کے خلاف تمام دنیائے اسلام کو جو مامور زمانہ کی بیعت میں داخل نہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا.... لیکن جب حضرت مولانا نورالدین صاحب کی وفات پر مرزا محمود احمد صاحب اپنی دیرینہ مساعی میں کامیاب ہوگئے جو خلافت کے مرغوب و محبوب مرتبہ کے حصول سے تعلق رکھتی تھیں اور انہوں نے اپنے غالیانہ معتقدات کی نشرو اشاعت شروع کردی تو تمام سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے اور روز افزوں قبولیت کے برعکس روز افزوں منافرت کی طوفان خیز لہریں ترقی کرنے لگیں.... یہ سلسلہ وار تاریخی حقائق واضح کر دیتے ہیں اس تحریک کے عروج کے راستہ میں مرزا محمود احمد صاحب کی شخصیت کتنی زبردست روک ثابت ہوئی ہے۔ اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے مسلک پر قائم رہتے تو کیسے ممکن تھا کہ تحریکِ احمدیت عزت و عظمت کے اس مقام سے گرتی جس پر وہ مرزا محمود احمد صاحب کے دورِ خلافت سے قبل پہنچ چکی تھی۔ مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ہی وصیت کو نہیں بدلا۔ ان تمام اصولوں کو بدل دیا جو درحقیقت اس تحریک کی جان تھے اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ آج ہمارے سامنے ہے۔"

(مقدمہ، تحریک احمدیت اور علامہ اقبال از سید اختر حسین گیلانی)

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ غیر مبائعین نے جو الزامات حضرت مصلح موعودؓ پر لگائے وہی الزام غیر احمدی مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگا چکے ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت میں ایک لاہور کے عالم نے حضرت مصلح موعودؓ پر جہاں یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے باپ کے راستے سے ہٹ گئے وہاں ان پر یہ الزام بھی عائد کیا کہ انہوں نے غیر احمدیوں پر فتویٰ کفر عائد کرکے انہیں احمدیت سے متنفر کرتے

ہوئے مخالف بنالیا۔ بعینہٖ یہی الزام ایک غیر احمدی مکفّر شورش کاشمیری نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگایا کہ انہوں نے عیسائیوں اور آریوں پر حملے کر کے انہیں اسلام، قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی پر مجبور کر دیا۔

”ہندوؤں میں آریہ سماج ایک پروگیسو فرقہ اٹھ رہا تھا۔ سوامی دیانند اس کے بانی تھے۔ مرزا صاحب نے اس فرقہ کو ہدف بنا کر ہندو دھرم پر رکیک حملے کئے۔ نتیجۃً آریہ سماج نے رسول اکرمؐ اور قرآن و اسلام کے خلاف دیدہ دہنی کا آغاز کیا۔ اسی طرح مرزا صاحب نے عیسائی مشنریوں کے خلاف یُدھ رچایا۔ حضرت مسیح سے متعلق نازیبا زبان استعمال کر کے محمد عربی کے خلاف مشنریوں کی زبان کھلوائی۔ نتیجۃً پنجاب کے مسلمان جہاد سے روگردان ہو کر ہندو دھرم اور عیسائی مذہب سے نبرد آزما ہو گئے۔“

(تحریک ختم نبوت صفحہ 24)

”مرزا صاحب نے آریوں اور عیسائیوں کے خلاف محاذ قائم کیا تو اس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں میں انگریز کی سیاست کے مطابق تنفّر و تصادم پیدا کرنا تھا۔ مرزا صاحب گل کھلانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہندو مسلم فساد کی نیو رکھی۔ دوسرا عیسائیوں سے مناظرہ محض مناظرہ ہوتا تو گوارا تھا لیکن مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کے خلاف دریدہ دہنی کا انبار لگا دیا۔ حضرت مریم کی اہانت کی۔ اس سے پادریوں کو رسول کریم کے خلاف یاوہ گوئی کا حوصلہ ہوا اور قرآن و سیرت کے خلاف رکیک سے رکیک زبان استعمال کی۔“

(تحریک ختم نبوت صفحہ 29)

سامعین! چوتھی مشابہت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دور کی ایک حکمران خاتون ملکہ سبا بلقیس کو ایک تبلیغی خط لکھا۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دور کے چند حکمرانوں کے ساتھ ساتھ والیہ بھوپال سلطان جہاں بیگم صاحبہ کو بھی تبلیغی خط لکھے۔

چند مزید مشابہتیں اور مماثلتیں

1۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں کے وقت میں خفیہ کمیٹیاں بنائی گئیں اور خفیہ نام لکھوانے کی تجویز کی گئی۔

2۔ دونوں پر الزام لگائے گئے حضرت مصلح موعودؓ پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ جماعت کو دہریت کی طرف لے جارہے ہیں ۔ گویا نعوذ باللہ خدا کے منکر ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ الزام تھا کہ وہ کفر کے مرتکب ہیں۔

3۔ موجودہ فتنہ پرداز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کا دم بھرتے ہیں اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے دشمن حضرت داؤدؑ کی محبت کا دم بھرتے تھے۔

4۔ حضرت سلیمانؑ کو بھی ان کے مخالف خلافت سے الگ کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی فتنہ پردازوں کی طرف سے خلافت سے الگ کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

5۔ تورات میں آتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے وقت میں مخالفین کا لیڈر پہلے پہل یروشلم سے باہر کھیتوں میں چلا گیا اور اس کا ایک نائب بھی تھا۔ اسی طرح شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بھی پہلے قادیان سے باہر کھیتوں میں چلے گئے اور وہاں جا کر فتنہ شروع کیا ان کا بھی ایک نائب تھا۔

(1 سلاطین باب گیارہ)

6۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دشمنوں کا لیڈر یروشلم سے مصر چلا گیا تھا۔ حضرت مصلح موعود کے وقت میں موجود فتنے کا لیڈر بھی مصری تھا۔

سامعین! پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو خداتعالیٰ نے سلیمانی مقام پر کھڑا کیا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہام ہوا تھا کہ اِعۡمَلُوۡا آلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا ۔ اس الہام میں اگرچہ سلیمان کا لفظ موجود نہیں۔ مگر معنے یہی ہیں کہ حضورؓ کو سلیمانی مقام عطا ہوا ہے پھر اسی الہام میں اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ آپ خلیفہ برحق ہوں گے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ آپؓ کے زمانہ میں بھی ویسے ہی فتنے رونما ہوں گے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت وسیع تھی۔ سلیمان ثانی کی آسمانی بادشاہت بھی اتنی ہی وسیع رہی کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء سے پہلے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس وقت قریباً دنیا کے تمام ملکوں میں آپ کے جان نثار موجود ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں لوگ ہوا میں اُڑا کرتے تھے اس خلیفہ برحق کے زمانہ میں بھی خداتعالیٰ نے ہوائی جہاز تیار

کروائے تاکہ دونوں کی مماثلت پوری ہو۔ حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں طیور تھے طائر کے معنے اڑنے والا۔ پرانے زمانوں میں پرندوں سے پیغام رسانی اور خطوط رسانی کا کام لیا جاتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے قبضہ میں بھی لاکھوں طیور تھے ۔ جو ممالکِ غیر میں لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچانے جاتے ہیں ۔ ایک طائر قادیان سے اڑتا تو سپین میں پہنچ جاتا۔ کچھ اور طیور اڑتے تو پولینڈ ، ہنگری ، اٹلی ، امریکہ ، ارجنٹائن ، انگلستان، جاپان اور چین میں پہنچ جاتے۔

سامعین! آخر میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس میں حضورؓ پوری جماعت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت فرماتے ہیں کہ احبابِ جماعت نہ صرف خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق بنیں بلکہ پوری دنیا کو ان کا عاشق بنانے کی جدوجہد کرنے کے لئے نکلیں۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

”حضرت سلیمانؑ کی وہ پیشگوئی جو میں نے جلسہ سالانہ پر بیان کی تھی کتنی عشق سے لبریز ہے ۔ کہتے ہیں۔ ”اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا پیارا یہ میرا جانی ہے۔“ یہی عاشق کی علامت ہوتی ہے وہ جاتا ہے اور دم نہیں لیتا جب تک سب کو اُس کا دیوانہ نہ بنادے۔ پس نکلو نہ اس نیت سے کہ تم نے لوگوں کے سامنے وفاتِ مسیح یا صداقتِ مسیح موعودؑ کا مسئلہ پیش کرنا ہے بلکہ اس لئے کہ اپنے محبوب کے لئے تم نے اَور عاشق تلاش کرنے ہیں ورنہ جب تک فلسفیانہ خیالات کا تم پر غلبہ رہے گا تمہیں کامیابی نہیں ہو گی ۔ فلسفیانہ دلائل صرف کُفر تک کے لئے ہیں۔ ایمان کے اندر سوز اور عشق کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بچپن میں بچے کے لئے چُوسنی کی ضرورت ہوتی ہے مگر بڑے کے لئے نہیں۔“

(اللہ کے راستے میں تکالیف، انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 12)

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے

تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر

(اِس مضمون کی تیاری میں مکرّم انصر رضا آف کینیڈا کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔ اِس مضمون کی کمپوزنگ منہاس محمود صاحب آف جرمنی نے کی ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ)



﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔236﴾

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

(یوسفِ ثانیؓ کی یوسفِ اوّلؑ سے مشابہتیں اور مماثلتیں)

اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ (یوسف:95)

ترجمہ: یقیناً مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے خواہ تم مجھے دیوانہ ٹھہراتے رہو

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اس کا انتظار

سامعین! آج مجھے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نیک خواہش **"آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے"** کے تحت یوسفِ ثانی حضرت مصلح موعودؓ کی یوسفِ اوّل حضرت یوسفؑ سے مشابہتیں اور مماثلتیں بیان کرنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ فرمایا۔ جس کے معانی ہیں۔ انبیاء کے لبادہ میں اللہ کا ایک بہادر شخص اور آپؑ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

نیز نور الحق حصہ دوم صفحہ 32 پر فرمایا:

اِنِّیۡ رَاَیۡتُ بِھِجۡرِ قَوۡمٍ فَارَقُوۡا
حَالًا کَحَالَتِ مُرۡسَلِ کَنۡعَانٍ

وَسَاَلْتُ رَبِّی فَسْتَجَابَ لِیَ الدُّعَا
فَرَجَعْتُ مَجْلُوًّا مِنَ الْاَذَانِ

یعنی میں نے اس قوم کی جدائی میں جو جدا ہو گئی۔ وہ حالت دیکھی جو مرسلِ کنعان حضرت یعقوب علیہ السلام سے مشابہ ہے۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اس نے میری دعا قبول کی۔ پس میں غموں سے نجات یافتہ ہو گیا۔

ان اشعار سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یعقوب بھی تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور اس خوشخبری کے ساتھ غموں سے نجات بخشی اور آپؑ کو یوسف بیٹا عطا فرمایا۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آپؑ کو ملا۔ جس کو پیشگوئی مصلح موعود اور دیگر الہامات میں محمود، فضل عمر، بشیر، اولوالعزم، مسیحی نفس، کلمۃ اللہ اور فخر رسل جیسے اسمائے مبارکہ سے پکارا گیا وہاں آپؑ کا ایک الہامی نام یُوسف بھی رکھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بشیر اول کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے الہام الٰہی قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا اور جو کچے تھے وہ مصلح موعود کے ملنے سے ناامید ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائے گا یا مر جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمادیا کہ ایسوں سے اپنا مونہہ پھیر لے۔ جب تک وُہ وقت پہنچ جائے۔“

(تذکرہ صفحہ 166)

اسی طرح ایک اور الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان الفاظ میں ہوا کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے یوسف کی اب خوشبو آرہی ہے۔

(الہام حضرت مسیح موعود از تذکرہ صفحہ 485،608)

یہاں لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ کے الفاظ زور دینے کے لئے ہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ یوسف کی ملاقات کا وقت قریب آ گیا ہے اور گو یہ امر تمہاری سمجھ سے بالا ہے لیکن ہے بالکل سچا اور درست۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کو دیگر کئی مقامات پر یوسف بیٹے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاعات مل رہی تھیں۔ ایک کا ذکر کر کے آگے بڑھوں گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُنْظُرْ اِلَی یُوْسُفَ وَ اِقْبَالِہٖ یعنی یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو دیکھ۔

(تذکرہ صفحہ 370)

یہ یوسف جس نے بشیر اول کی وفات کے بعد پیدا ہونا تھا۔ وہی اولوالعزم محمود ہے۔ جن کا پورا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہے اور جو پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ٹھہرا۔

سامعین! یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نام بھی کسی کے رکھے جاتے ہیں وہ اپنے اندر کسی سے مشابہت و مماثلت رکھتے ہیں۔ پس آپؓ کا نام الہامِ الٰہی میں یوسف رکھا جانا بتاتا تھا کہ جس طرح یوسفِ اوّل پر بعض ناپاک الزامات عائد کئے گئے اسی طرح کمینہ اور رذیل دشمن اس یوسفِ ثانی پر بھی ناپاک حملہ کرے گا اور اُسے، لوگوں کی نگاہ میں تقویٰ و طہارت سے دور قرار دے گا۔ مگر جس طرح یوسفِ اوّلؑ ہر قسم کے گناہ سے بریّ ثابت ہوا اسی طرح خدا تعالیٰ اس دوسرے یوسف کی بھی اپنے زبردست نشانوں سے بریت کرے گا اور دنیا پر یہ ظاہر کر دے گا کہ یوسف ثانیؓ اُسی طرح معصوم ہے جس طرح یوسفِ اولؑ ہر قسم کے اخلاقی نقائص سے پاک اور منزہ تھا۔

مشابہتیں و مماثلتیں

اب مَیں اپنے سامعین کے سامنے یوسفِ ثانی حضرت مصلح موعودؓ کی یوسفِ اوّل حضرت یوسف علیہ السلام سے مشابہتیں و مماثلتیں بیان کرتا ہوں۔

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام اولاد ابراہیم میں سے تھے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس مقدس انسان کے بیٹے ہیں جسے خُدا نے ابراہیم قرار دیا اور فرمایا۔ سَلَامٌ عَلَیْكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ۔

2۔ حضرت یوسفؑ، حضرتِ یعقوبؑ کے بیٹے تھے۔ یوسفِ ثانی حضرت مصلح موعودؓ کے والد محترم نے بھی اپنے آپ کو یعقوب کہا جس کا ذکر تقریر کے آغاز پر ہو چکا ہے۔

3۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حالات، کنعان سے مصر لے آئے اور یوسف ثانیؓ کو بھی قادیان سے ربوہ کی ہجرت درپیش ہوئی۔

4۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں 26 برس کی عمر میں نبوت ملی۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی عمر کے چھبیسویں برس میں مسندِ خلافت پر اللہ تعالیٰ نے متمکن فرمایا۔

5۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تاویل الاحادیث اور تعبیر الرؤیا کا علم بخشا تھا۔ آپ علیہ السلام نے کہا: "ذَالِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ (یوسف:38)۔ یہ وہ علم ہے جو مجھے خدا نے سکھایا ہے۔" اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی علم عطا فرمایا اور قرآن مجید کے وُہ وُہ رموز اور اسرار آپ کو سکھلائے جو تیرہ سو برس میں کسی مفسّرِ قرآن نے بیان نہیں کئے۔ حضرت یوسف ثانیؓ اپنی معرکہ آراء تصنیف تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ "مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں" اور آپؓ اپنے زمانہ کے بہت زبردست معبّر بھی تھے۔

6۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود سے بھی ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے الہام اور کلام سے نوازتا ہے۔

7۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو علاوہ باطنی حسن کے اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن و جمال سے بھی حصہ دیا تھا۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ظاہری اور باطنی ہر دو خوبیوں سے آراستہ تھے۔

8۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے اُن کے بھائیوں نے بگاڑ پیدا کیا اور انہیں سخت تکلیفیں پہنچائیں مگر بالآخر وُہ تائب ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہہ کر انہیں معاف کر دیا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی اہل پیغام نے دکھ دیا اور قادیان سے بگڑ کر لاہور سے وابستہ ہو گئے۔ مگر پھر ان میں سے کئی لوگ آپؓ کے ہاتھ پر تائب ہوئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہہ کر انہیں معاف کر دیا۔

9۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ (یوسف:9) یعنی جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی تو ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ یقیناً ہمارا باپ صریح غلطی پر ہے۔

یہاں دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے سگے بھائی بن یامین کا اور دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں کا جو حضرت یوسف کے ساتھ حسد اور بغض میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ اپنے باپ کے لئے ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ کے الفاظ کہتے ہوئے بھی نہ شرمائے۔

اب دیکھیے! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لاتعداد الہامات اور دُعائیں حضورؓ اور آپؓ کے سگے بھائیوں کے لئے ہیں جو آج تک لفظ بلفظ پُوری ہو رہی ہیں اور قیامت تک پُوری ہوتی جائیں گی۔ مگر ایک دوسرا گروہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر ان تمام الہامات، دُعاؤں اور پیشگوئیوں کو جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپؓ کے سگے بھائیوں کے متعلق ہیں۔ نہیں مانتا۔ گویا انہوں نے زبانِ حال سے ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ کہہ ہی دیا اور اس پر طرّہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہونے کے مدّعی بھی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد دوسرا گروہ یہ دعویٰ کرکے کہ جماعت کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے نَحْنُ عُصْبَۃٌ کا اعلان بھی کرتا رہا۔ بلکہ قادیان کے متعلق ان کے دعوے یہ تھے کہ قادیان کی عمارتیں کوڑیوں کے بھاؤ بکیں گی اور یہاں اُلو بولا کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت یوسفِ ثانیؑ کے ساتھ ہونے سے ان کے دعوے صرف دعوے ہی رہ گئے۔

10۔ پھر اللہ فرماتا ہے۔ اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْہُ اَرْضًا یَّخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ (یوسف:10) یعنی یوسف کو قتل کردو یا کسی اور ملک میں ڈال دو تو اس کے بعد تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہارے لئے مخصوص ہو جائے گی اور پھر اس کے بعد تم صالح بن جاؤ۔

یہاں حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں کی اس سازش کا ذکر ہے۔ جو انہوں نے حضرت یوسفؑ کے خلاف کی۔ ہو بہو اسی طرح کے واقعات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اور خاص طور پر آپؓ کی وفات کے وقت پیش آئے۔ چونکہ اہل پیغام کو علم تھا کہ احمدیت کا سوادِ اعظم حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے پسرِ موعود حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا شرف حاصل کرنے والا ہے۔ اس لئے انہوں نے حضرت خلیفہ ٔاولؓ کی وفات سے پہلے ہی ایک رسالہ "ایک نہایت ہی ضروری اعلان" چھپوا کر مخفی طور پر تیار کر رکھا تھا۔ تاکہ اس رسالہ کے ذریعہ جماعت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق غلط فہمیاں اور بدظنیاں پھیلا دیں۔ گویا یہ ایک سازش تھی جو انہوں نے حضورؓ کے خلاف کر رکھی تھی اور بزعم خود انہوں نے آپؓ کو کنویں میں ڈال دیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپؓ کو حضرت یوسفؑ کی طرح ایک معجزانہ کامیابی عطا فرمائی۔

11۔ حضرت یوسفؑ پر جبکہ وہ عزیز کے گھر میں تھے بدچلنی کا الزام لگا۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اس الزام سے بری کیا اور ان کی عصمت و عفت پر مُہرِ تصدیق ثبت کی۔ بعینہٖ اسی طرح منافقین اور معاندین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھوٹے الزامات لگائے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان الزام لگانے والوں کو ذلیل و خوار کر کے حضورؓ کو ان الزامات سے برّی کیا اور حضورؓ کی صداقت کو اظہر من الشمس کر دیا اور پھر خدا تعالیٰ کا ایسا تصرف ہوا کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری جملہ الزام لگانے والوں سے گو سبقت لے گئے اور ان کے نام کے ساتھ "مصری" کا لفظ ہونا اس الزام کی یاد تازہ کرتا ہے جو مصریوں نے حضرت یوسفؑ پر لگایا۔

12۔اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا۔(یوسف:94)یعنی یہ میری قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے سامنے ڈال دو۔ وہ یقین کرنے والا ہو جائے گا۔

سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے تین دفعہ قمیص کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پہلی دفعہ جب حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کو خون سے رنگ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھاتے ہیں۔ تو وُہ قمیص حضرت یوسفؑ کی موت کی بجائے ان کی زندگی کی شاہد بن جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ جان لیتے ہیں کہ یہ جھوٹ موٹ کے نشان ہیں۔ دوسرے موقع پر یہی قمیص حضرت یوسفؑ کو الزام سے برّی کرنے کا باعث بنتی ہے اور تیسری دفعہ حضرت یوسفؑ یہی قمیص بطور نشان حضرت یعقوبؑ کو بھیجتے ہیں۔ گویا پہلی دفعہ قمیص حضرت یوسفؑ کی زندگی کا نشان ٹھہری۔ دوسری دفعہ آپ کی پاک دامنی کا ثبوت بنی اور تیسری دفعہ یہی قمیص حضرت یوسفؑ کی حکومت پر گواہ ہوئی۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ قمیص کے معنی کیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا تمہیں اس قمیص کے اتارنے کو کہا جائے گا۔ مگر خبردار، اس قمیص کو ہرگز نہ اتارنا۔ علامہ ابن اثیر بھی قمیص کے معنی خلافت بتاتے ہیں۔

اب دیکھو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات پر اہل پیغام نے اپنے علم اور اثر کے گھمنڈ پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بزعم خود کنویں میں ڈال دیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے حضورؓ کو خلافت کی قمیص عطا فرما کر مخالفوں کے تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ تو گویا جس طرح اس وقت حضرت یوسفؑ کی قمیص ان کی زندگی کی دلیل ہوئی۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قمیصِ خلافت بھی حضورؓ کی گزشتہ اور آئندہ شاندار زندگی پر ایک بیّن دلیل ہو گئی۔

پھر جب منافقین نے عموماً اور مصری صاحب نے خصوصاً حضورؓ پر الزام لگائے۔ تو اس وقت حضورؓ نے اپنی خلافت کو ہی اپنی صداقت کے لئے پیش کیا اور حضورؓ کی قمیص خلافت ہی حضور کو تمام الزامات سے برّی کرنے کا باعث بن گئی۔ یہ بعینہٖ اسی طرح ہوا جس طرح حضرت یوسفؑ کی قمیص نے ان کو الزام سے برّی کیا تھا۔

پھر مخالفوں نے کوشش کی کہ حضورؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ مگر حضورؓ، حضرت عثمانؓ کی طرح منصب خلافت پر ڈٹے رہے اور جس طرح حضرت یوسفؑ پر الزام لگانے والے بالآخر نہایت شرمسار ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام تراشنے والے بھی ناکام ونامراد رہے۔

13۔ قرآن میں آتا ہے۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ o قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (یوسف:95-96) یعنی جب قافلہ چلا تو ان کے باپ (یعقوبؑ) نے کہا۔ کہ مَیں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ اگر مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تو ابھی تک پُرانی غلطی میں بہک رہا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اس کا انتظار

تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 357 میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”ریح یوسف سے مراد وہ خبر ہے۔ جس کسی چیز کے قریب عرصہ میں ملنے کی امید ہو تو کہتے ہیں کہ مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ یہی مراد حضرت یعقوبؑ کی ہے۔“

14۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 4 نومبر 1888ء یا اس کے قریب قریب الہام ہوا۔ کہ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۔ اِس کا ذکر سورۃ یوسف:86 میں بھی ہے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے آپؑ نے خود فرمایا۔

”خدا تعالیٰ نے ان آیات میں صاف بتلا دیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا اور جو کچے تھے وہ مصلح موعود کے ملنے سے ناامید ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ تُو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائے گا اور مر جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرما دیا کہ ایسوں سے اپنا مونہہ پھیر لے جب تک وُہ وقت پہنچ جائے اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے ان کے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں اور کوتاہ بینوں کی نظر میں حیرت ناک۔“

(تذکرہ صفحہ 166)

اِس امر کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو 4 دسمبر 1888ء کو بھی کیا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ الہام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ تشریح دونوں اس امر پر شاہد ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے یوسف بھی قرار دیا ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کو یوسف کا نام دیا گیا ہے۔ اس تمثیل سے ضمنی طور پر پیغامی حضرات کے سوال کا بھی رد ہو جاتا ہے کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی

زندگی میں ہی یوسف کی ملاقات ہو گئی تھی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی جن کو یعقوبؑ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ آپ کی زندگی میں ہی یوسف کا ملنا ضروری ہے۔ گو اس کا اقبال اپنی حقیقی شان کے ساتھ بعد میں ہی ظاہر ہو۔ لیکن جیسے کہتے ہیں کہ "پُوت کے پاؤں پالنے میں نظر آتے ہیں" ایسے ہی حضرت مصلح موعودؓ کی علمی رفعت کے آثار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی نظر آنے شروع ہو گئے تھے۔

15۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے معاشی اور مالی معاملات میں بہت بہتری کی اسی طرح جماعت کے مالی نظام کا اسٹریکچر یوسفِ ثانیؓ کا مرہونِ منت ہے۔

16۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں زرعی اصلاحات کیں اور زراعت کو فروغ دیا اسی طرح یوسف ثانیؓ نے سندھ میں جماعتی زمینیں خرید کر زراعت کو فروغ دیا۔

17۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا ایک اہم واقعہ یہ تھا کہ قحط کے ایام میں آپ نے غرباء میں غلہ تقسیم کیا اور مخلوق خدا کو آرام پہنچایا۔ بعینہٖ اسی طرح دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے غرباء کے لئے سخت نازک ایام میں غلّہ کی نہ صرف تحریک فرمائی بلکہ ہر سال سینکڑوں میں غلّہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر کے مثیلِ یوسف قرار پائے۔ وسیع پیمانہ پر اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ کو ہم تحریک جدید کی زمینوں پر بھی لگا سکتے ہیں۔ جو صحیح رنگ میں ایک روحانی مائدہ تیار کرنے کے لئے حضور نے خریدیں اور پھر اس روحانی غذا کو ایسے علاقوں میں جہاں روحانی قحط ہے تقسیم کر کے خوشحالی کے سامان پیدا کئے۔

18۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اولاد کے لئے جن الفاظ میں دعا کرتے ہیں۔ وہ قریباً وہی الفاظ ہیں جو قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت یعقوبؑ کے متعلق استعمال ہوئے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

وہ دے سب ان کو جو مجھ کو دیا ہے

کہ جس طرح اتمامِ نعمت مجھ پر کیا گیا ہے۔ اسی طرح میری اولاد کے ساتھ بھی تیرا سلوک ہو۔ قرآن کریم میں یہ الفاظ ہیں کہ " وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ " جس طرح اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خاص کیا گیا ہے۔ اسی طرح الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ فرما کر کہ "وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہو گا۔" آپ پر اتمام نعمت کی خبر دی گئی ہے۔

سامعین! یہ چند ایک مشابہتیں حاضرینِ اجلاس کے سامنے رکھی ہیں ورنہ اِس پر تو دفتر اکھٹا ہو سکتا ہے۔ کیسا اتفاق ہے۔ دونوں کا اسم مبارک یوسف بن یعقوب ہے۔ دونوں اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے، دل کے حلیم تھے، سخت ذہین و فہیم، علوم ظاہر و باطنی سے پُر، قوموں نے ان سے برکت پائی۔ دونوں اسیروں کی رَستگاری کا موجب بنے، صاحبِ دولت تھے اور بہتوں کو بیماریوں سے شفا دینے والے ثابت ہوئے۔ دونوں نے زمین کے کناروں تک شہرت پائی، خدا کا سایہ ان کے سر پر رہا اور دونوں حسین اور وجیہہ تھے۔ پس حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تعالیٰ کے حضور یوسف ہیں۔ اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؑ کے متعلق یہ ضمانت دی کہ

کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

پھر جب حضور نے اپنی موعود اولاد کے لئے دعائیں کیں اور فرمایا۔

میری دعائیں ساری کریو قبول باری

تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری سب مرادیں پوری کر دی جائیں گی اور پھر آخر میں آنے والے یوسف کے متعلق اس بات کا وعدہ کیا کہ وہ اپنے رسول کے فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کے ہمیشہ ساتھ ہو گا۔

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔273﴾

حضرت مصلح موعودؓ کی محبتِ الٰہی اور عبادات میں شغف

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

محمود! عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں اور سامنے خدا ہو

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مصلح موعودؓ کی محبتِ الٰہی اور عبادات میں شغف**

سامعین! سوانح فضل عمر جلد اول میں حضرت مصلح موعودؓ کے بچپن سے ہی عبادت اور محبتِ الٰہی میں غیر معمولی ذوق و شوق کے حوالے سے اس کتاب کے مصنف حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بچپن سے ہی آپؓ کو عبادت الٰہی کا ذوق و شوق پیدا ہوا اور کم سنی میں ہی آپ نیم شبی عبادتوں کے عادی ہو گئے۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ نماز پنجوقتہ کے علاوہ تہجّد کی نماز بھی بالالتزام ادا کیا کرتے تھے اور نماز کی ادائیگی محض رسمی اور ظاہری نہ تھی بلکہ بڑے خشوع و خضوع اور سوز و گداز کی حامل ہوا کرتی تھی۔ ایک بچے یا نوجوان کا نمازوں میں گریہ وزاری کرنا اور سجدوں میں دیر تک پڑے رہنا یقیناً بڑوں کے لئے باعث تعجب ہے خصوصاً اس وقت جب کہ ایسے بچے کو کوئی ظاہری صدمہ نہ پہنچا ہو اور فکر کی کوئی دوسری وجہ بھی نظر نہ آئے۔ یہ تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے اور دل میں سوال اٹھتا ہے کہ آخر اس بچے پر کیا بیتی ہے جو راتوں کو چھپ چھپ کر اٹھتا اور بِلک بِلک کر اپنے رب کے حضور روتے ہوئے اپنے معصوم آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے۔ یہی تعجب شیخ غلام احمد صاحب واعظ کے دل میں بھی پیدا ہوا جو ایک

نو مسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے تھے اور اخلاص اور ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد وزاہد اور صاحبِ کشف و الہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مَیں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں مانگوں مگر جب مَیں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے مَیں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے؟۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ مَیں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔"

(الفضل 16 فروری 1968ء)

پھر آپ ایک جگہ حضور خلیفہ ثانیؓ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مرزا محمود احمد صاحب کو باقاعدہ تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ بڑے لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں۔"

سامعین! یہ تو آپؓ کے بچپن کے حوالے سے تھا۔ آئیں! جوانی کے عالَم کی بتیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شغف وانہماک اور محبت الٰہی کی خوشبو حضرت مصلح موعودؓ کی ہر حرکت و عمل سے ظاہر ہوتی تھی۔ وہ لوگ جو آپؓ کو شروع سے جانتے تھے ان کی گواہی بھی یہی ہے۔

مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی نے آپؓ کو تہجد کی نماز میں لمبے لمبے سجدے اور خشوع و خضوع سے دعائیں کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے دل میں ایک عجیب سوال پیدا ہوا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ:

”آپؓ کے اس جوانی کے عالَم میں جبکہ ہر طرح کی سہولت اپنے گھر میں حاصل ہے، زمینداری بھی ہے اور ایک شاہانہ قسم کی زندگی بطور صاحبزادہ، شہزادہ بسر کر رہے ہیں تو میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ آپ کو کس ضرورت نے مجبور کیا ہے کہ وہ تہجد میں آکر لمبی لمبی دعائیں کریں۔ یہ بات میرے دل میں بار بار یہ سوال پیدا کرتی تھی لیکن حضرتِ ممدوح سے پوچھنے کی جرأت نہ پاتے تھے لیکن ایک دن مَیں نے جرأت کرکے آپ سے جبکہ وہ حضرت خلیفہ اوّل کی صحبت سے اٹھ کر اپنے گھر کو جا رہے تھے راستے میں السلام علیکم کرکے روک لیا اور اپنی طرف متوجہ کرلیا اور نہایت عاجزی سے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں معافی مانگ کر پوچھا کہ وہ مقصد جس کے لئے آپ تہجد میں لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ اور نیز عرض کیا کہ میں بھی اس غرض کے لئے دعا کروں گا تاکہ وہ غرض آپ کو حاصل ہو جائے۔ اس کے جواب میں حضرتِ ممدوح نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ خدا کے راستے میں جو انہوں نے کام کرنا ہے اس کے لئے انہیں مخلص دوست اور مددگار میسر آجائیں۔“

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 60)

سامعین! حضورؓ نے اپنی جوانی کے ایام میں حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ خدا تعالیٰ کے گھر کو دیکھ کر جو محویت آپؓ پر طاری ہوئی اس کے متعلق آپؓ خود بیان فرماتے ہیں:

”میں جب حج کے لئے گیا تو مَیں نے بھی یہی دعا مانگی تھی مگر یہ خیال حضرت خلیفہ اوّل ہی کی ایجاد سے تھا اور کہتے ہیں اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم..... بے شک جب میں نے یہ دعا کی تو یہ بھی نقل تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مجھے یہ واقعہ یاد نہیں تھا بلکہ اتنا بھی خیال نہیں تھا کہ میں زندہ بھی ہوں۔ میں تو سمجھتا تھا کہ میں مر چکا ہوں اور اسرافیل صُور پھونک رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ **میری طرف چلے آؤ**۔“

(الفضل 8 نومبر 1939ء)

اس عظیم عبادت کے موقع پر آپؓ نے سات جانور قربان کئے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”جب حج کے لئے گیا تو میں نے سات قربانیاں کی تھیں۔ ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے، ایک والدہ صاحبہؓ کی طرف سے، ایک حضرت خلیفۃ

المسیح الاوّلؓ کی طرف سے ، ایک اپنی طرف سے ، ایک اپنی بیوی کی طرف سے اور ایک جماعت کے دوستوں کی طرف سے۔"

(الفضل 20 جنوری 1935ء)

سامعین! سیر و تفریح کے وقت عموماً دھیان بٹ جاتا ہے۔ ہم نے اکثر نوجوانوں کو پکنکز مناتے دیکھا ہے مگر آپؓ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں دہلی گیا ہوا تھا۔ میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم نے امتحان پاس کیا تھا اور مَیں نے اُن سے وعدہ کیا تھا امتحان پاس کرنے کے بعد مَیں تمہیں آگرہ اور دہلی وغیرہ کی سیر کراؤں گا۔ مَیں انہیں دہلی کا قلعہ دکھانے لے گیا جب سیر کرتے کرتے ہم قلعہ کی مسجد کے پاس پہنچے تو مَیں نے اپنی بیوی اور بچی سے کہا کہ اب تو یہ قلعہ فوج کے قبضہ میں ہے نہ معلوم یہاں خدا تعالیٰ کا ذکر کبھی کسی نے کیا ہے یا نہیں۔ آؤ! ہم یہاں نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ ہم نے وہاں پانی منگوایا، وضو کیا اور نماز پڑھی..... میں بہت دیر تک نماز میں مشغول رہا اور دعائیں کرتا رہا۔"

(الفضل 28 فروری 1943ء)

ایسی حالت کے متعلق ہی بزرگوں نے کہا ہے کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ آپ ہر حال میں خدا کو یاد رکھتے تھے۔ ایک نماز کے رہ جانے کے خیال سے جو حالت ہوئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت کی طرف آپؓ کے انہماک کا کیا عالَم تھا۔ فرماتے ہیں:

"مجھے یاد ہے چند سال ہوئے۔ مَیں ایک دفعہ دفتر سے اٹھا تو مغرب کے قریب جبکہ سورج زرد ہو چکا تھا مجھے یہ وہم ہو گیا کہ آج مجھے کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے عصر کی نماز پڑھنی یاد نہیں رہی جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو یکدم میرا سر چکرایا اور قریب تھا کہ اس شدتِ غم کی وجہ سے میں اس وقت گر کر مر جاتا کہ معًا اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے یاد آگیا کہ فلاں شخص نے مجھے نماز کے وقت آکر آواز دی تھی اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا پس میں نماز پڑھ چکا ہوں لیکن اگر مجھے یہ بات یاد نہ آتی تو اس وقت مجھ پر اس

غم کی وجہ سے جو کیفیت ایک سیکنڈ میں ہی طاری ہوگئی وہ ایسی تھی کہ میں سمجھتا تھا اب اس صدمہ کی وجہ سے میری جان نکل جائے گی۔ میرا سر یکدم چکرا گیا اور قریب تھا کہ میں زمین پر گر کر ہلاک ہو جاتا۔"

(الفضل 24 جنوری 1945ء)

سامعین! کہتے ہیں کم خورانی، کم سونا اور کم بولنا صوفیاء کے نزدیک قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آپؓ کے اِس بیان سے عبادات میں آپؓ کے شغف اور کم کھانے کے متعلق آپؓ کے معمول کا پتہ چلتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"آج کل رمضان ہے اور روزہ کی وجہ سے زیادہ تقریر نہیں کی جاسکتی۔ دوسرے نیّر صاحب نے رات کو میجک لینٹرن کے ذریعہ سفر یورپ اور .... افریقہ کے حالات دکھائے ہیں گو اس سے بہت فائدہ ہوا ہے مگر سحری کو اس وقت آنکھ نہ کھلی جس وقت کھلنی چاہیئے تھی اور مَیں دعا ہی کر رہا تھا کہ اذان ہوگئی اس لئے میں کھانا نہ کھا سکا۔ میں آج کل شام کو کھانا نہیں کھایا کرتا بلکہ سحری کو کھاتا ہوں لیکن آج سحری کو بھی نہ کھا سکا۔ اس وجہ سے لمبی تقریر کرنا مشکل ہے تاہم میں کوشش کروں گا کہ جس قدر ہو سکے بیان کر دوں کیونکہ احباب دور دور سے آئے ہیں۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء صفحہ 12-13)

حضرت خلیفہ المسیح الاولؓ بھی حضور کی نیکی اور تقویٰ کے معترف اور قدر دان تھے یہی وجہ ہے کہ آپؓ کی نوعمری کے باوجود آپ کو امام الصلوٰۃ اور خطیب مقرر کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جب آپؓ سے کسی نے اس امر کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا:

"قرآن کریم نے تو ہمیں یہ بتایا کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) مجھ کو جماعت میں میاں صاحب جیسا کوئی متقی بتادیں۔"

مزید برآں تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ، آپؓ سے ہر اہم کام میں مشورہ لیتے، سب سے زیادہ آپؓ کو اپنا مزاج شناس سمجھتے اور اہم امور کی بہتر سرانجام دہی کے لئے دعا کی درخواست بھی کرتے۔

آپؓ کے زہد و تقویٰ کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپؓ نے شروع سے ہی اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر رکھا تھا اور کسی دنیوی کام اور دھندے کی طرف ذرہ بھی رغبت نہ رکھی تھی اور اس کا ثبوت اِس واقعہ سے ہوتا ہے جو آپؓ نے خود بیان فرمایا ہے:

"حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ایک دن ہمارے نانا جان، والدہ صاحبہ کے پاس آئے اور انہوں نے غصہ میں رجسٹر زمین پر پھینک دیئے اور کہا کہ مَیں کب تک بڈھا ہو کر بھی تمہاری خدمت کرتا رہوں اب تمہاری اولاد جوان ہے اس سے کام لو اور زمینوں کی نگرانی ان کے سپرد کرو۔ والدہ نے مجھے بلایا اور رجسٹر مجھے دے دیئے اور کہا کہ تم کام کرو تمہارے نانا یہ رجسٹر پھینک کر چلے گئے ہیں۔ میں ان دنوں قرآن اور حدیث کے مطالعہ میں ایسا مشغول تھا کہ جب زمینوں کا کام مجھے کرنے کے لئے کہا گیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ جائیداد ہے کیا بلا اور وہ کس سمت میں ہے مغرب میں ہے یا مشرق میں شمال میں ہے یا جنوب میں۔"

(الفضل 22 اکتوبر 1955ء)

سامعین! عبادت میں انہماک و شغف اور دعا پر یقین کے متعلق حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحبؓ لکھتے ہیں:

"ہم دھرم سالہ پہنچے مگر وہاں بارش کی زیادتی کی وجہ سے آب وہوا ناموافق ثابت ہوئی اس لئے ڈلہوزی میں مکان تلاش کروا کر وہاں پہنچ گئے۔ یہاں کی آب وہوا موافق رہی۔ ایک روز حضور نے بعض ساتھیوں کو ہمراہ لے کر دو تین میل کے فاصلے پر جنگل میں دعا کی۔ اس غرض کے لئے دو رکعت نماز باجماعت ادا کی۔ باوجودیکہ حضور کو انفلوئنزا کے گزشتہ حملہ کی وجہ سے کمزوری لاحق تھی اور قریب ہی میں بخار کا حملہ بھی ہو چکا تھا مگر دعا کے لئے اس قدر لمبے سجدے حضور نے کئے کہ مقتدی تھک تھک گئے مگر حضور نے دعا کو جاری رکھا اور ڈیڑھ گھنٹہ سے زائد وقت میں دو رکعت نماز ادا کی۔"

(ایاز محمود جلد چہارم صفحہ 199)

ہر کس و ناکس ہر سال یہ مشاہدہ کرتا تھا کہ حضورؓ ہر رمضان کے آخر میں درس کے اختتام پر لمبی لمبی دعائیں کرواتے جن میں خشیت اور گریہ وزاری کا ایک عجیب عالَم ہوتا تھا، جلسہ سالانہ کے افتتاح اور اختتام پر آپؓ

کی متضرعانہ دعائیں ، اسی طرح مجلس شوریٰ کے آغاز پر ، ربوہ کی آبادی اور افتتاح کے مواقع پر ، مسجد مبارک کی بنیاد رکھتے ہوئے نہایت تضرع سے دعائیں بھی کرواتے احباب کو یاد ہے۔

معزز سامعین! مکرم مولانا عبد الرحمان صاحب انور کو مختلف حیثیتوں میں آپؓ کے ساتھ لمبا عرصہ بجا لانے کی سعادت ملی۔ آپ اپنے طویل مشاہدے اور بارہا کے تجربات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”یہ ایک حقیقت ہے کہ حضورؓ اگرچہ عام انسان تھے لیکن حضورؓ کے کاموں کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ اس خاص انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی خاص تعلق ہے اور اس کی خاص تائید اس کے شامل حال ہے۔ چنانچہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ حضورؓ کو کسی ایسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی ہے جو عام حالات میں قریباً ناممکن الحصول ہوتی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے حصول کے سامان ہو جایا کرتے تھے گویا اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضور کے منشاء کی تکمیل میں لگ جایا کرتے تھے۔“

(الفرقان فضل عمر نمبر دسمبر، جنوری 1966ء صفحہ 43)

اپنے ساتھ تائید الٰہی کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

”چند سال ہوئے مجھے ایک مکان کی تعمیر کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے اندازہ کرایا تو مکان کے لئے اور اس وقت کی بعض ضروریات کے لئے دس ہزار روپیہ درکار تھا۔ میں نے خیال کیا کہ جائیداد کا کوئی حصہ بیچ دوں یا کسی سے قرض لوں اتنے میں ایک دوست کی چٹھی آئی کہ میں چھ ہزار روپیہ بھیجتا ہوں اس کے بعد چار ہزار باقی رہ گیا ایک تحصیلدار دوست نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمیں دس ہزار روپیہ کی ضرورت تھی اس میں سے چھ ہزار تو مہیا ہو گیا ہے باقی چار ہزار تم بھیج دو مجھے تو اس کا کوئی مطلب سمجھ نہیں آیا اگر آپ کو کوئی ذاتی ضرورت یا سلسلہ کے لئے در پیش ہو تو میرے پاس چار ہزار روپیہ جمع ہے میں وہ بھیج دوں۔ میں نے انہیں لکھا کہ واقعی صورت تو ایسی ہی ہے بعینہٖ اسی طرح ہوا ہے۔ گویا ضرورت مجھے تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے منہ سے کہلوانے کی بجائے اس دوست کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے کہلوا دیا۔ نہ اسے علم تھے کہ مجھے دس ہزار کی ضرورت ہے اور یہ کہ اس میں سے کسی نے چھ ہزار بھیج دیا ہے اور اب

صرف چار ہزار باقی ہے اور نہ مجھے علم تھا کہ اس کے پاس روپیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے خود ہی تمام اس کے لئے انتظام فرما دیا۔ تو بعض اوقات ایسے مواقع اللہ تعالیٰ خود ہی بہم پہنچا دیتا ہے۔ اس کے خاص بندوں کے لئے یہ صورت عام ہوتی ہے اور عام بندوں کے لئے شاذ کے طور پر لیکن سب ہی کے لئے حقیقی نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔"

(الفضل 11 جولائی 1939ء)

سامعین! خدا تعالیٰ پر توکل اور خدائی وعدوں کے پورا ہونے پر مکمل یقین جو مخالفت کی شدت، مخالفوں کی کثرت، مخالفانہ حالات اور فتنہ گروں کی فتنہ سامانیوں میں کبھی بھی متزلزل یا کم نہ ہوا بلکہ ہمیشہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپ کس پُر شوکت انداز میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں بے شک انسان ہوں خدا نہیں ہوں مگر میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا کہ میری اطاعت اور فرماں برداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ مجھے جو بات کہنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے میں اسے چھپا نہیں سکتا۔ مجھے اپنی بڑائی بیان کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور میں اس وقت تک اس شرم کی وجہ سے رکا رہا ہوں لیکن آخر خدا تعالیٰ کے حکم کو بیان کرنا ہی پڑتا ہے۔ میں انسانوں سے کام لینے کا عادی نہیں ہوں۔ تم بائیس سال سے مجھے دیکھ رہے ہو اور تم میں سے ہر ایک اس امر کی گواہی دے گا کہ ذاتی طور پر کسی سے کام لینے کا میں عادی نہیں ہوں حالانکہ اگر میں ذاتی طور پر بھی کام لیتا تو میرا حق تھا مگر میں ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہوں کہ خود دوسروں کو فائدہ پہنچاؤں مگر خود کسی کا ممنون و احسان نہ ہوں۔ خلفاء کا تعلق ماں باپ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس سے اس کے ماں باپ نے خدمات نہ لی ہوں گی مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی سے ذاتی فائدہ اٹھانے یا خدمات لینے کی میں نے کوشش کی ہو۔ میرے پاس بعض لوگ آتے ہیں کہ ہم تحفہ پیش کرنا چاہتے ہیں آپ اپنی پسند کی چیز بتا دیں مگر میں خاموش ہو جاتا ہوں۔ آج تک ہزاروں نے مجھ سے یہ سوال کیا ہوگا مگر ایک بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس کا جواب دیا ہو۔ **میرا تعلق خدا تعالیٰ سے ایسا ہے کہ وہ خود میری دستگیری کرتا ہے اور میرے تمام کام خود کرتا ہے۔**"

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

پھر ایک جگہ اپنے تعلق باللہ اور محبتِ الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بالکل سید عبد القادر جیلانیؒ والا ہے۔ وہ میرے لئے اپنی قدرتیں دکھاتا ہے مگر نادان نہیں سمجھتا ہے۔ یہ زمانہ چونکہ بہت شبہات کا ہے اس لئے میں تو اس قدر احتیاط کرتا ہوں کوشش کرتا ہوں دوسروں سے زیادہ ہی قربانی کروں۔ پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھتے ہوئے میں انسانوں پر انحصار نہیں کر سکتا اور تم بھی یہ نصرت اس طرح حاصل کر سکتے ہو کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ اور ایسا کرنے میں صرف خلیفہ کی اطاعت کا ثواب نہیں بلکہ موعود خلیفہ کی اطاعت کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو تو مشکلات کے بادل اڑ جائیں گے تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرماں برداری کرو۔ جب تم سے مشورہ مانگا جائے مشورہ دو ورنہ چپ رہو، ادب کا مقام یہی ہے لیکن اگر تم مشورہ دینے کے لئے بیتاب ہو تو بغیر پوچھے بھی دے دو مگر عمل وہی کرو جس کی تم کو ہدایت دی جائے۔ ہاں صحیح اطلاعات دینا ہر مومن کا فرض ہے اور اس کے لئے پوچھنے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے باقی رہا عمل اس کے بارہ میں تمہارا فرض صرف یہی ہے کہ خلیفہ کے ہاتھ اور اس کے ہتھیار بن جاؤ تب ہی برکت حاصل کر سکو گے اور تب ہی کامیابی نصیب ہوگی۔"

(الفضل 4 ستمبر 1937ء صفحہ 9)

سامعین! ایک زمانہ اس امر کا شاہد ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے نصف صدی سے زائد عرصہ پر پھیلے خلافت کے زمانہ میں عبادات اور دعاؤں کو مقامِ محمود تک پہنچایا اور جماعت کو بھی اس کا عرفان بخشا۔ ابتلاء اور خطرات کے دنوں میں بعض اوقات ساری ساری رات حضور عبادت میں سجدہ ریز ہوتے رہے اور جماعت اور ساری بنی نوع انسان کے لئے دعائیں کرتے رہے اور مجسم عبادت اور مجسم دعا بن گئے۔

1957ء میں آپ کی لمبی اور خطرناک بیماری کے دوران آپؓ کی بہن حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے تحریکِ دعائے خاص کے نام سے ایک نظم لکھی اور اس میں آپؓ کے عبادت کے ذوق و شوق کو ان الفاظ میں ادا فرمایا:

گریہ یعقوب نصف شب خدا کے سامنے
"صبر ایوبی" برائے خلق با خندہ جبیں

اور ان درد بھرے الفاظ میں آپؓ کی صحت کے لئے دعا کی خاص تحریک فرمائی:

قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

سامعین! عبادت کے ذوق و شوق کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعودؓ کو غیر معمولی خدمتِ دین کی توفیق ملی اور ایک نور عطا ہوا اور آپؓ کے ذریعہ دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ آپؓ کے ذریعہ بہت سے اخبارِ غیبیہ ظاہر ہوئے اور علوم و معارف کا اظہار ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپؓ کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر آپؓ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ:

"..... خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ ہم سے رخصت ہونے والا آقا اور محبوب واقعی الٰہی نوروں میں سے ایک نور تھا جو 14 مارچ 1914ء کو ہمارے افق پر طلوع ہوا اور 8 نومبر 1965ء کی صبح کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔"

(خطاب جلسہ سالانہ مطبوعہ الفضل 14 فروری 1966ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مصلح موعودؓ کی محبتِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"مارچ 1907ء میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 18 سال تھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان "محبت الٰہی" تحریر فرمایا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع بھی ہوا۔ اس مضمون سے ہی ظاہر ہو جاتا

ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی، چھوٹی عمر میں ہی علوم ظاہری و باطنی سے آپؓ کو پُر کرنا شروع کیا۔ آپؓ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لیے کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ دائمی زندگی کون سی ہے؟ اگلے جہان کی۔ محبت ہی کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے بچتا ہے اور درجات میں ترقی کرتا ہے اور محبت ہی خدا شناسی کا موجب بنتی ہے۔ بدوں محبت انسان کو خدا تعالیٰ کی حقیقت اور حقیقی معرفت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ آپؓ نے فرمایا: پس ضروری ہوا کہ گناہوں سے بچنے کے لیے اور ترقی درجات کے لیے ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جائیں اور ہم ایک سورج کی طرح ہوں جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اس کے بعد آپؓ نے مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن اس کے بارے میں ہر مذہب کے تصورات جدا ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ ایسی تعلیم اور صفات والا خدا انسان کی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اسلامی تعلیم پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام کا خدا ہی ہر قسم کی خوبیوں اور حسن کا جامع ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ انسان فقط اسی سے محبت کرے اور اسی کی عبادت کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ تو واضح ہے کہ خدا تو سب کا ایک ہی ہے لیکن جو خدا کا نظریہ دوسرے مذاہب پیش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں اسلام خدا کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہی حقیقی نظریہ ہے اور اسی سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کر کے ثابت کیا کہ کسی دوسرے مذہب میں خدا تعالیٰ کی اس قدر صفات بیان نہیں کی گئیں اور نہ اسلام کی بیان کردہ صفات میں کوئی دوسرا مذہب خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے شریک ہے۔ آخر پر آپ نے اسلام کے زندہ خدا کا یہ ثبوت پیش کیا کہ فقط اسلام کا خدا ہی وحی و الہام سے انسان کی آج بھی رہنمائی کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا اور یہی زندہ خدا کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ پھر آپ نے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ اب میں اپنے مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ ان کی تعلیم ناقص ہے۔ انسان ان پر عمل درآمد کر نہیں کر

سکتا۔ بہر حال پھر آپؑ نے لکھا کہ اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام نے یہ بتائی ہے کہ اس میں محبت کرنے والے کو بالکل صاف جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاف جواب نہیں دیتا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس امتحان کے بعد ایک امتحان میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنے والے کے دل میں ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے بپا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اَور بھی چمک اٹھتی ہے اور اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اَور بھی قریب ہو جاؤں اور اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ۔ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے سبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میرے سبب سے ہے اور درحقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اس کی محبت کے دریا میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ آپؑ لکھتے ہیں کہ میں محبتِ الٰہی کے لفظ پر جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر ایک خاص لذت اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہم کو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کے لیے ایک مرہم کا کام دیتی ہے اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالبِ حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے ان کی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن وجہ سمجھی جاتی اور اس کو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کر سکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانے کے سوا اور کیا کر سکتے۔ خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے۔ جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے مَیں محبت کرتا ہوں ایک ذرّے ذرّے کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنے والے کو بدلہ دے تو اس وقت وہ اپنے دل میں

اس محبت کی وجہ سے خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔یعنی انسان خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 2 تا4).... قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کر دیں۔ لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کر سکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اَور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہو جائیں ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کر دیں۔ حضورؓ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کے لیے بعض شرائط بھی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے عبادت کی طرف توجہ کرے۔ نمبر تین یہ کہ حمد و شکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔ نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔اِن امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کامگار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 6-7)"

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ تعالی تسلسل میں فرماتے ہیں۔

"خلافت کے بعد دوسرے سال 1916ء کے جلسہ میں آپؓ نے "ذکر الٰہی" کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے نہایت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں ذکر الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کرتے ہوئے "ذکر الٰہی سے مراد کیا ہے؟ اس کی ضرورت اس کی قسمیں اور فوائد" پر روشنی ڈالی۔ آپؓ نے اسی مضمون میں موجودہ دور کے صوفیاء وغیرہ کے ذکر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اُن کا اندازِ ذکر اُن کو

رسموں میں مبتلا اور خدا کے قرب سے دور کر رہا ہے۔ آپؓ نے وضاحت فرمائی کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ذکر نماز ہے۔ دوسرا قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان کرنا ہے اور ان کی تکرار اور اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا۔ چوتھا خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی اور تنہائی میں بیان کرنا، غور کرنا اور لوگوں میں بھی اس کا اظہار کرنا۔ اسی تسلسل میں آپؓ نے ذکر الٰہی کو مقبول بنانے کے لیے ذرائع اور ذکر الٰہی کے خاص اوقات بھی بیان فرمائے کہ کیا کیا اوقات ہیں۔ کیا ذریعے ہیں۔ اسی خطاب میں آپؓ نے مقامِ محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نماز تہجد میں باقاعدگی کی تاکید بھی فرمائی اور اس کے التزام و اہتمام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتلائے کہ کس طرح ہم باقاعدگی سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے آپؓ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بائیس طریق بیان فرمائے اس جگہ اور آخر میں حضورؓ نے ذکر الٰہی کے بارہ عظیم الشان فوائد بھی بیان فرمائے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 3 صفحہ 15-16)"

تسلسل میں حضور نے "ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے۔" پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ "پٹیالہ میں آپؓ نے یہ خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام اور قرآن کریم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کو صفت ربوبیت کے حوالے سے ثابت کیا۔ حضورؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ہستی کا ثبوت ہیں۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرنے سے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا اور رحیم و کریم ہستی موجود ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سورت فاتحہ جو امّ القرآن ہے اس میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو تمام صفات کا خلاصہ ہیں اور جن پر غور کرنے سے انسان ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ ہر چیز اس کی ربوبیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس خدا نے جسم کی ربوبیت اور ترقی کے لیے اعلیٰ درجہ کے سامان کیے ہیں اس نے روح کی زندگی کے لیے بھی ضرور سامان کیے ہوں گے جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا

فِيْهَا نَذِيْرٌ۔(فاطر:25)ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں جو انسانوں کی تربیت اور روحانی ربوبیت اور ترقی کا سامان کرتے رہے۔

آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہیں دنیا کی تمام اقوام اور زمانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ چونکہ آپؐ کے ذریعہ شریعت کی تکمیل کر دی گئی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرے بعد خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر کے ایسے خدا کے بندے آتے رہیں گے جو لوگوں کو اس شریعت کے مطالب سے آگاہ کر کے انہیں خدا سے ملاتے رہیں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے صفت ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحب کو بھیجا جنہوں نے خدا سے ہمکلام ہونے اور اصلاحِ خلق کرنے کا دعویٰ فرمایا اور خدا کی فعلی تائید آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں ظاہر ہوئی اور زندہ نشانات نے آپؑ کے دعویٰ کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ آخر میں حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کا ثبوت مل رہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہم آج بھی انہی انعامات اور فوائد کو حاصل کر سکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوئے تھے۔(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد4 صفحہ 4-5)"

(خطبہ جمعہ 19 فروری 2021ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے تعلق باللہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"آپؓ کی عبادتوں کے معیار کی بچپن میں ہی کیا حالت تھی اس بارے میں "حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی جو آپؓ کے بچپن کے اساتذہ میں سے تھے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔" فرماتے ہیں کہ "چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت 1890ء کے آخیر میں کر لی تھی اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ... کو اُن کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں.... ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپؓ کی عمر 10 سال کے قریب ہو گی۔ آپ

مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔ بچپن سے ہی آپؓ کو فطرۃً اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلق محبت تھا۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 116-117)

..... حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے 'تشحیذ الاذہان' میں اپنی ایک دعا کا ذکر کیا ہے جو 1909ء میں آپؓ نے لکھا۔ اس مضمون میں رمضان کی برکات کا ذکر کرنے کے بعد آپؓ نے لکھا کہ:

"میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے اپنی میز میں سے ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ ملا جو میری ایک دعا تھی جو میں نے پچھلے رمضان میں کی تھی۔ مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں۔ نامعلوم کس کی دعا سنی جائے اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔ میں اپنا دردِ دل ظاہر کرنے کے لئے اس دعا کو یہاں نقل کر دیتا ہوں کہ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے رب کے حضور میں اپنے لئے اور جماعت احمدیہ کے لئے دعاؤں میں لگ جائے جو کہ میری اصل غرض ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

"اے میرے مالک میرے قادر خدا! میرے پیارے مولیٰ میرے رہنما! اے خالق ارض و سماء! اے متصرفِ آب و ہوا! اے وہ خدا! جس نے آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں رہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اے وہ علی و کبیر! جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان! جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے! اے ظلمات کے مٹانے والے! تیرے حضور مَیں، ہاں صرف تیرے ہی حضور میں مجھ سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ مَیں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ میں کچھ نہ تھا تو نے مجھے بنایا۔ میں عدم میں تھا تو مجھے وجود میں لایا۔ میری پرورش کے لئے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبر گیری کے لئے انسان کو پیدا کیا جب میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کر سکتا تھا۔ تو نے مجھ پر وہ انسان مقرر کئے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان! ہاں اے میری جان! تو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور

اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور عزت سے دیکھا جاتا تھا، اس لئے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے ناسمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لئے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لئے حاصل کرے۔ میں گناہگار تھا تو نے ستاری سے کام لیا۔ میں خطاکار تھا تو نے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا۔ جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تُو نے میری مدد کی اور جب کبھی میں گمراہ ہونے لگا تُو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تُو نے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تُو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا مگر تُو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقرباء اور دوست و غمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں تُو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا تو تُو نے مجھے خوش کیا۔ میں افسردہ دل ہوا تو تُو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تُو نے مجھے ہنسایا۔ کوئی ہو گا جو فراق میں تڑپتا ہو، مجھے تو تُو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تُو نے مجھ سے وعدے کئے اور پورے کئے اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہو۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کئے اور توڑے مگر تُو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجھ سے زیادہ گنہگار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ مہربان تُو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔'' اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہیں ''تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ جب میں تیرے حضور میں آ کر گڑگڑایا اور زاری کی تُو نے میری آواز سنی اور قبول کی۔ میں نہیں جانتا کہ تُو نے کبھی میری اضطرار کی دعا ردّ کی ہو۔ پس اے میرے خدا! میں نہایت درد دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور میری پکار کو پہنچ۔ اے میرے قدوس خدا! میری قوم ہلاک ہو رہی ہے اسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو مجھے ان سے کیا تعلق جب تک ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں۔ مجھے ان سے کیا غرض؟ سوائے میرے ربّ! اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کر دے۔ صحابہ کا سا جوش و خروش ان میں پیدا ہو۔ اور وہ تیرے دین کے لئے بے قرار ہو جائیں، ان کے اعمال ان کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریمؐ پر فدا۔ تیرے مسیح کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں اور اس کی پاک اور سچی تعلیم ان

کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا! میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا اور قسم قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تُو نے پسند کرلی ہو۔ اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تُو... اپنے لئے مخصوص کر لے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر، مبارک کر۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 309 تا 312)

یہ دعا جیسا کہ میں نے کہا 1909ء کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خلافت کے وقت میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 20 سال تھی، اس وقت بھی آپؓ کے دل میں دین کے لئے اور قوم کے لئے ایک درد تھا۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے آپ کی روح پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے اور آپؐ کے غلام صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے رات دن ایک کر کے اور اپنے عہد کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئی اور ہمیں آپ کی اس درد بھری دعا کو سمجھنے اور کرنے اور احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 22 فروری 2019ء)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کی شدید خواہش تھی کہ ساری جماعت مجسم عبادت و دعا بن جائے اور نمازوں کو سنوار کر اور نوافل و تہجّد سے سجا کر اور سارے آداب ملحوظ رکھ کر عبادت کا حق ادا کرے۔ چنانچہ آپؓ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

"ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کا پابند ہو۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نمازوں کو وقت پر ادا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کو سوچ سمجھ کر اور ترجمہ سیکھ کر ادا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے وہ علاوہ فرضی نمازوں کے رات اور دن کے اوقات میں نوافل بھی پڑھا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ نماز کے اندر محویت پیدا کرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق یا تو وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو یا وہ اپنے دل میں یہ یقین رکھتا ہو کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

پھر ہر شخص کو چاہئے کہ وہ فرائض اور نوافل اس التزام سے اور باقاعدگی سے ادا کرے کہ اس کی راتیں بھی دن بن جائیں۔ اسی طرح تہجّد کی مناجات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ جب تک کوئی شخص اپنی نمازوں کی اس رنگ میں حفاظت نہیں کرتا اس وقت تک اس کا یہ امید کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے گا ایک وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہم سب کو حضرت مصلح موعودؓ کی طرح نمازوں اور عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے
ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شہنشاہ ہر دوسرا ہے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔269﴾

حضرت مصلح موعودؓ کا عشق رسولؐ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
خبر لے اے مسیحا دردِ دل کی
تیرے بیمار کا دم گھٹ رہا ہے
میرا ہر ہر ذرّہ ہو قربانِ احمد
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اک مزا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
میرا معشوق محبوب خدا ہے

معزز سامعین! آج میر تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مصلح موعودؓ کا عشق رسولؐ**

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری و مسلم) یعنی تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے باپ اپنی اولاد اور دیگر تمام بنی نوع انسان سے بڑھ کر محبوب نہ رکھے۔

اِس ارشادِ نبوی کے مطابق دنیا میں لاکھوں مسلمانوں پیدا ہوئے جو آپؐ سے محبت و عقیدت کا دم بھرتے رہے اور آج بھی کروڑوں دم بھر رہے ہیں اور آئندہ تا قیامت جب تک دنیا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتے رہیں گے۔ آج مجھے اِن پیاروں اور محبین میں سے ایک ایسے ولی، نیک اور خدا رسیدہ شخص حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی اپنے پیارے اور محسن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی داستان آپ لوگوں کے سامنے رکھنی ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور لاکھوں لوگوں نے اس کی غلامی میں خدا کو پایا اور یہ سب کچھ اس لئے اور صرف اس لئے ہوا کہ وہ اپنے عہد کا سب سے بڑا عاشق رسولؐ تھا۔ اِس کے متعلق پیشگوئی میں کہا گیا تھا کہ

"اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کو جو کچھ عطا ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل حاصل ہوا۔ آپؓ خود فرماتے ہیں کہ

محمد میرے تن میں مثل جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے

نیز فرماتے ہیں۔

"خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور دین حق کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے۔ وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی خدا کی قسم کھا کر

کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے دین حق کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک کہ دین حق پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔"

(تقریر جلسہ سالانہ 1944ء)

نصف صدی سے زیادہ تک اسلام کا یہ بطلِ جلیل مسند خلافت پر رونق افروز رہا اور اس دوران دشمنانِ اسلام نے کئی بار اپنی نادانی اور شرارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ کبھی "ورتمان" اخبار میں ناپاک مضمون چھپے تو کبھی "رنگیلا رسول" قسم کی دلوں کو چھلنی کرنے والی کتابیں شائع کی گئیں۔ آپؓ کا دل یہ سب کچھ دیکھ کر خون ہو جاتا اور آپ اپنے محبوب اور سب کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہو جاتے۔ یہ فرض کبھی تحریرات کے ذریعہ ادا ہوتا رہا اور کبھی عملی اقدام کے تحت جلسے وغیرہ کروا کے۔ جلسہ ہائے "سیرت النبیؐ" اور "یوم پیشوایان مذاہب" کا قیام اسی ذیل کی کڑیاں ہیں۔

سامعین! 1927ء میں ہندو اخبار "ورتمان" میں ایک مضمون "سیر دوزخ" کے نام سے شائع ہوا اور اس بدقسمت نادان دشمنِ اسلام نے تمام پاکوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر لیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بیان پوسٹر کی شکل میں طبع کروا کے ایک ہی رات میں ملک کے طول و عرض میں چسپاں کروا دیا۔ اس میں فرمایا کہ

"کیا اس سے زیادہ اسلام کے لئے کوئی اور مصیبت کا دن آ سکتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ ہماری بے کسی کوئی اور صورت اختیار کر سکتی ہے؟ کیا ہمارے ہمسایوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی و اھلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے۔ اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات

سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہو سکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر یہ ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پرواہ نہیں جس قدر کہ ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی پھوٹی جوتی کی ہوتی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدا را نبیوں کے سردار محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر آپؐ کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکت سے ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور مَیں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درختوں اور بَن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن اُن لوگوں سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بے شک وہ قانون کی پناہ میں جو چاہیں کر لیں اور پنجاب ہائی کورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے لیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے۔ وہ اپنی طاقت کی بناء پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں لیکن قانونِ قدرت کی زد سے نہیں بچ سکتے اور قانونِ قدرت کا یہ اٹل اصول پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اُسے بُرا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا۔“

(الفضل 10 جون 1927ء)

سامعین! اس پوسٹر کا چھپنا تھا کہ ملک میں ایک شور مچ گیا۔ مسلمان اخبارات نے مضامین لکھے جن میں اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ وفد بنائے گئے اور حُکامِ وقت کو اپنے غم و رنج سے آگاہ کیا گیا۔ مالک اخبار ”ورتمان“ اور مضمون لکھنے والے پر مقدمہ چلا اور انہیں ایک سال اور چھ ماہ کی قید کی سزا ہوئی۔ مسلمانانِ

ہندوستان خوش ہو گئے کہ دشمنوں کو سزا ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو مبارک باد کے تار اور خطوط لکھے کہ یہ سب کچھ دراصل آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں ہوا ہے۔ مگر آپؓ نے فرمایا کہ:

"میرا دل غمگین ہے کیونکہ مَیں اپنے آقا، اپنے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتکِ عزت کی قیمت ایک سال کے جیل خانے کو قرار نہیں دیتا۔ مَیں ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا قتل ہے، ایک آدمی کی جان کو بھی اس کی قیمت قرار نہیں دیتا، مَیں ایک قوم کی تباہی کو بھی اس کی قیمت قرار نہیں دیتا کیونکہ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے"

نیز فرمایا۔

"کیونکہ کیا یہ سچ نہیں کہ میرا آقا دنیا کو جِلا دینے کے لئے آیا تھا نہ کہ مارنے کے لئے۔ وہ لوگوں کو زندگی بخشنے کے لئے آیا تھا نہ کہ ان کی جان نکالنے کے لئے۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا کے احیاء میں ہے نہ اس کی موت میں۔ پس مَیں اپنے نفس میں شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص جو ایک قسم کی موت کا شکار ہوئے ہیں اور بدبختی کی جو مہر انہوں نے اپنے ماتھوں پر لگالی ہے اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے۔ کیوں اس کے زندگی بخش جام کو پا کر ابدی زندگی نہ پاتے اور اس صداقت کا ان تک نہ پہنچنا مسلمانوں کا قصور نہیں تو اور کس کا ہے۔ پس مَیں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا اور میرے لئے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک کہ تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکال کر اس کی جگہ آپ کی محبت قائم نہ ہو جائے۔"

(الفضل 19 اگست 1927ء)

مسلم آؤٹ لک کے احمدی ایڈیٹر کی شجاعت

سامعین! اسی طرح ایک بدبخت دشمن راجپال کو "رنگیلا رسول" نامی کتاب کی اشاعت پر سیشن کورٹ سے چھ ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کی سزا ہوئی۔ راجپال نے ہائی کورٹ میں اپیل کی۔ اس

کے جج کنور دلیپ سنگھ نے فیصلہ دیا کہ دفعہ 153۔الف جس کے تحت راجپال کو سزا دی گئی تھی وہ گذشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف اعتراضوں اور حملوں کے انسداد کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس لئے راجپال کو بری کر دیا گیا۔ اس پر Muslim Outlook کے احمدی ایڈیٹر سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے اپنے ایک اداریے میں اس فیصلے کو سراسر نامناسب اور غلط قرار دیتے ہوئے جج کنور دلیپ سنگھ کو مستعفی ہو جانے کو کہا۔ اس پر پنجاب ہائی کورٹ کی طرف سے اخبار کے ایڈیٹر اور اس کے مالک وطابع مولوی نور الحق صاحب کے نام توہین عدالت کے جرم میں نوٹس پہنچ گیا۔ سید دلاور شاہ صاحب حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بعض دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ اس اداریے پر اظہار افسوس کر دینا چاہئے مگر حضور نے مشورہ دیا کہ

”ہمارا فرض ہے کہ صوبہ کی عدالت کا مناسب احترام کریں لیکن جب ایک مضمون آپ نے دیانتداری سے لکھا ہے اور اس میں صرف ان خیالات کی ترجمانی کی ہے جو اس وقت ہر مسلمان کے دل میں اٹھ رہے ہیں تو اب آپ کا فرض سوائے اس کے کہ اس سچائی پر مضبوطی سے قائم رہیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سوال ہے اور ہم اس مقدس وجود کی عزت کے مقابلہ میں کسی کے معارض بیان پر بغیر آواز اٹھائے نہیں رہ سکتے۔ مَیں قانون تو جانتا نہیں اس کے متعلق تو آپ قانون دان لوگوں سے مشورہ لیں مگر میری طرف سے آپ کو یہ مشورہ ہے آپ اپنے جواب میں لکھوا دیں کہ اگر ہائی کورٹ کے ججوں کے نزدیک کنور دلیپ صاحب کی عزت کی حفاظت کے لئے قانون انگریزی میں کوئی دفعہ موجود ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے کوئی دفعہ موجود نہیں تو میں بڑی خوشی سے جیل خانے کے لئے تیار ہوں۔“

(الفضل یکم جولائی 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 582)

محبت رسولؐ کی خاطر

سامعین! 1925ء کا ذکر ہے کہ ہندوستان میں یہ دلخراش خبر پہنچی کہ محمد بن عبد الوہاب کے معتقدین کی گولہ باری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کو نقصان پہنچا ہے۔ جس سے گنبد میں دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ ساتھ ہی یروشلم کی مسلم کونسل کے صدر اعلیٰ کی طرف سے تار آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے روضہ اطہر پر گولہ باری نہیں کی گئی البتہ اس کے گنبد پر گولیاں لگی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 4 ستمبر کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”یہ تو مانا نہیں جاسکتا کہ نجدیوں نے جان بوجھ کر روضہ مبارک مسجد نبوی اور دیگر مقامات پر گولے مارے ہوں گے کیونکہ آخر وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور آپؐ کی عزت و توقیر کا بھی دم بھرتے ہیں۔ لیکن باوجود ان باتوں کے جو کچھ ہوا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ..... گو انہوں نے دیدہ دانستہ مقامات مقدسہ کو نقصان نہ پہنچایا ہو مگر ان کی بے احتیاطی سے نقصان ضرور پہنچا ہے۔“

پھر فرمایا:

”گو مَیں سمجھتا ہوں قبے بنانا ناجائز ہیں مگر ہر جگہ نہیں بلکہ ضرورت کے وقت جائز ہیں۔ اگر ان سے مراد قبر کی حفاظت نہیں تو ناجائز ہیں یا ان کے لئے ناجائز ہیں جو ہر حال میں ناجائز سمجھتے ہیں۔ مگر خواہ کچھ ہی ہو ان کا یہ کام نہیں کہ ان کو توڑیں۔ اس معاملے میں ہم نجدیوں کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں قبے بلاضرورت بنانا ناجائز ہیں اور شرک میں داخل ہیں لیکن اس معاملہ میں ہم ان کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے کہ ان کا توڑنا اور گرانا بھی درست ہے .... ہماری ان باتوں کو دیکھ کر نجدیوں کے حامی کہیں کہ یہ بھی شریف علی کے آدمی ہیں لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر کے متعلق آواز اٹھاتے ہوئے شریف کا آدمی چھوڑ شیطان کا آدمی بھی کہہ دیں تو کوئی حرج نہیں ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب سے محبت رکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اگر کوئی محبت رکھتے ہیں تو صرف اس لئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور آپ کو جو کچھ بھی حاصل ہوا اس غلامی کی وجہ سے ہوا....بے شک ہم قبوں کی یہ حالت دیکھ کر خاموش رہتے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عزت کی خاطر ہم آواز بلند کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں جس سے ہم نجدیوں کے ہاتھ روک سکیں۔ ہمارے پاس سہام اللیل ہیں۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس اور مسجد نبوی اور دوسرے مقامات کو اس ہتھیار سے بچائیں۔ ہماری جماعت کے لوگ راتوں کو اٹھیں اور اس بادشاہوں کے بادشاہ کے آگے سر کو خاک پر رکھیں جو ہر قسم کی طاقتیں

رکھتا ہے اور عرض کریں کہ وہ ان مقامات کا اپنے فضل کے ساتھ بچائے.... عمارتیں گرتی ہیں اور ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن ان عمارتوں کے ساتھ اسلام کی روایات وابستہ ہیں۔ پس ہمیں دن کو بھی اور رات کو بھی، سوتے بھی اور جاگتے بھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ اپنی طاقتوں سے اور اپنی صفات کے ذریعہ ان کو محفوظ رکھے اور ہر قسم کے نقصان سے بچائے۔"

(الفضل 12 ستمبر 1925ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 526-527)

سامعین! ایک اور موقع پر غیر احمدی مولویوں کے بارے میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وہ اپنے منبروں پر کھڑے ہو کر یہاں تک کہتے ہیں کہ عیسائیوں سے، یہودیوں سے، آریوں سے اور سکھوں سے ہماری صلح ہو سکتی ہے۔ مگر احمدیوں کے ساتھ ہم کسی طرح صلح نہیں کر سکتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:

"اس کے مقابلہ میں ہماری یہ حالت ہے کہ باوجود اس کے کہ سب سے بڑھ کر ہماری مخالفت کرنے والے غیر احمدی ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کے ملکوں میں ہمارے آدمیوں کو نہایت بے دردی اور ظلم کی راہ سے قتل کیا جاتا ہے لیکن مذاہب کے لحاظ سے آریوں اور عیسائیوں سے کروڑوں درجے میں غیر احمدیوں کو افضل جانتا ہوں۔ یہ ہم کہیں گے کہ عیسائیوں کی حکومت اور ان کے ملک میں ہمارے لئے بہت امن اور انصاف ہے مگر افغان گورنمنٹ میں ہمارے ساتھ ظلم اور بے انصافی ہوتی ہے۔ لیکن جب مذہب کا سوال آئے گا تو میں امیر امان اللہ خان کو کروڑوں درجے کنگ جارج سے بڑھ کر سمجھوں گا کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہیں۔ انہیں خدا کا سچا رسول مانتے ہیں جو کہ ہمیں تمام چیزوں سے زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔ لیکن کنگ جارج آپ کی صداقت کے قائل نہیں تو مذہباً امیر امان اللہ خان صاحب کو میں کنگ جارج سے زیادہ معزز سمجھتا ہوں باوجود اس کے کہ امیر امان اللہ خان کی حکومت میں ہمارے آدمیوں پر سخت ظلم ہوئے لیکن مذہباً کنگ جارج سے ان کی عزت میرے دل میں بہت زیادہ ہے کیونکہ جس کی غلامی کا مجھے فخر حاصل ہے اور جسے یہ مولوی لوگ کافر، کذاب اور دجال کہتے ہیں، اس سے مَیں نے یہی سیکھا ہے اور یہی اس نے تعلیم دی ہے اور میرا یہ حوصلہ اسی کی بدولت ہے کہ باوجود حکومت کابل سے اس قدر دکھ اٹھانے کے امیر امان اللہ خان کی اس قدر محبت اور عزت میرے دل میں ہے کیونکہ

خواہ ان کی حکومت میں ہم سے کیسا ہی بُرا سلوک کیا گیا اور ہمیں کتنے ہی دکھ دئے گئے مگر وہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔"

(الفضل 14 جولائی 1925ء منقول از الفضل 2 اکتوبر 1963ء)

سامعین! اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ تمام مدارج روحانیہ کا حصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے ساتھ منسوب ہے فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہوسکتے جو خدا کے مقرب ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتے ہوں وہ جھوٹا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتا ہے۔ وہ آپ کے فیضان کو بند کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ تھے جب آپ جسد عنصری کے ساتھ اس دنیا میں موجود تھے اور اس وقت بھی زندہ ہیں جب آپ دنیا سے جاچکے ہیں۔ دنیا پیدا ہو گی اور فنا ہو گی، لوگ آئیں گے اور مریں گے، نسل انسانی دنیا میں پیدا ہو گی اور مٹے گی مگر میرا رسول ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اگر اس پر کوئی مجھے پھانسی بھی دینا چاہے تو میں پھانسی کے تختہ پر بھی چڑھنے کے لئے تیار ہوں۔"

(سیر روحانی جلد دوم صفحہ 70)

سامعین! مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین نے اپنی ایک کتاب میں جب لکھا کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور آپ کی جماعت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) تو اس کے جواب میں حضورؓ نے فرمایا:

"نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے۔ میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور کس کی کفش برداری مجھے

تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں کیوں اس سے محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔ میرا دل حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ:

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کر دوں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔“

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 185-186)

سیرت النبیؐ جلسوں کا پس منظر اور اس کی اہمیت

سامعین! جیسا کہ اوپر بیان کر آیا ہوں کہ دشمنانِ اسلام ہندوستان میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دل آزار باتیں چھاپتے رہتے تھے۔ بہت ہنگامہ ہوتا رہا۔ اخباروں میں اس کے احتجاج میں مضمون چھاپے جاتے تھے۔ مقدمات لڑے جاتے۔ حضورؓ نے ان کے انسداد کا ایک اچھوتا اور عمدہ طریق ”جلسہ ہائے سیرۃ النبی“ کی شکل میں تجویز فرمایا۔ ان جلسوں کا مقصد خود حضور رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

”لوگوں کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرأت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپؐ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپ کے حالات زندگی اور آپ کی پاکیزہ زندگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کی جرأت نہ رہے۔ جب کوئی حملہ کرتا ہے یہی سمجھ کر کہ دفاع کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ واقف کے سامنے اس لئے کوئی حملہ نہیں کرتا کہ وہ دفاع کرے گا پس سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے

واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم شعبوں کو لے لیا جائے اور ہر سال خاص انتظام کے ماتحت سارے ہندوستان میں ایک ہی دن ان پر روشنی ڈالی جائے تا کہ سارے ملک میں شور مچ جائے اور غافل لوگ بیدار ہو جائیں۔"

(تقریر جلسہ سالانہ 1937ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 39)

چنانچہ حضورؓ کی کوششوں کے نتیجہ میں 17 جون 1928ء کو ہندوستان کے طول و عرض میں پہلی بار جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کا انعقاد عمل میں آیا۔ جلسے بہت کامیاب رہے۔ غیر بھی پکار اٹھے کہ:

"ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے گی اس لئے کہ اس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دوجہاں سردار کون و مکاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں مسلمانوں کے ہر فرقے نے کیا اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی کہ اول درجہ پر ہمارا شہر رہے.... بہر حال 17 جون کو جلسے کی کامیابی پر ہم امام جماعت احمدیہ جناب مرزا محمود احمد صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں۔ اگر شیعہ و سنی اور احمدی اسی طرح سال بھر دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں گے تو پھر کوئی قوت اسلام کا مقابلہ اس ملک میں نہیں کر سکتی۔"

(اخبار "مشرق" گورکھپور 21 جون 1928ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 51)

یہ اجلاس بعد میں بھی کئی سال جاری رہے۔ ان کے لئے خاص طور پر لیکچرار تیار کئے جاتے۔ الفضل کا "خاتم النبیینؐ نمبر" لیکچراروں کی ہدایت کے لئے شائع ہوتا اور کسی خاص دن سارے ملک میں پبلک جلسوں کا انعقاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا۔ اس سارے کام کے پیچھے ایک ہی دماغ کام کر رہا تھا۔ اس انسان کا دماغ کہ جس کا دل اپنے آقا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت میں مخمور تھا۔ جسے دھن تھی تو یہی کہ دنیا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد پہچان کر ان سے محبت کا تعلق قائم کر لے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ساری زندگی اسی محور کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ آپؓ کا رواں رواں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے وقف تھا۔ رات اور دن سوتے اور جاگتے یہی خیال آپ کو رہتا۔ تحریرات اور تقریروں اور جلسے جلوسوں کے انعقاد کے علاوہ حضور نے اپنی زندگی کو بھی کامل طور پر سنت نبویؐ کے مطابق ڈھال لیا

تھا۔ ہر حرکت اور ہر سکون حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکت و سکون کے مطابق تھا۔ روایت ہے کہ آپؓ کبھی کرسی پر ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر نہ بیٹھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی ایسے نہ بیٹھے تھے۔ رمضان شریف میں بہت خیرات کرتے کہ ان کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں صدقہ و خیرات معمول سے بھی بہت بڑھ کر فرماتے تھے۔ غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے ایک یہ تھا۔ غرضیکہ اپنی ہستی پر فنا وارد کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نہایت اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا۔

حقیقی عید اور حقیقی خوشی

سامعین! عید کا دن آتا تو لوگ خوشیاں مناتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی خوشی تو مناتے کہ عید کی خوشی منانے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے لیکن ساتھ ہی فرماتے اور حضورؓ کے کئی خطبہ ہائے عیدین اسی مضمون پر ہیں کہ ہماری عید تو اس دن ہو گی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے اور آپؐ سے محبت کرنے والے دنیا میں زیادہ ہوں گے:

”ہماری عید دراصل وہی ہو سکتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید ہو۔ اگر ہم تو عید منائیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید نہ منائیں تو ہماری عید قطعاً عید نہیں کہلا سکتی بلکہ وہ ماتم ہو گا۔ جیسے کسی کے گھر میں کوئی لاش پڑی ہو ان کا کوئی بڑا آدمی فوت ہو گیا ہو تو لاکھ عید کا چاند نکلے ان کے لئے عید کا دن ماتم کا دن ہی ہو گا۔ اسی طرح ایک مسلمان کے لئے چاہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر 1400 سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اگر اس کی عید میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں اور اگر وہ اس ظاہری عید پر مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کی عید کسی کام کی نہیں۔ بے شک ہمیں اس دن خدا تعالیٰ نے خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور ہم خوش ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی ہمارے دلوں کو چاہئے کہ وہ روتے رہیں کہ ابھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عید نہیں آئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عید سویاں کھانے سے نہیں آتی نہ شیر خرما کھانے سے آتی ہے بلکہ ان کی

عید قرآن اور اسلام کے پھیلنے سے آتی ہے۔..... غرضیکہ حضرت مصلح موعودؓ کی خوشی یا غمی رنج یا راحت سب خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے لئے تھے اور ہر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش کے لئے تھا۔ ایک موقع پر اہالیان ربوہ کے لئے دعا کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ:

''ہم اس سے دعا کرتے ہیں وہ یہاں (یعنی ربوہ۔ ناقل) کے رہنے والوں میں دین کا اتنا جوش پیدا کر دے، دین کی اتنی محبت پیدا کر دے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا عشق پیدا کر دے کہ وہ پاگلوں کی طرح دنیا میں نکل جائیں اور اس وقت تک گھر نہ لوٹیں جب تک کہ دنیا کے کونے کونے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم نہ کر دیں۔ بے شک دنیا کہے گی کہ یہ لوگ پاگل ہیں مگر ایک دن آئے گا اور یقیناً آئے گا۔ یہ آسمان ٹل سکتا ہے۔ یہ زمین ٹل سکتی ہیں مگر یہ وعدہ نہیں ٹل سکتا کہ خدا ہمارے ہاتھ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کر دے گا اور وہ لوگ جو ہمیں پاگل کہتے ہیں شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ اس چیز نے تو ہو کر ہی رہنا تھا۔ آثار ہی نظر آ رہے تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ یہ چیز ضرور وقوع میں آئے گی۔''

(خطبہ فرمودہ 20 ستمبر 1948ء بحوالہ الفضل جلسہ سالانہ نمبر 1964ء)

آخر میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک خواہش بیان کرتا چلوں اور زمین و آسمان گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے وہ من و عن پوری فرما دی:

''یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے اور نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے۔ میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آ جائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔''

(تقریر جلسہ سالانہ 1944ء)

اور آپ نے بطور پیشگوئی کے فرمایا تھا کہ:

دیکھ لینا ایک دن خواہش بر آئے گی مری
میرا ہر ذرہ محمدؐ پر فدا ہو جائے گا

(ماہنامہ خالد ربوہ فروری 1991ء صفحہ 21-29)

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿10﴾ ﴿مشاہدات۔260﴾

حضرت مصلح موعودؓ کی قرآنی خدمات

(بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ)

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف:23)

اور جب وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچا تو اسے ہم نے حکمت اور علم عطا کئے اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

اے فضل عمر! تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی کی زبانی حضرت مصلح موعودؓ کی قرآنی خدمات

حضور فرماتے ہیں۔ پیشگوئی **مصلح موعود**، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ایک لڑکے کی ولادت کی تھی جو بہت سی خوبیوں کا مالک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت اسے حاصل ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پیشگوئی کو اس طرح بیان فرمایاہے۔ کہ اللہ نے مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو **قدرت اور رحمت اور قربت کا**

نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔
خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو **تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا** ۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَمَانُوایل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا... دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ "۔ تین کو چار کرنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ "(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے۔)" بہر حال آگے فرمایا "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامیٔ ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رَستگاری

کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق اِس مدت کے اندر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ المسیح الثانی کے مقام پر بھی بٹھایا۔ پھر ایک لمبے عرصے بعد خلیفہ ثانیؓ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر یہ اعلان فرمایا کہ جس بیٹے کی مصلح موعود ہونے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خبر دی تھی وہ مَیں ہی ہوں۔

آپؓ کی تحریرات کے حجم کا ایک جائزہ

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

جو کتب، خطابات، لیکچرز، مضامین پیغامات وغیرہ کی شکل میں شائع ہوئے یا اب تقریباً مکمل ہیں اور وہ جو تقاریر، خطابات وغیرہ انوار العلوم کی شکل میں شائع ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ان کی کل اڑتیس (38) جلدیں بن جائیں گی اور ان کی تعداد چودہ سو چوبیس (1424) ہے اور اس کے کُل صفحات بیس ہزار تین سو چالیس (20340) ہیں۔ اتنے ہو جائیں گے اندازاً۔ تفسیر کبیر، تفسیر صغیر سمیت دیگر تفسیری مواد کے صفحات اٹھائیس ہزار سات سو پینتیس (28735) ہیں۔ 1808 خطبات جمعہ ہیں جن کے صفحات اٹھارہ ہزار سات سو پانچ (18705) ہیں۔ اکاون (51) خطباتِ عید الفطر ہیں جن کے صفحات پانچ سو تین (503) ہیں۔ بیالیس (42) خطباتِ عید الاضحی ہیں جن کے صفحات چار سو پانچ (405) ہیں۔ 150 خطباتِ نکاح ہیں جن کے صفحات چھ سو چوراسی (684) ہیں۔ خطاباتِ شوریٰ جلد اوّل تا سوم بھی شائع ہوئی ہے اس کے صفحات دو ہزار ایک سو اکتیس (2131) ہیں یہ سارے اور جو مختلف اور بھی ہیں ان صفحات کو اکٹھا کیا جائے، جمع کیا جائے تو کُل تقریباً پچھتر ہزار (75000) صفحات بنتے ہیں۔ ریسرچ سیل نے الحکم اور الفضل کے 1913ء سے 1970ء تک کے شماروں کو دیکھا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ کچھ مزید مواد سامنے آیا ہے جو ابھی تک انوارالعلوم یا کسی کتاب میں شائع نہیں ہو سکا۔ اس تفصیل کے مطابق

پچپن(55)مضامین، ستائیس(27)تقاریر، ایک سو تینتالیس(143)مجالس عرفان، دو سو بائیس(222) عناوین ملفوظات اور ایک سو اکتیس(131)مکتوبات ابھی تک مل چکے ہیں۔ ایک بڑا وسیع علمی ذخیرہ ہے۔ تفسیر کبیر میں حضرت مصلح موعودؓ نے اُنسٹھ(59)سورتوں کی تفسیر بیان فرمائی ہے جو کہ دس جلدوں اور پانچ ہزار نو سو سات(5907)صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے تفسیری نوٹ بھی آپؓ کے ملے ہیں جن کے صفحات کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے اور امید ہے کسی وقت یہ بھی شائع ہو جائے گی۔ بامحاورہ ترجمہ قرآن کا ایک بہت بڑا کام آپؓ کا تفسیرِ صغیر کی صورت میں ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی عمر کے آخری دَور میں سب سے بڑی یہ خواہش تھی کہ آپؓ کی زندگی میں آپؓ کے ذریعہ پورے قرآنِ مجید کا ایک معیاری اور بامحاورہ اردو ترجمہ مع مختصر مگر جامع نوٹوں کے شائع ہو جائے۔ **سامعین**! سفر یورپ 1955ء سے واپسی کے بعد اگرچہ حضورؓ کی طبیعت اکثر ناساز رہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ موعود کی روح القدس سے ایسی زبردست تائید فرمائی کہ جون 1956ء میں گرمیوں میں مری کے پہاڑوں پر گئے تو وہاں آپؓ نے ترجمہ قرآن املا کرانا شروع کیا جو خدا کے فضل سے 25اگست 1956ء کی عصر تک مکمل ہو گیا اور یہ نخلہ ایک جگہ تھی جو کلر کہار کے قریب چھوٹا سا پُر فضا مقام ہے وہاں آپؓ نے چھوٹی سی ایک بستی بنائی تھی جہاں یہ کام کیا۔ اس کے بعد پھر اس کی نظر ثانی ہوئی۔ پھر نظرِ ثالث ہوئی۔ کتابت ہوئی۔ پروف ریڈنگ وغیرہ ہوئی۔ اس کے بہت سارے کام ہوئے اور تفسیر صغیر 15/نومبر 1957ء کو طبع ہو کر مکمل تیار ہو گئی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد19 صفحہ522 تا531)

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر صغیر کے بارے میں ایک جگہ فرمایا کہ

"میری رائے یہ ہے کہ اس وقت تک قرآن کریم کے جتنے ترجمے ہو چکے ہیں ان میں سے کسی ترجمہ میں بھی اردو محاورے اور عربی محاورے کا اتنا خیال نہیں رکھا گیا جتنا اس میں رکھا گیا ہے۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں۔ عام طور پر دیکھیں اور خصوصاً اس کے نوٹس میں بھی نظر آجاتا ہے کہ آپؓ نے ترجمہ میں محاورے کا خیال رکھا ہے۔ "یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسا عظیم الشان کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما دی۔" فرماتے ہیں کہ "... اللہ تعالیٰ نے اس

بڑھے اور کمزور انسان سے وہ عظیم الشان کام کروالیا جو بڑے بڑے طاقتور بھی نہ کر سکے۔" فرماتے ہیں "گذشتہ تیرہ سو سال میں بڑے بڑے قوی نوجوان گزرے ہیں مگر جو کام اللہ تعالیٰ نے مجھے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس کی ان میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی۔ درحقیقت یہ کام خدا کا ہے اور وہ جس سے چاہتا ہے کروالیتا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 525-526)

پھر ایک اَور جگہ آپؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے ... قرآنِ شریف کا سارا ترجمہ مکمل ہو گیا۔ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سے وَالنَّاس تک مع تفسیر صغیر کے جس کے متعلق تفسیر کبیر سے مقابلہ کرنے سے یہ پتہ لگا ہے کہ کئی مضامین اختصاراً اس میں ایسے آئے ہیں کہ تفسیر کبیر میں بھی نہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 530)

پھر تفسیر القرآن انگریزی کا بھی ایک اہم کام ہوا جسے ہم فائیو والیم کمنٹری (Five Volume Commentary) کہتے ہیں۔ اس تفسیر کے شروع میں حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے لکھا ہوا ایک نہایت پُرمعارف دیباچہ بھی شامل ہے جس میں دوسرے صحفِ سماوی کی موجودگی میں قرآن مجید کی ضرورت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور جمع القرآن اور قرآنی تعلیمات پر بالکل اچھوتے اور دلآویز پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس دیباچے کے آخر میں ... تحریر فرمایا... میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے کئی مضامین میری تفسیر میں لازماً ایسے آئے ہیں جو مَیں نے اُن سے سیکھے۔ اس لیے اس تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر بھی، حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تفسیر بھی اور میری تفسیر بھی آجائے گی اور چونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی روح سے ممسوح کر کے ان علوم سے سرفراز فرمایا تھا جو اس زمانے کے لیے ضروری ہیں اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ **یہ تفسیر بہت سے بیماروں کو شفا دینے کا موجب ہوگی۔** بہت سے اندھے اس کے ذریعہ سے آنکھیں پائیں گے۔ بہرے سننے لگ جائیں گے۔ گونگے بولنے لگ جائیں گے۔ لنگڑے اور اپاہج چلنے لگ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے

مضامین کو برکت دیں گے اور یہ اس غرض کو پورا کرے گی جس غرض کے لیے یہ شائع کی جارہی ہے۔ اللّٰھم آمین۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 507-508)

سامعین! اور اَب تک جو لوگ بھی اس کو پڑھتے ہیں تو بعض غیر بھی، عیسائی بھی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ **علامہ نیاز فتح پوری صاحب** جو کہ مشہور اہلِ قلم ہیں، محقق ہیں، ادیب تھے۔ ماہنامہ نگار کے مدیر تھے۔ احمدی نہیں ہیں۔ انہوں نے تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا تو حضرت مصلح موعودؓ کو ایک خط میں لکھا کہ ”تفسیرِ کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحّرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔“ یہ بڑے پڑھے لکھے اور عالم آدمی ہیں جو بات کر رہے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ”... کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ (ہود:78) کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔“

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 157-158)

پھر ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں کہ ”رات کو تو بالالتزام اسے دیکھتا ہوں... میرے نزدیک یہ اردو میں بالکل پہلی تفسیر ہے جو بڑی حد تک ذہنِ انسانی کو مطمئن کر سکتی ہے۔“ پھر کہتے ہیں کہ ”... اس تفسیر کے ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی انجام دی ہے وہ اتنی بلند ہے کہ آپ کے مخالف بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 تعارفی صفحہ)

سامعین! برصغیر ہندوپاک کی معروف شخصیت نواب بہادر یار جنگ جو احمدی نہ تھے کے متعلق سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آبادی کہتے ہیں کہ نواب بہادر یار جنگ اپنی صحبتوں میں تفسیرِ کبیر کا اکثر ذکر کیا کرتے

تھے اور اس کی عظمت کا ہمیشہ اعتراف کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اس کے بیان کردہ معارف سے انہوں نے بہت استفادہ کیا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 158)

پھر جناب اختر اورینوی صاحب ایم اے صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیرِ کبیر کی چند جلدیں یکے بعد دیگرے **پروفیسر عبد المنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج** حال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں اور وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر.... فرمایا۔ **مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر وشام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔**

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 158-159)

سامعین! متعدد کتب کے مصنف اور اخبار صدق جدید لکھنؤ کے ایڈیٹر مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے حضرت مصلح موعودؓ کے انتقال پر لکھا کہ دوسرے عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں قرآن وعلومِ قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ انہیں عطا فرمائے اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگزر کا فرمائے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق ومعارف کی جو تشریح تبیین وترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند وممتاز مرتبہ ہے۔"

(صدق جدید لکھنو جلد 15 نمبر 51۔ 18 نومبر 1965ء بحوالہ الفضل ربوہ 22/ مارچ 1966ء صفحہ 8)

پھر ایک مشہور احراری لیڈر **مولوی مظہر علی صاحب اظہر** اپنی کتاب "ایک خوفناک سازش" میں لکھتے ہیں کہ "مولوی (ظفر علی خاں) نے... کہا۔ احمدیوں کی مخالفت کی آڑ میں احرار نے خوب ہاتھ رنگے۔ احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کے لئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ قادیانیت کی آڑ میں غریب مسلمانوں کی گاڑھے پسینہ کی کمائی ہڑپ کر رہے ہیں۔ کوئی ان احرار سے پوچھے بھلے مانسو! تم نے مسلمانوں کا کیا سنوارا۔ کون سی اسلامی خدمت تم نے سرانجام دی ہے۔ کیا بھولے سے بھی تم نے تبلیغ اسلام کی؟

احراریو! کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔ تم میں ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حرف بھی پڑھ سکے؟ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارہ پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے گالیاں اور بدزبانی۔ تُف ہے تمہاری غداری پر۔" پھر لکھتے ہیں کہ "...مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے... مَیں حق بات کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ یہ میں ضرور کہوں گا کہ اگر تم نے مرزا محمود کی مخالفت کرنی ہے تو پہلے قرآن سیکھو۔ مبلغ تیار کرو۔ عربی مدرسہ جاری کرو... اگر مخالفت کرنی ہے تو پہلے مبلغ تیار کرو۔ غیر ممالک میں ان کے مقابلہ میں تبلیغ اسلام کرو... یہ کیا شرافت ہے کہ... مرزائیوں کو گالیاں دلوا دیں کیا یہ تبلیغ اسلام ہے؟ یہ تو اسلام کی مٹی خراب کرنا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 513)

سامعین! پھر حضور اخبار امروز لاہور کی اپنی اشاعت 30/ مئی 66ء میں **تفسیر صغیر پر تبصرہ** کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اِس نے لکھا کہ "قرآن حکیم پوری بنی نوع انسان کے لئے رشد و ہدایت کا منبع و سرچشمہ ہے۔ ازل سے رہتی دنیا تک یہ کتابِ مبین انسانوں کو دینی اور دنیوی معاملات میں عدل کا راستہ دکھاتی رہے گی اور بھولے بھٹکوں کو صراط مستقیم پر لاتی رہے گی۔ قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ، کوئی سا گوشہ اور کوئی سا مرحلہ ایسا نہیں ہے جہاں ہم قرآن سے استمداد نہ کر سکتے ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لئے مطالبِ قرآن پر حاوی ہونا لازم ہے۔ جب تک قرآن میں منضبط احکام خداوندی کے مفاہیم کا انشراح ہی نہ ہو گا رشد و ہدایت کا سلسلہ کیسے شروع ہو گا۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر قرآنی مطالب کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ شروع ہوا اور نزولِ قرآن سے لے کر اَب تک اور پھر ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ جن لوگوں نے قرآن فہمی عام کرنے کے سلسلہ میں کوئی سا حصہ بٹایا ہو یقیناً تشکر کے سزاوار ہیں۔ مفسرین نے اپنے اپنے دَور میں قرآنی بصیرت کو عام کرنے میں جو کاوشیں

کیں وہ اس لحاظ سے بھی مستحسن قرار پائیں گی کہ اس طرح تفسیر قرآن نے ایک باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر لی اور مطالب و معانی کے ابلاغ کے باب میں تفحص کی ایک پختہ روایت قائم ہو گئی۔ بحمد للہ۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔ اس وقت تفسیر صغیر پیش نظر ہے۔ یہ تفسیر احمدیہ جماعت کے پیشوا الحاج مرزا بشیر الدین محمود مرحوم کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے عربی متن کے اردو ترجمے کے ساتھ کئی مقامات کی تشریح کے لئے حواشی اور تفصیلی نوٹ دیئے گئے ہیں۔ ترجمے اور حواشی کی زبان نہایت سادہ اور آسان فہم ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 541-542)

پھر ایک ہفت روزہ **قندیل** ہوتا تھا۔ وہ 19 رجون 1966ء میں لکھتا ہے کہ "تفسیر صغیر کی اشاعت سے اس روح آفرین سعی میں اضافہ ہوا ہے... تفسیر صغیر میں ترجمہ اور تفسیر امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ اور حواشی کی زبان عام فہم ہے تاکہ ہر علمی استعداد کا آدمی اس سے مستفید ہو سکے۔ ترجمہ اور تفسیر میں یہ التزام بھی ہے کہ جملہ تفاسیر متقدمین آخر تک پیشِ نظر رکھی گئی ہیں... قرآنِ مجید کو اس خوبصورتی سے طبع کرا کے شائع کرنا ایک بہت بڑی خدمت اسلام ہے۔"

(الفضل 23 جون 1966ء صفحہ 5)

سامعین! پھر انگریزی تفسیر قرآن کے دینی اور ادبی محاسن نے یورپ و امریکہ کے چوٹی کے اہل علم کو متاثر کیا ہے۔ انہوں نے اس پر شاندار ریویو کیے۔ مثلاً مشہور سکالر **اے جے آربری** کہتے ہیں کہ "قرآن شریف کا یہ نیا ترجمہ اور تفسیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ موجودہ جلد اس کارنامہ کی گویا پہلی منزل ہے۔ کوئی پندرہ سال کا عرصہ ہوا جماعت احمدیہ قادیان کے محقق علماء نے یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور کام حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حوصلہ افزاء قیادت میں ہوتا رہا۔ کام بہت بلند قسم کا تھا یعنی یہ کہ قرآن شریف کے متن کی ایک ایسی ایڈیشن شائع کی جائے جس کے ساتھ ساتھ اس کا نہایت صحیح صحیح انگریزی ترجمہ ہو اور ترجمہ کے ساتھ آیت آیت کی تفسیر ہو... شروع میں ایک طویل دیباچہ ہے جو خود حضرت مرزا بشیر الدین نے رقم فرمایا ہے... اگر ہم اس کام کو اسلام کے ذوقِ علم تحقیق کی عظیم یادگار کہہ کر پیش کریں تو

کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔ اس کی تیاری کے ہر مرحلہ پر مستند کتب تفسیر و لغت و تاریخ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کتب کی طویل فہرست پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر کے تیار کرنے والوں نے نہ صرف تمام مشہور عربی تفسیروں کو زیر مطالعہ رکھا ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ یورپین مستشرقین نے تنقیدی رنگ میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی مد نظر رکھا ہے۔ اگر صرف ترجمہ پر نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ترجمہ کی انگریزی، غلطیوں سے پاک اور بڑی پُر وقار ہے... غیر مسلم معترضین کے اعتراضوں کا ردّ بھی اس میں ہے اور دوسرے مذاہب پر مناسب تنقید بھی، غیر مسلم پڑھنے والوں کو اس کے کئی حصے یک طرفہ اور معترضانہ رنگ لئے ہوئے معلوم ہوں گے لیکن یادرہے یہ حصے بھی خلوص نیت سے لکھے گئے ہیں اور نہایت توجہ سے پڑھے جانے کے لائق ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے کہ متقی اور اہل علم مسلمان جب دوسرے مذاہب کی روایتی تعلیموں پر اعتراض کرتے ہیں تو ایسا کیوں کرتے ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 672-673)

پھر ایک **ڈاکٹر چارلس ایس بریڈن** صدر شعبہ تاریخ و ادب مذہبیات نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی ایونسٹن (Evanston) امریکہ نے لکھا "کتاب کی طباعت نہایت عمدہ ہے، ٹائپ بھی اعلیٰ ہے اور سہولت سے پڑھا جاسکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی انگریزی زبان کے اسلامی لٹریچر میں یہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس کے لئے دنیا جماعت احمدیہ کی از حد ممنون ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 674)

پھر ایک مشہور مسیحی اخبار النصر نے لکھا کہ "ہمیں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ ترجمہ قرآن مجید جاذبِ نظر اور ناظرین کے لئے قرۃ العیون ہے۔ یہ ترجمہ بلند پایہ خیالات کا حامل ہے... قرآنی آیات ایک کالم میں درج ہیں اور دوسرے کالم میں بالمقابل ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں مفصل تفسیر

کی گئی ہے۔ مطالعہ کرنے والا ان تفاسیر جدیدہ میں مستشرقین اور یورپین معاندین کے اعتراضات کے مفصل جوابات پاتا ہے...“

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 675-676)

(خطبہ جمعہ 17/ فروری 2023ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس علم و عرفان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!



﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔194﴾

کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

تُو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَن یَّرَانِی

ہے آج ختمِ قرآن نکلے ہیں دل کے ارماں
تو نے دکھایا یہ دن مَیں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے ربِ محسن! کیوں کر ہو شکرِ رحماں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَن یَّرَانِی

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مُرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَن یَّرَانِی

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے موعود بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے متعلق جو خوشخبری 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ شائع فرمائی تھی اُس کی 52 صفات بیان کی گئی ہیں۔ آپؑ نے "موعود فرزند" کی صفات اور اس پیش گوئی کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"تا اسلام کا شرف اور **کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو** اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 95)

سامعین! آج مجھے اِس پیشگوئی کی باون علامات میں سے ایک علامت کہ اِس موعود بیٹے سے **کلامُ اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو گا** کی اہمیت، عظمت اور اِس بیٹے کے ذریعہ کلامُ اللہ یعنی قرآنِ مجید کی شان، رتبہ اور مرتبہ جو ظاہر ہوا اُسے بیان کرنا ہے۔

مجھے اپنی تقریر کے آغاز پر حضرت مصلح موعودؓ کی قرآن سے عشق و محبت بیان کرنی ہے لیکن یہ بتاتا چلوں کہ آپؓ کی تعلیم القرآن کی ابتداء 1895ء میں ہوئی جب آپ نے قرآن کریم سادہ پڑھنے کا آغاز فرمایا اور 7 جون 1897ء کو آپؓ نے قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کیا اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے اس عظیم بیٹے کے لئے تقریبِ آمین کا اہتمام فرمایا اور اس مبارک موقع پر آپؑ نے ایک نظم بعنوان "آمین" لکھی جس میں آپؑ نے حضرت مصلح موعودؓ کے لئے دردِ دل کے ساتھ دعائیں کی ہیں جس کا کچھ حصہ مَیں اپنی تقریر کے آغاز پر سنا آیا ہوں۔ اب مَیں آپؓ کی کلامُ اللہ سے محبت، عقیدت اور عشق کا ذکر کرتا ہوں۔

آپؓ کو قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کی آیات پر غوروخوض کرنے کا تو گویا عشق تھا چنانچہ آپؓ اپنے عشقِ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہم نے قرآن کے صرف لفظوں کو نہیں دیکھا بلکہ ہم خود اس کی محبت کی آگ میں داخل ہوئے۔ اور وہ ہمارے وجود میں داخل ہو گئی۔ ہمارے دلوں نے اس کی گرمی کو محسوس کیا اور لذت حاصل کی۔ ہماری حالت اس شخص کی نہیں جو دیکھتا ہے کہ بادشاہ باغ کے اندر گیا ہے اور وہ باہر کھڑا اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کب بادشاہ باہر نکلے تو میں اس کی دست بوسی کروں بلکہ ہم نے خود بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور

باغ کے اندر داخل ہوئے اور روش روش پھرے اور پھول پھول دیکھا..... خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ علوم عطاء فرمائے ہیں کہ جن کی روشنی میں ہم نے دیکھ لیا کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور محمد ﷺ ایک زندہ رسول ہے۔"

(الفضل 16 اپریل 1924)

آپؓ مزید فرماتے ہیں۔

"مَیں نے تو آج تک نہ کوئی ایسی کتاب دیکھی نہ مجھے ایسا آدمی ملا جس نے مجھے کوئی ایسی بات بتائی جو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑھ کر ہو یا قرآن کریم کی کسی غلطی کو ظاہر کر رہی ہو یا کم از کم قرآنِ کریم کے برابر ہی ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کے سامنے تمام علوم ہیچ ہیں۔

چودھویں صدی ترقی کے لحاظ سے ایک ممتاز صدی ہے۔ اس میں بڑے بڑے علوم نکلے۔ بڑی بڑی ایجادیں ہوئیں بڑے بڑے سائنس کے عُقدے حل ہوئے۔ مگر یہ تمام علوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے"

(الفضل 30 جون 1939)

سامعین! حضرت سیّدہ مریم صدیقہ المعروف اُمِّ متین حرم حضرت مصلح موعودؓ، آپؓ کے عشقِ قرآن کے متعلق لکھتی ہیں۔

"قرآن کریم کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب بھی وقت ملا تلاوت کرلی یہ نہیں کہ دن میں ایک بار یا دوبار۔ عموماً یہ ہوتا کہ ناشتے سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہے۔ قرآن مجید ہاتھ میں ہے لوگ ملنے آگئے قرآن مجید رکھ دیا مل کر چلے گئے پڑھنا شروع کر دیا۔ تین تین چار چار دنوں میں عموماً مَیں نے ختم کرتے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہو تا زیادہ دن میں بھی لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآن مجید ہاتھ میں ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق بھی نہیں الٹا دوسرے دن دیکھا تو پھر وہی صفحہ میں نے کہنا آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے مگر آپؓ پڑھ نہیں رہے تو فرماتے۔

"ایک آیت پر اٹک گیا ہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے کس طرح آگے چلوں"

سامعین! پھر آپ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ یوں ہی خدا جانے مجھے کیا خیال آیا مَیں نے (آپؓ سے) پوچھا آپ نے کبھی موٹر چلانی بھی سیکھی؟ کہنے لگے۔ ہاں! ایک دفعہ کوشش کی تھی مگر اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ ٹکر نہ مار دوں **ہاتھ سٹیرنگ پر تھے اور دماغ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں الجھا ہوا تھا** موٹر کیسے چلاتا۔"

(الفضل 25مارچ1966ء)

آپؓ کے عشقِ قرآن کا ذکر محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد مرحوم نے کیا ہی عمدہ طریق یوں بیان فرمایا۔

"ایک روز حضرت مصلح موعودؓ گھر کے دالان میں ٹہل رہے تھے اور ہم بچے بھی گھر میں موجود تھے ا۔آپؓ نے ہمیں بلایا اور فرمانے لگے کہ قرآن ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ جیسے سمندر میں غوطہ خور غوطہ مارتا ہے تو جو بہت محنت کرتا ہے موتی نکال کر لے آتا ہے اور جو تھوڑی محنت کرتا ہے سیپی ہی نکال لاتا ہے۔ اس طرح تمہیں ابھی سے قرآن کریم پر غور و فکر کی عادت ڈالنی چاہیے اور موتی نہیں تو سیپی ہی نکال کر لے آؤ۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور کو قرآن سے کس قدر عشق تھا۔"

(ماہنامہ خالد فروری 1991 صفحہ 12)

سامعین! آپؓ نے قرآنِ کریم کی پُر معارف تفسیر میں جو تصانیف تحریر فرمائیں وہ بھی آپؓ کے قرآن سے محبت و عشق کی عکاسی کرتی ہیں۔ اُن میں سے سب سے پہلے قرآن کا تفسیری ترجمہ بعنوان تفسیرِ صغیر کا نام لیا جا سکتا ہے۔ یہ آپؓ کا ایک بے مثل عِلمی شاہکار ہے۔ اِس میں جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں نہایت ہی مختصر اور جامع تفسیر فُٹ نوٹ کی صورت میں کی۔

2۔ دوسرے نمبر پر جس کا نام لیا جا سکتا ہے وہ 10 جلدوں پر مشتمل "تفسیر کبیر" کے نام سے ہے جو علم و معرفت کا ایک عظیم خزانہ ہیں۔اِس تفسیر کی خوبی یہ ہے کہ حضورؓ نے قرآن کے آخری پارے سے تفسیر یہ کہہ کر شروع کی کہ تمام مفسرین قرآن کے آغاز سے تفسیر کرنے کا ارادہ باندھتے ہیں کچھ تو راہِ ملکِ بقا ہو جاتے ہیں اور کچھ تھک ہار کر تفسیر کو راستے میں چھوڑ دیتے ہیں اور یوں قرآن کے آخری حصّہ تفسیر سے تشنہ رہ جاتا ہے۔ اس پُر معارف تفسیر میں آپؓ نے ایک آیت کا دوسری آیت سے ربط بیان فرمایا ہے۔ ہر

آیت کی مفصل حلِ لغت اور خدا تعالیٰ، قرآن، اسلام اور بانی اسلامؐ پر ہونے والے اعتراضات کے مفصل و مدلل دندان شکن جوابات دیئے ہیں اور بلاشبہ یہ ایک بے مثل تفسیر ہے۔

3۔ دیباچہ تفسیرُالقرآن میں آپؓ نے اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دئے ہیں اور ضرورتِ قرآن کے مضمون پر نہایت ہی پیارے رنگ میں بحث فرمائی ہے اور بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے واقعات پیدائش سے لے کر وصال تک نہایت ہی اختصار سے بیان فرمائے ہیں۔

سامعین! تفاسیر لکھنے اور اِن کو مکمل کرنے میں جو انہماک حضرت سیّدہ مریم صدیقہ المعروف ام متین نے دیکھا وہ آپؓ کا قرآن کریم سے عشق پر دلالت کرتا ہے۔ آپ اِس سلسلہ میں بیان فرماتی ہیں۔

”اسی طرح قرآن کریم سے جو آپؓ کو عشق تھا اور جس طرح آپؓ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خدا تعالیٰ کی آپؓ کے متعلق پیشگوئی ہے کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیرِ کبیر لکھی نہ آرام کا خیال تھا نہ سونے کا، نہ کھانے کا، بس ایک دُھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیرِ صغیر تو لکھی ہی آپؓ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد یعنی 1956ء میں۔ طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی گو یورپ سے واپسی کے بعد صحت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی مگر پھر بھی کمزوری باقی تھی ڈاکٹر کہتے تھے کہ آرام کریں، فکر نہ کریں، زیادہ محنت نہ کریں لیکن آپؓ کو ایک دُھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ کبھی مجھ سے املاء کرواتے۔ مجھے گھر کا کام ہوتا تو مولوی یعقوب صاحب مرحوم کو لکھواتے رہے۔ آخری سورتین لکھوا رہے تھے غالباً انتیسواں پارہ تھا یا آخری شروع ہو چکا تھا (ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر مکمل ہوئی تھی) کہ مجھے بہت تیز بخار ہو گیا میرا دِل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دنوں سے مجھے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں میرے ہاتھوں ہی سے مقدس کام ختم ہو۔ مَیں بخار میں مجبور تھی ان سے کہا کہ میں نے دوائی کھالی ہے آج یا کل بخار اتر جائے گا دو دن آپ بھی آرام کر لیں۔ آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تاکہ میں ثواب حاصل کر سکوں۔ نہیں مانے کہ میری زندگی کا کیا اعتبار۔ تمہارے بخار اُترنے کے انتظار

میں اگر مجھے موت آجائے تو؟ سارا دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے وقت تفسیرِ صغیر کا کام ختم ہو گیا۔"

(الفضل 25 مارچ 1966ء)

علمِ قرآن میں تمام دنیا کو چیلنج

سامعین! آپؓ ایک موعود وجود تھے اس لئے آپؓ نے بارہا تمام دنیا کے اپنے اپنے علوم کے ماہرین کو مقابلہ کی دعوت دی کہ قرآن پر اعتراض کریں آپ کے اعتراض کا جواب آپ کو قرآن سے ہی دوں گا اور علماء کو دعوت دی کہ میرے مقابلہ میں تفسیر لکھیں مگر کسی میں اتنی ہمت پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ آپؓ 1914ء میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے یوں گویاں ہوئے۔

"صرف یہی نہیں کہ مسیح موعودؑ میں ہی یہ بات تھی بلکہ آپؑ آگے بھی یہ بات دے گئے ہیں اور آپؑ کے طفیل مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی عمل کا جاننے والا ہو اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر چاہے اعتراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قرآن کریم سے ہی اس کا جواب دوں گا۔ میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ معارفِ قرآن میرے مقابلہ میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مامور نہیں ہوں مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا اور اگر کسی نے منظور کرنے کا اعلان بھی کیا تو بے معنی شرائط سے مشروط کر کے ٹال دیا مثلاً بند کمرہ ہو۔ کوئی کتاب پاس نہ ہو مگر اتنا نہیں سوچتے کہ اگر خیال ہے کہ میں پہلی کتب اور تفاسیر سے معارف نقل کر لوں گا تو وہی کتب تمہارے پاس بھی ہوں گی۔ تم بھی ایسا کر سکتے ہو۔ پھر اگر میں دوسری کتب سے نقل کر دوں گا تو اپنے ہاتھ سے اپنی ناکامی ثابت کر دوں گا۔ کیوں کہ میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ نئے معارف بیان کروں گا۔ لیکن جب مقابلہ کے وقت جب پرانی تفاسیر سے نقل کروں گا تو خود ہی میرے لئے شرمندگی اور ندامت کا موجب ہو گا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ سب بہانے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو سامنے آنے کی جرأت ہی نہیں۔"

(الفضل 24۔ اپریل 1943ء)

پھر آپؓ نے دنیا کو للکار کر مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطاء فرمایا ہے۔ اور اس نے میرے اندر ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے اسی طرح مجھے قرآنِ کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی افضلیت اس پر ظاہر نہ کر سکوں۔ یہ لاہور شہر ہے یہاں یونیورسٹی موجود ہے اور کئی کالج کھلے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے علوم کے ماہر یہاں پائے جاتے ہیں۔ مَیں ان سب سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے۔ دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے۔ دنیا کا کوئی سائنسدان میرے سامنے آجائے وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُ ُسے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کے اعتراض کا رد ہو گیا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اللہ کے کلام سے ہی اس کا جواب دوں گا اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کا رد کر کے دکھادوں گا۔“

(الفضل 18 فروری 1958ء)

الغرض آپؓ کی بیان فرمودہ تفاسیر ہمارے لئے بیش بہا خزانہ ہیں کیونکہ یہ تفاسیر آپ کو خدا نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے سکھلائی ہیں۔ آپؓ کو ایک فرشتہ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھلائی۔ آپؓ اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں۔

”یہ رؤیا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دِل اور دماغ میں قرآنی علوم کا خزانہ رکھ دیا ہے“

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 571)

آپؓ اپنے دروس کے متعلق فرماتے ہیں کہ

”ہمارے ایک استاد تھے مَیں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں درس دیتا تو وہ باقاعدہ میرے درس میں شامل ہوتے تھے لیکن اس کے مقابلہ میں میرے ایک اور استاد تھے جب کبھی وہ درس دے رہے ہوتے تو پہلے صاحب مسجد میں آکر انہیں درس دیتے ہوئے دیکھتے تو چلے جاتے اور کہتے کہ اس کی باتیں کیا سننی ہیں۔ یہ تو سنی ہوئی ہیں۔ مگر میرے درس میں باوجود اس کے کہ میں ان کا شاگرد تھا بوجہ اس کے کہ مجھ پر حسن ظن

رکھتے تھے ضرور شامل ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس کے درس میں اس لئے شامل ہوتا ہوں کہ اس کے ذریعہ قرآن کریم کے بعض نئے مطالب مجھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کہ بعض لوگوں پر چھوٹی عمر میں ہی ایسے علوم کھول دئے جاتے ہیں جو دوسروں کے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہوتے۔"

(روزنامہ الفضل 26 ستمبر 1941ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ایک جلسہ میں آپؓ نے تقریر فرمائی تقریر کے خاتمہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا۔

"میاں نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جو میرے لئے بھی نئی تھی۔"

(روزنامہ الفضل 5 نومبر 1938ء)

سامعین! یہ چیز عموماً دیکھی گئی ہے کہ اگر انسان کو کوئی چیز پسند ہو، ہر دلعزیز ہو تو وہ چاہے گا کہ اُس پسندیدہ چیز سے دوسرے بھی استفادہ کریں اگر وہ پسندیدہ چیز روحانی ہو اور اسلام کی تعلیم ہو تو وہ اِس کو پھیلائے گا اور چاہے گا کہ دنیا کا، معاشرے کا ہر شخص اِس سے استفادہ کرے بالخصوص روحانی دنیا میں خدا کے فرستادہ کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ میرے ذریعہ خدا کا پیغام ہر کس و ناکس تک پہنچے اور ہر بندہ مستفیض ہو چنانچہ یہ خواہش حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپؓ کی خواہش رہی کہ قرآن کریم کے فیوض و برکات سے جماعت کا ہر بندہ فیضیاب ہو جس کے لئے آپؓ نے اپنے 52 سالہ عالیشان دور میں جو تحریکات فرمائیں اُن میں سے بیس کے قریب تحریکات کا تعلق کسی نہ کسی طرف سے قرآنِ کریم کی تعلیمات کو ہر بندے تک، ہر گھر تک پہنچانے سے ہے۔ یہاں سامعین کے لئے وقت کی رعایت کے مطابق ازدیادِ علم و ایمان کے لئے چند ایک کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے تا تقریر کے عنوان **کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو** کا حق ادا ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی پہلی مجلس شوریٰ میں نبی کے جانشین ہونے کی وجہ سے خلیفہ کا ایک بہت بڑا کام تعلیمِ کتاب و حکمت بتائی۔... قرآن شریف کتاب موجود ہے اس لئے اس کی تعلیم میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا۔ سمجھنا، سمجھانا آجائے گا..... دوسرا کام اس لفظ کے ماتحت

قرآن شریف پر عمل کرانا ہوگا کیونکہ تعلیم دو قسم کی ہوتی ہے ایک کسی کتاب کا پڑھا دینا اور دوسرے اس پر عمل کروانا۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 31)

حضورؓ نے تمام جماعتی نظام کا اصل مقصود بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہمارا اصل پروگرام تو وہی ہے جو قرآن کریم میں ہے۔ لجنہ اماء اللہ ہو، مجلس انصار اللہ ہو، خدام الاحمدیہ ہو، نیشنل لیگ ہو، غرضیکہ ہماری کوئی انجمن ہو، اس کا پروگرام قرآن کریم ہی ہے۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 103)

سامعین! آپؓ نے ذیلی تنظیموں کو بار بار تعلیم القرآن کلاسز لگانے اور درس القرآن کے انتظام کا ارشاد فرمایا۔ حضور نے 27 دسمبر 1927ء کو جلسہ سالانہ پر خطاب میں۔ فرمایا:۔

"قرآن کریم پڑھنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ درس جاری کیا جائے۔ بہت سی ٹھوکریں لوگوں کو اس لئے لگتی ہیں کہ وہ قرآن کریم پر تدبر نہیں کرتے۔ پس ضروری ہے کہ ہر جگہ قرآن کریم کا درس جاری کیا جائے اگر روزانہ درس میں لوگ شامل نہ ہو سکیں تو ہفتہ میں تین دن سہی اگر تین دن بھی نہ آسکیں تو دو دن ہی سہی۔ اگر دو دن بھی نہ آسکیں تو ایک ہی دن سہی مگر درس ضرور جاری ہونا چاہئے تا کہ قرآن کریم کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ اس کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں امیر مقرر ہیں وہاں وہ درس دیں۔ اگر کسی جگہ کا امیر درس نہیں دے سکتا تو وہ مجھ سے اس بات کی منظوری لے کہ میں درس نہیں دے سکتا۔ درس دینے کے لئے فلاں آدمی مقرر کیا جائے۔... تمام امراء کو جنوری کے مہینہ کے اندر اندر مجھے اطلاع دینی چاہئے کہ درس کے متعلق انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے اور درس روزانہ ہوگا یا دوسرے دن یا ہفتہ میں دو بار یا ایک بار۔ میں سمجھتا ہوں درس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت راسخ ہو جائے گی اور بہت سے فتن کا آپ ہی آپ ازالہ ہو جائے گا۔"

(تقریر دلپذیر۔ انوار العلوم جلد 10 صفحہ 92)

پھر آپؓ نے خطبہ جمعہ 26 جنوری 1934ء بمقام لاہور فرمایا:

"مَیں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن کو اخلاص سے پڑھیں ہر جماعت کو چاہئے کہ درس جاری کرے ... بہت سے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی خود نہیں سمجھ سکتے اس لئے ابتداءً انہیں سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جو درس سے حاصل ہو سکتا ہے یا اگر مسجد، ہوسٹل یا جو دوست دور دور رہتے ہیں وہ محلہ وار جمع ہو کر درس کا انتظام کریں اور جن کے لئے محلہ وار جمع ہونا بھی مشکل ہو وہ گھر میں ہی درس دے لیا کریں تو جماعت میں تھوڑے ہی دنوں کے اندر علوم کے دریا بہہ جائیں۔ درس کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تفاسیر کو مد نظر رکھا جائے۔ آپ نے اگرچہ کوئی باقاعدہ تفسیر تو نہیں لکھی مگر تفسیر کے اصول ایسے بتا دیئے ہیں کہ قرآن کو ان کی مدد سے سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔"

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 33)

سامعین! حضورؓ نے 21 نومبر 1947ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ

"ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا رواج دے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو۔ ... ابھی تک جماعت کے بعض لوگ اس سلسلے کو محض ایک سوسائٹی کی طرح سمجھتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد اگر چندہ دے دیا تو اتنا ہی ان کے لئے کافی ہے ... حالانکہ ... جب تک ہم اپنے ساتھیوں اور اپنے دوستوں اور اپنے رشتہ داروں کو قرآن کریم کے پڑھانے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش نہ کریں گے اس وقت تک ہمارا قدم اس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس مقام تک پہنچنے کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوا کرتی ہیں"

(الفضل 9 دسمبر 1947ء صفحہ 5-6)

حفظِ قرآن کی تحریکات

سامعین! آپؓ نے وقف زندگی کرنے والوں کو قرآن حفظ کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

جو لوگ اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہیں وہ پہلے قرآن کریم حفظ کرائیں۔ کیونکہ مبلغ کے لئے حافظ قرآن ہونا نہایت مفید ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ اگر بچوں کو قرآن حفظ کرانا چاہیں تو تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔ لیکن جب بچوں کو دین کے لئے وقف کرنا ہے تو کیوں نہ دین کے لئے جو مفید ترین چیز ہے وہ سکھالی

جائے۔ جب قرآن کریم حفظ ہو جائے گا تو اور تعلیم بھی ہو سکے گی۔ میرا تو ابھی ایک بچہ پڑھنے کے قابل ہوا ہے اور میں نے تو اس کو قرآن شریف حفظ کرانا شروع کرا دیا ہے۔

(الفضل22دسمبر1917ء۔ خطبات محمود جلد5 صفحہ612)

آپؓ نے ایک دفعہ کم از کم تیس آدمی قرآن کریم کا ایک ایک پارہ حفظ کرنے کی تحریک فرمائی تا رمضان میں قرآن مکمل طور پر سنا جاسکے۔

(الفضل4مئی1922ء)

پھر ایک دفعہ صدر انجمن احمدیہ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

''صدر انجمن احمدیہ کو چاہئے کہ چار پانچ حفاظ مقرر کرے جن کا کام یہ ہو کہ وہ مساجد میں نمازیں بھی پڑھایا کریں اور لوگوں کو قرآن کریم بھی پڑھائیں۔ اسی طرح جو قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتے ان کو ترجمہ پڑھا دیں اگر صبح و شام وہ محلوں میں قرآن پڑھاتے رہیں تو قرآن کریم کی تعلیم بھی عام ہو جائے گی اور یہاں مجلس میں بھی جب کوئی ضرورت پیش آئے گی ان سے کام لیا جاسکے گا۔ بہر حال قرآن کریم کا چرچا عام کرنے کے لئے ہمیں حفاظ کی سخت ضرورت ہے۔''

(الفضل26اگست1960ء صفحہ4)

مسلمانوں کی ترقی قرآن پڑھنے اور اِس پر عمل کرنے پر ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مسمانوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

''ہر مسلمان کو چاہئے کہ قرآن کریم کو پڑھے۔ اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے عربی جاننے والوں پر قرآن کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں..... پس جتنا کوئی پڑھ سکتا ہو پڑھ لے اور اگر خود نہ پڑھ سکتا ہو تو محلہ میں جو قرآن جانتا ہو اس سے پڑھ لینا چاہئے۔ جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآن کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں گے، کامیاب نہ ہوں گے۔ کہا جاتا ہے دوسری قومیں جو قرآن کو نہیں مانتیں وہ ترقی کر رہی ہیں پھر مسلمان کیوں ترقی نہیں کر سکتے۔ بے شک عیسائی اور ہندو اور دوسری قومیں ترقی کر سکتی ہیں لیکن مسلمان قرآن کو

چھوڑ کر ہرگز نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی اس بات پر ذرا بھی غور کرے تو اسے اس کی وجہ معلوم ہوسکتی ہے اگر یہ صحیح ہے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ ہمیشہ دنیا کو ہدایت دینے کے لئے قائم رہے گی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر قرآن کو خدا کی کتاب ماننے والے بھی اس کو چھوڑ کر ترقی کرسکیں تو پھر کوئی قرآن کو نہ مانے گا پس قرآن کی طرف مسلمانوں کو توجہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ترقی کا انحصار قرآن کریم ہو"

(الفضل 13 جولائی 1928ء صفحہ 7 کالم 3)

تراجم قرآن کی تحریک

آپؓ نے اپنی اِس خواہش کا اظہار فرمایا:

"دنیا میں اس وقت تیرہ سو زبانیں بولی جاتی ہیں اور تیرہ سو زبانوں میں ہی قرآن کریم کا ترجمہ ہونا ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں جسے قرآن کریم مخاطب نہیں کرتا۔ پس دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں ہونا چاہئے جس کی زبان میں ہم اس کا ترجمہ نہ کردیں۔ تاکہ کوئی فرد یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ! تو نے مجھے فلاں زبان بولنے والے لوگوں میں پیدا کیا تھا اور قرآن کریم تو عربی زبان میں ہے پھر میں قرآن کریم کس سے سیکھتا؟"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 641)

حضورؓ کے اندازہ کے مطابق ترجمہ اور چھپوائی کے لئے ایک لاکھ 94 ہزار روپیہ کی ضرورت تھی۔ جس کا آپ نے جماعت سے مطالبہ کیا۔ جماعت کی طرف سے 2 لاکھ 60 ہزار روپے کے وعدے ہوئے اور پھر ان کا اکثر حصہ وصول ہوگیا اور دو سال کے عرصہ میں سات زبانوں میں تراجم مکمل ہوگئے۔

انگریزی ترجمہ قرآن کی تشہیر کی تحریک

انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی خاطر جماعت کو تحریک کی کہ اس کی ایک ہزار کاپیاں دنیا کے مشہور علماء، سیاستدان،

لیڈروں اور مملکتوں کے سربراہوں، مذہبی لوگوں اور مستشرقین کو دی جائیں اور دنیا کی مشہور لائبریریوں میں رکھی جائیں۔

آپؓ کا علمِ قرآن غیروں کی نظر میں

سامعین! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپؓ کے علم القرآن کے صرف اپنے ہی قائل نہیں ہیں بلکہ غیر بھی رطب اللّسان نظر آتے ہیں۔

مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر اخبار "زمیندار" نے ایک تقریر میں حضرت مصلح موعودؓ کے مخالفین اور حریفوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود صاحب کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ **مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے** تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے تم میں سے کوئی قرآن کے سادہ حرف بھی پڑھ سکے۔ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا تم خود کچھ نہیں جانتے۔ تم لوگ کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ میں حق بات کہنے سے باز نہیں آسکتا"

(ایک خوفناک سازش مصنفہ مظہر علی اظہر صفحہ 196)

مشہور اہلِ قلم، محقق، ادیب اور ماہنامہ نگار کے مدیر علامہ نیاز فتح پوری نے تفسیرِ کبیر جلد سوم کا مطالعہ کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھا۔

"تفسیرِ کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے۔ جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کے تبحر علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی گیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا کل سورہ ہود میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔

آپ نے هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔“

(الفضل 17 نومبر 1963)

مشہور مفسرِ قرآن، مدیر ”صدق جدید“ مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے حضرت مصلح موعودؓ کے وصال پر لکھا۔

”قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوشش انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح تبیّن و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔“

(صدقِ جدید 18 نومبر 1965ء)

سامعین! الغرض حضرت مصلح موعودؓ کی ذات میں کلام اللہ کے مرتبہ کا شاندار ظہور ہوا اور تعلیم القرآن کی تحریکات نے جماعت کو بھی اس میں شامل کر دیا اور محبت اور خدمتِ قرآن کی ایک عظیم۔ الشان لہر نے دنیا بھر میں اس کے گہرے اثرات مرتب کئے اللہ تعالی اس محبت کو اور بھی بڑھاتا چلا جائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مصلح موعودؓ کے علمِ قرآن سے فائدہ اٹھانے اور اسے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ
ہاں علم و عمل میں تھا اک پیکر عظمت تُو
قرآن کا شیدائی اللہ کا دیوانہ



﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔243﴾

حضرت مصلح موعودؓ کے علمی کارنامے

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗۤ اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا ؕ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ (یوسف:23)

اور جب وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچا تو اسے ہم نے حکمت اور علم عطا کئے اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

عرش پر نور سے لکھا گیا نامِ محمود
میرے محمود نے پایا ہے مقامِ محمود

سامعین کرام! آج مجھے اِس مبارک محفل میں **حضرت مصلح موعودؓ کے علمی کارنامے** بیان کرنے ہیں۔
ہمارے بزرگ اِس بات کے شاہد ہیں اور ہم نوجوان نسل بھی تاریخِ احمدیت سے اِن باون سالہ دور کا مطالعہ کر کے اس یقین پر پہنچے ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے باون سالہ دور کا ہر دن ایک انقلاب کا رنگ رکھتا تھا۔ اگر آپؓ کے باون سالوں میں پھیلے کارناموں کا تذکرہ ایک سال کی مناسبت سے ایک صفحہ مختص کر کے کیا جائے تو 52 صفحات کی ضخیم تقریر بن جائے گی لیکن مَیں وقت کی مناسبت سے اختصار سے کام لے کر علمی کارناموں کے بہتے دریا کو ایک کوزے میں بند کرنے کی کوشش کروں گا اور صرف بعض بڑے کاموں کا ذکر کروں گا جن کی وجہ سے آپؓ نے جماعت اور امت مسلمہ میں انقلاب پیدا کر دیا۔ آپؓ کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی اشاعت کے لیے وقف تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپؓ کے متعلق خدائے عزو جل نے فرما رکھا تھا کہ وہ ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔

سامعین! آئیں! حضرت مصلح موعودؓ کے علمی کارناموں کا جائزہ لیں۔ سب سے پہلے آپؓ کی کتب کا جائزہ لیتے ہیں۔ آپؓ کی کتب اور لیکچرز کے مجموعے کا نام انوار العلوم ہے اور خطبات پر خطبات محمود کے نام سے جلدیں شائع ہو رہی ہیں۔ تفسیر صغیر 1071 صفحات پر مشتمل ہے۔ جبکہ تفسیر کبیر کی دس جلدوں میں

بعض سورتوں کی تفسیر موجود ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے غیر مطبوعہ درس القرآن کو کمپوز کر دیا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ سیرت و سوانح، تاریخ پر کتب و رسائل، فقہ پر تین کتب و رسائل، سیاسیات قبل از تقسیم ہند کتب و رسائل، تحریک احمدیت کے مخصوص مسائل اور تحریکات پر کتب و رسائل نیز سیاست پر کتب اور رسائل افادہِ عام کے لئے طبع ہو چکے ہیں۔

سامعین! کم و بیش دو ہزار خطبات جمعہ، جلسہ سالانہ اور عیدین کی تقاریر و خطابات کے علاوہ خدام، اطفال و لجنات اور مجلس تشحیذ الاذہان اور اسی طرح مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، جامعۃ المبشرین، مجلس ارشاد، نیشنل کور، انجمن ترقی اسلام، انجمن اشاعت اسلام، کشمیر کمیٹی وغیرہ کی مختلف تقاریب اور جلسوں میں حضور کی ہزاروں پُر معارف تقاریر و مضامین قرآن مجید کی تفسیر پر ہی مشتمل ہیں۔

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 145)

حضرت مصلح موعودؓ کی تمام کتب اور تقاریر اپنے اندر عظیم الشان علوم رکھتی ہیں اور ان میں ایسے خوبصورتی سے قیمتی جواہرات جڑے ہیں کہ جنہیں چنتے انسان تھکتا نہیں۔ چنانچہ اس جگہ بعض کتب کا ذکر کیا جائے جن سے حضورؓ کے علوم ظاہری و باطنی سے پر ہونے کی جھلک ہمیں نظر آئے گی۔

تفسیر صغیر، تفسیر کبیر، دس دلائل ہستی باری تعالیٰ، حقیقۃ النبوہ، حقیقۃ الرؤیا، اسلام میں اختلافات کا آغاز، عرفان الٰہی، تقدیر الٰہی، واقعات خلافت علوی، ملائکۃ اللہ، آئینہ صداقت، ہستی باری تعالیٰ، دعوت الامیر، احمدیت یعنی حقیقی اسلام، فضائل القرآن، سیر روحانی، خلافت راشدہ، دیباچہ تفسیر القرآن، اسلام کا اقتصادی نظام، نظام نو، تعلق باللہ اور منہاج الطالبین

سامعین! آئیں! اب اُن زبانوں کا جائزہ لیں جن میں آپؓ کے دَورِ حیات میں قرآن کریم کے تراجم ہوئے۔

انگریزی، جرمن، ڈچ، ڈینش، سواحیلی، لوگنڈا، مینڈے، فرانسیسی، ہسپانوی، اٹالین، روس، پرتگیزی، کی کامبا، انڈونیشین اور اسپرانٹو

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 173)

سامعین! آئیں! سب سے پہلے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے قبل آپؓ کے علمی کارناموں کا اختصار سے جائزہ لیں کہ کس طرح اِس اُنیس سے پچیس سل کے نوجوان نے اپنے والدِ محترم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی میت کے سرہانے کئے گئے عہد کی وجہ سے کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ آپؓ نے 1900ء میں احمدی نوجوانوں پر مشتمل ایک مجلس کی بنیاد رکھی جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے ''تشحیذ الاذہان'' تجویز فرمایا۔ اس مجلس کا مقصد نوجوانوں کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کرنا تھا اور مارچ 1906ء میں ''تشحیذ الاذہان'' کے نام سے ایک رسالہ کا آغاز فرمایا۔

مدرسہ تعلیم الاسلام میں دینیات کی شاخ کو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد 15 نومبر 1908ء کو صدر انجمن احمدیہ کے ایک اجلاس میں اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے بند کر دینے کا ریزولیوشن جب پاس ہوا آپؓ کی اچانک آمد اور تقریر سے تمام لوگ آپؓ کی بات سے متفق۔ ہو گئے کہ یہ دینیات شاخ جاری رہے۔

انیس سال کی عمر میں آپؓ نے قرآنی علوم اور عرفان سے لبریز پر پہلی تقریر فرمائی۔ نیز آپؓ نے 1909ء کے آخر ایک انجمن بنائی جس کا نام ''انجمن ارشاد'' رکھا گیا۔ اس کا مقصد دشمنانِ اسلام کے اعتراضوں کا ردِ ابطال تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اوائل 1910ء سے قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا۔

سامعین! فروری 1911ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک رؤیا کی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اجازت سے ایک مجلس ''انصاراللہ'' کی بنیاد ڈالی۔ جس کا مقصد احمدیوں کے دلوں میں ایمان کو پختہ کرنا اور فریضہ تبلیغ کو باحسن وجوہ ادا کرنا تھا۔ 16 اپریل 1911ء کو اس انجمن کا افتتاحی اجلاس قادیان میں ہوا۔ اسی کے چندے سے چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو لندن تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ نیز شیخ عبد الرحمان صاحب نو مسلم اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب تعلیم و تبلیغ کی خاطر مصر بھیجے گئے۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 303)(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 364)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے 18 جون 1913ء سے اخبار ''الفضل'' جاری فرمایا۔ جو قادیان، لاہور، ربوہ سے ہوتا لندن سے روزنامہ الفضل آن لائن کی صورت میں دنیا بھر کی

فضاؤں میں اسلامی تعلیمات کی مہک بکھیرتا ہوا اب الفضل انٹرنیشنل کی صورت میں اپنی خوشبو بکھیر رہا ہے۔

مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد چند کارناموں کا تذکرہ

سامعین! خلافت کے ابتدائی مہینوں مئی جون 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک مختصر کتاب بعنوان ''تحفۃ الملوک'' تصنیف فرمائی جو شاہِ دکن کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 42)

1914ء میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بلادِ اسلامیہ تک مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچانے کے لیے ''الدین الحی'' کے نام سے عربی زبان میں ایک ٹریکٹ لکھا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ایسی پیشگوئی کا ذکر کیا گیا جو ان دنوں بڑی شان سے پوری ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اہل بنگال کے نام ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا بنگالی زبان میں ترجمہ کروا کر جولائی 1914ء میں کلکتہ سے شائع کیا گیا۔ 1914ء میں والیٔ بھوپال کے نام بھی ایک تبلیغی خط تحریر فرمایا اور خلیفۃ المسلمین ترکی کو بھی مخاطب کرتے ہوئے انتباہ کیا کہ ترکی کا جنگ عظیم میں جرمنی کی طرف سے شامل ہو جانا غیر مناسب اور بے سود ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 44)

17 مارچ 1914ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے درس القرآن کا آغاز فرمایا۔ یہ درس مسجد اقصیٰ میں ہوتا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 135)

خلافت ثانیہ کے عہد میں مرکز سے حضورؓ کے ایماء پر پہلا اخبار ''فاروق'' حضرت میر قاسم علی صاحب کی ادارت میں 7 اکتوبر 1915ء کو جاری ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 178)(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 68)

دسمبر 1916ء کو ایک مرکزی مستقل لائبریری کا قیام کیا گیا جس کا نام ''صادق لائبریری'' رکھا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 194)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر 21 جون 1920ء کو پہلی یادگار مبلغین کلاس جاری کی گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 256)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی خواتین کی علمی ترقی کے لیے 17 مارچ 1925ء کو "مدرسۃ الخواتین" کی بنیاد رکھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 518)

احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے 15 دسمبر 1926ء کو اخبار "مصباح" جاری ہوا۔ جس کے پہلے ایڈیٹر حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب مقرر ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 566)(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 380)

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر بیرونی ممالک میں احمدیوں کی تربیتی اور تبلیغی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دسمبر 1926ء میں ایک انگریزی اخبار "سن رائز" مولوی محمد الدین صاحب مبلغ امریکہ کی زیر ادارت جاری ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 566)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نومبر 1926ء میں احمدی بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے "انصار اللہ" کے نام سے ایک نئی انجمن قائم فرمائی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 565)

1927ء میں لجنہ کی لائبریری "امۃ الحی لائبریری" قائم کی گئی۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 380)

1927ء کے آخر میں ہندوؤں کی طرف سے کتاب "رنگیلا رسول" اور "ورتمان" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کے خلاف گستاخیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ چنانچہ الٰہی تحریک سے 1928ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر برصغیر ہندو پاک میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 29)

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر صدر انجمن احمدیہ نے 15 اپریل 1928ء کو جامعہ احمدیہ کے نام سے ایک مستقل ادارہ کے قیام کا ارادہ کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 18)

سامعین! 1928ء کے جلسہ سالانہ پر حضور نے فضائل قرآن مجید کے عنوان پر ایک بلند پایہ علمی سلسلہ تقاریر شروع فرمایا۔ ان تقاریر میں آپ نے قرآن سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں مضامین بیان فرمائے۔ چند مضامین کے نام درج ذیل ہیں۔

ضرورت قرآن، حفاظت و جمع قرآن پر بحث، ترتیب قرآن، فہم قرآن کے اُصول، قرآنی قسموں کی حقیقت، قرآن کریم کے روحانی کمالات، عربی زبان اختیار کرنے کی وجہ، متشابہات کا حل، مقطعات کا حل، قرآن کریم ایک بے نظیر روحانی، جسمانی، تمدنی اور سیاسی قانون، قرآن کریم کا کوئی ترجمہ اس کے مضامین پر حاوی نہیں ہو سکتا، کتب سابقہ پر افضلیت کے عقلی و نقلی شواہد، قرآنی فضیلت کے وجوہ، قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل، قرآن دعوٰی کے ساتھ دلیل پیش کرتا ہے، قرآنی قصص میں آئندہ زمانہ کے لیے پیشگوئیاں، بعث بعد الموت کی حقیقت، قرآن کریم کی اعلیٰ درجہ کی ترتیب، فحش کلامی اور ہر قسم کی بد اخلاقی سے منزہ کتاب، روحانی طاقتوں کی تکمیل کے لیے کامل تعلیم، عالم معاد کے متعلق اسلام کی جامع تعلیم، مسیح موعودؑ کی بعثت سے مسلمانوں کو کیا طاقت حاصل ہوئی، صدقہ و خیرات کے بارہ میں اسلامی تعلیم کی جامعیت ذیلی عنوانات، عورت اور مرد کے تعلقات پر بحث ذیلی عنوانات، کتب سابقہ میں تحریف، کلام اللہ کے منفرد نام کی کتاب صرف قرآن کریم ہے، مخالفین اسلام کے اعتراضات کا رد (دس اعتراضوں کے جواب)، پہلی کتب کی پیشگوئیاں پوری کرنے والی کتاب، الفرقان قرآن کریم ہی ہے، قرآن کریم کی پہلی اصولی اصلاح ہستی باری تعالیٰ کے متعلق (آٹھ صفات کے متعلق اصلاح)، آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق سابقہ انبیاً کی پیشگوئیاں، قانون شریعت اور قانون طبعی کی باہم مطابقت کا حیرت انگیز سلسلہ، قرآن کریم کے سوا اور کسی کتاب کو افضل الکتب ہونے کا دعوٰی نہیں، قرآنی علوم سے فائدہ

اٹھانے کے اُصول، قرآن کریم اپنے استعاروں کو آپ حل کرتا ہے، شریعت کا بوجھ انسان کے سوا کسی اور پر نہیں ڈالا گیا، بعض استعارات کی قرآنی تشریح۔

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 150–151)

17 جنوری 1930ء سے اہل ملک تک پیغام احمدیت پہنچانے کے لیے اپنے قلم سے ”ندائے ایمان“ کے نام سے اشتہارات کا ایک نہایت مفید سلسلہ شروع فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 178)

اپریل 1930ء سے ”رسالہ جامعہ احمدیہ“ کے نام سے جامعہ احمدیہ کی طرف سے حضرت مولانا میر محمد اسحاق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کی زیر نگرانی ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 182)

1930ء میں ہی تعلیم الاسلام کی طرف سے ایک سہ ماہی اردو انگریزی میگزین جاری ہوا جس کے مدیر اعلیٰ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی اے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 183)

6 جون 1935ء میں امام مسجد لندن مولانا عبد الرحیم صاحب درد نے ”دی مسلم ٹائمز“ کے نام سے ایک انگریزی اخبار جاری کیا۔ جون 1935ء میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے یورپ کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کیلئے ”الاسلام“ کے نام سے ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ لندن سے جاری فرمایا۔ مولانا ابو العطا صاحب جالندھری نے جنوری 1935ء میں حیفا (فلسطین) سے ماہنامہ ”البشریٰ“ جاری فرمایا۔ یکم مئی 1935ء کو حیدر آباد سندھ سے ڈاکٹر عبد العزیز صاحب اخوند نے سندھی زبان میں ”البشریٰ“ کے نام سے اخبار جاری کیا۔ کینیا کے شہر نیروبی سے 23 جولائی 1936ء میں مخالفین احمدیت کے گندے لٹریچر کے جوابات دینے کے لیے ”الہدیٰ“ کے نام سے اخبار ہفتہ وار جاری کیا گیا۔

31 جنوری 1938ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خاص اجازت سے نوجوانوں کی مجلس کی بنیاد رکھی گئی۔
4 فروری 1938ء کو حضور نے اس تنظیم کا نام "مجلس خدام الاحمدیہ" رکھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 447)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 26 جولائی 1940ء کو 8 سے 15 سال کے عمر تک کے بچوں کو اطفال الاحمدیہ کے نام سے ایک تنظیم میں شامل کرنے کا فرمایا۔ اسی تقریر میں حضور نے چالیس سے اوپر حضرات کے افراد کے لیے انصار اللہ کی تنظیم کا اعلان فرمایا اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو اس نئی تنظیم کا پہلا صدر مقرر کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 70-71)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر جنوری 1942ء کے آغاز میں قادیان سے ماہنامہ "فرقان" جاری کیا گیا۔ اس کو جاری کرنے والے مجلس رفقائے احمد تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 291)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر قادیان میں کالج کے لیے کوششیں کی گئیں۔ چنانچہ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے 2 جون 1944ء کو یونیورسٹی کی طرف سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی کہ حکومت نے کالج کے اجرا کی منظوری دے دی ہے۔ چنانچہ یکم مئی 1944ء کو تعلیم الاسلام کالج کی انتظامی اعتبار سے ابتدا ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 20)

جنوری 1945ء سے مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے "الطارق" کے نام سے ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ جاری کیا گیا جس میں مرکزیہ کی طرف سے ضروری ہدایات و اطلاعات شائع ہوتی تھیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 473)

سوئٹزرلینڈ میں اکتوبر 1949 کو ڈچ زبان میں "الاسلام" کے نام سے ایک ماہواری رسالہ جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 87)

حضرت مصلح موعودؓ نے دعویٰ مصلح موعودؓ کے بعد مجلس علم و عرفان کا آغاز فرمایا چنانچہ اس دینی حقائق اور قرآنی معارف پر مبنی مجلس کا آغاز مارچ 1947ء کو ہوا جو کہ اگست 1947ء تک جاری رہی۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 621)

17 مئی 1947ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے مجلس تحریک جدید کا قیام عمل میں آیا جس کا کام تحریک جدید سے متعلق امور پر باہمی مشورہ سے فیصلے کرنا اور ان کو حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوانا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 112)

حکومت ہندوستان کے اخبار الفضل پر پابندی عائد کرنے پر حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر ایک نیا اخبار لاہور سے جاری کیا گیا۔ چنانچہ اس کا پہلا شمارہ 21 نومبر 1949ء کو جاری ہوا اور اس کا نام "رحمت" رکھا گیا جو کہ مئی 1951ء تک کامیابی سے باقاعدگی کے ساتھ نکلتا رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 5)

تقسیم ملک سے پہلے قادیان میں جامعہ احمدیہ ہی ایک ادارہ تھا جہاں سے مبلغین فارغ التحصیل ہو کر مختلف مشنوں میں متعین ہوتے تھے۔ پاکستان بننے پر 10 دسمبر 1949ء کو جامعہ احمدیہ کے علاوہ جامعۃ المبشرین ربوہ کا قیام عمل لایا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 113)

قادیان کے اہل علم و قلم درویشوں نے 12 جنوری 1948ء کو "بزم درویشاں" کے نام سے ایک علمی مجلس قائم کی جس کا مقصد اسلامی طریق پر فن تقریر سکھانا اور دینی اور علمی قابلیت میں اضافہ کرنا تھا۔ بعد ازاں مجلس نے اپنے اجلاس 4 جنوری 1951ء میں قادیان سے ایک ماہنامہ رسالہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس رسالہ کا نام "درویش" تجویز فرمایا جس کا پہلا شمارہ ستمبر 1951ء میں شائع ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 38)

اخبار بدر جو کہ 1913ء سے بند ہو گیا تھا دسمبر 1951ء کو دوبارہ قادیان سے جاری کر دیا گیا۔ وسط 1951ء میں مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری نے رسالہ "الفرقان" جاری کیا۔ اگست 1951ء میں احرار کی جماعت دشمنی اور مغالطہ انگیزیوں کے ازالہ کے لیے ایک رسالہ نکالا گیا۔ جس کا نام "التبلیغ" تھا اور یہ ملک کے تمام بڑے طبقات کو ڈاک کے ذریعہ بھیجا جاتا۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ 1950ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ مجلس کی طرف سے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ اکتوبر 1952ء میں رسالہ "خالد" جاری ہوا۔ اس رسالہ کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تجویز فرمایا تھا۔ جماعت احمدیہ بورنیو کی طرف سے مقامی احمدی جماعتوں کو منظم کرنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے اور غیر مسلموں تک پیغام پہنچانے کے لے دسمبر 1954ء کو peace کے نام سے رسالہ کا اجرائہوا۔ شروع 1954ء میں جرمن ترجمہ قرآن کریم احمدیہ مشن سوئٹزرلینڈ نے چھپوایا۔

سامعین! مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے 1949ء سے ایک ہفت روزہ "المصلح" کے نام سے جاری کر رکھا تھا جو کہ بعد میں 30 مارچ 1953ء سے روز شائع ہونے لگا۔ یہ عملاً الفضل کا ہی دوسرا ایڈیشن تھا اور اس کی اشاعت وادارت کے جملہ انتظامات بھی الفضل کا مستعد اور فرض شناس سٹاف ہی انجام دیتا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 193)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے مئی 1953ء کو حضورؓ کی ذاتی لائیبریری اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی مرکزی لائبریری یکجا کر دی گئی۔ اس کے انچارج مکرم مولوی محمد صدیق صاحب واقف زندگی مقرر کئے گئے۔ اس لائبریری کے لئے قصر خلافت کے ساتھ پختہ عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 411)

مئی 1955ء میں جماعت احمدیت سیر الیون کی طرف سے مولوی صدیق صاحب امرتسری کی ادارت میں ماہنامہ "دی افریقن کریسنٹ" جاری کیا گیا۔ 26 مئی 1955ء کو قادیان سے ایک دوماہی رسالہ "اصحاب احمد" کے نام جاری کیا گیا جو جولائی 1956ء تک شائع ہو تا رہا۔ مولانا ابو العطاء صاحب نے حیفا (فلسطین) کی طرح ربوہ سے بھی اکتوبر 1957ء سے ربوہ میں بھی البشریٰ نام سے ایک عربی رسالہ کا آغاز فرمادیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جون 1956ء میں مری کے پہاڑوں پر ترجمہ قرآن املاء کرانا شروع کیا جو خدا کے فضل سے 25اگست 1956ء کی عصر تک نخلہ میں مکمل ہو گیا۔ 1957ء میں تفسیر صغیر کی اشاعت ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد19 صفحہ 522)

جنوری 1959ء سے سکنڈے نیویا مشن کی طرف سے الحاج سیف الاسلام محمود کی ادارت میں ''ایکٹو اسلام'' ایک ماہنامہ جاری کیا گیا جو سویڈش، نارویجین اور ڈینش تین زبانوں میں چھپنا شروع ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد18 صفحہ 486)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر قادیان میں تبلیغی کلاسیں جاری کی گئیں جن میں قرآن کریم کے علاوہ مشکوٰۃ، قدوری کے درس بھی جاری فرمائے۔ جس سے مبلغین اسلام کی تعداد صدر انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام کام کرنے والے چار مبلغین سے بڑھ کر پندرہ تک جا پہنچی۔

(سوانح فضل عمر جلد2 صفحہ 41)

سامعین! اگست 1965ء سے مولوی نور محمد صاحب کی ادارت میں ماہنامہ ''تحریک جدید'' جاری۔ ہوا۔

الغرض آپ کے دَورِ خلافت میں تشحیذ الاذہان اور الفضل جو مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے جاری کئے تھے کے علاوہ تبلیغ و تعلیم و تربیت کے لئے درج ذیل اخبار رسائل اور میگزینز جاری کئے۔ فاروق مرکز کا پہلا اخبار، مصباح ،سن رائز امریکہ، رسالہ جامعہ احمدیہ، میگزین تعلیم الِاسلام، دی مسلم ٹائمز لندن، الِاسلام لندن، البشری حیفہ ، البشری ربوہ، البشری سندھ، الہدی کینیا، فرقان قادیان، درویش قادیان، الِاسلام سویٹزرلینڈ، رحمت لاہور، الفرقان ، التبلیغ، خالد، المصلح ، پیس بورنیو، دی افریقن کریسنٹ، اَصحاب احمد قادیان، تحریک جدید اور ایکٹو اسلام سکنڈے نیویا شامل ہیں۔ اِس کے علاوہ آپؓ کے علمی کارناموں میں مشہور لائبریریوں میں صادق لائبریری، امۃ الحی لائبریری اور مرکزی لائبریری جو پاکستان میں خلافت لائبریری کہلائی شامل ہیں۔ آپؓ کا ذیلی تنظیموں کے قیام کا مقصد بھی احباب، خواتین اور بچوں و بچیوں کی تعلیم وتربیت ہی تھی یہ بھی علمی کارنامے ہی تھے جو بڑی ہی کامیابی کے ساتھ ساری دنیا میں تعلیم و تربیت اور اصلاح کا کام کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن کے پھل تا قیامت جاری و ساری

رکھے اور دعا ہے کہ ہمیں حضرت مصلح موعودؓ کی اس عظیم الشان علمی خزانے کو جو آپؓ ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں اس سے مستفید ہونے کی بھی توفیق ملے۔ آمین ثم آمین

تمہارے ہی سر پر خدا کا ہاتھ ہے
خدا کی ہے نصرت تمہارے ہی ساتھ

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم مبارک احمد تنویر آف بورکینا فاسو کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)



﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔244﴾

حضرت مصلح موعودؓ کے دَورِ خلافت میں بیرونی مشنوں کا قیام

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(آل عمران:105)

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

مٹا کر اپنی ہستی راہِ حق میں
جہاں کو اُس نے بخشی زندگانی
یہی مدِ نظر تھا ایک مقصد
برائے دینِ احمد جانفشانی
رہی نصرت خدا کی شاملِ حال
گزاری زندگی با کامرانی

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مصلح موعودؓ کے دَورِ خلافت میں بیرونی مشنوں کا قیام**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پسرِ موعود کے متعلق جو خبر دی گئی اُس کی باون علامات میں سے یہ بھی علامات تھیں۔ ”اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلامُ اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے.... اور (وہ) دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔“

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

الفاظ زندگی کے خواہاں، قبروں میں دبے میں روحانی معنوں میں اسلام احمدیت کی طرف آنے کا ذکر ہے اور دینِ اسلام کا شرف، کلامُ اللہ کا مرتبہ، حق برکتوں کے ساتھ آنے، باطل نحوستوں کے ساتھ بھاگنے اور زمین کے کناروں تک شہرت پانے میں اِس طرف اشارہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ اسلام اور احمدیت نام دوبالا ہو گا اور دینِ اسلام کا شرف اور کلامُ اللہ کا مرتبہ تبلیغ اور دعوتِ اِلَی اللہ کے ذریعہ ظاہر ہو گا۔ آپؓ نے دنیا بھر میں مشن ہاؤسز قائم کئے اور مبلغین دنیا بھر میں بھجوانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اِس کا تذکرہ اختصار سے یہاں باعثِ تجدیدِ ایمان ہو گا۔

چوہدری فتح محمد سیال صاحب پہلے احمدی مبلغ تھے جو کہ بیرون ملک تبلیغ کے لیے بھیجے گئے چنانچہ 28 جون 1913ء کو آپ روانہ ہوئے.... آپ نے براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپریل 1914ء کو مشن کا قیام کیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 314)(سلسلہ احمدیہ جلد 4 صفحہ 147)

ماریشس مشن

حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کے دورہ خلافت کا پہلا مشن ماریشس میں قائم ہوا۔ چنانچہ حضرت صوفی غلام محمد صاحب 15 جون 1915ء کو ماریشس کی زمین پر پہنچے۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 106)

سیلون مشن (موجودہ سری لنکا)

سری لنکا میں احمدیت کا پیغام حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن باقاعدہ طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے 1917ء میں مولوی محمد ابراہیم صاحب کو مبلغ بنا کر بھیجا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 40)

کینیا مشن

ڈاکٹر فضل الدین صاحب جو کہ صحابی حضرت مسیح موعودؑ تھے یہاں پہنچے اور انہیں سے احمدیت کا بیج بویا گیا۔ لیکن باقاعدہ طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے شیخ مبارک احمد صاحب کو مشرقی افریقہ بھجوایا تاکہ اس خطے میں باقاعدہ مشن قائم کیا جائے۔ چنانچہ شیخ صاحب 23 نومبر 1935ء کو ممباسہ پہنچے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 7)

نائیجیریا مشن

نائیجیریا میں جماعت کا پیغام ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ پہنچا۔ چنانچہ 1916ء میں 21 کی تعداد میں نوجوان حضرات نے بیعت کے خطوط لکھے اور جماعت احمدیہ نائیجیریا کی بنیاد پڑی۔ پھر 1921ء میں حضرت مولانا عبدلرحیم نیر صاحبؓ بطور مبلغ یہاں آئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 27)

سیرالیون مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر مولانا عبدالرحیم صاحب نیر 19 فروری 1921ء کو لندن سے سیرالیون پہنچے اور 21 فروری کو سیرالیون سے گولڈ کوسٹ تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 385)

گھانا مشن

گھانا میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1921ء کو ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب گھانا کے پہلے مبلغ تھے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 31)

امریکہ مشن

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدیت پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب برطانیہ لورپول سے 26 جنوری 1920ء کو امریکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ چنانچہ 15 فروری کو آپ فیلاڈیلفیا پہنچ گئے۔ کچھ مہینہ فیلاڈیلفیا رہ کر آپ نے نیویارک میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے 7 اگست 1920ء کے خط میں لکھا تھا کہ ان کا ارادہ شکاگو جانے کا ہے چنانچہ اگلے ہی مرکز بھیجے گئے خط میں بیان کیا کہ وہ شکاگو پہنچ گئے ہیں۔

ایران کی طرف تبلیغی وفد

1924ء میں شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی اسی دن ایران کے لیے روانہ ہوئے جس دن حضرت مصلح موعودؓ ولایت کے لئے روانہ ہوئے۔ شاہزادہ صاحب نے نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ آنریری کام کر کے وہیں 1928ء میں وفات پائی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 374)

بخارا کے تبلیغی وفد

جولائی 1924ء میں ہی مولوی ظہور حسین صاحب اور مولوی محمد امین خان صاحب بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 374)

انڈونیشیا مشن

جماعت احمدیہ کا انڈونیشیا میں نفوذ 1925ء میں ہوا۔ 1925ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے مولوی رحمت علی صاحب کو سماٹرا بھیج کر مشن شروع کیا۔ سماٹرا کے علاوہ جاوا میں بھی 1931ء سے ایک علیحدہ مشن قائم کیا گیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 377)

دمشق و فلسطین و مصر میں مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ولایت سے واپس آکر 1925ء کے شروع میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس کو ملک شام کی طرف روانہ کیا جنہوں نے دمشق میں اپنا مرکز قائم کر کے کام شروع کر دیا۔ شاہ صاحب دو سال قیام کے بعد حضور کے حکم سے 1926ء میں واپس آگئے۔ لیکن مولوی جلال الدین صاحب مارچ 1928ء میں دمشق سے نکل فلسطین آگئے اور حیفا میں اپنا مرکز قائم کر لیا۔ فلسطین پہنچ کر مولوی صاحب نے حضور کے حکم سے مصر میں تبلیغی دورے شروع کر دیے۔ مصر میں اس سے قبل شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کے ذریعہ احمدیت کا بیج بویا جاچکا تھا۔ شیخ صاحب

1922ء میں ابتداءً طلب علم کے لئے مصر گئے تھے مگر اس کے بعد وہاں تبلیغ میں مصروف ہو گئے اور کئی سال قیام کر کے اچھا کام کیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 376)

تنزانیہ مشن

تنزانیہ میں پہلا مشن 1934ء میں قائم ہوا۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 408)

پولینڈ مشن

حضرت مصلح موعودؓ نے احمد خان ایاز صاحب کو پولینڈ بھیجا چنانچہ یہ 22 اپریل 1937ء کو پولینڈ کے دارالحکومت وارسا پہنچے اور شہر سے 7 میل پر ایک نئی بستی Boernerowo میں کمرہ حاصل کر کے کام کا آغاز کیا۔ جلد ہی عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے 13 جنوری 1937ء کو حکومت پولینڈ نے انہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا، جس کی وجہ سے یہ مشن بند کرنا پڑا۔ بعد ازاں دسمبر 1990ء میں جماعت کی حکومت نے رجسٹریشن کی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 19)

اٹلی مشن

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر جنوری 1937ء کو ملک محمد شریف صاحب سپین سے اٹلی چلے گئے اور مشن کا آغاز کیا گیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 23)

ارجنٹائن مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر مولوی رمضان علی صاحب 25 جنوری 1936ء کو ارجنٹائن کے لیے روانہ ہوئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 26)

مسقط مشن

1949ء میں ایک احمدی دوست محمد یوسف صاحب بی، ایس، سی جو ان دنوں مسقط حکومت کے فوڈ آفیسر تھے، لاہور آئے تو حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر مولوی روشن الدین صاحب فاضل واقف زندگی کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اور فرمایا کہ وہ ریاست میں ذریعہ معاش تلاش کریں اور اپنی فیملی کے خود اخراجات برداشت کرنا ہوں گے۔ چنانچہ فروری 1949ء کو مسقط پہنچے اور کام شروع کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 170)

جرمنی مشن

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر مولوی مبارک علی صاحب ستمبر 1922ء کو لندن سے روانہ ہوئے اور برلن پہنچے اور مسجد کے لیے زمین کی کوشش کی۔ 1923ء کے آخر میں مولوی مبارک علی صاحب اور غلام فرید صاحب کی کوششوں سے برلن میں جرمنی کا پہلا مشن قائم ہو گیا۔ یہ مشن مئی 1924ء کو بند ہو گیا۔ جنوری 1949ء کو چوہدری عبد الطیف صاحب بی اے واقف زندگی کے ہاتھوں جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 137)،(ahmadipedia.org)

6 مئی 1935ء کو تحریک جدید کے ماتحت بیرونی ممالک میں جانے والے مجاہدین کا پہلا قافلہ جو مندرجہ ذیل مبلغین پر مشتمل تھا، قادیان سے روانہ ہوا۔

1۔ مولوی غلام حسین صاحب ایاز (سنگاپور) 2۔ صوفی عبد الغفور صاحب (چین) 3۔ صوفی عبد القدیر صاحب نیاز (جاپان)

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 201)

جاپان مشن

صوفی عبد الغفور صاحب نیاز 4 جون 1935ء کو کیوبا (جاپان) پہنچے اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔ جنگ عظیم دوم کی وجہ سے مشن بند کرنا پڑا چنانچہ دوبارہ 1969ء میں مشن قائم ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 218)

ہانگ کانگ (چین) مشن

چین کا پہلا احمدیہ مشن صوفی عبدالغفور صاحب بھیروی نے قائم کیا جو کہ 27 مئی 1935ء کو ہانگ کانگ پہنچے۔

(ahmadiapedia.org)

یوگینڈا مشن

یوگینڈا میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1935ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994ءsouvenir pg 106)

ملائیشیا مشن

ملائیشیا میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1935ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 113)

سنگاپور مشن

سنگاپور میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1935ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994ءsouvenir pg 115)

سپین مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکم فروری 1936ء کو ملک محمد شریف گجراتی صاحب کو قادیان سے روانہ فرمایا۔ ملک صاحب 10 مارچ 1936ء کو سپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں وارد ہوئے۔ لیکن جلد ہی ملکی حالات کی وجہ سے وہاں سے جانا پڑا۔ بعد ازاں 10 جون 1946ء کو مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب اور مولوی محمد اسحاق صاحب میڈرڈ میں وارد ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 295)

اٹلی مشن

نومبر 1936ء میں سپین قیامت خیز جنگ کا میدان بن گیا تھا جس کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ملک محمد شریف صاحب کو سپین سے اٹلی چلے جانے کا ارشاد فرمایا۔ اٹلی سے پہلی رپورٹ 25 جنوری

1937ء کی لکھی ہوئی مرکز پہنچی۔ ان کی دو تین سال کی محنت سے تیس افراد احمدیت کی آغوش میں آگئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 296) (ahmadipedia.org)

البانیہ ویوگوسلاویہ مشن

البانیہ کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولوی محمد الدین صاحب کو 18 اپریل 1936ء کو قادیان سے روانہ فرمایا۔ تین ماہ تبلیغ کے بعد مقامی ملاؤں کی شرارت کے باعث مجبوراً ملک چھوڑنا پڑا اور آپ یوگوسلاویہ تشریف لے گئے اور خدمت دین میں مصروف ہوگئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 22)(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 309)

حبشہ مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر اگست 1935ء کو ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ابن حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ حبشہ تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 261)

برما مشن

مارچ 1935ء کو مولانا احمد خاں صاحب نسیم تبلیغ احمدیت کے لیے برما تشریف لے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر زیر آبادی لوگوں میں تبلیغ کرنی شروع کی۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 282)

سلسلہ احمدیہ کی جلد 2 صفحہ 38 پر مولانا احمد خاں نسیم صاحب کے برما آنے کی تاریخ اپریل 1938ء لکھی ہوئی ہے۔

فرانس مشن

1946ء میں ملک عطاء الرحمٰن صاحب اور مولوی عطاء اللہ صاحب کو فرانس بھیجا گیا لیکن باقاعدہ طور پر حکومت کی اجازت سے 22 جون 1948ء کو مشن کی بنیاد پڑی۔

(ahmadipedia.org)

جنوبی افریقہ مشن

جنوبی افریقہ میں مشن کی بنیاد 1946ء میں پڑی۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg408)

لائبیریا مشن

لائبیریا مشن کی بنیاد رکھنے کی سعادت صوفی محمد اسحاق صاحب کے حصہ میں آئی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر 3 جنوری 1956ء کی صبح بذریعہ بحری جہاز منرو ویا Monrovia پہنچے۔ جبکہ لائبیریا میں جماعت کا پیغام 1917ء میں لٹریچر کے ذریعہ پہنچ چکا تھا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 540)

سکنڈے نیویا مشن

1932ء میں حضرت مصلح موعودؓ کو عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ "ناروے، سویڈن، فن لینڈ اور ہنگری" کے لوگ احمدیت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس خواب کی عملی تعبیر وسط 1956ء میں رونما ہوئی جب احمدیہ مشن کی بنیاد پڑی جو خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کا آخری یورپین مشن تھا۔ اس نئے مشن کے افتتاح کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے کمال یوسف صاحب مرکز احمدیت سے 12 اپریل 1956ء کو روانہ ہوئے۔ حضورؓ نے چوہدری عبد اللطیف صاحب بی اے انچارج جرمنی مشن کو ہدایت فرمائی کہ وہ بھی مشن کے افتتاح کے لئے ان کے ساتھ سویڈن کے شہر گوٹن برگ پہنچیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 479)

ہالینڈ مشن

1947ء میں باقاعدہ طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے حافظ قدرت اللہ صاحب کو نیدرلینڈ کے پہلے مبلغ کے طور پر بھیجا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 76)

بینن مشن

بینن مشن کی بنیاد 1957ء میں پڑی۔

فلپائن مشن

1957ء میں جماعت کا پہلا فلپائن میں مشن قائم ہوا۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 409)

ڈنمارک مشن

جماعت احمدیہ کا نفوذ ڈنمارک میں 1958ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 79)

اوسلو (ناروے) مشن

کمال یوسف صاحب کچھ عرصہ گوٹن برگ میں مقیم رہنے کے بعد سٹاک ہالم میں منتقل ہو گئے جہاں ڈیڑھ سال تک اشاعت اسلام میں مصروف رہے بعد ازاں 28 اگست 1958ء کو آپ نے اوسلو میں اپنا مشن قائم کر لیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 483)

ٹوگو مشن

دسمبر 1960ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے مرزا لطف الرحمن صاحب کو ٹوگو بھیجا۔ لیکن جون 1961ء کو ان کو حکومت کی طرف سے کہا گیا کہ یہاں سے نکل جائیں۔ بعد ازاں 29 دسمبر 1961ء کو قاضی مبارک احمد صاحب ٹوگو پہنچے اور جماعت کا قیام کیا۔

(ahmadipedia.org) (سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 578)

گیمبیا مشن

1961ء میں جماعت احمدیہ گیمبیا کے مشن کی بنیاد پڑی۔ جبکہ 1921ء سے ہی یہاں جماعت کا پیغام پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ یہاں مشن کی کوشش کی جاتی رہی لیکن ویزہ کے مسائل اور وہاں کی مسلم کمیونٹی کی مخالفت کی وجہ سے اجازت نہ دی جاتی۔ اس دوران بعض لوکل مبلغین کو بھی یہاں تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ جیسا کہ جولائی 1960ء کو مکرم احمد جبرائیل سعید صاحب گھانا سے گیمبیا پہنچے۔ آخر حکومت کی اجازت ملنے

پر مولانا چوہدری محمد شریف صاحب 12 فروری 1961ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور 9 مارچ 1961ء کو گیمبیا پہنچے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 562)

آئیوری کوسٹ مشن

یہاں جماعت کا مشن 1961ء میں قیام عمل میں آیا۔ آئیوری کوسٹ کے پہلے مبلغ مکرم قریشی مقبول صاحب تھے جو کہ 22 نومبر 1960ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور 22 جولائی 1961ء کو آئیوری کوسٹ پہنچے۔ پہلے آپ نائیجیریا پہنچے اور ویزے کے حصول کی کوشش کرتے رہے۔ اس دوران سینیگال، گیمبیا اور گھانا بھی گئے چنانچہ آخرکار گیمبیا سے آپ کو آئیوری کوسٹ کا ویزہ مل گیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 574)

ٹرینیڈاڈ مشن

یہاں جماعت کا نفوذ مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب کے ہاتھ سے 1952ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 62)

سرینام مشن

یہاں جماعت کا نفوذ 1956ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 65)

سویڈن مشن

جماعت احمدیہ کا سویڈن میں نفوذ 1956ء میں ہوا۔ سید کمال یوسف صاحب اور چوہدری عبد اللطیف بی اے صاحب 14 جون 1956ء کو گوتھن برگ پہنچے اور مشن کی ابتدا کی۔ 7 اگست 1956ء کو ایک سویڈش مرد نے احمدیت قبول کی جن کا اسلامی نام سیف الاسلام محمود رکھا گیا۔

(ahmadipedia.org)

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 82)

سویٹزرلینڈ مشن

جماعت احمدیہ کا سویٹزرلینڈ میں نفوذ 1946ء میں ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر 13 اکتوبر 1946ء کو مکرم عبداللطیف صاحب، مولوی غلام احمد بشیر صاحب اور شیخ ناصر احمد صاحب زیورچ پہنچے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد2 صفحہ 116)

عدن مشن

عدن میں سب سے پہلے احمدیت کا نام احمدی ڈاکٹروں کے ذریعہ پہنچا۔1946ء میں 5 احمدی ڈاکٹر یہاں کام کر رہے تھے چنانچہ ان کے کہنے پر حضورؓ نے مولوی غلام احمد صاحب مبشر کو بطور مبلغ عدن بھجوایا۔

(سلسلہ احمدیہ حصہ 2 صفحہ 118)

اردن مشن

مولوی رشید احمد صاحب چغتائی واقف زندگی مارچ 1948ء کو حیفا سے شرق الاردن کے دارالسلطنت عمان پہنچے اور ایک نئے احمدیہ مشن کی بنیاد ڈالی۔ یہ مشن جولائی 1949ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد آپ شام اور لبنان تشریف لئے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 2)

پرتگال مشن

جماعت احمدیہ کا پرتگال میں نفوذ 1952ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 88)

گیانا مشن

گیانا میں جماعت کا پہلا مشن 1960ء میں کھولا گیا۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 409)

فجی مشن

فجی میں بھی پہلا جماعت کا مشن 1960ء میں کھولا گیا۔ یہاں جماعت کا تعارف ایک احمدی چوہدری عبدالحکیم صاحب کے ذریعہ پہنچا جو 1925ء میں کاروبار کے سلسلہ میں یہاں آئے تھے۔ بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر جماعت کے پہلے مبلغ شیخ عبدالواحد صاحب 11 اکتوبر 1960ء کو فجی پہنچے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 570)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”دنیا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مِل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اِس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اِس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔“

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 613-614)

سامعین! یہ وہ جاگ تھی جو آپؓ نے لگائی اور اب 220 کے قریب ممالک، جزائر میں اسلام احمدیت کا نہ صرف پودا لگ چکا ہے بلکہ استحکام پکڑ کر آگے بڑھنے کی طرف سفر جاری ہے۔ اللھم زد فزد

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے

مجتمع ہیں ذات میں تیری دوگونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیٔ مسعود ہے

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم مبارک احمد تنویر آف بورکینا فاسو کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)



﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔187﴾

ایک مقدس عہد

(حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمدؓ کا ایفائے عہد)

یاد آئے گا تیرا حُسن ہمیں تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قوم پر تری محبت کا عہد و پیمان یاد آئے گا

معزز سامعین! جماعتِ احمدیہ کی روشن تاریخ کے جماعتی و ذیلی تنظیموں کے عہد کے باب اور تاریخ و سوانح حضرت مصلح موعودؓ کے باب کا جب بھی ہم مطالعہ کرتے ہیں یا آئندہ کرتے رہیں گے تو ہمیں وہ تاریخ ساز عہد یاد آتا رہے گا جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے اپنے والدِ محترم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپ کی میّت کے سرہانے بڑے عزم کے ساتھ یوں کیا تھا کہ

اے خدا! مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے تو نے نازل فرمایا ہے مَیں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔

اک جوانِ منحنی اٹھا بعزمِ استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہدِ راسخ دل نشیں
شوکتِ الفاظ بھرائی ہوئی آواز میں
کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
میں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں

زندگی میری کٹے گی خدمتِ اسلام میں
وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جانِ حزیں

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت سے قبل اپنی معرکہ آرا کتاب سوانح فضل عمرؓ جلد اول کے صفحہ 177 تا 179 میں اِس عہد کی تفصیل اور سیاق و سباق یوں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدفین کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب (مرزا بشیر الدین محمود احمد) صبر و عزم کا پیکر بنے ہوئے نہایت وقار کے ساتھ اپنے خالی گھر واپس تشریف لائے۔ وہ گھر جو اپنے پیارے باپ اور مقدس امام کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔ جس میں نہ تو امامت ورثہ کے طور پر پیچھے چھوڑی گئی تھی نہ ہی دنیا کے مال و اسباب اور نعمتوں کے سامان۔ لیکن جیسا کہ آپ کی بزرگ والدہ (حضرت اماں جانؓ) نے اپنے سب بچوں کو جمع کر کے وصیت فرمائی۔ حقیقت میں یہ گھر خالی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔

”بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے۔ جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا۔“

(الفضل 19 جنوری 1962ء)

پس اس دن کے بعد کی تاریخ اسی بھاری خزانے کی تقسیم کی تاریخ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی صورت میں اس نوجوان پر خصوصیت کے ساتھ اور باقی بہن بھائیوں پر بالعموم حسب مراتب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدرِ معلوم کے مطابق نازل ہوتا رہا۔

صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور اِس سفر کا آغاز ہوتا ہے جو اپنے مرحوم آقا سے جدائی کے بعد اس کی دعاؤں کے سائے تلے آپ کو تن تنہا طے کرنا تھا۔ یہ سفر ایک مخصوص منزل کی جانب اور ایک معین قبلہ کی طرف تھا۔ جس کی تعیین خود حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے مرحوم باپ کی نعشِ مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر کی تھی۔ یہ ایک مقدس عہد تھا۔ جو آپ نے

اپنے رب سے کیا اور پھر تا زندگی پوری وفا اور عزم اور ہمت کے ساتھ اس پر قائم رہے۔ اپنی زندگی کے ان عہد آفریں لمحات کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں۔

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے آخری لمحے تھے اورآپ کے ارد گرد مرد ہی مرد تھے۔ مستورات وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔ چارپائی کے تینوں طرف مرد کھڑے تھے مَیں وہاں جگہ بنا کر آپ کے سرہانے کی طرف چلا گیا یا شاید وہاں نسبتاً کم آدمی ہوں۔

مَیں وہاں کھڑا ہوا اور مَیں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی آنکھ کھولتے اِدھر اُدھر پھیرتے اور پھر بند کر لیتے اِن کی پُتلیاں اِدھر اُدھر مڑتیں اور پھر تھک کر اپنی آنکھوں کو بند کر لیتے۔ کئی دفعہ آپؑ نے اسی طرح کیا۔ آخر آپؑ نے زور لگا کر کیونکہ آخری وقت طاقت نہیں رہتی اپنی آنکھ کو کھولا اور نگاہ کو چکر دیتے ہوئے سرہانے کی طرف دیکھا۔ نظر گھومتے گھومتے جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے آپؑ میری ہی تلاش میں تھے اور مجھے دیکھ کر آپؑ کو اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ آخری سانس لیا اور وفات پا گئے۔ اس وقت مَیں نے سمجھا کہ آپؑ کی نظر مجھ ہی کو تلاش کر رہی تھی اور مَیں نے اپنے ذہن میں سمجھا کہ مَیں جو دعائیں کر رہا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرما دی کہ مَیں آخری وقت میں آپ کی آنکھوں کو دیکھ سکوں۔

آپ کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہو گا۔ انسان، انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو! یہ کام کرنے والا وجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب...... اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور مَیں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہو گا؟ تو مجھے یاد ہے گو مَیں اُس وقت 19 سال کا تھا مگر مَیں نے اُسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ **اے خدا! مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے تو نے نازل فرمایا ہے مَیں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔** انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں سستی کی بھی، چستی کی بھی، علم کی بھی، جہالت کی بھی، اطاعت کی بھی، غفلت کی بھی۔ مگر

آج تک مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چستی کی گھڑی تھی۔ ایسی علم کی گھڑی تھی۔ ایسی عرفان کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرہ اس عہد میں شریک تھا اور اُس وقت مَیں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دنیا میری باتوں کو سنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی بلکہ شاید کیا یقیناً وہ اسے جنون اور پاگل پن سمجھتی مگر مَیں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا تھا کہ مَیں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں۔ انہیں کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے۔"

(الفضل 21 جون 1944ء)

معزز سامعین! خاندان میں بزرگ بالخصوص والدین میں سے کسی کی وفات ایک ایسا اندوہناک وقت ہوتا ہے کہ دُکھ، درد اور تکلیف کی اِس گھڑی میں والد یا والدہ کی بہت سی یادیں سر اٹھا رہی ہوتی ہیں۔ مرحوم والدین کی نیکیاں بار بار یاد آکر عہد و پیمان کے بندھن میں انسان کو باندھ رہی ہوتی ہیں۔ انسان اُس وقت فلاح و بہبود اور ترقیات کے کئی منصوبے بناتا ہے اور اپنے مرحوم والدین کے نام پر ویلفیر ٹرسٹ جاری کرتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) نے بھی مورخہ 26 مئی 1908ء کو اپنے والدِ محترم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپؑ کی میّت کے سرہانے ایک عہد اپنے اللہ تعالیٰ سے اُس وقت کیا تھا جب بعض لوگوں کے چہروں پر ناامیدی کے آثار نظر آرہے تھے اور اُن میں سے بعض برملا یہ کہہ رہے تھے کہ اب کیا ہو گا؟ جماعت کا کاروبارِ زندگی کیسے چلے گا۔ تو اُس وقت مسیح و مہدی دوراں کے اِس اولوالعزم بیٹے نے اُس عالی شان مشن کو آگے بڑھانے کا عزم باندھا جس مشن کو حضرت مسیح موعودؑ لے کر آئے تھے۔ اِس اولوالعزم بیٹے نے نہ صرف پختہ عہد باندھا بلکہ اپنی باقی ماندہ زندگی کے 57 سال اِس پختہ عزم کے ساتھ اپنے اس عہد پر قائم رہے کہ دنیا دھنگ رہ گئی۔ آپؓ کے منصوبوں اور تحریکات سے جماعت کو ایسی ترقی ملی جس نے آئندہ زمانے میں ملنے

والی فتوحات و ترقیات کے لئے کھاد کا کام کیا۔ آپؓ کے خلافت پر متمکن ہونے سے قبل کے پانچ سال اور پھر مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد کے 52 سالوں میں آپؓ کے منصوبوں کی بدولت جماعت کو جو برق رفتار ترقیات نصیب ہوئیں اُن کا وقت کی مناسبت سے خلاصہ آپ معزز سامعین کے سامنے رکھتا ہوں۔

سامعین! خلافت سے قبل اور ابا حضورؑ کی وفات کے بعد کے پانچ سالوں کی بات کریں تو آپؓ کے اندر جوانی کا خون دوڑ رہا تھا۔ آپؓ نئے نئے عزائم کے ساتھ جوانی کے اِس عالَم میں آگے بڑھ رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی بھی پوری آشیر آباد آپؓ کو حاصل تھی۔ آپؓ نے اس عرصہ میں اخبار الفضل اور رسالہ تشحیذ جاری کیا جس نے جماعت کی جڑوں میں پانی کا کام کیا اور آج تشحیذ تو نام نہاد مُلّاں کے زیرِ اثر پاکستانی حکومت کی طرف بندش کا شکار ہے۔ لیکن جتنا عرصہ یہ جاری رہا وہ اپنی خوشبو ہر سُو بکھیر تا رہا اور حضرت مصلح موعودؓ کی یاد دلاتا ہوا یہ رسالہ نونہالانِ جماعت کی تعلیم و تربیت کا فریضہ بڑی کامیابی کے ساتھ کرتا رہا۔

اِسی طرح الفضل کو لیں۔ مشکلات کا سفر طے کرتا ہوا اب یہ اخبار روزنامہ کے طور پر علمی و روحانی خوشبو بکھیر رہا ہے۔ اِس کے قارئین کی تعداد سینکڑوں سے نکل کر لاکھوں میں داخل ہو چکی ہے۔ اِس علمی نہر کو بھی پاکستان میں جبری بندش کا سامنا ہے۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر الفضل آن لائن کی صورت میں جاری کیا گیا جو لاکھوں کی تعداد میں احمدی افراد کی روحانی پیاس بجھاتا ہوا الفضل انٹر نیشنل میں ضم ہوا۔ یوں اِس کے ذریعہ اسلام احمدیت کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچ رہا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کی یادیں تازہ ہوتی ہیں اور آپؓ نے اپنے والد محترم کی میت کے سرہانے اسلام کے نشاۃ ثانیہ کا جو عہد کیا تھا۔ وہ عہد اس اخبار کے ذریعہ بڑی شان سے پورا ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

سامعین کرام! اِسی پر بس نہیں بلکہ اِس اولوالعزم نے جس مستعدی کے ساتھ اپنے اس عہد کو نبھایا اِس پر تمام جماعت گواہ ہے۔ خلافت اولی کا دور ایک نہات کٹھن دور تھا جس میں خلافت راشدہ کے طریق پر اس دور میں بھی خلافت جیسے نظام کے قیام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے انتخاب سے لے کر تمام اندرونی فِتَن کے مقابلوں تک یہ اولوالعزم اپنے عہد پر پوری طرح سے قائم رہا اور ہمیشہ اس کے استحکام کی پاسداری کی۔ حضرت خلیفہ اولؓ کا کامل مطیع اور باوفا، سلطان نصیر بنا رہا اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو

جو حقیقی معنوں میں خدا اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی پیغام ہے دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشاں رہا۔ گویا کوئی دقیقہ فروگزاشت کئے بغیر آپؓ دین کی اشاعت اور جماعت کی تعلیم و تربیت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ہر ممکن کوشش کی کہ سلسلہ کی تبلیغ کا کام کبھی نہ رکے اور اس کے لئے کسی بھی قسم کی قربانی سے کبھی دریغ نہ کیا اور پھر ساتھ ساتھ ذہنی، علمی اور روحانی صلاحیتوں میں بھی جلد جلد بڑھتے رہے، تحریر و تقریر کا ملکہ بھی ترقی پکڑ تا گیا۔ کیا اپنے، کیا بیگانے سب متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ ماہنامہ تشحیذ الاذہان کے مضامین اور خلافت اولیٰ میں تربیتی اور دینی مسائل پر تقاریر اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھیں کہ اس میں خدا کی روح ہے۔ دنیا آج بھی ان علوم کے انوار کو پڑھتی ہے تو یاد کرتی ہے۔

اے بشیر الدین، اے محمود، اے فضل عمر!
تُو ہے اسمِ بامسمّٰی اے ہمارے راہبر!

مکرم ملک حبیب الرحمن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز تحریر کرتے ہیں۔

”شجاع آباد میں کئی دفعہ مشہور احراری لیڈر قاضی احسان احمد صاحب جو اُس وقت نو عمر تھے میرے پاس آیا کرتے تھے۔ دو تین دفعہ انہوں نے کہا کہ آپ کے خلیفہ صاحب اس قدر ذہین ہیں اور ان کا دماغ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہماری سکیمیں فیل کر دیتے ہیں۔“

(سیدنا حضرت مصلح موعودؓ از ادارہ الفضل آن لائن لندن صفحہ 158)

سامعین! مَیں اب آپ کے سامنے آپؓ کی خدمات کا ایک اجمالی خاکہ رکھتا ہوں۔

جس سے با آسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؓ نے اپنے اللہ سے کئے گئے عہدِ مقدس کو کس سُرعت کے پایہ تکمیل کی طرف لے گئے۔ یہ اجمالی خاکہ یوں ہے۔

100 کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات

311 خانہ ہائے خدا کی بیرونی ممالک میں تعمیر

46 ممالک میں احمدیہ مشن ہاؤسز کا قیام

164 واقفین زندگی کو بیرون ممالک دعوت الی اللہ کے لئے بھجوانا

16 زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت

24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز کا قیام

28 دینی مدرسوں اور 17 ہسپتالوں کا قیام

225 کتب و رسائل کی تصنیف

10 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر و تشریح

وہ سخت ذہین اور فہیم اور ذکی تھا
پُر علم تھا وہ ظاہر و باطن میں تقی تھا
اے فضلِ عمر زندہ ہے ہر لمحہ ترا نام
تاریخ کے سینے پہ چمکتا ہے ترا کام

حضورؓ کا اپنا بیان اور غیروں کا اعتراف

آپؓ فرماتے ہیں:

”وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس خدمتِ دین کی توفیق دی۔“

پھر فرمایا:

”مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ بُرا بھلا کہے جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اُسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا۔“

(خلافت راشدہ صفحہ 254-256)

اب آپؓ کے بارہ میں ایک متعصب، مخالف اور سخت دشمن مولوی ظفر علی خان کا بیان سنئے۔ تاریخی الفاظ میں یوں اعتراف کرتا ہے:

"احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اُس نے جھنڈا گاڑر کھا ہے۔"

(ایک خوفناک سازش صفحہ 196)

آپؓ کے 52 سالہ دور خلافت کا ایک ایک ورق اس بات کی شہادت کے لئے حاضر ہے کہ کس طرح اپنوں نے جانچا۔ غیروں نے پرکھا اور بار بار پرکھا۔ وہ آزمایا گیا اور وہ ستایا گیا مگر وہ تو تھا ہی کوہِ وقار، عزم کی چٹان اور ہمتوں کا شہزادہ۔ احرار نے ٹکر لی، حکومت نے طاقت آزمائی کی، سیاست دانوں نے چالیں چلیں، شعراء نے سحر کاری کی مگر سوائے شرمندگی اور نامرادی کے کسی کے ہاتھ میں کچھ بھی تو نہ آیا۔ اس کا تو ایک ہی ماٹو اور ایک ہی نصب العین تھا۔

سامعین! 1934ء میں جب احرار نے فتنہ کھڑا کیا انہوں نے احمدیت کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہا۔ انہوں نے قوم کے لیڈروں اور حکومت کی آشیرباد سے دنیائے احمدیت پر ہلہ بول دیا اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کا اعلان کر دیا تو اس وقت خدائے تعالیٰ کا یہ بلند ہمت اور پُرعزم شیر دھاڑا اور فرمایا۔

"دنیا کی تمام طاقتیں جمع ہیں۔ احراری بھی ہیں، پیرزادے بھی ہیں، دیوبندی بھی ہیں.....شاعر اور فلاسفر بھی ان کے ساتھ ہیں...... گویا دنیا اپنی تمام طاقتیں احمدیت کو کچلنے پر صرف کرنے کے لئے آمادہ ہو رہی ہیں..... اپنی ساری طاقتیں جمع کر کے احمدیت کو مٹانے کے لئے تل جاؤ پھر بھی یاد رکھو کہ سب کے سب ذلیل ورسوا ہو جاؤ گے....."

(الفضل 30 مئی 1935ء)

آپؓ کو مخالفین کے لئے نرمی اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا تو آپؓ نے ایک یقینِ کامل کے ساتھ واضح کر دیا کہ جس قدر فتنہ بڑھتا ہے اسی قدر ہمیں یقین ہوتا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کی تائید میں کوئی نشان

دکھانا چاہتا ہے اور آپ کسی قسم کی مداہنت اور نرمی کر کے خدا تعالیٰ کے نشان کو دُھندلا نہیں کرنا چاہتے تھے ۔ چنانچہ ایسے نازک وقت میں جبکہ قادیان مخالفت کے خوفناک طوفانوں کی لپیٹ میں تھا آپؓ نے فرمایا۔

"خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے جس راستہ پر مجھے کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں اس کے مقابلہ میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور میں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے۔"

(الفضل 30 مئی 1935ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان بدر کے موقع پر پھینکی جانے والی کنکریوں کی مٹھی ثابت ہوا جس نے آنِ واحد میں مخالفوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ خائب و خاسر رہے بلکہ اس طوفان کی کوکھ سے تحریک جدید کا وہ شگوفہ پھوٹا جس کے خوشنما پھولوں سے آج ایک عالم معطر ہو رہا ہے۔

آپؓ کبھی بڑی سے بڑی مخالفت سے بھی نہ گھبرائے اور ہمیشہ اپنے خدا پر یقین رکھا۔ 1953ء کے طوفان بے تمیزی کے موقع پر جبکہ دشمن جماعت کو کھا جانے کے لئے تیار تھا ملک میں لاقانونیت تھی امن و امان قائم کرنے والی طاقتیں بے بس دکھائی دے رہی تھیں۔ روزنامہ الفضل کی بندش کر کے امامِ جماعت اور افرادِ جماعت کے درمیان رابطے کے اہم ذریعے کو منقطع کر دیا گیا تو اس وقت آپؓ نے جماعت کو ایک پُرعزم راہنما کے طور پر تسلی دیتے ہوئے لاہور سے جاری کردہ "فاروق" اخبار کے پہلے ہی پرچہ میں پیغام دیا۔

"الفضل کو ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو ان شاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ 40 سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ **ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر**

وہ ان شاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا سمجھ لو کہ وہ میری مدد کو دوڑا چلا آرہا ہے وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔"

(سوانح فضل عمر جلد4 صفحہ 352)

آپؓ نہ صرف خود اشاعتِ اسلام اور اِس عہد مقدس پر کاربند رہے بلکہ آپؓ نے یہ روح اپنے متبعین کے اندر پیدا کر دی۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ کو اِن جلالی الفاظ میں مخاطب ہوئے۔

"ہر خادم یہ سمجھے کہ احمدیت کا ستون مَیں ہوں۔ اگر مَیں ذرا ہلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو میں سمجھوں گا یہ احمدیت پر زد آگئی ہے۔"

(سیرت مصلح موعود از ادارہ الفضل آن لائن صفحہ 56)

پھر ایک اور موقع پر خدام کو توجہ دلائی کہ تمہارے چہرہ کے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے۔ اگر آپ کا چہرہ ذرا ہلا تو دشمنوں کے تیر اسلام کے چہرہ کو لگ کر گزند پہنچائے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا عزم اِس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ فرمایا کہ اِس وقت دنیا میں 1300 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اِن تمام زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہونا ضروری ہے۔

(سیدنا حضرت مصلح موعودؓ از ادارہ الفضل آن لائن صفحہ 116)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت کو مخالفین کی طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے احباب جماعت کو راتوں کو اُٹھنے اور اُٹھ کر نمازیں پڑھنے اور فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلائی اور مسلسل توجہ دلاتے رہے کہ خلافت محفوظ چلی جائے۔ پیغامیوں نے حضورؓ پر طعنے لگائے کہ مرزا محمود پریشان ہے اور دعاؤں کا کہتا پھر رہا ہے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ کیا دعا کرنا منع ہے۔ خلافت کی حفاظت اور استحکام کے لئے دعاؤں، نوافل اور نمازوں کی تحریک اُسی مقدس عہد کا ہی حصّہ تھا جو آپؓ نے اپنے والدِ محترم کی میت کے سرہانے کھڑے ہو کر کیا تھا۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل سرساویؓ نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ میاں محمود میں اِس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات اِن کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔

(الفضل آن لائن 19 فروری 2022ء)

سامعین! آپؓ نے اپنے اِس مقدس عہد کو نبھانے کے لئے بیسیوں تحریکات فرمائیں۔ اُن میں سے تحریک جدید اور وقف جدید کی تحریکات بھی ہیں جنہوں نے جماعت کی ترقیات اور فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا اور جماعت قادیان سے نکل کر 220 سے زائد ممالک میں اپنے جھنڈے گاڑ چکی ہے۔ جہاں کلمہ طیبہ کا جھنڈا بلند ہوا۔ جہاں قرآن کریم کی پیاری و حسین تعلیم پھیلائی جارہی ہے اور جہاں اسلامی تعلیمات کو عام کیا جارہاہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے والے کثرت سے موجود ہیں۔ پھر آپؓ کی طرف سے قائم ہونے والی ذیلی تنظیمیں جہاں آپؓ کے اِس مقدس عہد کی تکمیل میں آبیاری کا کام کررہی ہیں وہاں اِن تنظیموں کا قیام جماعت احمدیہ پر ایک احسانِ عظیم ہے جس سے وہ راہیں اُستوار ہوتی گئیں اور ہوتی جارہی ہیں جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل آسان ہورہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر بھی اب جماعت کی ترقی اور استحکام کے معترف ہیں۔ جیسے جناب شوکت تھانوی نے لکھا کہ

"احمدی حضرات کے اسلامی جوش، اِن کے اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں اِن کی دیوانہ وار سرگرمیوں کو ہم بے شک نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔"

(مابدولت (آپ بیتی) صفحہ 182۔ از الفضل 21 اکتوبر 2023ء)

آپؓ کے عزم کو دیکھ کر ہی معاند احمدیت مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے لکھا کہ

"میں سمجھتا تھا کہ یہ سلسلہ احمدیہ صرف مرزا صاحب (حضرت مسیح موعودؑ) کی زندگی تک ہی ہے لیکن اِن کے فرزند ارجمند کے اس مضمون کو پڑھ کر مَیں یقین کرتا ہوں کہ آپ یہ سلسلہ چلالیں گے۔"

(سیدنا مصلح موعود از الفضل آن لائن صفحہ 143)

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کے درجات بلند کرتا رہے اور ہم سب کو چھوٹا مصلح موعود بن کر اِس عہدِ مقدس کی مکمل تکمیل کے لئے سعی کرنے کی توفیق دیتا رہے۔

اے فضل عمر! تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ

ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ



﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔278﴾

ذیلی تنظیموں کا قیام اور حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

مکرم سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ذیلی تنظیموں کا قیام اور حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ**

اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جو وعدے تھے اُن میں سے ایک وعدہ تاقیامت ایسی روحانی تربیت سے لبریز جماعت قائم کرنا تھی جو اپنی روحانی لَو سے دوسری لَو جلاتے ہوئے نیک اور مخلصین کی جماعت کو مستحکم کرتے چلے جائیں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالی آپؑ کی وفات کے بعد خلفاء کی ایسی قیادت مہیا کرتا چلا جائے جو حضرت مسیح موعودؑ کے اُستوار کردہ خطوط پر جماعت کو استحکام بخشتے جائیں۔ اس تقویٰ، طہارت اور الٰہی نور کو نسلاً بعد نسل منتقل کرنے کے گُر کو تمام خلفاء نے ہی خوب جانا اور اللہ کے دئے ہوئے قویٰ اور اُسی کی مدد سے اِسے نبھایا۔ بالخصوص موعود فرزندِ دلبند گرامی ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اِسے خوب سمجھتے تھے۔ آپؓ نے مرکزی نظامِ جماعت کو مستحکم

بنیادوں پر قائم کرنے کے بعد جماعت میں ذیلی تنظیموں کا قیام فرما کر جماعت کے ہر فرد کو ایک مضبوط لڑی میں پرو دیا۔

آپؓ نے انسانی جسم کے نظام کا خوب سمجھا اور اِس کا بھرپور مطالعہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں ہنگامی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے بکثرت متبادل راستے تجویز کر رکھے ہیں۔ اگر ایک شریان بند ہو تو دوسری شریان نیا راستہ تلاش کر کے زندگی کو محفوظ کر لیتی ہے۔ ہم نے اکثر سنا ہے کہ ڈاکٹرز سے آپریشنز کے دوران بہت سی شریانیں اور باریک رگیں کٹ جاتی ہیں اور اُن رگوں میں بہنے والا خون متبادل رگوں کو تلاش کر کے خون کی روانی برقرار رکھتا ہے۔ اِسی مضمون کو سامنے رکھ کر آپؓ نے لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ، مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس اطفال الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کا قیام فرمایا اور نظامِ جماعت کے ساتھ ان کا رابطہ قائم کرتے ہوئے فرمایا:

”اگر ایک طرف نظارتیں جو نظام کی قائم مقام ہیں عوام کو بیدار کرتی رہیں اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جو عوام کے قائم مقام ہیں نظام کو بیدار کرتے رہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کسی وقت جماعت کُلی طور پر گر جائے اور اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھنے سے رک جائے۔ جب بھی ایک غافل ہو گا دوسرا اسے جگانے کے لئے تیار ہو گا..... یاد رکھو! اگر اصلاحِ جماعت کا سارا دارومدار نظارتوں پر ہی رہا تو جماعت احمدیہ کی زندگی کبھی لمبی نہیں ہو سکتی۔ یہ خدائی قانون ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا کہ ایک حصہ سوئے گا اور ایک حصہ جاگے گا۔ ایک حصہ غافل ہو گا اور ایک حصہ ہوشیار ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو گول بنا کر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے قانون میں یہ بات داخل ہے کہ دنیا کا ایک حصہ سوئے اور ایک حصہ جاگے.... یہی نظام اور عوام کے کام کا تسلسل دنیا میں دکھائی دیتا ہے۔“

(الفضل 17 نومبر 1943ء)

سامعین! ان سب تنظیموں نے جو اثرات مرتب کئے ان کا ذکر کرتے ہوئے مجلس احرار کا ترجمان زمزم لکھتا ہے:

”ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود و محصور اور مضبوط اور منظم ہیں۔

ایک حلقہ احمدیت ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا زن و مرد، بچہ بوڑھا، ہر احمدی مرکز "نبوت" پر مرکوز و مجتمع ہے۔ مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم و احساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں۔ اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماء اللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر اس کا جداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔ چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اور حلقہ ہے۔ انصار اللہ جس میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اٹھنے اور منظم ہونے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدان جہاد میں لا کھڑا کیا..... میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدان کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیار شرافت ہے۔"

(زمزم لاہور 23 جنوری 1945ء بحوالہ الفضل 18 اپریل 1945ء)

حضورؓ نے ایک موقع پر خدام، اطفال، انصار اور لجنہ کو نظام جماعت کی چار دیواری سے تشبیہہ دے کر اِن تنظیموں میں تمام احباب و خواتین کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھروں کی دیواروں کی حفاظت کرتے ہیں، سفیدی، رنگ و روغن کرتے اور اُن کی مرمتیں کرواتے رہتے ہیں تا اِن پر قائم چھت مضبوط رہے اِسی طرح اپنے اعمال، نیکیوں اور تقوٰی سے جماعت کی اِن ذیلی تنظیموں کی صورت میں دیواروں کو مضبوط کرنا اور رکھنا ہمارا فرض ہے۔

سامعین! اب مَیں ذیلی تنظیموں کے قیام کو اُسی ترتیب سے آپ سامعین کے سامنے رکھتا ہوں جس ترتیب سے اِن کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلے لجنہ اماءِ اللہ کو لیتے ہیں۔

لجنہ اماءاللہ کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی زوجہ مکرمہ امۃ الحیٔ صاحبہ کی تحریک پر 25 دسمبر 1922ء کو لجنہ اماءِ اللہ کی بنیاد رکھی۔ جب اس تنظیم کا قیام عمل میں آیا تو لجنہ کی ممبرات نے اُمّ المؤمنین حضرت نصرت جہاں

بیگمؓ کی خدمت میں اس کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپؓ نے پہلے ہی اجلاس میں حضرت ام ناصرؓ کو اپنی جگہ بٹھا کر صدارت کے لئے آپ کو نامزد فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 15 دسمبر 1922ء کو اپنے قلم سے قادیان کی مستورات کے نام ایک 17 نکاتی مضمون میں عورتوں کو دینی تعلیم و تربیت کے لئے ایک مجلس کے قیام کی ترغیب دی اور فرمایا کہ جو عورتیں اس سے متفق ہوں وہ مجھے اطلاع دیں۔ اس ابتدائی تحریک پر قادیان کی تیرہ خواتین نے دستخط کئے۔ حضورؓ کے فرمان پر 25 دسمبر 1922ء کو دستخط کرنے والی تمام خواتین حضرت اماں جانؓ کے گھر میں جمع ہوئیں۔ حضور نے نماز ظہر کے بعد ایک مختصر تقریر فرمائی اور لجنہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس اجلاس اوّل کے بعد لجنہ اماء اللہ کے مفصل قواعد رسالہ تادیب النساء میں شائع کر دئے گئے اور اس طرح باقاعدہ سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات کی اصلاح و تنظیم کے لئے فروری اور مارچ 1923ء کے تین اجلاسوں میں نہایت جامعیت کے ساتھ دینی اور دنیاوی علوم کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حضورؓ نے خدمتِ دین کا عملی جوش پیدا کرنے کے لئے تعمیر مسجد برلن کی ذمہ داری بھی احمدی مستورات پر ڈالی اور اس کے لئے چندہ کی فراہمی کا کام "لجنہ اماء اللہ" کے سپرد فرمایا اور دو سال بعد خواتین میں دینی تعلیم عام کرنے کے لئے 17 مارچ 1925ء کو مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا۔ جس میں حضورؓ اور دیگر علمائے کرام تعلیم دیتے رہے اِس کے نتیجہ میں خواتین کے مرکزی اداروں اور درسگاہوں کے لئے معلمات اور کارکنات میسّر آتی رہیں۔ 15 دسمبر 1926ء کو لجنہ کا ماہوار رسالہ "مصباح" جاری ہوا جس سے احمدی خواتین کی تربیت و تنظیم کو بہت تقویت پہنچی۔

سامعین! ممبرات میں علمی ذوق بڑھانے کی بات ہو رہی ہے اِس ضمن میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ 16 ستمبر 1927ء کو حضرت امۃ الحیٔ صاحبہ کی یاد میں "امۃ الحیٔ لائبریری" کا قیام عمل میں آیا اور اس کی نگرانی حضرت سیدہ اُمّ طاہر کو تفویض ہوئی۔ پارٹیشن کے بعد اس لائبریری کا احیاء جنوری 1960ء کو ربوہ میں ہوا۔

1930ء میں لجنہ کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا حق ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکم اپریل 1938ء کو حکم دیا کہ جہاں جہاں لجنہ ابھی قائم نہیں ہوئی وہاں کی عورتیں اپنے ہاں لجنہ اماء اللہ قائم کریں اور وہ بھی

اپنے آپ کو تحریک جدید کا حصہ سمجھیں۔ ماہ اپریل 1944ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو الہام ہوا۔
"اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔"

سامعین! لجنہ اماء اللہ کی تنظیم اپنی نوعیت اور ہیئت کے اعتبار سے ایک مثالی تنظیم بنتی گئی۔ مولوی عبدالمجید صاحب قرشی ایڈیٹر اخبار تنظیم امرتسر نے اِس بارہ میں لکھا:

"لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر وہ تحریک جو مردوں کی طرف اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام احمدیہ خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگذاریاں اخبارات میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُر جوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 310)

ناصرات الاحمدیہ کا قیام

سامعین! حاضرین کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لئے ناصرات الاحمدیہ کے قیام کا ذکر کر دوں۔ فروری 1939ء میں احمدی بچیوں کے لئے "ناصرات الاحمدیہ" کے نام سے ایک انجمن کا قیام عمل میں آیا جس کی صدر محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ، سیکرٹری صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور اسسٹنٹ سیکرٹری طاہرہ بیگم صاحبہ مقرر ہوئیں۔

(الفضل 5 جولائی 1939ء)

ناصرات الاحمدیہ کی محرک مکرمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کا بیان ہے کہ:

"جب میں دینیات کلاس میں پڑھتی تھی۔ میرے ذہن میں یہ تجویز آئی کہ جس طرح خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے لجنہ اماء اللہ قائم ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی کوئی مجلس ہونی چاہئے۔ چنانچہ محترم

ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیگم صاحبہ اور مکرم و محترم حافظ بشیر الدین صاحب کی بیگم صاحبہ اور اسی طرح اپنی کلاس کی بعض اور بہنوں سے اس خواہش کا اظہار کیا اور ہم سب نے مل کر لڑکیوں کی ایک انجمن بنائی جس کا نام حضرت اقدس کی منظوری سے ناصرات الاحمدیہ رکھا گیا۔ شروع میں تو اس کے اجلاس بھی ہمارے سکول میں ہوتے رہے اور سکول کی طالبات ہی اس کی ممبر رہیں۔ لیکن میری شادی کے بعد جب میں سندھ چلی گئی تو اس مجلس کا انتظام لجنہ اماء اللہ نے سنبھال لیا اور اس کے زیر انتظام اس مجلس کے امور سرانجام پاتے رہے۔“

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احمدی عورتوں کی عمومی تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے حضور کی دیگر تحریکات کا ذکر کر دیا جائے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک ہاتھوں مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام 1938ء کے آغاز میں ہوا۔ تا ہر زمانے میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تربیت اس طور پر ہوتی رہے کہ وہ احمدیت کا جھنڈا وہ بلند رکھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی براہ راست قیادت، غیر معمولی توجہ اور حیرت انگیز قوت قدسی کی بدولت مجلس خدام الاحمدیہ میں تربیت پانے کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو ایسے مخلص اور ایثار پیشہ اور دردمند دل رکھنے والے اور انتظامی قابلیتیں اور صلاحیتیں رکھنے والے مدبّر دماغ میسر آتے گئے جنہوں نے آگے چل کر سلسلہ احمدیہ کی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آئندہ زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ ہر نسل میں ایسے لوگ پیدا کرتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں۔ یہاں تک یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور

بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔"

(الفضل 17 فروری 1939ء)

سامعین! 31 جنوری 1938ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خصوصی اجازت اور شیخ محبوب عالم صاحب ایم اے کی دعوت پر قادیان کے دس نوجوان ان کے مکان (متصل بورڈنگ مدرسہ احمدیہ) پر جمع ہوئے۔
ان دس احباب نے صدارت کے لئے مولوی قمر الدین صاحب کا اور سیکرٹری کے لئے شیخ محبوب عالم صاحب خالد کا انتخاب کیا۔ ان نوجوانوں نے خدا تعالیٰ کے فضل و نصرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے تائید خلافت میں کوشاں رہنے اور اس کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے خلاف سینہ سپر ہونے کا عزم کیا۔
حضورؓ نے 4 فروری 1938ء کو اس تنظیم کو "مجلس خدام الاحمدیہ" کے نام سے موسوم فرمایا اور فروری اور مارچ میں قادیان کے مختلف حلقوں میں اس کی شاخیں قائم کر دی گئیں۔ اس دوران میں مجلس کا کام یہ تھا کہ اس کے ارکان قرآن و حدیث، تاریخ، فقہ اور احمدیت کے متعلق کتب دینیہ کا مطالعہ کرتے اور مخالف احمدیت فتنوں کے جواب میں تحقیق و تدقیق کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اِن اراکین کی ابتدائی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:
"اگر دوست چاہتے ہیں کہ وہ تحریک جدید کو کامیاب بنائیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح ہر جگہ لجنات اماء اللہ قائم ہیں اسی طرح ہر جگہ نوجوانوں کی انجمنیں قائم کریں۔ قادیان میں بعض نوجوانوں کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے اجازت حاصل کرتے ہوئے ایک مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے قائم کر دی ہے ..... میں نے خاص طور پر انہیں یہ ہدایت دی ہے کہ جن لوگوں کی شخصیتیں نمایاں ہو چکی ہیں ان کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے تا انہیں خود کام کرنے کا موقع ملے ہاں دوسرے درجہ یا تیسرے درجہ کے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے تا انہیں خود کام کرنے کی مشق ہو اور قومی کاموں کو سمجھ سکیں اور انہیں سنبھال سکیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ اس وقت تک انہوں نے جو کام کیا ہے اچھا کیا ہے اور محنت سے کیا ہے..... شروع میں وہ بہت گھبرائے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر سے کتابیں لیں اور

پڑھیں اور لوگوں سے دریافت کیا کہ فلاں بات کا کیا جواب دیں۔ مضمون لکھے اور بار بار کاٹے مگر جب مضمون تیار ہو گئے اور انہوں نے شائع کئے تو وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔"

(الفضل10 اپریل1938ء)

سامعین! اپریل1938ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ قبل ازیں مجلس خدام الاحمدیہ کا کام صرف علمی حد تک تھا۔ مگر اب اس کا پروگرام مندرجہ ذیل تجویز ہوا:

1۔ اپنے ہاتھ سے روزانہ اجتماعی صورت میں آدھا گھنٹہ کام کرنا

2۔ درس و تدریس۔

3۔ تلقین پابندی نماز۔

4۔ بیوگان، معذوروں اور مریضوں کی خبر گیری۔

5۔ تکفین و تدفین اور تقاریب میں امداد وغیرہ

اس بنیادی پروگرام کے ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کے نوجوانوں کو آوارہ گردی کو روکنے اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ فرمایا۔

ان ابتدائی مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر خدام الاحمدیہ کا مستقل لائحہ عمل حسب ذیل قرار پایا اور اسی کے مطابق مجلس کا کام بھی مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا۔

1۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم

2۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں میں قومی روح اور ایثار پیدا کرنا

3۔ دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت

4۔ نوجوانوں میں ہاتھ سے کام کرنے اور صاف ماحول میں رہنے کی عادت پیدا کرنا۔

5۔ نوجوانوں میں مستقل مزاجی پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

6۔ نوجوانوں کی ذہانت کو تیز کرنا۔

7۔ نوجوانوں کو قومی بوجھ اٹھانے کے قابل بنانے کے لئے ان کی ورزش جسمانی کا اہتمام

8۔ نوجوانوں کو دینی اخلاق میں رنگین کرنا (مثلاً سچ، دیانت اور پابندی نماز وغیرہ)

9۔ قوم کے بچوں کو اس رنگ میں تربیت اور نگرانی کہ ان کی آئندہ زندگیاں قوم کے لئے مفید ثابت ہو سکیں۔

10۔ نوجوانوں کو سلسلہ کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے کی ترغیب و تحریص

11۔ نوجوانوں میں خدمت خلق کا جذبہ

12۔ نوجوانان سلسلہ کی بہتری کے لئے حتی الوسع ہر مفید بات کو جامۂ عمل پہنانا

سامعین! یہ تنظیم جماعت احمدیہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے جس کا ماٹو "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" اور "تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" ہے۔

اس تنظیم کی تربیت خلفاء سلسلہ کے مقدس ہاتھوں سے ہوتی رہی اور خود حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت سے قبل اِن تنظیموں کے صدر رہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی کلیدی عہدوں پر خدمات سرانجام دیں ہیں۔

26 جولائی 1940ء کو حضورؓ نے مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کا اعلان فرمایا۔ یہ تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر نگرانی بہترین تربیتی و تعلیمی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

مجلس انصار اللہ کا قیام

سامعین! دو تنظیموں کے قیام کی وجہ سے جماعت میں خدمت دین کا ایک خاص ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ جبکہ تیسرا طبقہ یعنی جماعت کے بزرگ احباب کو سٹریم لائن میں لانا ابھی باقی تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے 26 جولائی 1940ء کو چالیس سال سے اوپر کے احمدیوں کی ایک مستقل تنظیم کی بنیاد رکھی، جس کا نام "مجلس انصار اللہ" تجویز فرمایا اور آغاز سے ہی قادیان میں رہنے والے اس عمر کے تمام احمدیوں کی شمولیت اس میں لازمی اور ضروری قرار دی۔ انصار اللہ کی تنظیم کا عارضی پریذیڈنٹ مولوی شیر علی صاحب کو نامزد فرمایا۔

اس موقع پر حضور نے مجلس انصار اللہ کی نسبت بعض بنیادی ہدایات بھی دیں۔ حضورؓ نے فرمایا:

"چالیس سال سے اوپر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے لازمی ہو گا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ اگر مناسب سمجھا گیا تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے

کی بجائے مہینہ میں 3 دن یا کم و بیش اکھٹے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ مگر بہر حال تمام بچوں ، بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر استثناء کے قادیان میں منظم ہو جانا لازمی ہے ..... تین سیکرٹری میں نے اس لئے مقرر کئے ہیں کہ مختلف محلوں میں کام کرنے کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے ان کو فوراً قادیان کے مختلف حصوں میں اپنے آدمی بٹھا دینے چاہئیں اور چالیس سال سے اوپر عمر رکھنے والے تمام لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنا چاہئے۔ یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ لوگوں کو کس قسم کے کاموں میں سہولت ہو سکتی ہے اور جو شخص جس کام کے لئے موزوں ہو اس کے لئے اس سے نصف گھنٹہ روزانہ کام لیا جائے۔ یہ نصف گھنٹہ کم سے کم وقت ہے اور ضرورت پر اس سے بھی زیادہ وقت لیا جا سکتا ہے۔ میرا ان دونوں مجلسوں سے ایسا ہی تعلق ہو گا جیسا مربی کا تعلق ہوتا ہے اور ان کے کام کی آخری نگرانی میرے ذمہ ہو گی یا جو بھی خلیفہ وقت ہو۔ میرا اختیار ہو گا کہ جب بھی مناسب سمجھوں ان دونوں مجلسوں کا اجلاس اپنی صدارت میں بلالوں اور اپنی موجودگی میں ان کو اپنا اجلاس منعقد کرنے کے لئے کہوں۔

یہ اعلان پہلے صرف قادیان والوں کے لئے ہے اس لئے ان کو میں پھر متنبہ کرتا ہوں کہ کوئی فرد اپنی مرضی سے ان مجالس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ سوائے اس کے جو اپنی مرضی سے ہمیں چھوڑ کر الگ ہو جانا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو حکماً اس تنظیم میں شامل ہونا پڑے گا اور اس تنظیم کے ذریعہ علاوہ اور کاموں کے اس امر کی بھی نگرانی رکھی جائے گی کہ کوئی شخص ایسا نہ رہے جو مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے کا پابند نہ ہو۔ سوائے ان زمینداروں کے جنہیں کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے۔ یا سوائے ان مزدوروں کے جنہیں کام کے لئے باہر جانا پڑتا ہے۔ گو ایسے لوگوں کے لئے بھی میرے نزدیک کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہونا چاہئے جس کے ماتحت وہ اپنی قریب ترین مسجد میں نماز باجماعت پڑھ سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں بیرونی جماعتوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کی مجالس تو اکثر جگہ قائم ہی ہیں۔ اب انہیں ہر جگہ چالیس سال سے زائد عمر والوں کے لئے مجالس انصار اللہ قائم کرنی چاہئیں۔ ان مجالس کے وہی قواعد ہوں گے جو قادیان میں مجلس انصار اللہ کے قواعد ہوں گے۔ مگر سر دست باہر کی جماعتوں میں داخلہ فرض کے طور پر نہیں ہو گا بلکہ ان مجالس میں شامل ہونا ان کی مرضی پر موقوف ہو گا۔ لیکن جو پریذیڈنٹ یا امیر یا سیکرٹری ہیں ان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مجلس میں شامل ہوں۔ کوئی امیر نہیں ہو سکتا

جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ کوئی پریذیڈنٹ نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو اور کوئی سیکرٹری نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ اگر اس کی عمر پندرہ سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم ہے تو اس کے لئے خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا اور اگر وہ چالیس سال سے اوپر ہے تو اس کے لئے انصار اللہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا۔ اس طرح ڈیڑھ سال تک دیکھنے کے بعد خدا نے چاہا تو آہستہ آہستہ باہر بھی ان مجالس میں شامل ہونا لازمی کر دیا جائے گا۔"

(الفضل یکم اگست 1940ء)

سامعین! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خلافت کے سایہ تلے یہ تنظیمیں پھیلتی، پھلتی اور پھولتی رہیں اور قادیان کے چھوٹے سے ماحول میں جنم لینے والیں یہ تنظیمیں ترقی کرتی ہوئیں کُل عالَم میں پھیل گئیں۔ کہاں مرکز کا صدر مرکزیہ کہلاتا تھا اور وہ حسبِ ضرورت اور حسبِ گنجائش دنیا بھر میں تشکیل پانے والی ذیلی تنظیموں کا جائزہ لینے اور انہیں گائیڈ لائن دینے دورہ کیا کرتا تھا جبکہ اب ہر ملک میں ہر تنظیم کا الگ سے صدر ہے جو براہِ راست خلیفۃ المسیح کی رہنمائی میں کام کرتا ہے یا کرتی ہے۔ اِن کے الگ سے اجتماعات ہوتے ہیں، الگ سے چندہ کا نظام ہے، الگ سے عہدیدار ہیں۔ اِن کے خلیفۃ المسیح کی سربراہی میں الگ سے نگران مقرر ہیں جو حضور ایدہ اللہ سے رہنمائی لے کر مختلف ممالک کے صدور تک ہدایات پہنچاتے ہیں اور یوں یہ تنظیمیں تمام دنیا میں احمدیت اور انسانیت کی خاطر قابل رشک خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا چلا جائے۔ آمین

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو
ظلمتِ رنج و غم و درد سے محفوظ رہو
مہرِ انوار درخشندہ رہے شام نہ ہو

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔259﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سیرت کے درخشندہ پہلو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

سامعین کرام! آج مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی سیرت کے درخشندہ پہلو بیان کرنے ہیں۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ اُمِّ متین صاحبہ مرحومہ کو حضرت مصلح موعودؓ کی تیس سال سے زائد شریکِ حیات رہنے کا شرف حاصل رہا۔ آپ مرحومہ نے حضورؓ کی وفات کے بعد آپؓ کی سیرت و شمائل پر تقاریر بھی کیں اور مضامین بھی لکھے جو جماعتی جرائد، اخبارات اور میگزینز میں شائع ہوتے رہے۔ آج اِس محفل میں آپ ہی کے مضامین سے حضورؓ کے سیرت سے چند پھول چُن کر آپ حاضرین کے سامنے پیش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت

اللہ تعالیٰ سے محبت کے حوالے سے جب بھی کسی پر لکھنے کے لئے قلم کو حرکت دیں تو قرآنی آیت قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کا مضمون سامنے آتا ہے بالخصوص اپنے پیاروں کے متعلق۔ حضرت مصلح موعودؓ بھی اپنے پیارے اللہ سے محبت کے سچے اور حقیقی دعویدار تھے جنہوں مندرج بالا آیہ کریمہ پر کماحقہ عمل کر کے اپنے آقا و مولی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تا اللہ آپ سے محبت کرے۔ اِس بارہ میں حضرت چھوٹی آپا فرماتی ہیں:

"آپ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت تھی، اسلام کے لیے کتنی تڑپ تھی اس کی مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتی ہوں۔ عموماً شادیاں ہوتی ہیں دولہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپ کی باتوں کا لب لباب یہ تھا اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جارہا تھا کہ میں ذکر الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں۔ دین کی خدمت کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ بار بار آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ میں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے اور میں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی۔"

پھر لکھتی ہیں۔

"آپ کی تمام زندگی قرآن مجید کی آیت اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے مطابق گزری ہے۔ آپ کی تیس سالہ رفاقت میں مَیں نے تو یہی مشاہدہ کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر جیسا عظیم الشان ایمان تھا وہ سوائے انبیاء کے اور کسی وجود میں نظر نہیں آتا۔ آپ کے 52 سالہ دور خلافت میں کئی فتنے اٹھے۔ بظاہر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ دنیا نے سمجھ لیا کہ اب یہ جماعت منتشر ہو جائے گی۔ اس کا اتحاد ٹوٹ جائے گا لیکن خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقینِ کامل تھا اور یہ یقین تھا کہ یہ ردا اس نے پہنائی ہے اسے کوئی اتار نہیں سکتا۔ بڑے سے بڑا فتنہ اٹھے، بڑے سے بڑا دشمن مقابل میں آئے وہ بہر حال شکست کھائے گا۔ سب سے پہلے پیغامیوں کا فتنہ اٹھا۔ ان کو زعم تھا کہ جماعت کے سر کردہ ہمارے ساتھ ہیں آہستہ آہستہ ساری جماعت ہمارے ساتھ ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ

المسیح الثانیؓ کو الہاماً بتا چکا تھا کہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا کے اطاعت گزار آپ کے نہ ماننے والوں پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے علی الاعلان ان کو چیلنج دیا کہ

پھیر لو جتنی جماعت ہے میری بیعت میں
باندھ لو ساروں کو تم مکر کی زنجیروں سے
پھر بھی مغلوب رہو گے مرے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اس پاک وجود کے سر پر واقعی خدا کا سایہ تھا جنہوں نے اس کی مخالفت کی وہ ناکام رہا اور جس نے اس مسیحی نفس سے تعلق رکھا اس نے روح الحق کی برکت سے بیماریوں سے نجات پائی۔"

سامعین! اللہ تعالیٰ پر جو آپ کو ایمان تھا اس کی ابتدا جس رنگ میں ہوئی اس کا بیان حضرت چھوٹی آپا حضور کے ہی الفاظ میں تحریر کرتی ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:

"1900ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔ میں 11 سال کا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جبہ لایا تھا۔ میں نے آپ سے وہ جبہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لیے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے۔ میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں 11 سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں۔ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟۔ مَیں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر 10-11 بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لیے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح کہ ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان، علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصے تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں 11 سال کا تھا......... مگر آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ خدایا! تیری ذات کے متعلق

مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زیادہ تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔"

تاریخ خلافت ثانیہ شاہد ہے دوست بھی اور دشمن بھی کہ آپ کبھی کسی بڑے سے بڑے ابتلاء پر نہیں گھبرائے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا اور اپنے اسی یقین کو بڑے تحدی سے دنیا کے سامنے پیش فرماتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتادیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں تو آپ نے فرمایا:

"خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار طاقت اور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا۔"

آپ کے 52 سالہ دور خلافت کا ایک ایک دن شاہد ہے زمین اور آسمان گواہ ہیں کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنے اٹھے، جماعت کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں، آپ کی جان پر حملہ کیا گیا مگر آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا اور اللہ تعالیٰ کا سایہ ہر آن آپ پر رہا جب تک کہ نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا وقت نہ آگیا۔

سامعین! حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں کہ انسان جس ہستی سے محبت کرتا ہے اس سے ناز بھی کرتا ہے اور وہ اپنی محبوب ہستی کے ناز بھی اٹھاتا ہے۔ حضور کے ایک مضمون کا اقتباس پیش ہے جس سے اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔

"کچھ دن ہوئے ایک ایسی بات پیش آئی کہ جس کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس وقت میں نے کہا کہ ہر چیز کا علاج خدا تعالیٰ ہی ہے اس سے ہی اس کا علاج پوچھنا چاہیے۔ اس وقت میں نے دعا کی اور وہ ایسی حالت تھی کہ میں نفل پڑھ کر زمین پر ہی لیٹ گیا اور جیسے بچہ ماں باپ سے ناز کرتا ہے اسی طرح میں

نے کہا۔ اے خدا! میں چارپائی پر نہیں زمین پر ہی سوؤں گا۔ اس وقت مجھے بھی یہ بھی خیال آیا کہ حضرت خلیفہ اول نے مجھے کہا ہوا ہے تمہارا معدہ خراب ہے اور زمین پہ سونے سے معدہ اور زیادہ خراب ہو جائے گا لیکن میں نے کہا آج تو میں زمین پر ہی سوؤں گا...... جب میں زمین پر سو گیا تو دیکھا خدا کی نصرت اور مدد کی صفت جوش میں آئی اور متمثل ہو کر عورت کی شکل میں زمین پر اتری۔ ایک عورت تھی اس کو اس نے سوٹی دی اور کہا اسے مار اور کہو جا کر چارپائی پر سو۔ میں نے اس عورت سے سوٹی چھین لی۔ اس پر اس نے خدا تعالیٰ کی اس مجسم صفت نے سوٹی پکڑ لی اور مجھے مارنے لگی اور میں نے کہا لو مار لو مگر جب اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو زور سے سوٹی کو گھٹنے تک لا کر چھوڑ دیا اور کہا دیکھ محمود! مَیں تجھے مارتی نہیں پھر کہا جا اٹھ کر سو رہو یا نماز پڑھ۔ میں اسی وقت کود کر چارپائی پر چلا گیا اور جا کر سو رہا۔ میں نے اس وقت سمجھا کہ اس حکم کی تعمیل میں سونا ہی بہت بڑی برکات کا موجب ہے۔ تو خدا تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہیچ ہو جاتا ہے۔ تم اس کے لیے کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے تا کہ اس کی مدد اور نصرت تم کو مل جائے اور جب اس کی نصرت تمہارے ساتھ شامل ہو جائے تو پھر ساری دنیا ہے کیا چیز وہ تو ایک کیڑے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔"

1953ء میں جب پنجاب میں فسادات رونما ہوئے۔ احمدیت کی شدید مخالفت کی گئی احمدیوں کے گھروں میں تو آگیں لگائی گئیں اور اس قسم کی افواہیں سننے میں آئیں کہ کہیں آپؓ پر بھی ہاتھ نہ ڈالا جائے اور گرفتار نہ کر لیا جائے۔ چنانچہ ان دنوں میں قصرِ خلافت کی تلاشی بھی لی گئی لیکن آپؓ کی طبیعت میں ذرا بھر بھی گھبراہٹ نہ تھی سکون سے اپنے کام جاری تھے جو لوگ آپ سے محبت کرتے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ چند روز کے لیے باہر چلے جائیں بلکہ گھبرا کر کراچی کے بعض ذمہ دار دوست آپ کو لینے بھی آگئے کہ آپ وہاں چلے چلیں چند دن میں یہ شورش ختم ہو جائے گی آپ نے ان دوستوں کا ہمدردانہ مشورہ سنا۔ تھوڑی دیر کے لیے اندر آئے اور آ کر دعا شروع کر دی۔ دعا ختم کر کے باہر تشریف لے گئے اور جا کر دوستوں سے کہا کہ میں ہرگز جانے کے لیے تیار نہیں جو خدا وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری یہی حفاظت کرے گا اور جو مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے

ڈرے۔ چنانچہ چند ہی دن میں ملک میں انقلاب آ گیا۔ جو مخالفت میں اُٹھے تھے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور جو ان کے سر کردہ تھے وہ الٰہی گرفت میں آئے۔

صداقت کو پھیلانے کی تڑپ

حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں:

”شدید تڑپ تھی کہ دنیا جلد سے جلد صداقت کو قبول کرے اس سلسلہ میں اپنی ذاتی مشاہدہ بیان کرتی ہوں۔ 1938ء کا واقعہ ہے کہ میری طرف حضور کی باری تھی کہ رات کو آپؓ نے رؤیا دیکھا۔ اس میں آپؓ نے ایک زبردست طوفان کا نظارہ دیکھا۔ آپؓ جاگ اٹھے۔ مجھے جگایا اور فرمایا کہ مَیں نے رؤیا دیکھا ہے۔ مَیں لکھواتا ہوں ابھی لکھ لو۔ آپ کا دستور تھا کہ جب بھی کوئی رؤیا دیکھتے عموماً اُسی وقت جگا کر لکھوا دیتے تھے۔ رؤیا لکھوانے کے بعد آپ کی طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ کمرہ سے باہر صحن میں نکل گئے اور ٹہل ٹہل کر نہایت رقّت اور سوز و گداز سے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کرنے لگے قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّنَہَارًا ۙO فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا O وَاِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَاَصَرُّوۡا وَاسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ۚO ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا O ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَاَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا O فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا O یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا O وَّیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا O مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا

(الانعام:6-14)

آپ کا پڑھنے کا انداز اور جس تڑپ سے آپؓ ان آیات کو بار بار پڑھ رہے تھے اتنا لمبا عرصہ گزر جانے پر بھی نہیں بھول سکتی۔ یوں لگتا تھا کہ آپ کا دل پھٹ جائے گا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور لگتا تھا کہ آپ کی فریاد عرشِ الٰہی کو ہلا دے گی۔ پڑھتے پڑھتے آپؓ کی آواز اتنی اونچی ہو گئی کہ قریب کے گھروں کے لوگ جاگ اٹھے۔ اگلے دن صبح میری چچی جان مرحومہ بیگم حضرت میر محمد اسحاق صاحب جو ان دنوں مہمان خانہ کے کوارٹرز میں مقیم تھیں آئیں اور کہنے لگیں کہ آج رات حضرت صاحب آدھی رات کو بڑی اونچی تلاوت کر رہے تھے ہمیں اپنے گھر میں آواز آ رہی تھی۔ اس پر میں نے ان کو سارا واقعہ بتایا۔“

اللہ سے مضبوط تعلق

آپؓ کی تمام کتب اور تقاریر پڑھ جائیں ان کا لب لباب یہی ہے کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو۔ شروع خلافت سے لے کر آخر تک آپؓ اسی کی تلقین کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق پختہ کرو۔

حضور فرماتے ہیں:

''اب میں بتاتا ہوں کہ وہ کیا شے ہے جس کی طرف میں آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں اور وہ کون سا نقطہ ہے جس کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں ۔ سنو وہ ایک لفظ ہے زیادہ نہیں صرف ایک ہی لفظ ہے اور وہ ''**اللہ**'' ہے۔ اس کی طرف میں تم سب کو بلاتا ہوں اور اپنے نفس کو بھی اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ اسی کے لیے میری پکار ہے اور اسی کی طرف جانے کے لیے میں بگل بجاتا ہوں۔ بس جس کو خدا تعالیٰ توفیق دے اور جس کو خدا تعالیٰ ہدایت دے وہ اسے قبول کرے۔''

آنحضرتؐ سے بے انتہا عشق

سامعین! اسلامی اور مذہبی دنیا میں کسی کی سیرت لکھنی ہو یا مطالعہ کرنی ہو تو اللہ سے محبت کے بعد اُس کے رسول کے ساتھ تعلقات اور محبت کو دیکھنا ہوتا ہے۔ آپؓ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بے انتہا عشق تھا۔ حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں کہ مجھے کبھی یاد نہیں کہ آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا ہو اور آپؓ کی آواز میں لرزش اور آپؓ کی آنکھوں میں آنسو نہ آگئے ہوں۔ آپؓ کے مندرجہ ذیل اشعار جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہے گئے ہیں آپؓ کی محبت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
ہو اس کے نام پر قرباں سب کچھ
کہ وہ شہنشاہ ہر دوسرا ہے
اسی سے مراد دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے

خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی ایک راہ دین کا رہنما ہے

اسی طرح آپؓ کی مندرجہ ذیل تحریر بھی آپؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پر روشنی ڈالنے کے لیے کافی ہے۔

”نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم ،اُسے اُس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے ،میری مراد ہے،میرا مطلوب ہے، اس کی غلامی میرے لیے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلے میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اُس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق ہے۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

قرآن مجید سے عشق

سامعین!حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں:

”اسی طرح قرآن مجید سے آپؓ کو جو عشق تھا اور جس طرح آپؓ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خدا تعالیٰ کی آپؓ کے متعلق پیش گوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا

تھا، نہ سونے کا، نہ کھانے کا بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی آذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیر صغیر تو لکھی ہی آپؓ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد یعنی 1956ء میں۔ آپؓ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر صغیر مکمل ہوئی تھی مجھے بہت تیز بخار ہو گیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دن سے مجھ سے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں میرے ہاتھوں یہ مقدس کام ختم ہو۔ میں بخار سے مجبور تھی ان سے کہا کہ میں نے دوائی کھالی ہے آج یا کل بخار اتر جائے گا۔ دو دن آپ بھی آرام کر لیں آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تا میں ثواب حاصل کر سکوں۔ نہیں مانے کہ میری زندگی کا کیا اعتبار تمہارا بخار اترنے کے انتظار میں اگر مجھے موت آجائے تو؟ سارا دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے قریب تفسیر صغیر کا کام ختم ہو گیا۔"

سامعین! حضرت چھوٹی آپا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کریم کی روٹین کے متعلق فرماتی ہیں:

"قرآن مجید کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ جب بھی وقت ملا تلاوت کر لی یہ نہیں کہ دن میں صرف ایک بار یا دو بار۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ صبح اٹھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہیں قرآن مجید ہاتھ میں ہے۔ لوگ ملنے آگئے قرآن مجید رکھ دیا مل کر چلے گئے پڑھنا شروع کر دیا۔ تین تین چار چار دن میں عموماً مَیں نے قرآن کو ختم کرتے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہوتا تھا تو زیادہ دن میں بھی۔ لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآن مجید ہاتھ میں ہے ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق بھی نہیں الٹا دوسرے دن دیکھا تو پھر وہی صفحہ۔ میں نے کہا کہ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے لیکن آپ پڑھ نہیں رہے تو فرماتے۔ ایک آیت پر اٹک گیا ہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے آگے کس طرح چلوں۔

ایک دفعہ یوں ہی خدا جانے مجھے کیا خیال آیا میں نے پوچھا کہ آپ نے کبھی موٹر بھی چلانی سیکھی؟ کہنے لگے ہاں! ایک دفعہ کوشش کی تھی مگر اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ ٹکر نہ مار دوں۔ ہاتھ سٹیئرنگ پر تھے اور دماغ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں الجھا ہوا تھا موٹر کیسے چلاتا۔ سبحان اللہ"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اُم المؤمنین سے بے حد محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر بھی اکثر آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔ آپ کی یاد میں مندرجہ ذیل اشعار آپؓ کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اے مسیحا! تیرے سودائی جو ہیں
ہوش میں بتلا کہ ان کو لائے کون
تُو تو ہاں جنت میں خوش اور شاد ہے
ان غریبوں کی خبر کو آئے کون
اے مسیحا ہم سے گو تو چھٹ گیا
دل سے پر الفت تیری چھڑوائے کون
جانتا ہوں صبر کرنا ہے ثواب
اس دل ناداں کو بہلائے کون

حضرت اماں جان کی عزت واحترام

حضرت چھوٹی آپا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہ کی عزت اور احترام کا مشاہدہ تو اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے آپؓ سے شکایت کی کہ میرا بیٹا میرا خیال نہیں رکھتا آپ سمجھائیں ۔ آپؓ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی بیٹا ماں سے بُرا سلوک کر ہی کیسے سکتا ہے۔ حضرت ام المومنینؓ کا خود باوجود عدیم الفرصتی کے بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی بیویوں سے بھی یہی امید رکھتے تھے کہ وہ حضرت اماں جانؓ کا خیال رکھیں۔ کبھی فراغت ہوئی تو حضرت اماں جانؓ کے پاس بیٹھ جاتے۔ آپ کو کوئی واقعہ یا کہانی سناتے ۔ سفروں میں اکثر اپنے ساتھ رکھتے۔ جس موٹر میں خود بیٹھتے اس

میں حضرت اماں جان کو اپنے ساتھ بٹھاتے۔ کہیں باہر سے آنا تو سب سے پہلے حضرت اماں جان سے ملتے اور آپؓ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے۔ اپنے بہن بھائیوں سے بھی بہت پیار تھا۔ ہجرت کے وقت حضورؓ پاکستان تشریف لا چکے تھے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ابھی قادیان میں ہی تھے۔ حالات خراب ہو رہے تھے آپ کو ان کے متعلق بہت تشویش تھی۔ ٹہل ٹہل کر دعائیں کرتے رہتے تھے۔ جس دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لاہور پہنچے اور گھر میں داخل ہوئے تو آپؓ پہلے تو فوراً سجدہ میں گر پڑے اور پھر حضرت میاں صاحب کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے حضرت اماں جانؓ کے کمرہ میں تشریف لے گئے اور فرمانے لگے۔ لیں! اماں جان آپ کا بیٹا آگیا۔"

انتہائی شفیق باپ اور بچوں کی تعلیم و تربیت

حضرت چھوٹی آپا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اپنے بچوں سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"بچوں کے لیے انتہائی شفیق باپ تھے۔ تربیت کی خاطر لڑکوں پر وقتاً فوقتاً سختی بھی کی لیکن ان کی عزت نفس کا خیال رکھا۔ بیٹیوں سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن جہاں دین کا معاملہ آجائے آنکھوں میں خون اُتر آتا تھا۔ نماز کی سستی بالکل برداشت نہ تھی۔ اگر ڈانٹا ہے تو نماز وقت پر نہ پڑھنے پر۔ بچوں کے دلوں میں شروع دن سے یہی ڈالا کہ سب دین کے لیے وقف ہیں۔ 1918ء میں شدید انفلوئنزا کے شدید حملہ کے دوران یہ وصیت فرمائی کہ "بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم ایسے رنگ میں دلائی جائے کہ وہ آزاد پیشہ ہو کر خدمت دین کر سکیں۔ جہاں تک ہو سکے لڑکوں کو حفظ قرآن کر دیا جائے۔" 59ء میں بیماری کے دوبارہ حملہ پر بھی ایک وصیت کی تھی اس میں بھی یہی تاکید تھی کہ "وہ ہمیشہ اپنی کوششوں کو خدا اور اس کے رسول کے لیے خرچ کرتے رہیں۔ خدا کرے قیامت تک وہ اس نصیحت پر عمل کریں اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ان کو قیامت تک اسلام کا سچا خادم بنائے اور اسلام کے ہر دشمن کے لیے حق کا ایک زبردست پنجہ ثابت ہوں اور ان کی زندگیوں میں کوئی شخص اسلام کو ٹیڑھی نظر سے نہ دیکھ سکے۔"

حضور کا ایک عہد

حضور رضی اللہ عنہ نے خاندان مسیح موعود کو خدمتِ دین کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ عہد بھی کیا تھا۔

”آج 14 تاریخ (مئی 39ء) کو میں مرزا بشیر الدین محمود احمد اللہ تعالیٰ کی قسم اس پر کھاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سیّدہ سے جو بھی اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت میں خرچ نہیں کر رہا میں اس کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا اور اگر مجبوری یا مصلحت کی وجہ سے مجھے ایسا کرنا پڑے تو میں ایک روزہ بطور کفارہ رکھوں گا یا پانچ روپے بطور صدقہ ادا کروں گا۔ یہ عہد سر دست ایک سال کے لیے ہو گا۔“

عرش پر نور سے لکھا گیا نامِ محمود
میرے محمود نے پایا ہے مقامِ محمود

افراد جماعت سے غیر معمولی محبت

سامعین! حضرت چھوٹی آپا مرحومہ لکھتی ہیں کہ

”جماعت کے افراد کا تو کہنا ہی کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپؓ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے۔ ان کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور ان کے دکھ سے میں نے بارہا آپ کو کرب میں مبتلا ہوتے دیکھا۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو اسی سال جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا تھا:

”مگر خدارا غور کرو۔ کیا تمہاری آزادی میں پہلے کی نسبت کچھ فرق پڑ گیا ہے۔ کیا کوئی تم سے غلامی کرواتا ہے یا تم پر حکومت کرتا ہے یا تم سے ماتحتوں غلاموں اور قیدیوں کی طرح سلوک کرتا ہے۔ کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے مگر ان کے لیے نہیں۔ تمہارا اُسے فکر ہے درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لیے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔“

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ زور ایتائ ذی القربیٰ پر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا وجود سراپہ رحمت و شفقت تھا۔ اپنا ہر عزیز، بیویوں کے عزیز، عزیزوں کے عزیز غرض کوئی نہ تھا جس نے آپ کی شفقت سے بے پایاں حصہ نہ پایا ہو۔ جس کا ہر قدم پر آپ نے خیال نہ رکھا ہو۔ ہر مشکل کے وقت آپؓ کا وجود ان کے لیے بڑا سہارا ہوتا تھا۔ اصل سہارا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے ان کی ضروریات پوری فرماتا تھا۔

ہر نصیحت اور ہر تحریک پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا

آپؓ کی سیرت میں یہ وصف بھی نمایاں نظر آتا تھا کہ جس امر کی تلقین آپ نے جماعت کو کی، جو کام کرنے کو کہا خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ سلسلہ کی خدمت کرنے کے لیے وقف زندگی کی تحریک جماعت کے سامنے پیش کی تو سب سے پہلے اپنے بیٹوں کو وقف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے آپؓ پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کے باب وا کیے۔ مالی لحاظ سے خدا تعالیٰ نے بارش کی طرح روپیہ برسایا لیکن آپ نے جو کچھ اپنے رب سے پایا اس کا بیشتر حصہ اپنے رب کے حضور میں پیش کر دیا۔ اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کی ضرورتیں بے شک پوری کیں لیکن اسی حد تک جس حد تک انسانی زندگی اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔ کبھی زیادہ خرچ نہ دیا بلکہ ایک حد تک کفایت شعاری اور تنگی سے گزارا کرنے کا سبق دیتے رہے۔ خود سادہ زندگی گزاری اور اس کی تلقین ہمیشہ اپنی اولاد کو، بیویوں کو فرماتے رہے۔ سادہ لباس، سادہ غذا، سادہ طرز رہائش آپ کا طریق رہا۔ تکلفات سے نفرت تھی۔ دنیا کی ہر نعمت اور ہر اچھی چیز جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اسے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے استعمال فرمایا لیکن مقصود زندگی کبھی کسی چیز کو نہ سمجھا۔

دل کے حلیم

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے اصولوں اور عزائم میں نہایت پختہ تھے اور سلسلہ کے کاموں کے سلسلہ میں تھوڑی سی غفلت اور کوتاہی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اگر کوئی کارکن اپنے فرائض میں سستی یا غفلت کرتا تو حضورؓ کی ناراضگی کا شکار ہوتا۔ آپؓ کا ہر لمحہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لیے خرچ ہو رہا تھا۔ وقت کا ضیاع اور سلسلہ کے کسی کام میں ذرا سا تساہل اور غفلت برداشت کر ہی نہ سکتے تھے۔ لیکن خدائی پیشگوئیوں کے مطابق دل کے حلیم تھے اگر کسی کارکن پر ناراض ہوتے تو اس کے لیے آپؓ ساتھ ہی

رنجیدہ ہو جاتے۔ دل کڑھتا۔ کوئی کام ختم نہ ہونے پر آپ نے کسی کارکن کو سزا دی کہ چھٹی نہیں کرنی جب تک یہ کام ختم نہ ہو جائے لیکن ساتھ ہی گھر آکر کہا کہ اسے کھانا بھجوادو یا چائے بھجوادو بیچارہ کام کر رہا ہے بھوکا ہو گا۔

گھر کے ملازمین کے لیے آپ کا وجود ایک باپ سے کہیں بڑھ کر شفیق رہا۔ ہمیشہ تاکید رہتی کہ پہلے ان کو کھانا دے دیا کرو پھر گھر کے لوگ کھائیں۔ کہیں باہر جانا ہوتا تو ملازمین کے لیے تحائف ضرور لاتے خصوصاً پرانے ملازمین اور وہ تعلق والے جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے آپؓ کے گھرانہ سے تھا۔

نئے مرکز کا قیام

حضرت چھوٹی آپا فرماتی ہیں:

”پاکستان آتے ہی حضورؓ کو سب سے پہلے یہ فکر تھی کہ بکھرے ہوئے لوگ ایک مرکز کی صورت میں اکٹھے ہو جائیں تاکہ دین اسلام کی تبلیغ کی جو مہم جاری ہے اس کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ ربوہ کی زمین حضور نے خرید فرمائی۔ مجھے یاد ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس مقام کی مخالفت بھی کی تھی پانی نہیں ہے زمین میں شور ہے اس سے زیادہ اچھی جگہ اگر کوشش کی جائے تو مل سکتی ہے۔ لیکن حضورؓ نے فرمایا کہ خواہ کوئی جگہ ہو لیکن مرکز بن جانا سب سے اہم ہے۔ پھر ربوہ کے متعلق تو حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا بھی جا چکا تھا۔ ربوہ کی بنیاد رکھے جانے کے بعد جب مسجد مبارک کی بنیاد رکھنی تھی اور ساتھ ہی چندہ کی اپیل ہوئی تو بہت سے لوگ مجبوری کے باعث اس مبارک موقع پر پہنچ نہ سکے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی تحریک پر بھی کبھی پیچھے نہیں رہے۔ ایسے جس شخص کا بھی پتہ لگتا تو آپ اس کی طرف سے پانچ روپے کا چندہ کا وعدہ لکھوا دیتے تا اس وقت ان کی شمولیت ہو جائے بعد میں وہ اپنا چندہ بڑھا دے گا۔ وہ احباب جو اس وقت آنہ سکتے تھے جب ان کو اس کا علم ہوا تو ان کے دل حضرت مصلح موعودؓ کے لیے تشکر کے جذبات سے لبریز ہو گئے کہ ایسے موقع مبارک موقع پر حضور نے ان کو اپنی دعاؤں اور قربانی میں شریک کرنے کا خود انتظام فرمایا۔“

عورتوں کی تعلیم وتربیت کا فکر

عورتوں کی تربیت کا آپؓ کو از حد خیال تھا۔ 1914ء میں حضرت مصلح موعودؓ جب خلیفہ ہوئے تو جماعت میں تعلیم بہت کم تھی۔ حضور نے لڑکیوں کی تعلیم پر بے حد زور دیا اور اس یقین کا اظہار بار بار فرمایا کہ لڑکیوں کی دینی تعلیم اور تربیت سے ہی جماعت کی آئندہ ترقی وابستہ ہے۔ حضور نے ایک طرف لجنہ اماءاللہ کی تنظیم کا قیام فرما کر عورتوں کی تربیت فرمائی، ان کے لیے خصوصی تحریکات فرمائیں، ان میں دین کے لیے قربانی کرنے کا جذبہ پیدا کیا دوسری طرف بچیوں کی تعلیم کا انتظام فرمایا اور اس سلسلہ میں ہر طرح کی سہولت مہیا فرمائی۔ نہ صرف دنیاوی اعلیٰ تعلیم کا بلکہ دینی تعلیم کا بھی عورتوں کے لیے مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا۔ بچیوں کے لیے دینیات کلاسز، ربوہ آکر جامعہ نصرت میں دینیات کا مضمون لازمی قرار دیتے ہوئے اس پر بہت زور دیا۔ لجنہ اماءاللہ کے کاموں میں اپنے گھر کی خواتین پر کاموں کی زیادہ ذمہ داری ڈالی۔ اسی طرح جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور کی تاکید ہوتی تھی کہ گھر کا ہر فرد مہمان نوازی میں حصہ لے اور اپنے گھروں کے زیادہ سے زیادہ کمرے مہمانوں کے لیے خالی کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت کے پہلوؤں سے ہمیں استفادہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مسیحِ خدا کو ملی یہ بشارت
مقدر ہے تیرے لئے ایک نعمت
عطا ہوگا فرزندِ دلبند تجھ کو
وہ برہانِ قربت وہ برہانِ رحمت
ذہین و فہیم و حلیم و مقرب
وجیہہ و ذکی صاحبِ شان و شوکت

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿17﴾ ﴿مشاہدات۔275﴾

حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق چند یادوں کا گلدستہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

معزز سامعین! آج میں نے اپنی تقریر کے لیے جو موضوع چنا ہے وہ ایک عظیم شخصیت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کچھ یادوں کا گلدستہ ہے جو ان کے بارے میں مختلف شخصیات نے بیان کی ہیں۔

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے باون سالہ دَورِ خلافت میں بے شمار احباب و خواتین، رشتہ داروں اور خدمت گزاروں نے آپؓ سے فیض پایا اور حضورؓ کے ساتھ اپنی یادوں کو جمع کیا جو مختلف اوقات میں اخباروں اور جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ یومِ مصلح موعود 2024ء کے موقع پر اِن انگنت واقعات سے چند ایک واقعات ایمانوں کو جلا بخشنے اور خلافت سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے ہدیہ سامعین کر رہا ہوں۔

سامعین! حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ”میرے پیارے محبوب چاہنے والے بھائی کا سب سے بڑا احسان“ کے عنوان سے تحریر فرماتی ہیں:

”ان کا احسان جس کی بابت جب میں سوچتی ہوں تو دل آج تک شکر گزاری کے جذبات سے بھر جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ اس وقت باوجود اس کے کہ سب دوسرے لوگ بھی موجود تھے میں دروازہ کھول کر اندر کی جانب کھڑی ہوگئی۔ آنکھ سے آنسو نہ نکلتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اندھیر ہوگئی ہے اور زمین قدموں تلے سے نکلی جارہی ہے۔ اس وقت وہ خود رو رہے تھے اور دعائیں کر رہے تھے پلٹ کر مجھے دیکھا اور میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر قریب لے گئے۔ روتے روتے میرا سر جھکایا اور کہا کہ لو پیشانی پر بوسہ دو۔ اگر ان کا سہارا نہ ہوتا اور اگر وہ میرا خیال نہ کرتے تو شاید میں جھجھکتی رہ جاتی اور عمر بھر پچھتاتی۔ وہی تھے جنہوں نے اس مقدس مبارک پیشانی پر بوسہ دینے کی سعادت مجھے بخشی۔ آج وہ مبارک لب خاموش تھے جن کا اپنی پیشانی پر بوسہ دینا مجھے یاد تھا۔ آج اسی بھائی کی طفیل میں ان کی پیشانی پر بوسہ دے رہی تھی۔ وہ وقت عمر بھر نہیں بھول سکتا۔“

(روزنامہ الفضل فضل عمر نمبر 1966ء صفحہ 5)

سامعین! مکرم ملک محمد عبد اللہ صاحب فاضل، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہمدردی اور شفقت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”آپؓ نے دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا اور جب بھی جماعت کے کسی فرد کو تکلیف میں دیکھا اپنے آرام کو ترک کر دیا اور اس کی تکلیف کو دُور کرنے کی سعی دعا اور دوا دونوں طرح کی۔ آپؓ کی حقیقی ہمشیرہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو نہایت ہی صحیح رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ حضورؓ کی علالت کے دوران میں آپ نے جماعت کو دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

قومِ احمد جاگ تُو بھی جاگ اس کے واسطے
اَن گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

قادیان دار الامان کا واقعہ ہے۔ بٹالہ میں احمدی اور غیر احمدی علماء کا مناظرہ تھا۔ ان دنوں مناظرے اور مباحثے کثرت سے ہوتے تھے۔ بٹالہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت بہت تھی۔ اس لیے قادیان اور دیگر قریبی جماعتوں کے احمدی احباب مناظرہ میں شمولیت کی غرض سے بٹالہ پہنچے ہوئے تھے۔ مناظرہ چونکہ دو دن تھا اس لیے بہت سے احمدی احباب شہر کے متصل کمپنی باغ میں ڈیرہ ڈالے تھے۔ گرمی کے ایّام تھے۔ اہلِ بٹالہ نے حسب عادت بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور دکانداروں کو احمدی احباب کو کھانے پینے کی چیزیں دینے سے روک دیا گیا۔ رات عشاء کی نماز کے بعد حضرت فضلِ عمرؓ کو قادیان میں یہ رپورٹ پہنچی کہ بٹالہ میں جماعت کے دوست باغ میں مقیم ہیں اور انہیں کھانا نہیں ملا۔ یہ خبر سنتے ہیں حضورؓ بے چین ہوگئے۔ ابھی آپؓ نے خود بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ اسی وقت محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل کو بلوایا۔ آپؓ اس وقت مقامی جماعت کے پریذیڈنٹ تھے۔ میں بھی مقامی جماعت کا سیکرٹری ہونے کی وجہ سے آپؓ کے ہمراہ تھا۔ جب ہم مسجد مبارک کی بالائی چھت پر پہنچے تو حضور بڑے اضطراب میں ٹہل رہے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی حضورؓ نے محترم مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی رپورٹ ملی ہے کہ بٹالہ اپنے دوستوں کو کھانے کی تکلیف ہے۔ ہم نے حضور کے اس ارشاد کو اچھی طرح نہ سمجھتے ہوئے عرض کیا کہ حضور صبح ہوتے ہی اس کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ **پھر مجھے ساری رات جاگنا پڑے گا**۔ ان الفاظ کو سنتے ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور عرض کیا کہ حضور! ابھی انتظام کرتے ہیں۔ رات کے دس بجے کے قریب کا وقت ہو گا۔ وہاں سے اُتر کر دفتر کی ایک جیپ کا انتظام کیا اور اسی وقت لنگر خانہ جا کر باورچی کو جگایا، کھچڑی کا سامان، ایک دیگ، ایندھن اور دوسری ضروری اشیاء لے کر جیپ میں ڈالیں اور ہم جلد ہی بٹالہ کی سڑک پر رواں دواں تھے۔ گیارہ بارہ میل کا یہ راستہ جلد ہی طے ہوگیا۔ بٹالہ پہنچ کر باورچی نے اسی وقت زمین میں چولہا بنا کر دیگ پکانے کا انتظام کر لیا۔ احباب کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اس اضطراب کا علم ہوا تو ان کی عجیب ہی کیفیت تھی۔ وہ ایک طرف دوڑ بھاگ کر کھچڑی کے پکانے میں ہر ممکن مدد کر رہے تھے اور دوسری طرف زیرِ لب اپنے امام واجب الاحترام کے لیے دعا مانگ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا ہمدرد، جانگسار اور خیر خواہ خلیفہ عطا فرمایا ہے۔ محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب نے اسی وقت جیپ کار کو قادیان واپس کیا اور حضورؓ کی خدمت میں اطلاع

بھجوائی کہ احباب کے لیے چاول تیار کر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے دن پتہ لگا کہ حضور رات کو ہماری رپورٹ کا انتظار ہی فرما رہے تھے اور اس رپورٹ کے بعد ہی آپ نے کھانا کھایا۔"

(روزنامہ الفضل فضل عمر نمبر 1966ء صفحہ 20)

سامعین! محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بنت حضرت مصلح موعودؓ حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت اور محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"کراچی میں اماں جان کے عزیز ہوتے تھے جن کا تعلق حیدر آباد دکن سے تھا انہوں نے کبھی مخالفت نہیں کی۔ چچا سلیم بیگ، چچا رفیق بیگ اور چچا سلام بیگ (یہ حیدر آباد سندھ میں تھے) ہم کراچی گئے تو ابا جان نے چوہدری عبد اللہ خان صاحب کو کہا مَیں ان سے ملنا چاہتا ہوں ان کا پتہ کروائیں۔ چوہدری صاحب نے ان کا پتہ کروایا اور کہا حضور آئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ چچا رفیق بیگ آ گئے مگر چچا سلیم بیگ نے کہا کہ بیشک وہ آپ کی جماعت کے خلیفہ ہیں لیکن مَیں ان کا چچا ہوں وہ رشتہ میں مجھ سے چھوٹے ہیں پہلے وہ ملنے آئیں پھر چاہے مَیں روز اُن سے ملنے آؤں۔ چوہدری صاحب نے پیغام ابا جان کو دے دیا۔ ابا جان نے کہا بے شک وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں مَیں پہلے ان سے ملنے جاؤں گا۔ پھر ابا جان، امی (امی کا بھی اپنے ابا جان کی طرف سے وہی رشتہ بنتا تھا جو ابا جان کا تھا) اور مَیں چچا سلیم بیگ، چچا رفیق بیگ کے گھر گئے۔ پھر اکثر وہ لوگ آتے رہے۔ جب تک ابا جان کی بیماری نہیں شروع ہوئی۔ جب ابا جان بیمار ہوئے اور لندن جانے کے لیے کراچی جا کر ٹھہرے تو پھر وہ لوگ خود ہی آتے تھے۔ جب ہم حیدر آباد گئے تو چچا سلام بیگ کو ملنے بھی گئے۔ پھر انہوں نے دعوت پر بھی بلایا۔"

ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"قادیان میں مَیں بہت چھوٹی تھی کہ کسی کو باتیں کرتا مَیں نے سنا کہ ہماری ایک بہن نے میچنگ دوپٹہ نہ ہونے کی وجہ سے کسی اپنوں میں سے ہی ان کا ملتا ہوا دوپٹہ اوڑھ لیا۔ جس پر ابا جان نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس وقت اتنا بچپن تھا کہ مَیں حیران ہوئی بلکہ بعد میں بھی جب اس بات کا خیال آتا تھا تو حیران ہوتی تھی۔ جب ذرا سی بڑی ہوئی پارٹیشن کے بعد (پوری سمجھداری کی عمر بھی نہیں تھی) تو خیال آیا کہ یہ قناعت کی طرف اشارہ ہے۔ جب ذرا اور بڑی ہوئی تو پوری طرح یہ بات دل میں گڑ گئی کہ یہ یقینی قناعت کی

طرف اشارہ ہے۔ اس لیے امی بھی اگر کہتی تھیں کہ تمہارے اس جوڑے کے ساتھ میر افلاں سوئیٹر ملتا ہے پہن لو تو مَیں یہی جواب دیتی کہ نہیں جو آپ اپنی استعمال شدہ چیز یا نئی، مستقل اپنے ہاتھ سے دیں گی وہ لوں گی ورنہ پہننے کے لیے نہیں۔"

(روزنامہ الفضل فضلِ عمر نمبر 1966ء صفحہ 5)

سامعین! حضرت سیدہ مہر آپا حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عبادت کے احترام سے متعلق ایک واقعہ کچھ اس طرح بیان فرماتی ہیں:

"ایک دفعہ حضرت اقدسؓ ہم لوگوں کو راجپورہ (قادیان) پکنک کے لیے لے گئے۔ دریا، سبز کھیتوں اور شکار وغیرہ سے ہم لوگ خوب محظوظ ہوئے۔ خود ساتھ لے جا کر شکار کا نشانہ لگانا سکھاتے رہے۔ جتنی دیر پکنک کے لیے ٹھہرے آپؓ نے نہ صرف اپنے گھر والوں کا خیال رکھا بلکہ کام کرنے والوں کا اس حد تک خیال کرتے رہے کہ اپنے ہاتھ سے کھانے پینے کی اشیاء اٹھا اٹھا کر ان لوگوں کو دیتے رہے......جب بوٹنگ، شکار اور نشانہ بازی سے فارغ ہوئے تو نماز کا وقت تھا۔ آپ نماز پڑھانے مردوں کے ساتھ ہم سے ذرا دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ چونکہ پردے کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا اس لیے ہم لوگ سبز کھیتوں کی اوٹ میں ہو کر الگ نماز پڑھنے لگے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہمیں اس بات کا خیال ہی نہیں رہا کہ ابھی مرد نماز پڑھ رہے ہیں...... اور دوسرے یہ بات بھی تھی کہ ہمارا اور مردوں کا فاصلہ بھی تھا۔ ہم میں سے کوئی کسی بات پر ہنسا اور ہنسی کی آواز آپ تک پہنچ گئی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپؓ تشریف لائے اور آپؓ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار اس حد تک کیا کہ کم از کم دو گھنٹے تک ہم لوگوں سے ریزرو رہے۔ جب آپؓ کی ناراضگی کی کیفیت دور ہوئی تو مَیں نے کہا اب کم از کم پکنک کے لیے پھر نہیں آؤں گی۔ اگر تمام دن کی تفریح کے بعد اس طرح کی بدمزگی انجام میں ہو تو پھر کیا فائدہ؟ خوامخواہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمانے لگے تم بیسیوں دفعہ میرے ساتھ پکنک پر آؤ گے اور میں بیسیوں دفعہ تم لوگوں کو سیر و تفریح کے لیے لے کر جاؤں گا۔ مگر جہاں تک عبادت کا سوال ہو گا وہاں عبادت کا احترام مقدم۔ جہاں دین اور سلسلے کا سوال ہو گا وہاں پوری سنجیدگی اور اس کا احترام سب سے افضل اور اس کے

لیے حمیت اور اہمیت تمام باتوں پر سبقت لے جائے گی۔ اس قسم کی کوتاہیاں میرے لیے حقیقت میں ناقابل برداشت ہیں۔"

(روزنامہ الفضل فضل عمر نمبر 1966ء صفحہ ب)

معزز سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

"میرے دفتر میں ایک سکھ دوست جو قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کے قریب ایک گاؤں "لالے ننگل" کے رہنے والے تھے تشریف لائے۔ انہوں نے بتایا کہ تقسیمِ ملک سے قبل مَیں ایک دفعہ قادیان آیا۔ جمعہ کا دن تھا اور قادیان میں بارش ہو رہی تھی۔ حضور جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر جب مسجد اقصیٰ سے اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو مَیں نے عرض کیا کہ حضور! قادیان میں تو بارش ہو رہی ہے لیکن میرے گاؤں میں سخت گرمی ہے اور وہاں بارش نہ ہونے کے سبب فصلوں کا بہت نقصان ہو رہا ہے۔ حضور دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے گاؤں پر بھی بارش نازل فرمائے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اور مَیں دعا بھی کروں گا۔ اس کے بعد مَیں جب اپنے گاؤں واپس پہنچا تو وہاں بارش ہو رہی تھی اور جو فصلیں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تباہ ہو رہی تھیں وہ پھر ہری بھری ہو گئیں۔"

(روزنامہ الفضل 15 فروری 2002ء صفحہ 11)

سامعین! مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب مرحوم سابق وکیل المال اوّل تحریک جدید ربوہ، حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ اپنی وابستہ دلنشین یادیں بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"میں جب پانچویں یا چھٹی جماعت کا طالبعلم تھا حضرت مصلح موعودؓ سیالکوٹ تشریف لائے۔ سیالکوٹ شہر کے ایک مشہور مقام قلعہ پر رات کے وقت حضور کا لیکچر تھا۔ حضورؓ کا قیام جس گھر میں تھا وہاں کا واقعہ ہے۔ ایک شخص نے حضورؓ کو بھری محفل میں کہا۔ حضور! مخالفوں نے لیکچر کے دوران فساد کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ حضور وہاں تشریف نہ لے جائیں۔ اس مجلس میں ایک غیر مبائع دوست بنام عزیز احمد صاحب بھی موجود تھے (جن کی روایت سے میں استفادہ کر رہا ہوں) انہوں نے بیان کیا کہ جب حضور نے یہ پیغام سنا تو

بلاخوف و خطر فرمایا کہ اگر مخالفت ہے تو پھر ان شاء اللہ مَیں ضرور جاؤں گا اور پھر مخالفت کی خبر سننے کے باوجود حضور اسی لیکچر کے مقام پر تشریف لے گئے۔ اگرچہ ابتداء میں چاروں طرف سے خطرناک پتھراؤ ہوا لیکن حضور کے جاں نثاروں نے پتھروں کو اپنے ہاتھوں سے روکا اور مخالفین کسی حربہ سے بھی حضور کو خائف نہ کر سکے جبکہ سارے فسادی لوگ پتھروں کے ساتھ متکبرانہ نعرے بھی لگا رہے تھے جن کی آواز آہستہ آہستہ فضا میں گم ہو گئی۔ بالآخر بفضلِ خدا حضور کے دلیرانہ عزم اور انتظامیہ کے استقلال اور حسنِ انتظام سے فسادیوں کو مقام لیکچر سے بھاگنا پڑا اور اس کے بعد حضور نے ایسا شاندار لیکچر دیا جس سے سامعین مسحور ہو گئے اور یہ مشاہدات ہمارے غیر مبائع بھائی کو حضور کی بیعت کرنے کا موجب بنے۔"

(روزنامہ الفضل 17 فروری 2012ء صفحہ 11)

سامعین! حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظؓ تھے جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے تھے اور اخلاص اور ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد و زاہد اور صاحبِ کشف و الہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات بیت مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد مبارک میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا مجھ پر بھی اثر طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں مصروف ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یاالٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے؟۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ مانگ لیا؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے دین کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔

(الفضل 16 فروری 1968ء)

معزز سامعین! پہلے یورپین احمدی مربی مکرم بشیر احمد آرچرڈ جب پہلی مرتبہ قادیان گئے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے اپنی ملاقات کا احوال بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''میرا قیام قادیان میں صرف دو دن رہا انہی دو دنوں میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان سے ملاقات لاریب میری زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے۔ گو میں اس وقت اُن کے بلند روحانی مقام سے واقف نہ تھا پھر بھی ان سے ملاقات کے وقت مجھے یوں محسوس ہوا کہ مَیں کسی اور دنیا میں ہوں۔ وہ اپنے گھر کے بر آمدہ میں تشریف فرما تھے۔ گفتگو شروع ہوئی تو میں نے عرض کی میرے نزدیک تو بہتر زندگی گزارنے کے لیے توریت کے دس احکام پر عمل کرنا ہی کافی ہے جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ یہ دس احکام تو مجمل حیثیت رکھتے ہیں زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی تفصیل و وضاحت کی ضرورت ہے مثلاً ایک حکم ہے ''قتل نہ کرو''لیکن بظاہر کئی ایسے مواقع جن پر جان لینا ضروری ہوتا ہے یا کن مراحل پر جان لینا منع ہے اور کن مواقع پر نہیں اس پر صرف اسلام روشنی ڈالتا ہے اور ہر حکم کی فلاسفی بیان کرتا ہے۔

مَیں نہ صرف ان کے نورانی چہرے اور ان کی مقناطیسی شخصیت سے متاثر ہوا بلکہ ان کی گفتگو اور دلربا مسکراہٹ بھی ہمیشہ کے لیے میرے دل میں گھر کر گئی۔ اس وقت یہ احساس شدت سے تھا کہ میں کسی عام آدمی سے ملاقات نہیں کر رہا بلکہ ایک نہایت اعلیٰ ہستی اس وقت میرے سامنے ہے۔''

(روزنامہ الفضل 16 فروری 2009ء صفحہ 11)

سامعین! حضرت بھائی عبد الرحمٰن قادیانیؓ اپنی مطبوعہ ڈائری ''حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا سفر یورپ 1924ء'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''کھانا لگایا گیا تو حضور کے سامنے کی پلیٹ میں تو مرغی یا چوزے کا شوربہ اور سالن تھا اور باقی پلیٹوں میں صرف سبزی تھی۔ غلطی یہ ہوئی کہ چوزے کا شوربہ حسب معمول دستر خوان کی سب پلیٹوں میں نہ لگایا۔ سارا ایک ہی میں لگا دیا باقی بچا کر الگ رکھ لیا گیا۔ حضورؓ کو اس نظارہ سے سخت تکلیف ہوئی۔ حضور نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے..... فرمایا:''جب میرے سامنے مرغ کی پلیٹ رکھی گئی تھی تو کیوں باقی ساتھیوں کے واسطے نہیں رکھی۔ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ یہ کیسا کمینہ پن ہے اور

میرے اخلاق پر کتنا بدنما دھبہ آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم باپ دادا سے بھی شریف تھے اور اب خود ہم پر بھی خدا تعالیٰ کے خاص فضل ہیں اور اس قسم کا کمینہ پن کبھی نہیں ہوا کہ ہمارے دستر خوان پر ہمارے کھانے کے لیے کچھ اور ہو اور ساتھیوں کے واسطے کچھ اور۔ سلسلہ نے ہم کو اور بھی شریف بنا دیا ہے۔ پس میں اس قسم کی خِست کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

سامعین! آپ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے حضرت مصلح موعودؓ کی سادگی کا پتہ چلتا ہے۔ لکھتے ہیں: اٹلی میں فوٹو گرافر حضرت اقدس کی تصویر لینے میں تصنع اور فیشن کی کوشش کرتا تھا اور کبھی حضور کو ٹیڑھے بیٹھنے کی درخواست کرتا تھا اور کبھی گردن موڑ کر بیٹھنے کو کہتا۔ حضورؓ نے ان باتوں کو ناپسند فرما کر فرمایا کہ "یہ سب باتیں ان نیچرل (غیر طبعی) اور بناوٹ و تکلفات ہیں۔ جو بازاری لوگوں کا کام ہے۔ مَیں ان کو پسند نہیں کرتا۔ قدرتی اور بے تکلفانہ سیدھا سادھا فوٹو چاہتا ہوں۔"

(روزنامہ الفضل 16 فروری 2009ء صفحہ 15)

سامعین! محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ اپنی کچھ یادیں تازہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"مجھے اپنے بچپن کے ایک واقعہ کو یاد کر کے اب بھی ہنسی آجاتی ہے۔ میں سمجھا کرتی تھی کہ شاید ابا جان کو نیند آتی ہی نہیں کیونکہ رات کو جب بھی مَیں نے دیکھا ابا جان کو دینی کاموں میں مصروف دیکھا اور اسی طرح تمام دن بھی آپ مصروف رہتے تھے۔ ایک دن میں نے سوچا اور دل میں تہیّہ کیا کہ آج مَیں تمام رات جاگوں گی اور دیکھوں گی کہ ابا جان کس وقت سوتے ہیں۔ مَیں تقریباً دو اڑھائی بجے تک انتہائی کوشش سے جاگتی رہی اور اس وقت تک ابا جان لگاتار اپنے کام میں مشغول تھے۔ آخر مَیں تھک کر سو گئی اور کئی دن تک دن رات سو کر اپنی نیند کی کمی کو پورا کرتی رہی۔ لیکن سیّدنا ابا جان پر مَیں نے کبھی تھکان کا اثر نہ دیکھا۔ وہ مردِ مجاہد اور خدا تعالیٰ کا عاشق اور اسلام کی تعلیم کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے شبانہ روز کوشاں رہا۔"

آپ حضرت مصلح موعودؓ کا عشق الٰہی کا ایک واقعہ تحریر فرماتی ہیں:

"غالباً 1940ء کا واقعہ ہے کہ سیدنا ابا جان اور جماعت کے بہت سے احباب نے حضورؓ کے وصال کے متعلق خواب دیکھے جس پر حضور نے جماعت کے نام ایک وصیت لکھی۔ جماعت کو جو محبت اپنے آقا سے تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس وقت جماعت کا ہر بچہ، بوڑھا اور جوان اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھا اور لوگ روزے رکھ کر اور تہجد کی نماز میں اپنے محبوب آقا کی درازئ عمر کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی گریہ و زاری سن کر تقدیروں کو ٹالنے والا ہے۔ اس نے جماعت کی دعاؤں کو سنا اور قبول فرمایا اور جس طرح اس نے خوابوں کے ذریعہ آپ کے وصال کی خبر دی تھی اسی طرح درازئ عمر کی خوشخبری بھی اپنے پیاروں کو دے دی۔ سیدنا ابا جان نے بھی شاید کوئی خواب دیکھا کہ آپ کی عمر بڑھا دی گئی ہے۔ وہ نظارہ آج بھی میرے سامنے ہے جب سیدنا ابا جان مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھانے کے لیے تشریف لائے۔ چوکی پر دستر خوان لگا ہوا تھا اور حضور تخت پر گاؤ تکیہ کے سہارے خاموش اور بہت اداس لیٹے تھے۔ کئی بار آپا جان (سیدہ اُم طاہر) نے کہا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ کافی دیر کے بعد آپ ایک دم اٹھے اور دستر خوان کے قریب بیٹھ کر بڑے درد سے یہ شعر پڑھنے لگے۔

ہم دونوں میں حائل تھی جو دیوار گراں وہ گر نہ سکی
قسمت میں جدائی لکھی تھی میں جا نہ سکا وہ آ نہ سکے

آپا جان نے کہا۔ آج آپ اتنے اداس کیوں ہیں؟ کیا بات ہے؟ اور یہ شعر آپ نے کیوں پڑھا۔ فرمانے لگے میں تو سمجھا تھا کہ بس جلد ہی اب اپنے خدا سے جاملوں گا لیکن تم لوگوں نے مجھے جانے نہ دیا۔

یہ جذبات خدا سے محبت کرنے والے، اس سے عشق رکھنے والے، اس کے ہر حکم پر چلنے والے، اس کے نام کو بلند کرنے والے، اس کی توحید کا پرچم دنیا کے کونے کونے میں گاڑ دینے والے اور اس کی محبت میں دن رات سرشار رہنے والے بندے کے سوا کسی اور کے لیے ممکن نہیں۔"

(روزنامہ الفضل 2007ء صفحہ 9-10)

معزز سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کے آخری لمحات کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارے نہایت ہی پیارے امام، میرے محبوب روحانی اور جسمانی باپ حضرت اقدس امام جماعت احمدیہ الثانیؓ کی بیماری کے آخری چند لمحات کی یاد ایک نہ مٹنے والا نقش ہے۔ شام سے طبعیت زیادہ خراب تھی اور مسلسل سانس کو درست رکھنے کے لیے آکسیجن دی جارہی تھی۔ چھاتی میں رسوب زیادہ بھر رہا تھا جسے بار بار نکالنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور مکرم محترم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب اور برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بار بار معائنہ فرماتے اور رسوب کا اخراج خود اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے ....اندیشے دھوئیں کی طرح آتے اور جاتے تھے۔ توکل علی اللہ اور نیک امید غیر متزلزل چٹان کی طرح قائم تھے۔

حضرت صاحب پر کبھی غنودگی طاری ہوتی تو کبھی پوری ہوش کے ساتھ آنکھیں کھول لیتے اور اپنی عیادت کرنے والوں پر نظر فرماتے لیکن جیسا کہ مقدر تھا رفتہ رفتہ یہ غنودگی کی کیفیت ہوش کے وقفوں پر غالب آنے لگی اور جوں جوں رات بھیگتی گئی غنودگی بڑھتی گئی۔ اس وقت بھی گو ہماری تشویش بہت بڑھ گئی تھی لیکن یہ تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ حضرت صاحب کی یہ آخری رات ہے جو آپؓ ہمارے درمیان گزار رہے ہیں..... نماز سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹے ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ فون کی دل دہلا دینے والی گھنٹی بجنے لگی۔ مجھے فوری طور پر پہنچنے کی تاکید کی جارہی تھی۔ اسی وقت جلدی سے وضو کر کے ایک ناقابل بیان کیفیت میں وہاں پہنچا..... حضرت صاحب کے کمرے میں پہنچا تو اور ہی منظر پایا۔ کہاں احتیاط کا وہ عالم کہ ایک وقت میں دو افراد سے زائد اس کمرہ میں جمع نہ ہوں اور کہاں یہ حالت کہ افراد خاندان سے کمرہ بھرا تھا...... سب وہیں تھے سب کے ہونٹوں پر دعائیں تھیں اور سب کی نظریں اس مقدس چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ سانس کی رفتار تیز تھی اور پوری بے ہوشی طاری تھی۔ چہرے پر کسی قسم کی تکلیف یا جدوجہد کے آثار نہ تھے۔ مَیں نے کسی بیمار کا چہرہ اتنا پیارا اور ایسا معصوم نظر آتا ہوا نہیں دیکھا۔

اس وقت مجھے پہلی مرتبہ یہ غالب احساس ہوا کہ گو خدا تعالیٰ قادرِ مطلق اور حیّ و قیوم ہے اور ہر آن اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے لیکن وہ تقدیر جس سے ہمارے نادان دل گھبراتے ہیں وہ تقدیر آن پہنچی ہے۔ پس اُسی وقت میں نے قرآن کریم طلب کیا اور اس مقدس وجود کی روحانی تسکین کی خاطر جس کی ساری زندگی

قرآن کریم کے عشق اور خدمت میں صرف ہوئی سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ یہ ایک مشکل گھڑی تھی اور سر سے پاؤں تک میرے جسم کا ذرہ ذرہ کانپ رہا تھا...... تلاوت کے اختتام تک زندگی کی کشمکش کے آخری چند لمحے آن پہنچے تھے۔ میں نے قرآن کریم ہاتھ سے رکھ دیا اور دوسرے عزیزوں کی طرح قرآنی اور دیگر مسنون دعاؤں میں مصروف ہو گیا۔ حضرت صاحب نے ایک گہری اور لمبی سانس لی جیسے معصوم بچے روتے روتے تھک کر لیا کرتے ہیں اور ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے یہ آپ کی آخری سانس ہے۔ اسی وقت میں نے ایک ہومیو پیتھک دوا کے چند قطرے پانی میں ملا کر اپنی تشہد کی انگلی سے قطرہ قطرہ حضرت صاحب کے ہونٹوں میں ٹپکانے شروع کیے اور ساتھ ہی بے اختیار ہونٹوں پر یہ دعا جاری ہو گئی يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ اس وقت سانس بند تھے اور جسم ٹھنڈا ہو رہا تھا بظاہر زندگی کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا لیکن اچانک ہم نے حیّ و قیوم خدا کا ایک عظیم معجزہ دیکھا۔ مجھے حضرت پھوپھی جان کی بے قرار آواز سنائی دی کہ دیکھو! ابھی پاؤں میں حرکت ہوئی تھی اور ان الفاظ کے ساتھ ہی ہونٹوں پر بھی خفیف سی حرکت ہوئی اور سانس لینے کا سا اشتباہ ہوا۔ معاً شدید کرب اور بے چینی سکینت میں بدل گئے اور ہر طرف سے يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور جوں جوں ہم دعا کرتے رہے حضرت صاحب کی سانس زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ ڈاکٹر بھی جو جسم بظاہر مردہ چھوڑ کر چلے گئے تھے واپس بلائے گئے اور بڑی حیرت سے اس معجزانہ تبدیلی کا مشاہدہ کرنے لگے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کی زندگی کا بظاہر جسم کو چھوڑ دینے کے بعد معجزانہ طور پر واپس لوٹ آنا محض ہمارے دلوں کو سکینت عطا کرنے کی خاطر تھا۔

چنانچہ اس کے تقریباً بیس منٹ کے بعد حضرت صاحب کو اپنے آسمانی آقا کا آخری بلاوا آ گیا۔ اس وقت کا منظر اور کیفیت نا قابل بیان ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نمبر صفحہ 8)

معزز سامعین! ان تمام واقعات سے ہمیں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے خدا اور اس کے رسول سے محبت، اپنے دین سے محبت، اپنی جماعت اور احباب جماعت سے محبت، اپنے

خاندان سے محبت کا پتہ چلتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو بھی اس عظیم ہستی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اے فضل عمر! تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ

(کمپوڈبائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿18﴾ ﴿مشاہدات۔276﴾

حضرت مصلح موعودؓ کی بعض علامات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی زبانی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے "حضرت مصلح موعودؓ کی بعض علامات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی زُبانی"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے 21 سالہ دورِ خلافت میں یومِ مصلح موعود کی مناسبت سے قریباً ہر سال اپنے خطبات میں پیشگوئی مصلح موعود، اِس کے پسِ منظر، اِس کے لوازمات، اِس کی علامات پر سیر حاصل بحث فرمائی اور حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کے مختلف پہلو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ آپؓ کے مقام و مرتبہ کو بیان فرمایا۔ آج مَیں اپنی تقریر میں اِن علامات اور مقام و مرتبہ کے حوالہ سے بعض

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے پڑھ کر سناؤں گا جن سے حضرت مصلح موعودؓ کی بلند شان پر روشنی پڑے گی اور حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں پیشگوئی کی علامات آپؓ پر صادق آئیں گی۔

دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ

سامعین! ارشادات کے اِس گلدستہ میں سے دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ کے حوالے سے تقریر کا آغاز کرتا ہوں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہ جو آتا ہے ''دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ''۔ اس کے اَور معنی بھی ہو سکتے ہیں مگر میرے نزدیک اس کی ایک واضح تشریح یہ ہے کہ دوشنبہ ہفتے کا تیسرا دن ہوتا ہے۔ دوسری طرف روحانی سلسلوں میں انبیاء اور ان کے خلفاء کا الگ الگ دور ہوتا ہے اور جس طرح نبی کا زمانہ اپنی ذات میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اسی طرح خلیفہ کا زمانہ اپنی ذات میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے غور کر کے دیکھو۔ پہلا دور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ دوسرا دور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا اور آپ فرماتے ہیں کہ تیسرا دَور میرا ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کا ایک اور الہام بھی اس تشریح کی تصدیق کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا تھا اور وہ الہام یہ ہے کہ 'فضل عمر'۔ حضرت عمر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرے نمبر پر خلیفہ تھے۔ پس ''دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ'' سے یہ مراد نہیں کہ کوئی خاص دن خاص برکات کا موجب ہو گا بلکہ مراد یہ ہے کہ اس موعود کے زمانے کی مثال احمدیت کے دور میں ایسی ہی ہو گی جیسے دوشنبہ کی ہوتی ہے۔ یعنی اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدمتِ دین کے لئے جو آدمی کھڑے کئے جائیں گے ان میں وہ تیسرے نمبر پر ہو گا۔ فضل عمر کے الہامی نام میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ گویا کلام اللہ میں یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا کے مطابق فضلِ عمر کے لفظ نے ''دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ'' کی تفسیر کر دی۔ فرمایا کہ مگر الہام میں ایک اور خبر بھی ہے اور خدا تعالیٰ مبارک دوشنبہ ایک ایسے ذریعہ سے بھی لانے والا ہے جو (فرماتے ہیں کہ) میرے اختیار میں نہیں تھا اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے اپنے ارادے سے اور جان بوجھ کر اس کا اجراء کیا ہے۔ یعنی تحریک جدید کا اجراء جسے 1934ء میں ایسے حالات میں جاری کیا گیا جو آپؓ فرماتے ہیں کہ میرے اختیار میں نہیں تھے۔ گورنمنٹ کے ایک فعل نے جس میں جماعت کے خلاف بعض سخت اقدامات کرنے کے منصوبے تھے اور احرار کی فتنہ انگیزی کی وجہ

سے آپؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کا میرے دل میں القاء فرمایا تھا اور اس تحریک کے پہلے دَور کے لئے میں نے دس سال مقرر کئے۔ ہر انسان جب قربانی کرتا ہے تو قربانی کے بعد اس پر ایک عید کا دن آتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو رمضان کے روزوں کے بعد عید کا دن ہوتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری دس سالہ تحریک جدید ختم ہوگی (اس وقت تک ابھی ختم نہیں ہوئی تھی) تو اس سے اگلا سال (آپؓ فرماتے ہیں) ہمارے لئے عید کا سال ہوگا اور یہ سال 1944ء میں ختم ہوئے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ تحریک جدید کے حوالے سے جو پہلے دس سال کی تاریخ تھی اُسے اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو عجیب بات ہے کہ 1945ء کا سال گیارھواں سال ہے اور وہ عید کا سال ہے اور یہ سال پیر کے روز سے شروع ہو رہا ہے اور پیر کا دن دوشنبہ کہلاتا ہے۔" (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 25 صفحہ 49 تا 63 خطبہ بیان فرمودہ 28 جنوری 1944ء)

(ماخوز از خطبہ جمعہ 19 فروری 2016ء)

اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا

سامعین! حضور اِس حوالے سے فرماتے ہیں۔

"مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا" (پہلے جو تین چار لائنوں کے الفاظ ہیں وہ بشیر اول کے بارہ میں ہیں۔ مصلح موعود کی جو پیشگوئی ہے وہ اس لفظ سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ اس کے یہی ہیں۔ فرمایا کہ "اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضلِ عمر ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التواء میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے، پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمتِ الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا"۔ (سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 467-466 حاشیہ)

(ماخوز از خطبہ جمعہ 20 فروری 2009ء)

دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ

سامعین! اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

"پھر پسرِ موعود کے بارے میں اس پیشگوئی میں ایک یہ بات بھی تھی کہ "تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"۔ اس میں بھی غیروں کی شہادت دیکھیں کیا ہے۔

زمیندار اخبار میں مولوی ظفر علی خاں صاحب نے لکھا ہے۔ "یہ مشہور مصنف مسلم لیڈر تھے اور بڑے زبردست مقرر تھے۔ کہتے ہیں۔ "کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے...... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا...... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارہ پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔" ("ایک خوفناک سازش"۔ صفحہ 196۔ مظہر علی اظہر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288 مطبوعہ ربوہ)

(ماخوز از خطبہ جمعہ 20 فروری 2009ء)

خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا

سامعین! فرمایا:

"پھر اپنے بارے میں کہ "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا"۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے) فرمایا کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح نشان پورے کئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرا حافظ و ناصر ہوتا رہا اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "اب دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس الہام کی صداقت میں متواتر میری حفاظت اور نصرت کی ہے۔ مجھے اس وقت تک کوئی ایسا الہام نہیں ہوا جس کی بناء پر مَیں یہ کہہ سکوں کہ مَیں انسانی ہاتھوں سے نہیں مروں گا۔ لیکن بہر حال مَیں اس یقین پر قائم ہوں کہ جب تک میرا کام باقی ہے اس وقت تک کوئی شخص مجھے مار نہیں سکتا۔ میرے ساتھ متواتر ایسے واقعات گزرے ہیں کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ان کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ "ایک دفعہ میں جلسے پر تقریر کر رہا تھا اور تقریر کرتے کرتے میری عادت ہے کہ مَیں گرم گرم

چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تاکہ گلا درست رہے کہ اسی دوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی سے حضرت صاحب تک پہنچا دیں کیونکہ حضور کو تقریر کرتے کرتے ضعف ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اچانک کسی شخص کو خیال آ گیا اور اس نے احتیاط کے طور پر ذرا سی ملائی چکھی تو اس کی زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور مَیں خدانخواستہ اسے چکھ بھی لیتا تو کچھ نہ کچھ اس کا اثر ضرور ہو جاتا اور تقریر رک جاتی۔ (ماخوذ از الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 628)

پھر اسی طرح فرمایا کہ ایک دفعہ ایک پٹھان لڑکا آیا چُھرا لے کے اور مَیں اس کو ملنے کے لئے نکل ہی رہا تھا کہ عبدالاحد خاں صاحب نے اس کی حرکتوں سے اسے پہچان لیا کہ ہتھیار اس کے پاس ہے اور پکڑ لیا۔ (ماخوذ از الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 630-629)"

(ماخوز از خطبہ جمعہ 20 فروری 2009ء)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی شہادت

سامعین! اِس حوالے سے حضور ایدہ اللہ تعالی بیان فرماتے ہیں:

"پیر منظور محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات سے چھ ماہ قبل حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے آپؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس علیہ السلام کے اشتہارات پڑھ کر پتا مل گیا کہ پسرِ موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ (یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد) اس پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا۔ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں"۔ پیر صاحب موصوف نے یہی الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس پر تحریر فرمایا۔ "یہ لفظ مَیں نے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں"۔ (اور پھر دستخط فرمائے۔) "نور الدین 10ء ستمبر 1913ء۔"

(ماخوز از خطبہ جمعہ 23 فروری 2018ء)

اُس کے جسم مبارک پر قرآنی آیات لکھی ہیں

سامعین! حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"27جولائی 1944ء کے الفضل میں مکرم محمد موہیل صاحب کی ایک خواب کا یوں ذکر ملتا ہے کہ محمد موہیل صاحب احمدی نے کمال ڈیرہ سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار محمد اکرم صاحب کا حسب ذیل خواب تحریر کیا۔ یہ صاحب جو ابھی تک احمدی نہیں ہوئے تھے لکھتے ہیں کہ جب حضور 1936ء میں نوابشاہ تشریف فرما ہوئے۔ اس سے ایک رات قبل میں نے دیکھا کہ نوابشاہ کے چکرا (گول دائرے کا بازار ہے) اسٹیشن کی طرف سے مغرب کی طرف ایک شخص شیر پر سوار ہو کر آرہا ہے۔ جب میرے قریب آیا تو دیکھا کہ اس کے جسم مبارک پر قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے آدمیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت مرزا محمود احمد قادیانی ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ وہ کیسا ہے؟ جواب دیا کہ دنیا میں سب سے بڑے ولی اللہ ہیں۔" (الفضل قادیان جلد32 نمبر174 مورخہ 27جولائی 1944ء صفحہ 4)

(ماخوذ از خطبہ جمعہ 23 فروری 2018ء)

ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے

حضور نے فرمایا:

"یہ جو پیشگوئی میں ذکر آتا ہے کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس پر کلام الٰہی نازل ہو گا اور رؤیا میں اس کا بھی ذکر آتا ہے۔ چنانچہ الٰہی تصرف کے تحت رؤیا میں مَیں (حضورؓ) سمجھتا ہوں کہ اب مَیں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جارہی ہیں۔ پس اس حصے میں پیشگوئی کے انہی الفاظ کے پورا ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء)

تین کو چار کرنے والا ہو گا

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے فرمایا:

’’پھر ’’تین کو چار کرنے‘‘ کے بارے میں (آپؓ) فرماتے ہیں کہ ’’یہ بھی صحیح نہیں کہ تین کو چار کرنے والے کی علامت مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی۔ مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی رنگ میں تین کو چار کرنے والا ہوں۔ اوّل اس طرح کہ مجھ سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب، مرزا فضل احمد صاحب اور بشیر اول پیدا ہوئے اور چوتھا مَیں ہوا۔ دوسرے اس طرح کہ میرے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین بیٹے ہوئے اور اس طرح میں نے ان تین کو چار کر دیا یعنی مرزا مبارک احمد، مرزا شریف احمد اور مرزا بشیر احمد اور چوتھا میں۔ تیسرے اس طرح بھی مَیں تین کو چار کرنے والا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندہ اولاد میں سے ہم صرف تین بھائی یعنی مَیں، مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے آپ کے روحانی بیٹوں میں شامل تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب آپ کی روحانی ذریّت میں شامل نہیں تھے۔ انہیں حضرت خلیفہ اول پر بڑا اعتقاد تھا مگر باوجود اعتقاد کے آپ کے زمانے میں وہ احمدی نہ ہوئے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک رؤیا سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہدایت مقدر کی ہوئی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانے میں وہ احمدیت میں داخل نہ ہوئے۔ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ وہ میرے ذریعہ سے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی حالانکہ وہ میرے بڑے بھائی تھے اور بڑے بھائی کے لئے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ بیعت کے بعد انہوں نے خود بتایا کہ مَیں ایک عرصے تک اس وجہ سے بیعت کرنے سے رکتا رہا کہ اگر مَیں بیعت کرتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کرتا یا حضرت خلیفہ اوّل کی کرتا جن پر مجھے بڑا اعتقاد تھا۔ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر لوں۔ مگر کہنے لگے (یعنی مرزا سلطان احمد صاحب نے کہا کہ) آخر مَیں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ پیالہ مجھے پینا ہی پڑے گا۔ چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے

مجھے تین کو چار کرنے والا بنا دیا کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریّت میں ہم صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہو گئے۔ پھر اس لحاظ سے بھی مَیں تین کو چار کرنے والا ہوں کہ مَیں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔ 1886ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ (فرماتے ہیں کہ) پھر اس لحاظ سے بھی میں تین کو چار کرنے والا ہوں کہ میں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔ 1886ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی کی تھی اور 1889ء میں میری پیدائش ہوئی۔ 1886ء ایک، 1887ء دو، 1888ء تین اور 1889ء چار۔ گویا تین کو چار کرنے والی پیشگوئی میں یہ خبر بھی دی گئی تھی کہ میری پیدائش پیشگوئی سے چوتھے سال ہو گی اور اس طرح میں تین کو چار کرنے والا ہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے مطابق میری ولادت ہوئی۔" (ماخوذ از "الموعود"، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 635 تا 637)"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء)

اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا

فرمایا:

"وہ اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا"۔ ایک پیشگوئی یہ بھی کی گئی تھی کہ وہ اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو میرے (حضورؓ) ذریعہ سے پورا کیا۔ اول تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ان قوموں کو ہدایت دی جن کی طرف مسلمانوں کو کوئی توجہ نہیں تھی اور وہ نہایت ذلیل اور پَست حالت میں تھیں۔ وہ اسیروں کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔ نہ ان میں تعلیم پائی جاتی تھی۔ نہ ان کا تمدن اعلیٰ درجے کا تھا۔ نہ ان کی تربیت کا کوئی سامان تھا۔ جیسے افریقن علاقے ہیں کہ ان کو دنیا نے الگ پھینکا ہوا تھا اور وہ صرف بیگار اور خدمت کے کام آتے تھے۔ ابھی مغربی افریقہ کا ایک نمائندہ (وہاں آپ جلسے میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس جلسے میں مغربی افریقہ کے ایک نمائندے نے تقریر بھی کی تھی۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ) آپ لوگوں کے سامنے پیش ہو چکے ہیں۔ اس ملک کے بعض لوگ تعلیم یافتہ ہیں لیکن اندرون ملک میں کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو کپڑے تک نہیں پہنتے اور ننگے پھرا کرتے تھے اور ایسے وحشی لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے ذریعہ ہزارہا لوگ

اسلام میں داخل ہوئے۔ وہاں کثرت سے عیسائیت کی تعلیم پھیل رہی تھی اور اب بھی بعض علاقوں میں عیسائیوں کا غلبہ ہے لیکن میری ہدایت کے ماتحت ان علاقوں میں ہمارے مبلغ گئے اور انہوں نے ہزاروں لوگ مشرکوں میں سے مسلمان کئے اور ہزاروں لوگ عیسائیت میں سے کھینچ کر اسلام کی طرف لے آئے۔ اس کا عیسائیوں پر اس قدر اثر ہے کہ انگلستان میں پادریوں کی ایک بہت بڑی انجمن ہے جو شاہی اختیارات رکھتی ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے عیسائیت کی تبلیغ اور اس کی نگرانی کے لئے مقرر ہے۔ اس نے ایک کمیشن اس غرض کے لئے مقرر کیا تھا کہ وہ اس امر کے متعلق رپورٹ کرے کہ مغربی افریقہ میں عیسائیت کی ترقی کیوں رک گئی ہے۔ اس کمیشن نے اپنی انجمن کے سامنے جو رپورٹ پیش کی اس میں درجن سے زیادہ جگہ احمدیت کا ذکر آتا ہے اور لکھا ہے کہ اس جماعت نے عیسائیت کی ترقی کو روک دیا ہے۔ غرض مغربی افریقہ اور امریکہ دونوں ملکوں میں حبشی قومیں کثرت سے اسلام لا رہی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان قوموں میں تبلیغ کا موقع عطا فرما کر مجھے ان اسیروں کا رستگار بنایا ہے اور ان کی زندگی کا معیار بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔"

پھر فرمایا کہ "اسیروں کی رَستگاری کے لحاظ سے کشمیر کا واقعہ بھی اس پیشگوئی کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے اور ہر شخص جو اِن واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہی کشمیریوں کی رستگاری کے سامان پیدا کئے اور ان کے دشمنوں کو شکست دی۔" (ماخوذ از "الموعود"، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 614-615)

(ماخوز از خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء)

قرآن کی تفسیر و علوم فرشتوں سے سیکھنا

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"آپؓ نے ایک مضمون "احمدیت کا پیغام" لکھا تھا جس میں احمدیت کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لئے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ وضاحت فرمائی تھی۔ اس مضمون میں ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ "خود راقم الحروف نے کئی علوم فرشتوں سے سیکھے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ ایک فرشتے نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر پڑھائی اور اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک سورۂ فاتحہ کے اس قدر مطالب مجھ پر کھلے ہیں کہ ان کی حد ہی کوئی

نہیں ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ کسی مذہب وملّت کا آدمی روحانی علوم میں سے کسی مضمون کے متعلق بھی جو کچھ اپنی ساری کتاب میں سے نکال سکتا ہے اس سے بڑھ کر مضامین خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں صرف سورۃ فاتحہ میں سے نکال سکتا ہوں۔ مدّتوں سے مَیں دنیا کو یہ چیلنج دے رہا ہوں مگر آج تک کسی نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ ہستیٔ باری تعالیٰ کا ثبوت، توحید الٰہی کا ثبوت، رسالت اور اس کی ضرورت، شریعت کاملہ کی علامات اور بنی نوع انسان کے لئے اس کی ضرورت، دعا، تقدیر، حشر و نشر، جنت و دوزخ ان تمام مضامین پر سورۃ فاتحہ سے ایسی روشنی پڑتی ہے کہ دوسری کتب کے سینکڑوں صفحات بھی اتنی روشنی انسان کو نہیں پہنچاتے۔'' (ماخوذ از ''احمدیت کا پیغام''، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 567)

پھر آپؓ نے فرمایا کہ عہدۂ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت سے کھولے کہ اب قیامت تک امتِ مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔ وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمتِ دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہی اس مضمون کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جس کو آج دوست اور دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ بُرا بھلا کہے، جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اسے میرا خوشہ چیں ہونا پڑے گا۔ مجھ سے بہرحال مدد لینی پڑے گی اور میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا چاہے پیغامی ہوں یا مصری۔ ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں بلکہ مَیں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارے میں سب سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں، خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ سے ہی اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہو گی کہ اے

نادانو! تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اسی سے لیا ہے۔ پھر اس کی مخالفت تم کس منہ سے کر رہے ہو؟ (ماخوذ از ''خلافت راشدہ''، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 587-588)''

(ماخوز از خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء)

سورۃ فاتحہ کی تفسیر فرشتے سے سیکھنا

سامعین! فرمایا:

''پانچویں شہادت کا ذکر کرتے ہوئے (آپؓ) فرماتے ہیں کہ ''پانچویں شہادت جو اس بارے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب مجھے ملی یہ ہے کہ میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اس کی آواز ایسی ہے جیسے پیتل کا کوئی کٹورا ہو اور اسے کسی چیز سے ٹھکوریں تو اس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے اس گھنٹی میں سے بھی ٹن کی آواز آئی مگر وہ آواز ایسی سُریلی اور لطیف ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے جہان کی موسیقی کی لذات اس میں بھر دی گئی ہیں۔ یہ آواز بڑھتی گئی، بڑھتی گئی یہاں تک کہ تمام جوّ میں متشکل ہو کے ایک فریم بن گئی۔ (آسمان پر پھیل گئی۔ فضا میں پھیل گئی اور ایک فریم کی شکل میں آگئی) جیسے تصویر کا فریم ہوتا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس فریم میں ایک تصویر نمودار ہوئی جو کسی نہایت ہی حسین اور خوبصورت وجود کی ہے۔ پھر وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد یکدم اس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آگیا جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ خدا کا فرشتہ ہے اور اس نے مجھے کہا کہ آؤ میں تم کو سورۃ فاتحہ کا درس دوں۔ چنانچہ اس نے مجھے سورۃ فاتحہ کا درس دینا شروع کر دیا اور دیتا گیا، دیتا گیا، دیتا گیا یہاں تک کہ وہ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ کی تفسیر شروع کرنے لگا تو کہنے لگا کہ آج تک جتنے مفسر ہوئے ہیں ان سب نے مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ تک تفسیر لکھی ہے لیکن میں تمہیں اس کے آگے بھی تفسیر بتاتا ہوں چنانچہ اس نے ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے پڑھا دی۔ جب میری آنکھ کھلی تو رؤیا میں اس فرشتے نے جو باتیں مجھے بتائی تھیں ان میں سے کچھ باتیں مجھے یاد تھیں لیکن مَیں نے ان کو نوٹ نہ کیا اور بعد میں میں خود بھی ان کو بھول گیا۔ جب صبح میں نے اپنی اس رؤیا کا حضرت خلیفہ اوّل سے ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ خواب میں فرشتے نے جو باتیں بتائی تھیں ان میں سے بعض آنکھ کھلنے پر مجھے یاد تھیں لیکن صبح اٹھنے پر وہ میرے ذہن میں سے نکل گئیں تو حضرت

خلیفہ اول خفا ہو کر کہنے لگے کہ تم نے اتنا علم ضائع کر دیا۔ ان کو نوٹ کر لینا چاہئے تھا۔" فرماتے ہیں کہ "مگر وہ دن گیا اور آج کا دن آیا سورۃ فاتحہ سے خدا تعالیٰ ہمیشہ ہی مجھے نئے نئے نکات سمجھاتا ہے۔ چنانچہ اب بھی اس رؤیا کے بعد جب میں نے توجہ کی کہ جماعت کی اصلاح اور اسلامی نظام کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے کون سا واضح پروگرام ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۃ فاتحہ سے ہی ایک نہایت واضح اور مکمل پروگرام بتایا جس پر چل کر اسلام ایسی ترقی حاصل کر سکتا ہے کہ دشمن اس کو دیکھ کر حیران رہ جائے اور اسلامی تمدّن کی فوقیت کا اعتراف کئے بغیر اس کے لئے کوئی چارۂ کار نہ رہے۔ اس پروگرام کے مطابق ان تمام غلطیوں کا بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ازالہ ہو سکتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان نظامِ اسلام اور اس کے تمدّنی احکام کو سمجھنے میں کر چکے ہیں۔ (جو غلطیاں بعد میں مسلمانوں نے کی تھیں) اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کے ذریعہ سے ہی مجھے سمجھا دیا اور اس رؤیا کی اصل تعبیر یہ تھی کہ میرے قوائے باطنیہ میں سورۃ فاتحہ کا علم خصوصاً اور فہم قرآن کا عموماً رکھ دیا گیا ہے جو وقتاً فوقتاً الہام باطنی کے ساتھ ضرورت کے مطابق ظاہر ہوتا رہے گا۔" (خطباتِ محمود جلد 25 صفحہ 90-92)

(ماخوز از خطبہ جمعہ 17 فروری 2017ء)

خدا نے عِلم قرآن سکھلایا

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِس حوالے سے ایک خطبہ میں فرمایا۔

"پھر مَیں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لیے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ مَیں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔" یہ چیلنج آپؓ نے اس زمانے میں دیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں "لیکن مَیں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لیے مجھے دنیا

کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔‘‘

(ماخوذ از خطبہ جمعہ 21 فروری 2020ء)

حضرت مسیح ناصری سے مماثلت

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں؛

اب مَیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض الہامات اور کشوف ورؤیا کا ذکر کرتا ہوں جو آپؓ نے اپنے مصلح موعود ہونے کے اعلان کے موقع پر بیان فرمائے تھے۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ: ’’سب سے پہلی چیز جو اس منصب کی طرف اشارہ کرتی ہے وہ میرا ایک الہام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں مجھے ہوا اور میں نے جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتا دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو اپنے الہامات کی کاپی میں لکھ لیا۔ وہ الہام میں نے بارہا سنایا ہے۔ (آپ لوگوں کو بتا رہے ہیں) پہلے میں اسے صرف خلافت کے متعلق سمجھتا تھا لیکن اب میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہے کہ اس الہام میں میرے اس منصب کی طرف اشارہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ملنے والا تھا۔ وہ الہام یہ تھا کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھے گا"۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اس میں ایک لطیف اشارہ ہے۔ (ایک بہت باریک اشارہ ہے) جو پیشگوئی کے پورا ہونے کی ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور وہ یہ کہ یہ وہ الہام ہے جو حضرت مسیح ناصری کو ہوا اور جس کا قرآن کریم میں بھی ذکر آتا ہے مگر وہاں یہ الفاظ ہیں۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (آل عمران:56)۔ اور یہاں یہ الہام ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری کا دعویٰ موسوی سلسلہ کی آخری نبوت کا تھا اور اس قسم کے دعوے کے متعلق پہلے لوگوں کی مخالفت ضروری ہوتی ہے۔ پھر ایک لمبے عرصے کے بعد وہ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں لیکن مصلح موعود کی پیشگوئی کے مورد کو چونکہ اللہ تعالیٰ پہلے خلیفہ بنانا چاہتا تھا اور خلیفہ کو معاً (فوری طور پہ) بنی بنائی جماعت مل جاتی ہے اس لئے یہاں جَاعِلُ الَّذِیْنَ والے حصے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت مسیح کے عہدہ والا نبی تو جب بھی لوگوں کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے لوگ اسے سنتے ہی کہنے لگ جاتے ہیں۔ جھوٹا جھوٹا۔ کوئی ابو بکرؓ جیسی صفت رکھنے والا انسان ہو اور اس نے مان لیا تو یہ علیحدہ بات ہے ورنہ عام طور پر ایسا نبی جب اپنی نبوت کا اعلان کرتا ہے ساری دنیا اسے جھوٹا قرار دینے لگ جاتی ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدا میں صرف تین لوگ ایمان لائے لیکن خلیفہ کو پہلے دن ہی ایک جماعت مانتی ہے۔ پس اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک دن بنی بنائی جماعت دے دے گا اور پھر اس جماعت کا تعلق تمہارے ساتھ مضبوط کرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ ایک دن وہ تمہاری جماعت ظلّی طور پر کہلائے گی اور کچھ لوگ تمہارے مخالف بھی ہوں گے مگر تمہاری بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت تک تمہارے منکروں پر غلبہ دے گا اور یہ غلبہ تمہارے امام بنتے ہی شروع ہو جائے گا۔ اور جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ والے حصے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ تم انتظار کرو کہ لوگ کب ایمان لاتے ہیں یا اکثر لوگ مخالفتیں کریں، فتوے لگائیں، مضحکہ اڑائیں، تحقیر و تذلیل کی کوشش کریں، مٹانے اور برباد کرنے کی تدبیریں کریں اور دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک طوفانِ مخالفت اٹھ آئے بلکہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بنی

بنائی جماعت کے اکثر حصہ کو تیرے (یعنی مصلح موعود کو) سپرد کر دے گا اور جس دن یہ جماعت تیرے سپرد ہو گی اسی دن سے تجھے ماننے والوں کا تیرے مخالفوں پر غلبہ شروع ہو جائے گا"

آپؓ فرماتے ہیں "چنانچہ دیکھ لو ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی جماعت کو تو تین سو سال کے بعد غلبہ حاصل ہوا لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے جس وقت خلافت کے مقام پر مجھے کھڑا کیا اس کے چند ہفتوں کے اندر ہی وہ لوگ جو میرے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے اور میرے عُہدہ کے منکر تھے یعنی پیغامی، اللہ تعالیٰ نے ان پر مجھے اور میرے ساتھیوں کو غلبہ دینا شروع کر دیا اور یہ غلبہ خدا تعالیٰ کے فضل سے روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ پیغامی آج کہہ رہے ہیں کہ ایک خواب پر انحصار کیا گیا" (یعنی وہ رؤیا جس کی بنیاد پہ آپ نے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا تھا کہ اس پر انحصار کر کے آپ کہتے ہیں کہ مصلح موعود ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "حالانکہ وہ بھی خواب نہیں کیونکہ اس میں الفاظ ہیں۔ مگر یہ الہام جو میں نے اوپر لکھا ہے یہ تو الہام ہے اور چالیس سالہ پرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ مَیں ایک جماعت کا امام ہوں گا۔ کچھ حصہ میری مخالفت کرے گا۔ اکثر میرے ساتھ مل جائیں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ قیامت تک دوسروں پر غلبہ دے گا (جو خلافت کے ساتھ وابستہ رہیں گے۔) یہ جو فرمایا کہ تیرے ماننے والوں کو تیرے کافروں پر اللہ تعالیٰ قیامت تک غلبہ دے گا اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دن مجھے ظلّی طور پر نبیوں کا یعنی مسیح ناصری اور مسیح محمدی کا نام دینے والا ہے کیونکہ خلیفہ کی جماعت اس کی زندگی تک ہوتی ہے۔ وفات کے بعد صرف نبیوں کی جماعت یا ان کے اظلال کی جماعت چلتی ہے۔ اسی طرح کَفَرُوْا کے الفاظ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ خلافت کے بعد مجھے ایک اور رتبہ ملنے والا ہے جو بعض نبیوں کے ظل کے طور پر ہو گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ۔" (خطباتِ محمود، جلد 25 صفحہ 87 تا 89)

(ماخوز از خطبہ جمعہ 17 فروری 2017ء)

اپنے اپنے دائرہ میں ہر احمدی مصلح موعود بنے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک خطبہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کے پہلو، شمائل اور آپؓ کا مقام و مرتبہ بیاں کرنے کے بعد احبابِ جماعت کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(ماخوز از خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

احمدِ مُرسل کے ثانی حسن میں احسان میں
خوبیاں تجھ سی نہیں ہرگز کسی انسان میں
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے

(کمپوزڈبائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔266﴾

ملت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف:23)

اور جب وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچا تو اسے ہم نے حکمت اور علم عطا کئے اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

وہ سچا فدائی تھا ملت کا برحق، خدا اس پہ بارش کرے رحمتوں کی
لہو دے کے زندہ کیا دیں کو اس نے ، وہ ٹھہرا ہے رازِ دوامِ خلافت
کریں اپنی نیکی کے معیار اُونچے کہ مانا ہے ہم نے مسیحِ زماں کو
دعا ہے کہ ہم اس بلندی کو چھو لیں ہوا جس غرض سے قیامِ خلافت

سامعین! آج مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے منظوم کلام کے آخری شعر کے دوسرے مصرع "**ملت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے**" پر روشنی ڈالنی ہے۔ یہ مکمل شعر یوں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے

پیارے دوستو! حضرت مصلح موعودؓ 1889ء کو پیدا ہو کر 76 برس کی عمر پا کر 1965ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِن 76 سالوں میں آپؓ نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دئے وہ ایک الگ سے دفتر ہے اور ایک کھلا باب ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ آپؓ اپنی ذات ایک دفتر تھے، ایک باب تھے، ایک کھلی ہوئی کتاب تھے جن کی سیرت، شمائل و اخلاق، علم و اخلاقیات اور کارناموں پر آپ کی پیدائش سے لے کر اب تک 135 سالوں میں اپنوں اور غیروں نے لاکھوں صفحات لکھ ڈالے۔ بالخصوص آپؓ کی وفات کے بعد 59

سالوں میں دنیا بھر کے مربیان، مبلغین، معلمین، خطیبوں، مقررین، مضمون نگاروں، شعراء اور خلفائے کرام نے آپؓ اور آپؓ کے کاموں کو دنیا میں زندہ رکھا ہے۔ اِس پر یہ برملا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر حقیقت بن کر صفحہ ہستی پر اُبھرا ہے۔ اگر صرف خلافتِ خامسہ کے 21 سالہ بابرکت دور پر نگاہ ڈالیں تو آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے قریباً ہر سال یومِ مصلح موعود کے موقع پر دلکش، دلربا اور پُر معارف طویل خطبات ارشاد فرمانے کے علاوہ بیسیوں خطبات وخطابات میں آپؓ کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ خطبات اور لیکچرز اپنی ذات میں ہمارے لئے ایک رہنما اصول اور سکیل کے طور پر موجود ہیں جنہیں سُن اور پڑھ کر درود شریف میں موجود الفاظ ''آلِ محمد'' میں آپؓ کی ذات کو شامل کر کے درود پڑھنے کو دل کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

سامعین! افریقہ کے جنگلات اور صحراؤں میں جہاں حضرت مصلح موعودؓ نے مادی وجسمانی لحاظ سے قدم نہیں رکھا وہاں ہمارے ابتدائی مجاہد مبلغین نے جس اعلیٰ رنگ میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کے وضع کردہ اصولوں اور طریقِ کار کو سامنے رکھ کر اُن کی تعلیم وتربیت کی ہے آج بھی اُن کے سامنے آپؓ کا نام آنے پر اُن مخلصین کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور زبانوں پر درود جاری ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اِس عظیم انسان کی کاوشوں سے ہم انسان کہلانے کے قابل ہوئے۔

سامعین! فدائی اُمّت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر رحمت کی دعائیں بھیجنے کا مضمون بہت طویل ہے۔ سرِ دست اُن ادیبوں اور عالموں کے بیانات اور خیالات کو یہاں بیان کر رہا ہوں جو غیر از جماعت تھے اور جنہوں نے آپؓ کی کتب پڑھ کر اور لیکچرز سُن رکھی تھیں۔ آپؓ کی زندگی میں اِن پر تبصرے اور خیالات کا اظہار بھی کر چکے تھے جو نیشنل اور انٹر نیشنل اخبارات اور جرائد کی زینت بنتے رہے۔ آپؓ کی وفات پر جو تبصرے آپؓ کی شخصیت، آپؓ کے مدبّرانہ خیالات اور اولو العزمی پر کئے میں آج اِن سب کو اِس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اپنوں نے تو اُس محبت، فدائیت اور محبانہ تعلق کی بناء پر آپؓ کا ذکرِ خیر کرنا ہی تھا۔ مگر غیر کیا کہتے ہیں وہ سنتے ہیں۔ ویسے بھی عنوان کے الفاظ پر غور کریں تو

مِلّت کے اِس فدائی کے الفاظ ہیں تو لازم تھا کہ مِلّت ہی کے لوگ اِس فدائیِ اُمّت پر رحمت کی دعائیں کرتے۔ آپؓ کو دعائیں دیتے اور ذکرِ خیر کرتے۔

سامعین! سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور حضورؓ کے لیکچر "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کو سن کر کہتے ہیں کہ "فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر **(اسلام میں اختلافات کا آغاز)** نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شد بد ہے اور **مَیں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔**

میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابلِ قدر معلوم ہو گا۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ تمہید مطبوعہ نومبر 1930ء)

سامعین! اسلام کے اقتصادی نظام پر حضورؓ کی تقریر کی صدارت **مسٹر رامچند مچندہ صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور** نے کی تھی۔ اس پُر شوکت تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب لالہ رامچند مچندہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی کہ "میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اِس بات سے خوشی ہے کہ تحریک احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اِس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی اِن قیمتی معلومات سے بہت فائدہ اٹھایا ہو گا۔ مجھے اس بات سے بھی بہت خوشی ہوئی ہے کہ اس جلسہ میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی شامل ہوئے ہیں... پہلے تو میں سمجھتا تھا اور یہ میری غلطی تھی کہ اسلام صرف اپنے قوانین میں مسلمانوں کا

ہی خیال رکھتا ہے غیر مسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت و احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟ آپ لوگوں نے جس سنجیدگی اور سکون سے اڑھائی گھنٹہ تک حضور کی تقریر سنی ہے اگر کوئی یورپین اس بات کو دیکھتا تو وہ حیران ہوتا کہ ہندوستان نے اتنی ترقی کر لی ہے۔"

پھر تبصرہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ "... اس حقیقت سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ آپ موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے بہترین عالم ہیں"

(خطبہ 17 فروری 2023ء)

سامعین! سید عبدالقادر صاحب ایم اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے اسلام اور اشتراکیت کے عنوان پر اخبار سن رائز لاہور میں ایک نوٹ دیا جس کا کچھ حصہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ "اسلام کا اقتصادی نظام اور کمیونزم کے موضوع پر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کا لیکچر سننے کا مجھے بھی فخر حاصل ہوا۔ یہ لیکچر بھی آپ کے دوسرے لیکچروں کی طرح جو مجھے سننے کا اتفاق ہوا ہے عالمانہ خیالات میں جلا پیدا کرنے والا اور پُر از معلومات تھا۔ مرزا صاحب خداداد قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کے ہر پہلو پر آپ کو پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اس وجہ سے آپ کے خیالات اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان پر توجہ کریں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 499)

پھر اِس لیکچر کے جب مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہوئے۔ اس کے تراجم پڑھ کر غیر ملکی پریس اور پڑھے لکھے طبقہ نے بھی سراہا۔ چنانچہ **سپین کے سپریم ٹریبونل کے پریذیڈنٹ ایس وائی ڈی جوس کاسٹن (S.Y.D.Jose Castan)** نے یہ پڑھ کے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کو لکھا کہ "میں آپ کے نوازش نامہ کا بہت شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ایک بہترین کتاب ہے جس کے مطالعہ نے میری طبیعت پر نہایت شاندار اور اعلیٰ تاثرات پیدا کئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ (اللہ تعالیٰ) آپ کو

اس ملک (سپین) میں اور اس کے باہر بھاری کامیابی عطا کرے گا۔ کتاب حالات حاضرہ کے متعلق نہایت دلچسپ ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 35)

اخبار روشنی سری نگر کا تبصرہ

سامعین! پھر حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پر اخبار "روشنی" سری نگر نے 11/نومبر 1965ء میں لکھا کہ "آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایک جید عالم اور مفکر تھے۔ تقریر کرنے میں شاید ہی کوئی آپ کا ثانی تھا۔ یہاں تک کہ "اسلام کا اقتصادی نظام" اور "اسلام کا نظام نو" جیسے دقیق موضوعات پر ایک ایک ہی صحبت میں جو تقاریر ہوئیں وہ کتابی صورت میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔ آپ کے عالم و فاضل ہونے کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انٹر نیشنل کورٹ آف جسٹس کے جج جسٹس سر ظفر اللہ خان صاحب بھی آپ کے مریدوں میں سے ہیں اور انہی کے الفاظ میں آپ کی ذات صفات حسنہ کا ایک ایسا دلکش مجموعہ پیش کرتی ہے جس کا ایک شخص کے وجود میں ہونا بہت نادر ہے... ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ بھی ہیں۔ آپ تخیل اور عمل کے میدانوں کے یکساں شہسوار ہیں۔ آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ ذکر و فکر میں گزرتا ہے لیکن میدان عمل میں آپ ایک اولوالعزم اور جری قائد بھی ہیں... جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ہر کشمیری دل سے مداح ہے کیونکہ **تحریک حریت کشمیر میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ 1931ء میں جب تحریک کشمیر شروع ہوئی تو آپ ہی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر تھے اور یہ آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ تحریک پروان چڑھی اور اس کا غلغلہ چاردانگ عالم میں ہوا۔**"

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 184-185)

سامعین! پھر **ویمبلے کانفرنس** میں آپؓ کا جو مضمون پڑھا گیا اس میں غیروں کے تاثرات کیا تھے۔ مضمون کے خاتمے پر پریذیڈنٹ نے مختصر الفاظ میں ریمارکس دیتے ہوئے کہا کہ "مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرینِ جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبی ترتیب، خوبی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریقِ استدلال کے

لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ پھر حضرت صاحب کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ **مَیں آپ کو لیکچر کی کامیابی پر مبارک باد عرض کرتا ہوں آپ کا مضمون بہترین مضمون تھا جو آج پڑھے گئے۔"**

رپورٹ لکھنے والے لکھتے ہیں "... ایک صاحب حضرت کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے۔ کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے مَیں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔"

(الفضل 23 اکتوبر 1924ء جلد 12 نمبر 45 صفحہ 4)

سامعین! 1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب یورپ تشریف لے گئے تو راستہ میں عرب ممالک میں بھی قیام فرمایا اور اس دوران عرب ممالک کے پریس نے بھی آپؓ کے متعلق اپنے تاثرات شائع کیے۔ چنانچہ اخبار فَتَی الْعَرَب دمشق اپنی دس اگست 1924ء کی اشاعت میں لکھتا ہے "یہ خلیفہ صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں۔ منہ پر سیاہ کشادہ داڑھی رکھتے ہیں۔ چہرہ گندم گوں ہے اور جلال و وقار چہرہ پر غالب ہے۔ دونوں آنکھیں ذکاء و ذہانت اور غیر معمولی علم و عقل کی خبر دے رہی ہیں۔ آپ ان کے چہرہ کے خدوخال میں جبکہ وہ اپنی برف کی مانند سفید پگڑی پہنے کھڑے ہوں یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اسکے کہ آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے اور آپ کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا ہے۔ جو کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اگر آپ اس کیفیت کو دیکھیں تو آپ اس تبسم کے نیچے جو معنی ہیں اور جو اس میں جلال ہوتا ہے اس سے حیران ہو جائیں گے۔"

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 320)

سامعین! مولانا عبد الماجد دریا آبادی مفسرِ قرآن اور مدیر ''صدقِ جدید'' نے حضور کی وفات پر لکھا کہ:

''قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سر گرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، اُن کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے''

(سوانح فضل عمر جلد سوئم)

سامعین! اخبار امروز لاہور نے 30 مئی 66ء کی اشاعت میں تفسیر صغیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ

''قرآن حکیم پوری بنی نوع انسان کے لئے رشد و ہدایت کا منبع و سر چشمہ ہے۔ ازل سے رہتی دنیا تک یہ کتاب مبین انسانوں کو دینی اور دنیوی معاملات میں عدل کا راستہ دکھاتی رہے گی اور بھولے بھٹکوں کو صراط مستقیم پر لاتی رہے گی۔'' کاش کہ آج کے علماء بھی یہ سمجھیں۔ ''قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ، کوئی سا گوشہ اور کوئی سا مرحلہ ایسا نہیں ہے جہاں ہم قرآن سے استمداد نہ کر سکتے ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لئے مطالبِ قرآن پر حاوی ہونا لازم ہے۔ جب تک قرآن میں منضبط احکام خداوندی کے مفاہیم کا انشراح ہی نہ ہو گا رشد و ہدایت کا سلسلہ کیسے شروع ہو گا۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر قرآنی مطالب کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ شروع ہوا اور نزولِ قرآن سے لے کر اَب تک اور پھر ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ جن لوگوں نے قرآن فہمی عام کرنے کے سلسلہ میں کوئی سا حصہ بٹایا ہو یقیناً تشکر کے سزاوار ہیں۔ مفسرین نے اپنے اپنے دَور میں قرآنی بصیرت کو عام کرنے میں جو کاوشیں کیں وہ اس لحاظ سے بھی مستحسن قرار پائیں گی کہ اس طرح تفسیر قرآن نے ایک باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر لی اور مطالب و معانی کے ابلاغ کے باب میں تفحص کی ایک پختہ روایت قائم ہو گئی۔ بحمد للہ۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور رہے گا.... اس وقت تفسیر صغیر پیش نظر ہے۔ یہ تفسیر احمدیہ جماعت کے پیشوا الحاج مرزا بشیر الدین محمود مرحوم کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے عربی متن کے اردو ترجمے کے ساتھ کئی مقامات کی تشریح کے لئے حواشی اور تفصیلی نوٹ دیئے گئے ہیں۔ ترجمے اور حواشی کی زبان نہایت سادہ اور آسان فہم ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 541-542)

سامعین! ہفت روزہ قندیل اپنی 19، جون 1966ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ ”انجمن حمایت اسلام لاہور اور تاج کمپنی لمیٹڈ کی طرف سے قرآنِ حکیم کی طباعت میں جو خوش ذوقی کا ثبوت دیا جاتا رہا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔.... تفسیر صغیر کی اشاعت سے اس روح آفرین سعی میں اضافہ ہوا ہے... تفسیر صغیر میں ترجمہ اور تفسیر امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ اور حواشی کی زبان عام فہم ہے تاکہ ہر علمی استعداد کا آدمی اس سے مستفید ہو سکے۔ ترجمہ اور تفسیر میں یہ التزام بھی ہے کہ جملہ تفاسیر متقدمین آخر تک پیشِ نظر رکھی گئی ہیں... قرآنِ مجید کو اس خوبصورتی سے طبع کرا کے شائع کرنا ایک بہت بڑی خدمت اسلام ہے۔“

(الفضل 23 جون 1966ء صفحہ 5)

سامعین! ایک مشہور سکالر اے جے آربری (A J Arberry) نے لکھا کہ ”قرآن شریف کا یہ نیا ترجمہ اور تفسیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ موجودہ جلد اس کارنامہ کی گویا پہلی منزل ہے۔ کوئی پندرہ سال کا عرصہ ہوا جماعت احمدیہ قادیان کے محقق علماء نے یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور کام حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حوصلہ افزاء قیادت میں ہوتا رہا۔ کام بہت بلند قسم کا تھا یعنی یہ کہ قرآن شریف کے متن کی ایک ایسی ایڈیشن شائع کی جائے جس کے ساتھ ساتھ اس کا نہایت صحیح صحیح انگریزی ترجمہ ہو اور ترجمہ کے ساتھ آیت آیت کی تفسیر ہو... شروع میں ایک طویل دیباچہ ہے جو خود حضرت مرزا بشیر الدین نے رقم فرمایا ہے... اگر ہم اس کام کو اسلام کے ذوقِ علم تحقیق کی عظیم یادگار کہہ کر پیش کریں تو کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔ اس کی تیاری کے ہر مرحلہ پر مستند کتب تفسیر و لغت و تاریخ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کتب کی طویل فہرست پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر کے تیار کرنے والوں نے نہ صرف تمام مشہور عربی تفسیروں کو زیر مطالعہ رکھا ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ یورپین مستشرقین نے تنقیدی رنگ میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی مد نظر رکھا ہے۔ اگر صرف ترجمہ پر نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ترجمہ کی انگریزی، غلطیوں سے پاک اور بڑی پُر وقار ہے... غیر مسلم معترضین کے اعتراضوں کا ردّ بھی اس میں ہے اور دوسرے مذاہب پر مناسب تنقید بھی، غیر مسلم پڑھنے والوں کو اس کے کئی حصے یک طرفہ اور معترضانہ رنگ لئے ہوئے معلوم ہوں گے لیکن یاد رہے یہ حصے بھی خلوص نیت

سے لکھے گئے ہیں اور نہایت توجہ سے پڑھے جانے کے لائق ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے کہ متقی اور اہل علم مسلمان جب دوسرے مذاہب کی روایتی تعلیموں پر اعتراض کرتے ہیں تو ایسا کیوں کرتے ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 672-673)

سامعین! ایک ڈاکٹر چارلس ایس بریڈن (Charles S. Braden) صدر شعبہ تاریخ وادب مذہبیات نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی ایونسٹن (Evanston) امریکہ نے لکھا "کتاب کی طباعت نہایت عمدہ ہے، ٹائپ بھی اعلیٰ ہے اور سہولت سے پڑھا جا سکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی انگریزی زبان کے اسلامی لٹریچر میں یہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس کے لئے دنیا جماعت احمدیہ کی از حد ممنون ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 674)

پھر ایک مشہور مسیحی اخبار النصر نے لکھا کہ "جماعت احمدیہ نے امریکہ اور یورپ کے براعظموں میں ثقافت اسلامیہ کی اشاعت کا نمایاں کام کیا ہے اور یہ کام لگاتار مبلغین کی روانگی سے ہو رہا ہے اور مختلف کتب و اشتہارات کی اشاعت سے بھی جن کے ذریعہ فضائل اسلام اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بیان کیا جاتا ہے۔ ہمیں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ ترجمہ قرآن مجید جاذب نظر اور ناظرین کے لئے قرۃ العُیون ہے۔ یہ ترجمہ بلند پایہ خیالات کا حامل ہے... قرآنی آیات ایک کالم میں درج ہیں اور دوسرے کالم میں بالمقابل ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں مفصل تفسیر کی گئی ہے۔ مطالعہ کرنے والا ان تفاسیر جدیدہ میں مستشرقین اور یورپین معاندین کے اعتراضات کے مفصل جوابات پاتا ہے... یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس ترجمہ کے ساتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی تحریر فرمائی ہے اور یہ سیرت و ترجمہ بے نظیر ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 675-676)

سامعین! ایک سیاستدان اور عالمِ دین مولانا محمد علی جوہر صاحب نے اپنے اخبار ہمدرد 26، ستمبر 1927ء میں لکھا کہ "ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور

میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلااختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کردی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اس منظم فرقے کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خُوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہو گا"

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 320-321)

سامعین! جب آل انڈیا کشمیر کا قیام عمل میں آیا تو خواجہ حسن نظامی دہلوی مدیر اخبار "منادی" کو حضورؓ کی شخصیت کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے حضور کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے لکھا:

"مرزا محمود احمد دراز قد، دراز ریش، گندمی رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، عمر چالیس سے زیادہ، ذات مغل، پیشہ امامت اور مسیح موعود کی پیشوائی، پنجاب کے قصبہ قادیان میں رہتے ہیں۔ ان کے والد نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہیں اور حضرت عیسیٰ بھی ہیں اور سری کرشن بھی ہیں۔ اب یہ اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفے ہیں آواز بلند اور مضبوط ہے۔ عقل دور اندیش اور ہمہ گیر ہے۔ کئی بیویوں کے شوہر اور کئی بچوں کے باپ اور کثیر تعداد انسانوں کے رہنما ہیں۔ اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کار فرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں۔ یعنی دماغ اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔"

(سالنامہ "منادی" 1936ء صفحہ 178-179 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 109)

سامعین! 13 مارچ 1936ء کو امر تسر کی مسجد خیر الدین میں مولانا ظفر علی خاں مدیر اخبار ”زمیندار“ نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کے مخالفوں اور حریفوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے، قرآن کا علم ہے .... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے..... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔“

(”ایک خوفناک سازش“ مصنف مولوی مظہر علی مظہر صفحہ 195-196)

سامعین! روزنامہ نوائے وقت حضرت مصلح موعودؓ کے وصال پر لکھتا ہے:

”آپ نے ساری دنیا میں بالعموم اور افریقہ، یورپ اور امریکہ میں بالخصوص احمدیہ مشن کھولے۔ اس سلسلہ میں آپ دو مرتبہ خود یورپ گئے۔ آپ نے کل 96 نئے مشن ہاؤس قائم کئے۔ یہ مشن افریقہ کے مغربی ساحل کے ملکوں میں خصوصیت سے عیسائی مشنوں کے مقابلے میں کام کر رہے ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران مرحوم مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کی حمایت کی۔ 1922ء میں آریہ سماجیوں نے یوپی میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کی تو مرزا صاحب نے ارتداد کو روکنے کے لئے کافی کام کیا۔ آپ نے قرآن پاک کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ کرایا۔ جن میں ڈچ، جرمن، انڈونیشین اور سواحیلی شامل ہیں۔ آپ 1931ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی تھے۔

1948ء میں آپ نے جہاد کشمیر میں حصہ لینے کے لئے رضاکاروں کی فرقان بٹالین تیار کر کے ہائی کمان کے سپرد کر دی۔“

(روزنامہ ”نوائے وقت“ 9 نومبر 1965ء)

دیدۂ ظاہر میں اے محمود اک انساں ہے تُو
اہلِ دل کی دید میں پر بحرِ بے پایاں ہے تُو

تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ
عاشقانِ ملّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر



﴾20﴿ ﴾مشاہدات۔217﴿

تحریک جدید کیا ہے اور اِس کے ثمرات
دفترِ شَشم کا شکرِ الٰہی اور دعاؤں کے ساتھ آغاز

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **تحریک جدید کیا ہے اور اِس کے ثمرات، دفترِ شَشم کا شکرِ الٰہی اور دعاؤں کے ساتھ آغاز**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا ؕ وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ ؕ وَھُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ

(الرعد:42)

کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ یقیناً ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹائے چلے آرہے ہیں اور اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے فیصلہ کو ٹالنے والا کوئی نہیں اور وہ حساب (لینے) میں بہت تیز ہے۔

اسی عہد پر اپنے قائم رہوں گا
گِروں گا پڑوں گا جیوں گا مَرُوں گا
مگر قَول دے کر نہ ہرگز پِھروں گا
میں دنیا پہ دِیں کو مُقَدَّم کروں گا

سامعین و حاضرین! 1934ء میں تحریک جدید کے نام سے ایک انقلاب انگیز الٰہی تحریک کا آغاز ہوا جس کے ذریعہ اکناف عالم میں توحیدِ الٰہی کے قیام اور اشاعتِ اسلام کی مضبوط بنیاد ڈالی گئی اور جماعت احمدیہ کی دینی و اشاعتی سرگرمیاں عالمگیر صورت اختیار کر گئیں اور تبلیغِ اسلام کا ایک زبردست نظام مُعَرِّضِ وجود میں آیا۔ اس الٰہی تحریک کی بنیاد خدا تعالیٰ کی مشیّتِ خاص اور اس کے القاء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عین اُس وقت رکھی گئی جبکہ احراری تحریک اپنے نقطہ عروج پر تھی اور احرار اپنے خیال میں (معاذاللہ) قادیان اور احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کا فیصلہ کر کے قادیان کے پاس

ہی اپنی کانفرنس منعقد کرنے والے تھے۔ یہ وہ دن تھے جب فضامیں احرار کے ان دعووں کی آواز گونج رہی تھی کہ ہم مینارۃ المسیح کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور قادیان کواس طرح مسمار کر دیں گے کہ وہاں قادیان کانام ونشان تک باقی نہیں رہے گااور ایک وجود بھی ایسا نہیں رہے گاجو حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کانام لینے والا ہو۔ فضاؤں میں بہت ارتعاش تھااوراحمدیوں کی طبیعت میں بھی ایک ہیجان تھا، ایک جوش تھااورایک ولولہ تھا، جتنی قوت کے ساتھ جماعت کو دبانے کی کوشش کی جارہی تھی اتنے ہی زور کے ساتھ یہ الٰہی جماعت اُبھرنے کے لئے تیار بیٹھی تھی، ایک آواز کاانتظار تھایعنی خلیفۃ المسیح کی آواز کا کہ وہ جس طرح چاہیں، جس طرف چاہیں قربانیوں کے لئے بلائیں لیکن دل بلیوں اُچھل رہے تھے کہ کب یہ آواز بلند ہو اور کب ہمیں آگے بڑھ کر نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کہنے کی توفیق عطا ہو۔

یہ وقت جماعت کے لئے انتہائی نازک تھا ہر طرف سے جماعت پر حملے ہو رہے تھے۔ دشمن اپنی پوری طاقت اور پورے زور کے ساتھ حملے کے منصوبے بنارہا تھااور اپنے زعم میں جماعت کو نیست ونابود کرنے کو تیار کھڑا تھا۔ اب کے بار یہ صرف احرار کا حملہ نہ تھابلکہ حکومت بھی انہی کے ساتھ تھی۔ ایسے خطرناک حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس الٰہی تحریک کا آغاز فرمایااور اس کشتی کو نصرت الٰہی سے مخالفین کی ریشہ دوانیوں اور ایذاءرسانیوں کے تند و تیز طوفان سے نکال کر امن میں لے آئے۔

ان حالات کاذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

”آپ لوگوں کو یادرکھنا چاہیے کہ یہ وقت بہت نازک ہے۔ ہر طرف سے مخالفت ہورہی ہے اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سلسلہ کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا آپ لوگوں کا فرض ہے..... آخر ہم نے کیا قصور کیاہے ملک کا یا حکومت کا کہ ہم سے یہ دشمنی اور عناد کا سلوک روار کھا جارہا ہے؟..... ہم کسی کے گھر پر حملہ آور نہیں ہوئے، حکومت سے اس کی حکومت نہیں مانگی، رعایاسے اس کے اموال نہیں چھینے بلکہ ..... اپنی بیش قیمت جائیدادیں ان کو دے کر ہم میں سے بہت سے لوگ قادیان میں آگئے کہ امن سے خدا کا نام لے سکیں مگر پھر بھی ہم پر حملے کئے جاتے ہیں اور حکومت بھی ہمارے ہاتھ باندھ کر ہمیں ان کے آگے پھینکنا چاہتی ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ ہمارا قصور کیاہے؟“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/اکتوبر 1934ء از الفضل یکم نومبر 1934ء)

اس تحریک کے آغاز کے حالات اور اس تحریک کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا:

"..... یہ زمانہ ہمارے لئے نہایت نازک ہے۔ مجھ پر بیسیوں راتیں ایسی آتی ہیں کہ لیٹے لیٹے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنون ہونے لگا ہے اور مَیں اٹھ کر ٹہلنے لگ جاتا ہوں۔ غرض یہی نہیں کہ واقعات نہایت خطرناک پیش آرہے ہیں بلکہ بعض باتیں ایسی ہیں جو ہم بیان نہیں کرسکتے..... تو سلسلہ کے خلاف ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ جو میری ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں..... تو مَیں سمجھتا ہوں کہ وقت ایسا ہے کہ ہمیں اہم قربانی کی ضرورت ہے..... آج ہمارے جھنڈے کو گرانے کی بھی دشمن پوری کوشش کر رہا ہے اور سارا زور لگا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں جو جھنڈا دے گئے ہیں اُسے گرا دے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اسے اپنے ہاتھوں میں پکڑے رہیں اور اگر ہاتھ کٹ جائیں تو پاؤں میں پکڑ لیں اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں ایک کی جان چلی جائے تو دوسرا کھڑا ہو جائے اور اس جھنڈے کو پکڑ لے..... یاد رکھو! خدا تعالیٰ کے لئے مرنے والے کو کوئی مار نہیں سکتا اس بات کو پلے باندھ لو اور جب تم یہ ارادہ کرلوگے کہ خدا تعالیٰ کے لئے مرنا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تم کو مار نہ سکے گی۔ ہاں تم پر وہ موت آئے گی جو نبیوں کو سچے دل سے ماننے والوں پر آتی ہے مگر ناکامی کی موت نہیں آسکتی کیونکہ تم جس پر گِرو گے وہ چکنا چور ہو جائے گا اور جو تم پر گِرے گا وہ بھی چکنا چور ہو جائے گا"

(رپورٹ مجلس شوریٰ منعقدہ 19 تا 21/ اپریل 1935ء اختتامی خطاب)

اُدھر مال و دولت اِدھر علم و حکمت
اُدھر بے لگامی اِدھر حق سے بیعت
وہاں حُبِّ فرزند و زَن۔ جاہ و حشمت
یہاں معرِفَت مَغفِرَت اور جنت
میں دنیا پہ دِیں کو مُقَدَّم کروں گا

تحریک جدید ہے کیا؟

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

"تحریک جدید کیا ہے؟ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے عقیدت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ تُو جس نظام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کے آنے میں ابھی دیر ہے۔ اس لئے ہم تیرے حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ پیش کرتے ہیں.... غرض تحریک جدید گو وصیت کے بعد آئی ہے مگر اس کے لئے پیشرو کی حیثیت میں ہے گویا وہ نظام اس کے مسیح کے لئے ایک ایلیاہ نبی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا ظہور مسیح موعودؑ کے غلبہ والے ظہور کے لئے بطور ارہاص کے ہے۔ ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے، وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے۔ وہ نظامِ نَو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔"

(نظامِ نو صفحہ 129۔130)

الٰہی تحریک

تحریک جدید کی سکیم کا نافذ ہونا خدا کی ازلی تقدیروں میں سے تھا، احراری شورش تو محض ایک بہانہ تھی۔ جیسا کہ وہ پہلے سے اس کے متعلق کئی بشارتیں دے چکا تھا۔ تحریک جدید کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کشف بھی پورا ہو گیا جس میں حضورؑ کو غلبہ دینِ حق کے لئے پانچ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک روحانی فوج دی گئی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

"....... کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ

فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہے خوشحال ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ کی کسی حکمتِ خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا۔ لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 149 حاشیہ)

اس کشف کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور جماعت احمدیہ کے افراد کو بھی تحریک جدید کے بابرکت ہونے کی نسبت بشارتیں ملیں۔ بیسیوں رؤیا و کشوف اور الہامات اس تحریک کے بابرکت ہونے کے متعلق لوگوں کو ہوئے۔ بعض کو رؤیا میں رسول کریم صلی للہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ تحریک بہت مبارک ہے اور بعض کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ یہ تحریک بابرکت ہے اور بعض کو الہامات ہوئے کہ یہ تحریک بہت مبارک ہے۔

تحریک جدید براہ راست خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک تھی۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قلبِ مبارک پر ایسے رنگ میں یکا یک القاء ہوئی کہ دنیا کی روحانی فتح کی سب منزلیں اپنی بہت سی تفصیلات و مشکلات کے ساتھ حضور کے سامنے آ گئیں اور مستقبل میں لڑی جانے والی دین حق اور کفر کی جنگ کا ایک جامع نقشہ آپ کے دماغ میں محفوظ کر دیا گیا۔ اس کا تذکرہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے متعدد بار فرمایا۔ بطور مثال چند فرمودات حاضرین کے سامنے پیش ہیں۔

1- "میرے ذہن میں یہ تحریک بالکل نہیں تھی۔ اچانک میرے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریک نازل ہوئی۔ پس بغیر اس کے کہ میں کسی قسم کی غلط بیانی کا ارتکاب کروں میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ تحریک جدید جو خدا نے جاری کی میرے ذہن میں یہ تحریک پہلے نہیں تھی۔ میں بالکل خالی الذہن تھا۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم میرے دل پر نازل کی اور میں نے اسے جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔ پس یہ میری تحریک نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک ہے۔"

(خطبہ جمعہ 27/ نومبر 1942ء مطبوعہ الفضل 2/ دسمبر 1942ء)

2- "خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک پیدا کی کہ میں اس کے متعلق خطبات کہوں۔ پھر ان خطبوں میں میں نے جو کچھ کہا وہ میں نے نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر جاری کیا کیونکہ ایک منٹ بھی میں

نے یہ نہیں سوچا کہ میں کیا کہوں۔ اللہ تعالیٰ میری زبان پر خود بخود اس سکیم کو جاری کرتا گیا اور میں نے سمجھا کہ میں نہیں بول رہا بلکہ میری زبان پر خدا بول رہا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 21/ اکتوبر 1936ء مطبوعہ 26/ فروری 1961ء)

3- "یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ نہیں بلکہ اس کا ایک ایک لفظ میں قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں اور ایک ایک حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں..... پس یہ خیال مت کرو کہ جو میں نے کہا ہے وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اس نے کہا ہے جس کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13/ دسمبر 1935ء الفضل 21/ دسمبر 1935ء)

تحریک جدید کے اغراض و مقاصد

سامعین! تبلیغ اور تعلیم و تربیت تحریک جدید کے اجراء کی دو بنیادی اغراض اور مقاصد تھے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ 18/ نومبر 1938ء میں فرمایا:

"..... تبلیغ اور تعلیم و تربیت دونہایت ہی اہم کام ہیں اورانہی دونوں کاموں کو تحریک جدید میں مدنظر رکھا گیا ہے۔"

ان دو مقاصد کے حصول کے لئے کن اشیاء کی ضرورت تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ تحریک جدید کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمام لوگوں تک پہنچنے کے لئے ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے، ہمیں روپیہ کی ضرورت ہے، ہمیں عزم اور استقلال کی ضرورت ہے اور ہمیں ان دعاؤں کی ضرورت ہے، جو خدا تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیں اور انہی چیزوں کے مجموعہ کا نام تحریک جدید ہے۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ ہمارے پاس ایسی رقم جمع ہو جائے، جس سے خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی اور سہولت سے پہنچا دیا جائے۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ کچھ افراد ایسے میسر آ جائیں، جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں اور اپنی عمریں اس کام میں لگا دیں۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ وہ عزم اور استقلال ہماری جماعت میں پیدا ہو، جو کام کرنے والی جماعتوں کے

اندر پایا جانا ضروری ہوتا ہے .... تو تحریک جدید سے میری غرض جماعت میں صرف سادہ زندگی کی عادت پیدا کرنا نہیں۔ بلکہ میری غرض انہیں قربانیوں کے تنور کے پاس کھڑا کرنا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 27/نومبر 1942ء مطبوعہ الفضل 2/دسمبر 1942ء)

تحریک جدید کوئی نئی تحریک نہیں ہے بلکہ یہ وہ قدیم تحریک ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جاری کی گئی تھی۔ انجیل کے محاورہ کے مطابق یہ ایک پرانی شراب ہے جو نئے برتنوں میں پیش کی جارہی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"ہماری تحریک تو درحقیقت پرانی ہے اور ہم تعلیم کے لحاظ سے تیرہ سو سال پیچھے جاتے ہیں۔ تو تحریک جدید اس کا نام صرف اس لئے ہے کہ دنیا اس سے ناواقف ہو چکی تھی اور یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہمیں ایک پرانی چیز کو نئی کہنا پڑا۔ کیونکہ لوگ اس سے ناواقف ہو چکے تھے اور وہ جدید نہیں بلکہ قدیم ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جس طرز پر زندگی بسر کی، ہم تحریک جدید کے ذریعہ اسی کے قریب قریب لوگوں کو لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آج کل دنیا کے حالات ایسے رنگ میں بدل چکے ہیں کہ ہم اپنی طرز زندگی کی بالکل وہی شکل نہیں بنا سکتے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طرز زندگی کی شکل تھی۔ مگر اس کے قریب قریب جس حد تک زمانہ کے حالات ہم کو اجازت دیتے ہیں، ہم لوگوں کو لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور یہی تحریک جدید کی غرض ہے۔"

(خطبہ جمعہ 30/اپریل 1943ء الفضل 23/مئی 1943ء)

جماعت کو انتباہ

اسی طرح حضورؓ نے جماعت کے مخلصین کو متنبہ کرتے ہوئے واضح لفظوں میں بتایا کہ

"جس دن ہم میں وہ لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے کہا دَورِ اول بھی گزر گیا، دَورِ دوم بھی گزر گیا، دَورِ سوم بھی گزر گیا، دَورِ چہارم بھی گزر گیا، دَورِ پنجم بھی گزر گیا، دَورِ ششم بھی گزر گیا، دَورِ ہفتم بھی گزر گیا، اب ہم کب تک اس قسم کی قربانیاں کرتے چلے جائیں گے آخر کہیں نہ کہیں اس کو ختم بھی تو کرنا چاہئے۔ وہ

اقرار ہو گا اِن لوگوں کا کہ اب ہماری روحانیت سرد ہو چکی ہے اور ہمارے ایمان کمزور ہو گئے ہیں۔ ہم تو امید رکھتے ہیں کہ تحریک جدید کے یہ دَور غیر محدود دَور ہوں گے اور جس طرح آسمان کے ستارے گنے نہیں جاتے اسی طرح تحریک جدید کے دَور بھی نہیں گنے جائیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تیری نسل گنی نہیں جائے گی اور حضرت ابراہیمؑ کی نسل نے دین کا بہت کام کیا یہی حال تحریک جدید کا ہے۔ **تحریک جدید کا دَور چونکہ آدمیوں کا نہیں بلکہ دین کے لئے قربانی کرنے کے سامانوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس کے دَور بھی اگر نہ گنے جائیں تو یہ ایک عظیم الشان بنیاد اسلام اور احمدیت کی مضبوطی کی ہو گی۔**"

(خطبہ جمعہ 22/ فروری 1946ء الفضل یکم مارچ 1946ء)

سامعین! ایک اور موقع پر فرمایا:

"ہماری جماعت ایک جماعت ہے، فرد نہیں۔ فرد مرا کرتے ہیں، جماعتیں نہیں مرا کرتیں۔ فرد کا کام ایک وقت پر جا کر ختم ہو جاتا ہے مگر جماعتوں کا کام کسی وقت ختم نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ وہ آپ ہی ختم ہو جانا چاہتی ہوں۔ پس تحریک جدید کسی ایک سال کے لئے نہیں، دو سال کے لئے نہیں، دس سال کے لئے نہیں، بیس سال کے لئے نہیں، سو سال کے لئے نہیں، ہزار سال کے لئے نہیں۔ تحریک جدید اُس وقت تک کے لئے ہے، جب تک جماعت کی رگوں میں زندگی کا خون دوڑتا ہے۔ جب تک جماعت احمدیہ دنیا میں کوئی مفید کام کرنا چاہتی ہے اور جب تک جماعت احمدیہ اپنے فرائض اور اپنے مقاصد کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتی ہے۔ تحریک جدید در حقیقت نام ہے، اس جدوجہد کا جو ہر احمدی کو احمدیت اور اسلام کی اشاعت کے لئے کرنی چاہیے۔ تحریک جدید نام ہے، اس جدوجہد کا جو اسلام اور احمدیت کے احیاء کے لئے ہر احمدی پر واجب ہے اور تحریک جدید نام ہے، اس کوشش اور سعی کا جو دینی شعار اور دینی اصول کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے ہماری جماعت کے ذمہ لگائی گئی ہے۔ روپیہ کا حصہ صرف ایک ظاہری نشانی ہے کیونکہ اس زمانہ میں کچھ نہ کچھ دولت خرچ کئے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ ورنہ در حقیقت تحریک جدید نام ہے، اُس عملی کوشش کا جو ہر احمدی اپنی اصلاح اور دوسروں کی اصلاح کے لئے کرتا ہے۔ ہر وہ احمدی، جس کے سامنے تحریک جدید کے مقاصد نہیں رہتے، در حقیقت وہ اپنی موت کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے یا اپنی زندگی

کے لئے کوئی کوشش کرنا پسند نہیں کرتا۔ خدائی سلسلے در حقیقت انسانوں کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ انسان خدائی سلسلوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ خدا کی طرف سے آنے والی روح اسی طرح دنیامیں بکھر جاتی ہے، جس طرح بارش کا پانی جب آسمان سے برستاہے تووہ دنیامیں بکھر جاتاہے۔ جس طرح اچھاکسان بارش کاپانی جمع کرکے اپنی فصل کے لئے نہایت مفید سامان بہم پہنچاتاہے، اسی طرح ہوشیار مومن اللہ تعالیٰ کے فیضان کی بارش کواپنے اندر جذب کرلیتاہے اور نہ صرف اس دنیامیں بلکہ اگلے جہان میں بھی اس سے فائدہ اٹھاتاہے۔ لیکن بے وقوف اور نادان اور جاہل کسان پانی کی پرواہ نہیں کرتا،وہ ضائع چلاجاتاہے اور پوراسال وہ چیختااور چلاتااور روتاہے، مگراس کی آواز نہیں سنی جاتی۔ کیونکہ وہ آواز خداتعالیٰ کے قانون کے خلاف ہوتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 28/نومبر 1947 الفضل 2/دسمبر 1947ء)

تحریک جدید کاشاندار مستقبل

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ اِس کے متعلق فرماتے ہیں:

"یادرکھو کہ یہ تحریک خداتعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لئے وہ اسے ضرور ترقی دے گااور اس کی راہ میں جو روکیں ہوں گی ان کو بھی دور کردے گااور اگر زمین سے اس کے سامان پیدا نہ ہوں گے تو آسمان سے خداتعالیٰ اس کو برکت دے گا۔"

(خطبہ جمعہ 24/نومبر 1939ء الفضل 30/نومبر 1939ء)

تحریک جدید کے عظیم الشان نتائج کاذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"تم اگر تحریک جدید پر عمل شروع کردو تو آج یاکل یاپرسوں نہیں جب خداتعالیٰ کی مرضی ہوگی تمہاری قوم کوضرور بادشاہت مل جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ 4/دسمبر 1936ء الفضل 12/دسمبر 1936ء)

مزید فرماتے ہیں:

"باوجودیکہ ہم نہ تشدد کریں گے اور نہ سِول نافرمانی، باوجودیکہ ہم گورنمنٹ کے قانون کا احترام کریں گے، باوجوداس کے کہ ہم ان تمام ذمہ داریوں کوادا کریں گے جو احمدیت نے ہم پر عائد کی ہیں اور باوجود

اس کے کہ ہم ان تمام فرائض کو پورا کریں گے جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے مقرر کئے، پھر بھی ہماری سکیم کامیاب ہو کے رہے گی۔ کشتی احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پُر خطر چٹانوں میں سے گزارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچادے گا۔ یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ سے نور پاتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی رحمانی صفات سے وہ مؤید ہوتے ہیں اور گو وہ دنیا سے اٹھ جائیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلے جائیں مگر ان کے جاری کئے ہوئے کام نہیں رکتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مفلح اور منصور بناتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 2/نومبر 1934ء الفضل 11/نومبر 1934ء)

حضرت مصلح موعود نے 28/دسمبر 1953ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر عالَمِ روحانی کے نوبت خانہ کا بالتفصیل تذکرہ کرنے کے بعد پُر جلال لب و لہجہ میں ارشاد فرمایا۔

"اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہؐ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہؐ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہؐ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو! اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں۔ میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔

تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو! خدا تمہارے ساتھ ہو!! خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی صفحہ 619-620)

تاریخ دفتر تحریک جدید

سامعین! مئی 1944ء میں دفتر دوم شروع ہوا۔ حضور نے دفتر دوم کے مجاہدین کے لئے تین شرائط مقرر فرمائیں۔

1- چندہ ایک ماہ کی آمد کے برابر ہو۔

2- وہ انیس سال تک چندہ دیئے جائیں اور آمد کے مطابق ہر سال اس میں اضافہ کریں۔

3- آمد کے بند ہو جانے یا ملازمت سے علیحدگی کی صورت میں فوراً دفتر تحریک جدید کو اطلاع دیں۔ دفتر ان کے حالات کا جائزہ لے کر چندہ کی رقم مقرر کر دے گا۔

اس سلسلہ میں حضور نے دفتر دوم کے ہر مجاہد کو ایک خاص ارشاد یہ فرمایا کہ:

"وہ عہد کرے کہ نہ صرف آخر تک وہ خود پوری باقاعدگی کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیتا رہے گا بلکہ کم سے کم ایک آدمی ایسا ضرور تیار کرے گا جو دفتر دوم میں حصہ لے اور اگر وہ زیادہ آدمی تیار کر سکے تو یہ اور بھی اچھی بات ہے"

5 جنوری 1945ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"تحریک جدید کے پہلے دور میں مَیں نے اس کی تمہید باندھی تھی۔ مگر اب دوسری تحریک کے موقع پر میں مستقل طور پر دعوت دیتا ہوں کہ جس طرح ہر احمدی اپنے اوپر چندہ دینا لازم کرتا ہے۔ اسی طرح ہر احمدی خاندان اپنے لئے لازم کرے کہ وہ کسی نہ کسی کو دین کے لئے وقف کرے گا"

فروری 1945ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بیرون ہند کے جملہ مشن تحریک جدید کے سپرد فرما دیئے۔ 5 اکتوبر 1945ء کو حضورؓ نے وقفِ تجارت کی تحریک فرمائی جس کا مقصد تجارت کے ذریعہ دعوت الی اللہ سنٹر قائم کرنا تھا۔

چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:

”وہ نوجوان جو فوج سے فارغ ہوں گے اور وہ نوجوان جو نئے جوان ہوئے ہیں اور ابھی کوئی کام شروع نہیں کیا۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی وقف کریں۔ ایسے رنگ میں نہیں کہ ہمیں دین کے لئے جہاں چاہیں بھیج دیں چلے جائیں گے بلکہ ایسے رنگ میں کہ ہمیں جہاں بھجوایا جائے ہم وہاں چلے جائیں گے اور وہاں سلسلہ کی ہدایت کے ماتحت تجارت کریں گے۔ اس رنگ میں ہمارے مبلغ سارے ہندوستان میں پھیل جائیں گے۔ وہ تجارت بھی کریں گے اور دعوت اِلَی اللہ بھی“

18/ اکتوبر 1946ء کو تحریک جدید کی رجسٹریشن ہوئی اور اس تاریخ سے اس کا پورا نام ”تحریک جدید انجمن احمدیہ“ رکھا گیا۔ پاکستان میں تحریک جدید کی رجسٹریشن کے ساتھ اس کا پورا نام ”تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان“ رکھ دیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے 17/ مئی 1947ء کو مجلس تحریک جدید کا قیام عمل میں آیا جس کا کام تحریک جدید سے متعلق امور پر باہمی مشورہ سے فیصلے کرنے اور ان کو حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوانا تھا۔

دفاتر تحریک جدید کی تفصیل

سامعین! دفاتر تحریک جدید سے مراد شاملین تحریک جدید کی زمانی لحاظ سے تقسیم ہے۔یعنی ایک مخصوص عرصہ میں تحریک جدید کی مالی قربانی میں شامل ہونے والے ایک دفتر میں شمار ہوں گے جبکہ کسی دوسرے مخصوص عرصہ میں شامل ہونے والے کسی اور دفتر میں شمار ہوں گے۔اب تک دفاتر تحریک جدید کی تعداد 6 ہو چکی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 3 نومبر 2023ء کے چھٹے دفتر کا اعلان فرمایا ہے۔ایک دفتر کا عرصہ تقریباً 19 سال کا ہوتا ہے۔ پہلا دفتر 10 سال کا تھا۔ جو نومبر 1934ء تا نومبر 1944ء ہے۔ نومبر 1944ء کو جب پہلے دور کا اختتام ہونے لگا تو حضرت مصلح موعودؓ نے اس کو مزید 19 سال کے لئے بڑھا دیا اور اس عرصہ کو دفتر کا نام بھی خود حضرت مصلح موعودؓ نے دیا۔ غرض دفتر اول و دوم کے آغاز کا اعلان خود حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔ دفتر سوم کے آغاز کا اعلان نومبر 1965ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا۔ دفتر چہارم کے آغاز کا اعلان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے نومبر 1985ء کو فرمایا اور دفتر پنجم کے آغاز کا اعلان حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

نے نومبر 2004ء اور چھٹے دفتر کا اعلان مؤرخہ 3نومبر 2023ء کو مسجد مبارک اسلام آباد برطانیہ میں فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے دفتر ششم کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

”حضرت مصلح موعودؓ نے شروع میں اس تحریک کو دس سال تک کے لئے بڑھا دیا تھا۔ تین سال سے پھر دس سال کر دیا تھا۔ پھر دس سال مکمل ہونے پر اس کے خوش کن نتائج ظاہر ہونے پر اور مزید قربانیاں کرنے والوں کی خواہش پر اسے مزید بڑھا دیا اور پھر یہ مستقل تحریک بن گئی۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے جو نظارے دیکھ رہے ہیں وہ ان ابتدائی لوگوں کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا بلکہ اب بھی نئے شامل ہونے والوں کو بعض دفعہ خوابوں کے ذریعہ اس تحریک میں اور مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جیسا کہ میں نے واقعات میں بیان کیا۔ ان ابتدائی قربانی کرنے والوں کی نسلوں کو آج بھی اپنے آباء و اجداد کی قربانیوں کو یاد رکھتے ہوئے جہاں خود اور اپنی نسلوں کو ان قربانیوں کے تسلسل کو جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے وہاں اپنے پر جو فضل ہوئے ہیں اس پر خود بھی زیادہ سے زیادہ قربانی کرنی چاہئے۔ بہرحال اس تحریک کے مطابق جو ابتدائی لوگ تھے ان کی تعداد پانچ ہزار تھی اور یہ دفتر اول تحریک جدید کے مجاہد تھے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے خاص تحریک کی گئی کہ ان کے بچوں اور نسلوں کو ان کی قربانیوں کو زندہ رکھنے کے لئے تا قیامت ان کی طرف سے چندہ دیتے رہنا چاہئے اور پھر میں نے بھی جب دفتر پنجم کا آغاز کیا تو اس طرف خاص توجہ دلائی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سب کے کھاتے زندہ ہیں۔ دفتر اول کے مجاہدین کو جب دس سال پورے ہو گئے تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دوسرے دفتر کا اعلان فرمایا اور اس میں بعد میں آنے والے شامل ہوئے اور اس کا عرصہ انہوں نے انیس سال مقرر فرمایا اور فرمایا کہ آئندہ یہ دفتر انیس سال کے بعد قائم ہوتے چلے جائیں گے۔ ہر انیس سال کے بعد ایک دفتر انیس سال کا ہو گا پھر اگلا شروع ہو جائے گا۔ تو اس کے مطابق پھر دفتر سوئم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا لیکن کیونکہ انیس سال بعد یہ 1964ء میں جاری ہونا چاہئے تھا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیماری کی وجہ سے اس وقت اس کا اعلان نہیں آپ فرما سکے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ اس دفتر کا اعلان تو مَیں کر رہا ہوں لیکن یہ حضرت مصلح موعودؓ

کی طرف منسوب ہو گا اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس کا ثواب دے دے گا۔ اس کا اعلان 1966ء میں ہوا لیکن آپؓ نے فرمایا کہ یہ 1965ء نومبر سے جاری ہو گا۔ پھر 1985ء میں دفتر چہارم کا اجرا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا۔ پھر اس کے انیس سال عرصہ کو قائم رکھتے ہوئے جو تھا یہ دفتر چہارم قائم رہا انیس سال۔ 2004ء میں جب یہ عرصہ ختم ہوا انیس سال کا تو پھر میں نے دفتر پنجم کا اجرا کیا اور آج پھر انیس سال پورے ہونے پر میں دفتر ششم کا اعلان کرتا ہوں۔ اب نئے شامل ہونے والے نومبائعین بھی اور نئے پیدا ہونے والے بچے بھی یا جو بھی پہلے کسی دفتر میں نہیں ہیں دفتر ششم میں شامل ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 3 نومبر 2023ء)

تحریک جدید کے ثمرات

سامعین! گزشتہ 89 سالوں کے عرصہ میں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت کو تحریک جدید کے ذریعہ بے شمار ثمرات عطا فرمائے ہیں۔ جن میں سے کچھ کا مختصر ذکر کچھ یوں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس تحریک جدید 2023ء کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اب میں گزشتہ سال کے اعداد و شمار بھی پیش کر دیتا ہوں۔ تحریک جدید کے پھل کا پہلے میں بتا دوں جو ہمیں نظر آئے۔ پہلے کیا ابتدا میں تو ہم قادیان سے باہر نہیں نکل رہے تھے یا ہندوستان تک تھوڑے سے پھیلے ہوئے تھے لیکن اب دنیا کے 220 ممالک میں مساجد کی کل تعداد نو ہزار تین سو سے اوپر ہے۔ مشن ہاؤسوں کی تعداد تین ہزار چار سو سے اوپر ہے اور ابھی درجنوں مساجد بن رہی ہیں۔ مشن ہاؤس بھی بن رہے ہیں زیر تعمیر ہیں۔ مبلغین کی تعداد اور معلمین کی تعداد دنیا میں پانچ ہزار کے قریب ہے۔ یہ ابھی بڑھ رہی ہے۔ اللہ کے فضل سے قرآن کریم کے تراجم بھی ہو رہے ہیں ستتر زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ لٹریچر چھپ رہا ہے مختلف زبانوں میں لٹریچر کا ترجمہ ہو رہا ہے اور بے شمار کام اس کے ذریعہ سے ہو رہا ہے جو تحریک جدید کے ذریعہ سے کام کے شروع ہونے سے شروع ہوا۔ گو اس میں باقی چندے بھی شامل ہوئے ہیں لیکن تحریک جدید کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔"

(خطبہ جمعہ 3 نومبر 2023ء)

تحریک وقف نو

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بچوں کو پیدائش سے پہلے وقف کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے 78ہزار بچے اور بچیاں شامل ہو چکی ہیں۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے براعظم افریقہ کے 13 ممالک میں 37 ہسپتال اور کلینکس کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ 11 ممالک میں ہمارے 616 پرائمری و مڈل سکولز نیز 10 ممالک 80 سیکنڈری سکولز کام کر رہے ہیں۔

پھر تحریک جدید کے ثمرات میں سے ایک MTA ہے۔ یہ ایک بہت بڑی برکت ہے جس کے ذریعہ دنیا میں موجود ہر احمدی کا اپنے امام سے گھر بیٹھے ہی رابطہ رہتا ہے۔ وہ اپنے آقا کے ارشادات کو سنتا اور اپنے ایمان کو تازہ کرتا رہتا ہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی تحریک جدید کی مخالفت اور اِس کے پھلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”کہاں تو جماعت مخالف، جماعت کو ختم کرنے کے لئے زور لگا رہے تھے اور پھر دیکھیں کیسے اللہ تعالیٰ نے نومبائعین کے دل میں جماعت کی خاطر قربانی کی تحریک پیدا کی اور پھر نواز بھی رہا ہے۔ کیا ان مخالفین کی پھونکوں سے یہ چراغ بجھ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے جلایا ہوا ہے۔ جتنا چاہیں زور لگالیں ناکامی اور نامرادی ہی مخالفین کا مقدر رہے اور جماعت دنیا کے ہر کونے میں قربانیوں کی مثالیں قائم کرتے ہوئے ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ تحریک جدید حضرت مصلح موعودؓ نے شروع ہی اس وجہ سے کی تھی کہ جماعت کے خلاف ہر طرف سے شورش تھی حتی کہ حکومت کے افسران بھی مخالفین کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ تحریک جدید کا مقصد ہی یہ تھا کہ تبلیغ کر کے جماعت کو بڑھایا جائے اور دنیا کے ہر ملک میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا لہرایا جائے۔ پس یہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی آغوش میں آئے ہوئے لوگ ہیں جو ایمان و یقین اور قربانی میں مثالیں قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ واقعات تو بیشمار ہیں .... جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے جماعت کے خلاف ہر طرف سے فتنہ اور فساد اٹھ رہا تھا۔ خاص طور پر احرار نے تو فساد پیدا کرنے کے لئے اپنا تمام زور لگالیا تھا اور یہ نعرہ تھا کہ احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ قادیان

کا نام ونشان مٹادیں گے اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کی باتیں ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار اور مقدس مقامات کی بےحرمتی کے پروگرام تھے اور حکومت کی طرف سے بھی مخالفین کی طرف زیادہ رجحان نظر آتا تھا باوجود اس کے کہ اس وقت انگریز حکومت تھی بجائے فتنہ ختم کرنے کے ان کی حمایت کی جاتی تھی۔ تو ان حالات میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو ایک پروگرام دے کر تحریک کی جس میں مالی قربانی کی طرف بھی توجہ دلائی۔ یہ 1934ء کی بات ہے۔ نومبر میں آپ نے پہلے کچھ خطبات دیئے جن میں کچھ تمہید اور پس منظر بیان کیا کہ کیوں میں تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی یہ پہلے ذکر ہی کیا تھا اور پوری تفصیل بیان نہیں فرمائی تھی لیکن مخلصین نے آپ کو ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لئے لکھنا شروع کر دیا جس پر آپ نے خوشنودی کا اظہار بھی فرمایا اور فرمایا میں یہ تفصیل اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جماعت تیار ہو قربانی کے لئے کیونکہ بعض دفعہ قربانیاں لمبی کر دینی پڑتی ہیں اور عورتیں اور بچے بھی اسکے لئے تیار ہوں۔ یہ صرف مردوں کا کام نہیں ہے بلکہ عورتوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہو گا۔ گو یہ ہر احمدی کے لئے لازم نہیں تھی اس وقت لیکن اخلاص ووفا کا غیر معمولی جذبہ جماعت نے دکھایا۔ بہر حال 1934ء میں آپ نے باقاعدہ ایک فنڈ کا اعلان فرمایا اور بتایا کہ ہم نے دشمن کی ریشہ دوانیوں کا جواب دینا ہے۔ ان کی طرح فساد کر کے نہیں بلکہ تبلیغ کر کے کیونکہ دشمن کو یہ موقع ہی اس لئے ملا ہے کہ ہم نے پوری طرح تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا۔ اس کے متعلق جس سنجیدگی سے سوچ کر منصوبہ بندی ہونی چاہئے تھی وہ نہیں کی۔ احمدیت کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے جو کوشش ہونی چاہئے تھی وہ نہیں کی۔ اس کا حق جس طرح ادا ہونا چاہئے تھا اس کا حق ادا نہیں ہوا۔ آپؓ نے اس وقت جماعت کو ایک پروگرام دے کر جس میں اپنی اصلاح اور قربانی کے معیار کو بلند کرنے کی طرف توجہ دلائی مالی قربانی کی بھی تحریک کی جو کہ ستائیس ہزار روپے تھی جو کہ تین سال میں جمع کرنا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اخلاص ووفا سے بھری ہوئی جماعت کو اپنے فضل سے خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک لاکھ روپے ایک سال میں ہی دینے کی توفیق عطا فرمائی اور اس وقت جماعت کے مالی حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ چند چند آنوں کی قربانیاں ہوتی تھیں۔ اس وقت اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر قربانی کرنے کا جو نمونہ قائم کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا قبول فرمایا کہ جہاں دنیا میں

تبلیغ کے غیر معمولی راستے کھلے وہاں یہ قربانیاں ان تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ آج بھی ایسے نمونے ہمیں نظر آتے ہیں جیسا کہ ان واقعات میں مَیں نے بیان کئے ہیں۔ بہر حال ان لوگوں نے جہاں مالی قربانیاں کیں وہاں دین کے لئے اپنی زندگیاں بھی وقف کیں۔ دور دراز ملکوں میں تبلیغ کے لئے گئے اور بعض کو قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے شروع میں اس تحریک کو دس سال تک کے لئے بڑھا دیا تھا۔ تین سال سے پھر دس سال کر دیا تھا۔ پھر دس سال مکمل ہونے پر اس کے خوش کن نتائج ظاہر ہونے پر اور مزید قربانیاں کرنے والوں کی خواہش پر اسے مزید بڑھا دیا اور پھر یہ مستقل تحریک بن گئی۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے جو نظارے دیکھ رہے ہیں وہ ان ابتدائی لوگوں کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا بلکہ اب بھی نئے شامل ہونے والوں کو بعض دفعہ خوابوں کے ذریعہ اس تحریک میں اور مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جیسا کہ میں نے واقعات میں بیان کیا۔ ان ابتدائی قربانی کرنے والوں کی نسلوں کو آج بھی اپنے آباء و اجداد کی قربانیوں کو یاد رکھتے ہوئے جہاں خود اور اپنی نسلوں کو ان قربانیوں کے تسلسل کو جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے وہاں اپنے پر جو فضل ہوئے ہیں اس پر خود بھی زیادہ سے زیادہ قربانی کرنی چاہئے۔ بہر حال اس تحریک کے مطابق جو ابتدائی لوگ تھے ان کی تعداد پانچ ہزار تھی اور یہ دفتر اول تحریک جدید کے مجاہد تھے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے خاص تحریک کی گئی کہ ان کے بچوں اور نسلوں کو ان کی قربانیوں کو زندہ رکھنے کے لئے تاقیامت ان کی طرف سے چندہ دیتے رہنا چاہئے اور پھر میں نے بھی جب دفتر پنجم کا آغاز کیا تو اس طرف خاص توجہ دلائی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سب کے کھاتے زندہ ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 3 نومبر 2023ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اولادوں سمیت اِس فیض سے مسلسل اپنی جھولیاں بھرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم خالد محمود الحسن بھٹی مرحوم کے ایک مضمون سے اخذ شدہ ہے۔ اللھم اغفرلہ)



﴿21﴾ ﴿مشاہدات۔219﴾

مطالباتِ تحریکِ جدید

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یونس:63-65)

سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ تقویٰ پر عمل پیرا تھے، ان کے لئے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **مطالباتِ تحریکِ جدید**

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 1934ء میں تحریکِ جدید کے نام سے جو تحریک جاری فرمائی اُس کے تین حصے تھے یا یوں کہہ لیں کہ تین شاخیں تھیں پہلی شاخ کا تعلق مالی قربانی سے تھا دوسرے حصہ میں معاندین و مخالفینِ احمدیت کے جماعت احمدیہ پر حملوں کا دفاع اور اس کا جواب دینا تھا اور تیسرا اہم حصہ افرادِ جماعت کی اصلاح اور تعلیم و تربیت سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریکِ جدید ایک ایسی انقلاب انگیز الٰہی تحریک ہے جس کے ذریعہ اکنافِ عالم میں توحیدِ الٰہی کے قیام اور اشاعتِ اسلام کی مضبوط بنیاد ڈالی گئی اور جماعت احمدیہ کی دینی و اشاعتی سرگرمیاں عالمگیر صورت اختیار کر گئیں اور تبلیغِ اسلام کا ایک زبردست نظام مُعَرّضِ وجود میں آیا۔ دوسری جانب افرادِ جماعت کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ اَحوال کے لئے 27 مطالبات احبابِ جماعت کے سامنے رکھے۔ آج مَیں آپ کے سامنے انہی 27 مطالبات پر ہی اپنا اظہارِ خیال کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔

سامعین! مطالبات بتانے سے قبل یہ یہ بتاتا چلوں کہ اس الٰہی تحریک کی بنیاد عین اُس وقت رکھی گئی جب احراری تحریک اپنے نقطہ عروج پر تھی اور احرار اپنے خیال میں (معاذاللہ) قادیان اور احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا فیصلہ کر کے قادیان کے پاس ہی اپنی کانفرنس منعقد کرنے والے تھے۔ یہ وہ دن تھے جب فضا میں احرار کے ان دعووں کی آواز گونج رہی تھی کہ ہم منارۃ المسیح کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور قادیان کو اس طرح مسمار کر دیں گے کہ وہاں قادیان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا اور ایک وجود بھی ایسا نہیں رہے گا جو حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کا نام لینے والا ہو۔ فضاؤں میں بہت ارتعاش تھا اور احمدیوں کی طبیعت میں بھی ایک ہیجان تھا، ایک جوش تھا اور ایک ولولہ تھا، جتنی قوت کے ساتھ جماعت کو دبانے کی کوشش کی جارہی تھی اتنے ہی زور کے ساتھ یہ الٰہی جماعت اُبھرنے کے لئے تیار بیٹھی تھی، ایک آواز کا انتظار تھا یعنی خلیفۃ المسیح کی آواز کا کہ وہ جس طرح چاہیں، جس طرف چاہیں قربانیوں کے لئے بلائیں لیکن دل بلیوں اُچھل رہے تھے کہ کب یہ آواز بلند ہو اور کب ہمیں آگے بڑھ کر نَحْنُ اَنْصَارُ اللہ کہنے کی توفیق عطا ہو۔ یہ وقت جماعت کے لئے انتہائی نازک تھا ہر طرف سے جماعت پر حملے ہو رہے تھے۔ دشمن اپنی پوری طاقت اور پورے زور کے ساتھ حملے کے منصوبے بنا رہا تھا اور اپنے زعم میں

جماعت کو نیست و نابود کرنے کو تیار کھڑا تھا۔ اب کے بار یہ صرف احرار کا حملہ نہ تھا بلکہ حکومت بھی انہی کے ساتھ تھی۔

ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقت بہت نازک ہے۔ ہر طرف سے مخالفت ہو رہی ہے اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سلسلہ کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا آپ لوگوں کا فرض ہے..... آخر ہم نے کیا قصور کیا ہے ملک کا یا حکومت کا کہ ہم سے یہ دشمنی اور عناد کا سلوک روا رکھا جا رہا ہے؟..... ہم کسی کے گھر پر حملہ آور نہیں ہوئے، حکومت سے اس کی حکومت نہیں مانگی، رعایا سے اس کے اموال نہیں چھینے بلکہ ....اپنی بیش قیمت جائیدادیں ان کو دے کر ہم میں سے بہت سے لوگ قادیان میں آگئے کہ امن سے خدا کا نام لے سکیں مگر پھر بھی ہم پر حملے کئے جاتے ہیں اور حکومت بھی ہمارے ہاتھ باندھ کر ہمیں ان کے آگے پھینکنا چاہتی ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ ہمارا قصور کیا ہے؟“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/اکتوبر 1934ء از الفضل یکم نومبر 1934ء)

سامعین! اس تحریک کے آغاز کے حالات اور اس تحریک کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ پر آپؓ نے فرمایا:

”..... یہ زمانہ ہمارے لئے نہایت نازک ہے۔ مجھ پر بیسیوں راتیں ایسی آتی ہیں کہ لیٹے لیٹے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنون ہونے لگا ہے اور مَیں اٹھ کر ٹہلنے لگ جاتا ہوں۔ غرض یہی نہیں کہ واقعات نہایت خطرناک پیش آرہے ہیں بلکہ بعض باتیں ایسی ہیں جو ہم بیان نہیں کر سکتے..... تو سلسلہ کے خلاف ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ جو میری ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں...... تو مَیں سمجھتا ہوں کہ وقت ایسا ہے کہ ہمیں اہم قربانی کی ضرورت ہے...... آج ہمارے جھنڈے کو گرانے کی بھی دشمن پوری کوشش کر رہا ہے اور سارا زور لگا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں جو جھنڈا دے گئے ہیں اُسے گرا دے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اسے اپنے ہاتھوں میں پکڑے رہیں اور اگر ہاتھ کٹ جائیں تو پاؤں میں پکڑ لیں اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں ایک کی جان چلی جائے تو دوسرا کھڑا ہو جائے اور اس جھنڈے کو پکڑ لے.....یاد رکھو! خدا تعالیٰ کے لئے مرنے والے کو کوئی مار نہیں سکتا اس بات کو پلے باندھ لو اور جب تم یہ ارادہ کر لو گے کہ خدا تعالیٰ

کے لئے مرنا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تم کو مار نہ سکے گی۔ ہاں تم پر وہ موت آئے گی جو نبیوں کو سچے دل سے ماننے والوں پر آتی ہے مگر ناکامی کی موت نہیں آسکتی کیونکہ تم جس پر گِروگے وہ چکنا چور ہو جائے گا اور جو تم پر گِرے گا وہ بھی چکنا چور ہو جائے گا“

(رپورٹ مجلس شوریٰ منعقدہ 19 تا 21/ اپریل 1935ء اختتامی خطاب)

سامعین! اب ہم آتے ہیں مطالبات کی طرف۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کے تحت جماعت سے مختلف اوقات میں مختلف مطالبات کیے۔ لیکن یہ بتا دوں کہ اس سکیم کے آغاز سے پہلے 19 اکتوبر 1034ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ

”....سب سے پہلا مطالبہ جو مَیں آپ لوگوں سے کرتا ہوں اور جس کی آزمائش کے بعد مَیں دوسرا مطالبہ کروں گا یہ ہے کہ یہاں ایک جلسہ ہونے والا ہے۔ اس جلسہ کے متعلق مجھے یقینی طور پر اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ یہ لوگ کوئی شورش اور فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ پس میرا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ اگر واقعہ میں وہ اطلاعات درست ہیں جو مجھے موصول ہوئیں تو مَیں اپنی جماعت کے ہر شخص کو یہ حکم دیتا ہوں کہ خواہ وہ مارا اور پیٹا جائے اپنا ہاتھ کسی پر مت اُٹھائے اور اپنی زبان مت کھولے بلکہ اگر وہ قتل بھی کر دیا جائے تو بھی اس کا حق نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اُٹھائے اور اُس کا حق نہیں کہ وہ اپنی زبان ہلائے۔ اگر ایسی حالت میں کوئی بھائی پاس سے گزر رہا ہو تو مَیں اسے بھی ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ہرگز اُس کی مدد نہ کرے“

(الفضل 23/ اکتوبر 1934ء۔ الفضل 23/ مئی 1934ء)

اس کے بعد آپؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 9/ نومبر 1934ء میں جماعت سے تحریک کے باقاعدہ مطالبات کرنے سے قبل تین نہایت ہی اہم احکام دیئے:

پہلا حکم

”ہر وہ شخص جس کے چندوں میں کوئی نہ کوئی بقایا ہے یا ہر وہ جماعت جس کے چندوں میں بقائے ہیں وہ فوراً اپنے اپنے بقائے پورے کرے اور آئندہ کے لئے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کا نمونہ دکھلائیں“

دوسرا حکم

"اس ہفتہ کے اندر اندر ہر وہ شخص جس کی کسی سے لڑائی ہو چکی ہے ہر وہ شخص جس کی کسی سے بول چال بند ہے، وہ جائے اور اپنے بھائی سے معافی مانگ کر صلح کرلے اور اگر کوئی معاف نہیں کرتا تو اس سے لجاجت اور انکسار کے ساتھ معافی طلب کرے اور ہر قسم کا تذلل اس کے آگے اختیار کرے۔ تا کہ اس کے دل میں رحم پیدا ہو اور وہ رنجش کو اپنے دل سے نکال دے اور ایسا ہو کہ جس وقت میں دوسرا اعلان کرنے کے لئے کھڑا ہوں اس وقت کوئی دو احمدی ایسے نہ ہوں جو آپس میں لڑے ہوئے ہوں۔ اور کوئی دو احمدی ایسے نہ ہوں جن کی آپس میں بول چال بند ہو۔ پس جاؤ اور اپنے دلوں کو صاف کرو۔ جاؤ اور اپنے بھائیوں سے معافی طلب کر کے متحد ہو جاؤ۔ جاؤ اور ہر تفرقہ اور شقاق کو اپنے اندر سے دور کر دو تب خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہاری مدد کے لئے اتریں گے۔ آسمانی فوجیں تمہارے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نازل ہوں گی اور تمہارا دشمن خدا کا دشمن سمجھا جائے گا۔"

تیسرا حکم

"مجھے فوراً جلد سے جلد ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو سلسلہ کے لئے اپنے وطن چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اپنی جانوں کو خطرات میں ڈالنے کے لئے تیار ہوں اور بھوکے پیاسے رہ کر بغیر تنخواہوں کے اپنے نفس کو تمام تکالیف سے گزارنے پر آمادہ ہوں۔ پس مَیں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو نوجوان ان کاموں کے لئے تیار ہوں وہ اپنے نام پیش کریں۔ نوجوانوں کی لیاقت کے متعلق مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یا تو وہ مولوی ہوں مدرسہ احمدیہ کے سندِ یافتہ یا کم سے کم انٹرنس پاس یا گریجوایٹ ہوں.... شرط یہ ہے کہ وہ سرکاری ملازم نہ ہوں اور نہ ہی تاجر ہوں اور نہ طالب علم ہوں۔ صرف ایسے نوجوان ہوں جو ملازمت کی انتظار میں اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں"

(الفضل 18/ نومبر 1934ء)

ان تین احکام کے بعد 23 نومبر 1934ء کو حضورؓ نے جماعت کو بتایا کہ:

"کوئی بڑی قربانی نہیں کی جا سکتی جب تک اس کے لئے ماحول نہ پیدا کیا جائے..... کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ماحول ٹھیک ہو اور گرد و پیش کے حالات موافق ہوں۔ اگر گرد و پیش کے حالات موافق نہ ہوں تو

کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ان کے اندر نیکی کرنے کا مادہ بھی موجود ہوتا ہے اور جذبہ بھی مگر وہ ایسا ماحول نہیں پیدا کر سکتے جس کے ماتحت صحیح قربانی کر سکیں۔ پس ماحول کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے..... پس ضروری ہے کہ قربانی کرنے سے پیشتر اس کے لئے ماحول پیدا کیا جائے اس کے بغیر قربانی کا دعویٰ کرنا ایک نادانی کا دعویٰ ہے یا منافقت"

(الفضل 29/ نومبر 1934ء)

سامعین! اس کے بعد مختلف مواقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت سے یہ 27 مطالبات کیے جو "**مطالبات تحریک جدید**" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

پہلا مطالبہ۔ سادہ زندگی

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔

"اس زمانہ میں مالی قربانی کی بہت ضرورت ہے اس لئے سب مرد اور عورتیں اپنی زندگی کو سادہ بنائیں اور اخراجات کم کر دیں تاکہ جس وقت قربانی کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے وہ تیار ہوں قربانی کے لئے صرف تمہاری نیت ہی فائدہ نہیں دے سکتی جب تک تمہارے پاس سامان بھی مہیا نہ ہوں...... پس اگر سامان مہیا نہ ہوں تو ہم وہ قربانی کسی صورت میں بھی پیش نہیں کر سکتے جس کی ہمیں خواہش ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک سادہ زندگی اختیار کرے تاکہ وقت آنے پر وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کر سکے"

(تقریر فرمودہ 26/ مئی 1935ء مطبوعہ الفضل 12/ جون 1935ء)

دوسرا مطالبہ۔ امانت فنڈ

آپؓ نے فرمایا۔

"جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے جو اپنی آمد کا 1/5 سے 1/3 حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ نومبر 1934ء از الفضل 29/ نومبر 1934ء)

تیسرا مطالبہ۔ دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب

فرمایا۔

”دشمن کے مقابلہ کے لئے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گند الٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہا ہے اس کا جواب دیا جائے یا اپنا نقطۂ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ نومبر 1935ء از الفضل 19/ نومبر 1935ء)

چوتھا مطالبہ۔ تبلیغ بیرون ہند

فرمایا۔

”مذہبی سلسلے ضرور ایک وقت دنیا کے توپ خانوں کی زد میں آتے ہیں اور وہ کبھی ظلم وستم کی تلوار کے سایہ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔ پس ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں اِن کی شاخیں ہوں تا کہ اگر ایک جگہ وہ ظلم وستم کا تختہ مشق ہوں تو دوسری جگہ ان کی امن کے ساتھ ترقی ہو رہی ہو اور ان کا مذہبی لٹریچر دشمن کی دست برد سے محفوظ رہے۔ جو شخص بھی اس سلسلہ کو ایک آسمانی تحریک سمجھتا ہے اسے اس امر کے لئے تیار ہونا پڑے گا اور جو اس نکتہ نہیں سمجھتا۔ وہ حقیقت میں اِس سلسلہ کو نہیں سمجھتا۔ غرض سلسلہ احمدیہ کسی جگہ بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا اس لئے جب تک ہم سارے ممالک میں اپنے لئے جگہ کی تلاش نہ کریں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل 29/ نومبر 1934ء)

سامعین!

پانچواں مطالبہ۔ تبلیغ کی خاص سکیم میں مالی حصہ

فرمایا۔

”جماعت سے قربانی کا پانچواں مطالبہ یہ ہے کہ تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے جو دوست اس میں بھی مالی لحاظ سے حصہ لے سکتے ہوں وہ لیں“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل 29/ نومبر 1934ء)

چھٹا مطالبہ۔ تبلیغی سروے

فرمایا۔

”مَیں یہ چاہتاہوں کہ وقف کنند گان سائیکلوں پر سارے پنجاب کادورہ کریں اور اشاعتِ سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصل رپورٹیں مرکز کو بھجوائیں مثلاًیہ کہ کس علاقہ کے لوگوں پر کس طرح اثرڈالا جاسکتاہے کون کون سے بااثرلوگوں کو تبلیغ کی جائے تواحمدیت کی اشاعت میں خاص مدد مل سکتی ہے۔ کس کس گاؤں کے لوگوں کی کس کس جگہ کے احمدیوں سے رشتہ داریاں ہیں کہ ان کو وہاں بھیج کر تبلیغ کروائی جائے“

(خطبہ جمعہ فرمودہ23/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل29/ نومبر 1934ء)

ساتواں مطالبہ۔وقفِ رخصت

فرمایا۔

”سرکاری ملازمین جن کی تین ماہ کی رخصتیں جمع پڑی ہوں یا قریب کے زمانہ میں جمع ہونے والی ہوں اور وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے ان رخصتوں کو وقف کردیں.....پھر ہم انہیں جہاں چاہیں تبلیغ کے لئے بھیج دیں......ان کے متعلق میری سکیم یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ بھیجیں جہاں احمدی جماعتیں نہیں.....ان کو وہاں بھیج دیاجائے جہاں اِن کی ملازمت کاواسطہ اور تعلق نہ ہو.....وہ اپناخرچ آپ برداشت کریں ہم اس بات کو مدنظر رکھیں گے کہ انہیں اتنی دور بھیجا جائے کہ ان کے لئے سفر کے اخراجات برداشت کرنے مشکل نہ ہوں۔ اگر کسی کو اور جگہ بھیجا گیاتو کسی قدر بوجھ اخراجات سفر کا سلسلہ برداشت کرلے گااور باقی اخراجات کھانے پینے پہننے کے وہ خود برداشت کریں ان کو کوئی تنخواہ نہ دی جائے گی نہ کوئی کرایہ سوائے اس کے جسے بہت دور بھیجا جائے“

(خطبہ جمعہ فرمودہ26/ اپریل1940ء مطبوعہ الفضل 3/ مئی1940ء)

آٹھواں مطالبہ۔ وقف زندگی

فرمایا۔

”تم سے جس چیز کا مطالبہ کیا گیا اور جو اکیلا حقیقی مطالبہ ہے وہ تمہاری جان کا مطالبہ ہے۔ نہ صرف تمہیں اِس مطالبہ کو پورا کرنا چاہیے بلکہ ہر وقت یہ مطالبہ تمہارے ذہن میں مستحضر رہنا چاہیے۔ کیونکہ اُس وقت تک تم میں جرأت و دلیری پیدا نہیں ہو سکتی جب تک تم اپنی جان کو ایک بے حقیقت چیز سمجھ کر دین کے لئے اُسے قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار نہ ہو“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/ جنوری 1935ء الفضل 24/ جنوری 1935ء)

پھر فرمایا۔ ”جو شخص دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے وہ ادنیٰ نہیں بلکہ اعلیٰ ہے بشرطیکہ ہر قسم کی کوتاہی سے اپنے آپ کو بچائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ دسمبر 1935ء الفضل 25/ دسمبر 1935ء)

نواں مطالبہ۔ وقف رخصتِ موسمی

فرمایا۔

”اپنی زندگیوں کو خدمتِ دین کے لئے وقف کرو اور سال میں سے مہینہ دو مہینے یا تین مہینے تبلیغ کے لئے دو تا انہیں ایک ، دو یا تین ماہ کے لئے مختلف مقامات پر تبلیغ کے لئے بھیجا جا سکے ..... جس قدر ملازم، زمیندار، تاجر اور پیشہ ور اور جنہیں چھٹیاں مل سکتی ہیں۔ مَیں ان سب کو تحریک کرتا ہوں کہ ایک یا دو یا تین ماہ جتنا عرصہ کوئی دے سکے تبلیغ کے لئے دیں..... پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی چھٹیوں کو تبلیغ کے لئے وقف کریں“

(تقریر فرمودہ 26/ دسمبر 1935ء مطبوعہ الفضل 14/ مارچ 1936ء)

سامعین!

دسواں مطالبہ۔ صاحبِ پوزیشن لیکچر دیں

فرمایا۔

”جو دوست لیکچر دینے کی قابلیت رکھتے ہیں اور اپنے عہدہ یا کسی علم وغیرہ کے لحاظ سے لوگوں میں پوزیشن

رکھتے ہوں۔ یعنی ڈاکٹر ہوں، وکلاء ہوں یا اور ایسے ہی معزز کاموں پر یا ملازمتوں پر ہوں۔ جن کو لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں تا مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلغوں کے سوا ان کو بھیجا جائے اور ان سے تقریریں کرائی جائیں کیونکہ تقریر کرنے والا اگر کوئی وکیل یا ڈاکٹر یا کوئی اور عہدیدار ہو تو لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو گا کہ اس جماعت کے سب افراد میں خواہ وہ کسی طبقہ کے ہوں دین سے رغبت اور واقفیت پائی جاتی ہے اور خواہ ان کے منہ سے وہی باتیں نکلیں جو مولوی بیان کرتے ہیں۔ مگر ان کا اثر بہت زیادہ ہو گا"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ دسمبر 1935ء الفضل 25/ دسمبر 1935ء)

گیارہواں مطالبہ۔ ریزرو فنڈ

فرمایا۔

"موجودہ حالات اور بعض مجبوریوں کی وجہ سے ضروری ہے کہ ہمارا ایک مستقل ریزرو فنڈ ہو۔ جس کی آمدنی سے مستقل اخراجات چلائے جائیں اور ہنگامی کاموں کے لئے چندہ ہو۔ اخلاقی لحاظ سے بھی۔ یعنی جماعت کی اخلاقی حالت کو محفوظ رکھنے نیز کام کی وسعت کے لئے بھی ضروری ہے کہ ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کیا جائے۔ تحریک جدید کے متعلق میرا یہی خیال ہے کہ اس کے مستقل اخراجات ریزرو فنڈ کی آمد سے ادا کرنے کا انتظام کیا جائے اور چندوں کا ایک ایک پیسہ ہنگامی کاموں پر خرچ ہو۔ تا ہر ایک شخص کو نظر آسکے کہ تحریک کے کاموں پر کیا خرچ ہو رہا ہے۔ اس لئے ایسے اتار چڑھاؤ سے تبلیغی کاموں کو محفوظ کرنے کے لئے مَیں نے ایک ریزرو فنڈ کی تجویز کی"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 1936)

بارہواں مطالبہ۔ پنشنرز اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے پیش کریں

فرمایا۔

"میں تحریک کرتا ہوں کہ بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں خدا نے ان کو موقع دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں۔ یعنی دین کی خدمت کریں۔ بیسیوں ایسے لوگ

ہیں جو پنشن لیتے ہیں اور جنہیں اپنے گھروں میں کوئی کام نہیں۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل 9/ دسمبر 1934ء)

تیرھواں مطالبہ۔ طلباء کو تعلیم کے لئے مرکز بھجیں

آپؓ نے فرمایا۔

"باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں جس میں چاہیں تعلیم کے لئے بھجیں۔ مَیں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے مرکزی سکولوں میں باہر سے دوست کم بچے بھیج رہے ہیں۔.... ایسے لوگ اپنے بچوں کو پیش کریں جو اس بات کا اختیار دیں کہ ان کے بچوں کو ایک خاص رنگ اور خاص طرز میں رکھا جائے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل 9/ دسمبر 1934ء)

چودھواں مطالبہ۔ صاحب حیثیت لوگ اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے جماعت سے مشورہ کریں

فرمایا

"بعض صاحب حیثیت لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے ہیں۔ اِن سے مَیں کہوں گا کہ بجائے اس کے کہ بچوں کے منشاء اور خواہش کے مطابق ان کے متعلق فیصلہ کریں یا خود اپنے دوستوں سے مشورہ کریں، وہ اپنے لڑکوں کے مستقبل کو سلسلہ کے لئے پیش کر دیں"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل 9/ دسمبر 1934ء)

سامعین!

پندرھواں مطالبہ۔ بے کار دنیا میں نکل جائیں خود کمائیں اور کھائیں اور تبلیغ کریں

فرمایا۔

"....پندرھواں مطالبہ جو جماعت سے بلکہ نوجوانان جماعت سے یہ ہے کہ وہ نوجوان جو گھروں میں بے کار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں اور ماں باپ کو مقروض بنا رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وطن چھوڑ دیں اور نکل جائیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل 9/ دسمبر 1934ء)

سولہواں مطالبہ۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں

فرمایا۔

"احباب جماعت کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ سادہ کھائیں، سادہ کپڑا پہنیں، دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں، کوئی احمدی بے کار نہ رہے۔ اگر کسی کو جھاڑو دینے کا کام ملے تو وہ بھی کرلے اس میں بھی فائدہ ہے۔ بہر حال کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہیئے۔ ہر شخص کوشش کرے کہ وہ بیکار نہ رہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/ نومبر 1935ء)

سترہواں مطالبہ۔ بے کار نہ رہیں جو کام بھی ملے وہی کریں

فرمایا

"مَیں نے بارہا کہا ہے کہ بے کار مت رہو اور کام کرو.... مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ تحریک جدید تمہیں اُس وقت تک کامیاب نہیں کرسکتی جب تک رات دن ایک کرکے کام نہ کرو..... مَیں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ محنت کی عادت ڈالو، بے کاری کی عادت کو ترک کردو، فضول مجلسیں بنا کر گپیں ہانکنا اور بکواس کرنا چھوڑدو۔ حقہ اور دیگر ایسی لغو عادتوں میں وقت ضائع نہ کرو اور کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ کام کرسکو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ جنوری 1937ء مطبوعہ الفضل 3/ فروری 1937ء)

اٹھارواں مطالبہ۔ مرکز میں مکان بنائیں

فرمایا۔

"باہر کے دوست قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں۔ جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی، ہمارا مرکز ترقی کرے گا اور غیر عنصر خود بخود کم ہوتا جائے گا۔ ہر مکان جو قادیان میں بنتا ہے وہ احمدیت کو زیادہ مضبوط کردیتا ہے۔ تم قادیان میں مکان بنا کر صرف اپنی جائیداد نہیں بناتے بلکہ اس کے

ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی جائیداد بھی بڑھاتے ہو۔ ہر اینٹ جو تمہارے مکان میں لگائی جاتی ہے، وہ صرف تمہارے مکان کو ہی مضبوط نہیں کرتی بلکہ سلسلہ اور اسلام کو بھی مضبوط کرتی ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ جنوری 1936ء)

اُنیسواں مطالبہ۔ دعا

فرمایا۔

"ایک اور چیز باقی رہ گئی ہے جو سب کے متعلق ہے گو غرباء اس میں زیادہ حصہ لے سکتے ہیں۔ دنیوی سامان خواہ کس قدر کئے جائیں آخر دنیاوی سامان ہیں اور ہماری ترقی کا انحصار ان پر نہیں بلکہ ہماری ترقی خدائی سامان کے ذریعہ ہوگی اور یہ خانہ اگرچہ سب سے اہم ہے مگر اسے مَیں نے آخر میں رکھا ہے اور وہ دعا کا خانہ ہے۔ وہ لوگ جو ان مطالبات میں شریک نہ ہو سکیں اور ان کے مطابق کام نہ کر سکیں وہ خاص طور پر دعا کریں کہ جو لوگ کام کر سکتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں کام کرنے کی توفیق دے اور ان کے کاموں میں برکت ڈالے ..... پس وہ لوگ جو مجبوری اور معذوری کی وجہ سے کسی مطالبہ کو پورا کرنے میں حصہ نہیں لے سکتے، میں نے ایسی تجویز بتائی ہے کہ اس میں وہ سب شریک ہو سکتے ہیں اور یہ سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ ضروری تجویز ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ نومبر 1934ء مطبوعہ الفضل 9/ دسمبر 1934ء)

سامعین!

بیسواں مطالبہ۔ اسلامی تمدن کا قیام

فرمایا۔

"ہر جگہ تمام دوستوں کو اکٹھا کر کے ان سے پھر عہد لیا جائے کہ وہ اسلامی تمدن اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں گے اور احیاءِ دین اور قیامِ شریعت کر کے اپنی بنیادوں کو مضبوط کریں گے تا قلیل سے قلیل عرصہ میں وہ تمدن قائم ہو جائے جس کو دینِ حق قائم کرنا چاہتا ہے اور جس کو قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ جنوری 1938ء الفضل 21/ جنوری 1938ء)

اکیسواں مطالبہ۔ قومی دیانت کا قیام

فرمایا۔

”اخلاقی لحاظ سے اصولی صداقتیں چار ہیں ۔دیانت، صداقت، محنت اور قربانی اور اگر یہ چار تم اپنے اندر پیدا کر لو تو یقیناً تم کامیاب ہو سکتے ہو“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ جنوری 1938ء الفضل 21/ جنوری 1938ء)

بائیسواں مطالبہ۔ عورتوں کے حقوق

فرمایا۔

”عورتوں کے حقوق برابر دیئے جائیں اور ان کا خاص خیال رکھا جائے خصوصاً جب کہ ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے احساسات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا یا تو دوسری شادی نہ کی جائے اور اگر کی جائے تو پورا انصاف کرے۔“

تیئیسواں مطالبہ۔ راستوں کی صفائی

فرمایا۔

”اپنے ہاتھوں سے کام کر کے تمام راستوں کو فراخ اور سیدھا کیا جائے اوراونچی نیچی جگہوں کو ہموار کیا جاوے اور گندگی کو دور کیا جاوے تا کہ دیکھنے والا دیکھتے ہی سمجھ لے کہ احمدی جماعت کا محلہ یا گاؤں ہے“

چوبیسواں مطالبہ۔ احمدیہ دارالقضاء کا قیام

فرمایا۔

”سوائے ان مقدمات کے کہ جن کے متعلق قانون کہتا ہے کہ ان کو عدالتوں میں لے جانا ضروری ہے باقی سب مقدمات کا فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جائے اوراس ضرورت کے لئے ہر جماعت میں پنچائتیں اور بورڈ بن جائیں“

سامعین!

پچیسواں مطالبہ۔ وقف اَولاد

فرمایا۔

”اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی نسل بڑھے اور پھیلے اور اسے اور اس کی نسلوں کو عزت ملے تو اس کا طریق یہ ہے کہ اپنی اَولاد کو دین کی راہ میں قربان کر دے۔ یہ ایک ایسا گر ہے کہ ہمارے دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کی نسلیں دنیا پر چھا جائیں اور ہزاروں سال تک ان کا نام عزت کے ساتھ زندہ رہے تو وہ اسوۂ ابراہیمی پر عمل پیرا ہوں“

(خطبہ عید الاضحیہ فرمودہ 9/ جنوری 1941ء از الفضل 17/ جنوری 1941ء)

چھبیسواں مطالبہ۔ وقف جائیداد و آمد

فرمایا۔

”جب اللہ تعالیٰ نے اب اسلام کی فتح کی ایک بنیاد رکھ دی ہے تو یقیناً اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے ہم سے نئی قربانیوں کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ ساری جماعت بے شک چندے دیتی ہے اور بہت دیتی ہے، قربانیاں کرتی ہے اور بہت کرتی ہے۔ مگر یہ قربانیاں اسلام کی اشاعت کے لئے کافی نہیں۔ پس مَیں تجویز کرتا ہوں اور اس تجویز کے مطابق سب سے پہلے میں اپنے وجود کو پیش کرتا ہوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اپنی جائیدادوں کو اس صورت میں دین کے لئے وقف کر دیں کہ جب سلسلہ کی طرف سے ان سے مطالبہ کیا جائے گا انہیں وہ جائیداد اسلام کی اشاعت کے لئے پیش کرنے میاں قطعاً کوئی عذر نہیں ہو گا“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ مارچ 1944ء مطبوعہ الفضل 14/ مارچ 1944ء)

ستائیسواں مطالبہ۔ حِلفُ الفضول

حضورؓ فرماتے ہیں۔

”در حقیقت یہ اس زمانہ کی اہم نیکی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بالخصوص امیر لوگ غریبوں کو لوٹتے ہیں اور اس لوٹنے میں راحت محسوس کرتے ہیں۔۔۔۔۔ شاید اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس طرف توجہ

دلائی ہے.....یہ عہد کریں کہ ہم کسی کا حق نہیں ماریں گے اور جہاں پتہ لگے گا کہ کوئی کسی کا حق مار رہا ہے ہم وہاں جا پہنچیں گے اور خواہ کوئی ہم سے پوچھے یا نہ پوچھے ہم ضرور اس میں دخل دیں گے کہ اس کا حق ملنا چاہیئے.....اسی طرح ہماری جماعت کے چند افراد یہ عہد کرلیں کہ ہم دیانت وامانت کو قائم کریں گے اور جہاں پتہ لگے گا کہ کسی کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ چاہے کوئی پوچھے یا نہ پوچھے ہم چودھری بن کر جا پہنچیں گے اور کوشش کریں گے کہ مظلوم کا حق دلایا جائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/جولائی 1944ء مطبوعہ الفضل 22/جولائی 1944ء)

سامعینِ کرام! یہ تھے تحریکِ جدید کے ستائیس مطالبات اور اِن کی وجہ تسمیہ جو اِس تحریک کے بانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی۔ اب ضرورت اِس امر کی ہے کہ جس عظیم جذبے کے ساتھ حضورؓ نے اِس تحریک کو لانچ فرما کر دل کی گہرائیوں سے مطالبات ہمارے سامنے بغرض تعمیل رکھے ہم اور نسلیں اُسی جذبے اور نئی اُمنگوں کے ساتھ اِن مطالبات کو حرزِ جان بنائیں اور اِن پر بھرپور عمل کرنے کی کوشش کریں کہ تحریک جدید کے ذریعہ اسلام احمدیت کا عَلَم بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے۔ اے ارحمُ الرّاحمین خدا! تُو ایسا کر۔ آمین اللھم آمین

لذّتِ طاعات میں رہتا ہوں محو
یار بِن اک لحظہ مشکل ہو گیا
اب دعائیں بھی لگیں ہونے قبول
فَضلِ رَبیّ جب سے شامِل ہو گیا
دوستو! کیا کیا بتاؤں نعمتیں
اب تو گِننا ان کا مشکل ہو گیا
ہے ترقی ہر گھڑی اِنعام میں
خُلد دنیا ہی میں حاصِل ہو گیا

اے عَدُو! تو بھی تو ان فضلوں کو دیکھ
کیا ہوا کیوں حق سے بے دِل ہو گیا

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم خالد محمود الحسن بھٹی مرحوم کے ایک مضمون سے اخذ شدہ ہے۔ اللھم اغفر لہ)



﴿22﴾ ﴿مشاہدات۔231﴾

”وقفِ جدید“، مقاصد اور برکات و ثمرات

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُۜطُ ۪ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ (البقرۃ:246)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تا کہ وہ اس کے لئے اُسے کئی گنا بڑھائے۔ اور اللہ (رزق) قبض بھی کر لیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وقف کرنا جاں کا ہے کسبِ کمال
جو ہو صادق وقف میں ہے بیمثال
چمکیں گے واقف کبھی مانند بدر
آج دنیا کی نظر میں ہیں ہلال

سامعینِ کرام! آج مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آخری مبارک تحریک **”وقفِ جدید“**، مقاصد اور برکات و ثمرات پر روشنی ڈالنی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے القائے باری تعالیٰ کے تحت جماعت کی تعلیم و تربیت، رشد و اصلاح اور دعوت الی اللہ کی غرض سے 27 دسمبر 1957ء کو ”وقفِ جدید“ کے نام سے ایک سکیم جماعت کے سامنے پیش فرمائی۔ تحریک وقف جدید حضرت مصلح موعودؓ کے عہدِ مبارک کی آخری یادگار الہامی تحریک اور آپؓ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک عظیم الشان کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ یہ انقلاب انگیز تحریک سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کے سلسلہ کی ایک نہایت اہم اور مبارک کڑی ہے۔

اس کے متعلق ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

”حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جن کا عرصہ خلافت تقریباً 52 سال پر پھیلا ہوا تھا آپ نے جماعتی نظام کو مضبوط در مضبوط فرمایا۔ اس کی تنظیم کی، تربیتی، تبلیغی، روحانی، مالی پروگرام جماعت کو دیئے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کے حصول کے لئے ہم تیزی سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ انہی تبلیغی اور تربیتی پروگراموں کے لئے ایک سکیم وقف جدید کی بھی تھی جو آپ نے جماعت کے سامنے رکھی اور اس کے لئے مالی قربانی بھی کی اور واقفینِ زندگی معلمین کی بھی تحریک فرمائی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جنوری 2008ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”شاید اور کسی کے ذہن میں بھی یہ سوال اٹھے کہ اتنی تحریکات ہیں۔ ان کا کیا مقصد ہے؟ تو اس بارے میں مَیں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ وقف جدید یعنی اس کے اخراجات مخصوص ملکوں اور مخصوص علاقوں کے لیے ہیں۔ مغربی اور امیر ممالک سے وقف جدید کی مدّ میں جو چندہ آتا ہے وہ بھارت اور افریقہ کے عموماً دیہاتی علاقوں میں خرچ ہوتا ہے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب یہ تحریک باقی دنیا کے لیے بھی عام کی تھی تو امیر ممالک میں وقف جدید کو جاری کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ ہندوستان کے اور قادیان کے جو اخراجات ہیں وہ وقف جدید سے پورے کیے جائیں جبکہ تحریک جدید سے جو اخراجات کیے جاتے ہیں وہ دنیا کے ہر ملک میں جہاں مرکز سے مدد کی ضرورت ہو کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ رقم مرکز میں آتی ہے اور وہاں سے اخراجات کیے جاتے ہیں۔ بہرحال وقف جدید کے ذریعہ سے بہت سے منصوبے غریب یا غیر ترقی یافتہ ملکوں میں سرانجام پا رہے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8/ جنوری 2016ء۔ مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 29/ جنوری 2016ء)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے اس مبارک تحریک کے بنیادی مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

”میں جماعت کے دوستوں کو ایک بار پھر اس وقف (وقف جدید) کی طرف توجہ دلاتا ہوں، ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رشد و اصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک مربی ایک ضلع میں مقرر ہو گیا اور

وہ دورہ کرتا ہوا ہر ایک جگہ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹہ ٹھہرتا ہوا سارے ضلع میں پھر گیا۔ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہمارے مربی کو ہر گھر اور ہر جھونپڑی تک پہنچنا پڑے گا اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب اس نئی سکیم (وقف جدید) پر عمل کیا جائے...... اور یہ جال اتنا وسیع طور پر پھیلایا جائے کہ کوئی مچھلی باہر نہ رہے۔ کنڈی ڈالنے سے صرف ایک ہی مچھلی آتی ہے لیکن اگر مہا جال ڈالا جائے تو دریا کی ساری مچھلیاں اس میں آ جاتی ہیں۔ ہم ابھی تک کنڈیاں ڈالتے رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے ایک ایک مچھلی ہی ہمارے ہاتھ آتی رہی ہے لیکن اب مہاجال ڈالنے کی ضرورت ہے اور اس کے ذریعہ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کے لوگوں تک ہماری آواز پہنچ جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 جنوری 1958ء)

اس تحریک کی اہمیت اور کامیابی کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں جو جوش اور لگن تھی اس کا اندازہ آپؓ کے اِس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں، میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے تو خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اُتارے گا۔ پس میں اتمام حجت کے لئے ایک بار پھر اعلان کرتا ہوں تا کہ مالی امداد کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو اور وقف کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو۔"

(پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ الفضل 7 جنوری 1958ء)

ایک اور موقع پر آپؓ نے تحریک وقف جدید کے بارہ میں فرمایا:

"جب روپیہ زیادہ آنا شروع ہو گیا اور نوجوان بھی زیادہ تعداد میں آ گئے اور انہوں نے ہمت کے ساتھ جماعت کو بڑھانے کی کوشش کی تو جماعت کو پتہ لگ جائے گا کہ یہ سکیم کیسی مبارک اور پھیلنے والی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جنوری 1958ء)

سامعین! یہ مبارک تحریک اپنے اندر بے شمار پہلو اور مقاصد لئے ہوئے تھی۔ اِس وقت مَیں تین کا ذکر کرنا چاہوں گا۔

نمبر 1۔ نوجوان اشاعتِ اسلام و احمدیت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔

نمبر 2۔ احبابِ جماعت دور دراز علاقوں میں اشاعتِ اسلام و احمدیت کے لئے مالی قربانی کریں۔

نمبر 3۔ دیہاتوں بالخصوص دور دراز کے گاؤں میں بسنے والے احمدیوں کی رشد و اصلاح اور تعلیم و تربیت کی جائے۔

خدائی تائید یافتہ اولیاء اللہ کی شان دنیوی لیڈروں اور خود ساختہ پیروں سے بہت مختلف اور ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ جن سے زندگی وقف کر کے اسلام احمدیت کے لئے قربانیوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ جس کا اندازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اِس ارشاد سے ہوتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”میں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی کے نقشِ قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں وہ اپنی زندگیاں براہ راست میرے سامنے وقف کریں تاکہ میں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں .... ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے ..... پس میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان ہمت کریں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لیے وقف کریں..... اور باہر جا کر نئے ربوے اور نئے قادیان بسائیں..... وہ جا کر ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور حسب ہدایت وہاں لوگوں کو تعلیم دیں۔ لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث پڑھائیں اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے اور جگہوں پر پہنچ جائیں۔“

(الفضل 6 فروری 1958ء)

آپ رضی اللہ عنہ نے اس انجمن کے قیام کے آغاز پر ہی اِس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”پشاور سے کراچی تک رُشد و اصلاح کا جال پھیلایا جائے بلکہ اصلی حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم رُشد و اصلاح کے لحاظ سے مشرقی اور مغربی پاکستان کا گھیراؤ کرنا ہے تو اس کے لئے ہمیں ایک کروڑ روپے سالانہ سے بھی زیادہ کی ضرورت ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 34-350)

پھر ایک موقع پر حضورؓ نے اپنی توقع یوں بیان فرمائی:

”یہ تحریک بھی آہستہ قدموں سے شروع ہوئی ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے اُمید ہے کہ جماعت میں اس قدر اخلاص اور جوش پیدا ہو جائے گا کہ وہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ چندہ دینے لگ جائے گی۔ تم یہ نہ دیکھو کہ ابھی ہماری جماعت کی تعداد زیادہ نہیں اگر یہ سکیم کامیاب ہو گئی تو تم دیکھو گے کہ دو تین کروڑ لوگ تمہارے اندر داخل ہو جائیں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جنوری 1958ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اِس تحریک کی مضبوطی اور استحکام کو جماعت میں دوسری انجمنوں کی مضبوطی کا پیش خیمہ قرار دیا۔ یہ بہت غور طلب ارشاد ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

”یہ تحریک (وقف جدید) جس قدر مضبوط ہو گی اسی قدر خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ میں اور تحریک جدید کے چندوں میں اضافہ ہو گا۔ کیونکہ جس کسی کے دل میں نور ایمان داخل ہو جائے، اس کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نیکی کے ہر کام میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 3 جنوری 1962ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقفِ جدید کے چندے میں زیادہ سے زیادہ شمولیت اختیار کریں لیکن اِس شرط کے ساتھ کہ نہ دیگر چندے متاثر ہوں، نہ بنیادی ضرورتوں پر اثر پڑے۔“

(خطباتِ طاہر جلد 4 صفحہ 1024)

نیز فرمایا:

”وقفِ جدید سے متعلق جب حضرت مصلح موعودؓ نے پہلا اعلان کیا تو بہت ہی احتیاط کے ساتھ بہت معمولی چندے کی تحریک فرمائی اور اُسے بہت آسان کر کے جماعت کو دکھایا۔ چند ہزار روپے کی تحریک تھی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اس سلسلہ میں چونکہ بہت سے زمیندار زمین کے کچھ ٹکڑے وقف کریں گے اور معلمین کو جن کو ہم بہت تھوڑا گزارا دیں گے اِن زمینوں سے کچھ زائد آمدنی کی صورت پیدا ہو جائے گی اِس لئے مالی لحاظ سے اتنے فکر کی بات نہیں۔ اِس تحریک کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جتنی

توقع حضرت مصلح موعودؓ نے ظاہر فرمائی تھی، اِس سے زیادہ کے وعدے جماعت نے پیش کئے اور جتنے مراکز کا شروع میں اعلان فرمایا تھا کہ وقفِ جدید کے معلم وہاں جا کر بیٹھیں گے اِس سے زیادہ مراکز کا سامان مہیا ہو گیا۔“

(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 997-998)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے حالات کا جائزہ لیں آپ میں سے وہ خوش نصیب جن کو اللہ تعالیٰ نے کثرت سے دولت عطا فرمائی ہے اور ایسے ضرور ہیں وہ یہ جائزہ لیں کہ کیا وہ اُس نسبت سے جس نسبت سے اللہ نے اُن پر فضل فرمایا ہے خدا کے حضور مالی قربانی میں لبیک کہتے ہیں کہ نہیں۔“

(خطبہ جمعہ 25 دسمبر 1992)

فرمایا:

”میں آپ لوگوں کو برابر تحریک کرتا رہا ہوں کہ وقفِ جدید کو مضبوط بنانا ضروری ہے، لیکن اب تو کام کی وسعت کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو مالوں میں ترقی دی ہے وہاں آپ کو سلسلہ کی ترقی کے لئے بھی دل کھول کر چندہ دینا چاہیئے۔“

(الفضل 31 دسمبر 1959ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ وقفِ جدید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں احبابِ جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اِس کی اہمیت کو سمجھیں اور اِس کی طرف پوری توجہ دیں اوراِس کو کامیاب بنانے میں پورا زور لگائیں اور کوشش کریں کہ کوئی فردِ جماعت ایسا نہ رہے جو صاحبِ استطاعت ہوتے ہوئے اِس چندہ میں حصہ نہ لے۔“

(الفضل 17 فروری 1960ء)

سامعین! تحریک وقف جدید کا آغاز گو کہ پاکستان سے ہوا تھا اور کچھ عرصہ کے بعد اسے ہندوستان میں بھی جاری کر دیا گیا لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی ابتداء سے ہی یہ خواہش تھی کہ یہ تحریک ساری دنیا میں پھیلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 21 اپریل 1958ء کو عید الفطر کے خطبہ میں اپنے ایک رؤیا کا ذکر فرمایا تھا جس سے

یہ واضح تھا کہ ایک وقت میں یہ تحریک ساری دنیا میں کام کر رہی ہو گی۔ حضور رؤیا میں احمدی احباب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تم کو بھی چاہیئے کہ چھوٹے چھوٹے سیاہ جھنڈے بنالو اور وقف جدید کے جو مجاہد ہیں وہ دنیا میں پھیل جائیں اور اسلام کا جھنڈا ہر جگہ گاڑ دیں یہاں تک کہ ساری دنیا میں اسلام کی حکومت قائم ہو جائے اور گو یہ حکومت سیاسی نہیں ہو گی بلکہ دینی اور مذہبی ہو گی کیونکہ یہ لوگ دوسروں کو پڑھائیں گے اور علاج معالجہ کریں گے اور دین سکھائیں گے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے بھی ایک موقع پر وقف جدید کے حوالہ سے بیان فرمایا:

”آپؓ (حضرت مصلح موعود) کی خواہش تھی کہ یہ الٰہی تحریک درجہ بدرجہ ترقی کرتی چلی جائے اور جلد ہی ایک وقت ایسا آجائے جب دس کی بجائے ہزاروں واقفین اس تحریک میں کام کر رہے ہوں۔ پھر یہ واقفین صرف پاکستان سے ہی نہ ہوں بلکہ دوسرے ممالک سے بھی، افریقہ کے ممالک سے بھی، امریکہ کے ممالک سے بھی اور ان کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی اور پھر جوں جوں واقفین کی تعداد بڑھتی چلی جائے اور خرچ میں اضافہ ہوتا چلا جائے اسی کے مطابق جماعت اپنی مالی قربانیاں بھی تیز سے تیز تر کرتی چلی جائے تاکہ ہم وہ مقصد جو اس الٰہی تحریک کا ہے وقتِ قریب میں حاصل کر لیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 اکتوبر 1966ء)

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اس خواہش کی تکمیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 27 دسمبر 1985ء کو اس تحریک کو عالمگیر بنا دیا اور آج ساری دنیا میں اس بابرکت تحریک کے اثرات ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کے ہر ملک میں جہاں احمدی آباد ہیں یہ تحریک نفوذ کرتی چلی جارہی ہے۔ پاکستان کی سرزمین سے اُٹھنے والی آواز دنیا کے ہر براعظم میں وقف جدید کے مجاہدین پیدا کرتی چلی جارہی ہے۔ کیا مالی قربانی اور کیا جانی قربانی! ہر قربانی کے میدان میں آگے سے آگے بڑھتی چلی جارہی ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ جب یہ تحریک حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے گی اور رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کا یہ عظیم جال ہر متلاشی حق کو اپنے اندر لے کر راہ حق پر گامزن کر دے گا۔ اور ہمارا فرض ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ کہ ”میں احباب جماعت کو تاکید

کرتاہوں کہ وہ اس تحریک کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی طرف پوری توجہ دیں اور اس کو کامیاب بنانے میں پورا زور لگائیں" کے مطابق ہر لحاظ سے اس بابرکت تحریک کی اہمیت کو سمجھنے اور خلفاء کرام کی توقعات کے مطابق اس تحریک کی خاطر قربانیاں پیش کرتے چلے جانے کی ضرورت ہے۔ درحقیقت حضرت مصلح موعودؓ اس تحریک کے ذریعہ ہمارے لئے مسلسل نیکیاں کمانے کا دروازہ کھول گئے ہیں جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ کی رحمت کے بہت سے دروازوں میں ایک رحمت کا دروازہ جو ہم پر کھولا گیا وہ وقف جدید کا دروازہ ہے۔ اس نظام کے ذریعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے نیکیاں کرنے اور رحمتیں کمانے کا سامان کر دیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 دسمبر 1966ء)

دفتر اطفال کا اجراء اور بچوں کو شامل ہونے کی ترغیب

سامعین! مجھے اپنے حاضرین کو یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بچوں کے لئے **"دفتر اطفال"** کا اعلان فرمایا تھا اور ہر بچہ اُس وقت 100 روپے کی ادائیگی کے ساتھ **"ننھا مجاہد"** بن سکتا تھا۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور ہر ملک میں اپنے اپنے ہاں مقرر شدہ چندہ کی ادائیگی کر کے بچے **"ننھے مجاہدین"** کی صف میں شامل ہوسکتے ہیں۔ ہمارے بچوں اور بچیوں کو اِس مبارک نظام میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 7/اکتوبر 1966ء کو دفتر اطفال کا اعلان فرمایا۔ آپؒ نے 15 سال کی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں، اطفال اور ناصرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں آج احمدی بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) سے اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بچو! اٹھو اور آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقف جدید کے کام میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اسے پُر کر دو اور اس کمزوری کو دور کر دو جو تحریک کے کام میں واقع ہوگئی ہے۔ کل سے میں اس مسئلہ پر سوچ رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ جس طرح ہماری بہنیں بعض مساجد کی تعمیر کے لئے چندہ جمع کرتی

ہیں اور سارا ثواب مردوں سے چھین کر اپنی جھولیوں میں بھر لیتی ہیں...... اسی طرح اگر خدا تعالیٰ احمدی بچوں کو توفیق دے تو جماعت احمدیہ کے بچے وقف جدید کا سارا بوجھ اٹھالیں۔"

(الفضل 12/اکتوبر 1966ء)

سامعین! پھر 22/اکتوبر 1966ء کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا:

"مَیں نے ابھی بتایا ہے کہ میرے دل میں شدید تڑپ پائی جاتی ہے اس بات کی کہ ہمارے احمدی بچے لڑکے اور لڑکیاں مل کر وقفِ جدید کے مالی بوجھ کو اپنے کندھوں پر اُٹھائیں اور دنیا کو بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھوٹے مسلمان بچوں نے باوجود چھوٹی عمر ہونے کے میدانِ جہاد میں حصہ لیا۔ جب کافروں نے تلوار سے مسلمانوں کو اور اسلام کو مٹانا چاہا تو وہ بچے تلوار لے کر میدان میں کود دے اور اُنہوں نے اپنی جانیں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں۔ تو اب جبکہ تلوار کے جہاد کا زمانہ نہیں بلکہ قلم اور تقریر کے جہاد کا زمانہ ہے اور مخالف اپنے وعظوں میں اور اپنی تقاریر میں اور اپنی تحریروں میں اسلام پر ہر نا جائز اور ہر کمینہ حملہ کر رہا ہے ہم (احمدی بچے) بھی پیچھے نہیں رہے۔ بلکہ اس جہاد میں اپنے بڑوں کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں۔ اس وقت ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے اور کہا ہے کہ تم اُٹھو اور دنیا کا مقابلہ کرو اور اسلام کو دنیا میں دوبارہ غالب کرو۔ غرض ہمارے بچوں کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ جس طرح ہمارے پہلوں نے اپنا سب کچھ خدا اور اس کے رسول کے قدموں میں نچھاور کر دیا اسی طرح ہم بچے بھی اپنا سب کچھ خدا اور اس کے رسول کے قدموں میں نچھاور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بچوں سے پیچھے نہیں رہے۔ ہم اپنا سب کچھ (جب بھی مطالبہ کیا جائے) خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 دسمبر 1987ء میں فرمایا:

"اور آخری بات یہ ہے کہ اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ شامل کریں اور ان کے ذریعہ چندے دلوائیں۔ میرے پیشِ نظر صرف روپیہ نہیں ہے بلکہ جس مقصد کی خاطر روپیہ حاصل کیا جاتا ہے وہ مقصد بہرحال اوّلیت رکھتا ہے یعنی تربیت اور اللہ سے تعلق۔ **چندہ دینے والے کا سب سے بڑا پھل، سب سے بڑا اَجر اس**

دنیا میں یہ ہے کہ وہ خدا کے قریب ہو جاتا ہے اور جو بچوں سے چندے دلوائے جاتے ہیں ان کے اوپر اس قربت کا اثر ساری زندگی رہتا ہے بچپن کی نیکی ایسی چھاپ ہے جو ان کے بڑھنے کے ساتھ خود ہی بڑھتی رہتی ہے اس کا نقش مٹنے کی بجائے اور زیادہ زندگی میں گہرا جمتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے اپنے بچوں کو باشعور طور پر وقفِ جدید میں شامل کریں یعنی وہ بچے جو باشعور طور پر داخل ہو سکتے ہیں ورنہ تو پہلے دن کے بچے کو بھی مائیں شامل کر دیتی ہیں۔ بعض مائیں تو پیدا ہونے والے بچے کو بھی شامل کر دیتی ہیں جو ان کے پیٹ میں ہے اور وعدے لکھوا دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس روح کو اور بڑھائے لیکن جو باشعور بچے ہیں ان کے ہاتھ سے دلوانا ان کی تعداد میں اضافہ کرنا آپ کے لیے دوہرے اَجر کا موجب بنے گا۔“

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”دنیا میں کسی بھی نظام کو چلانے کے لئے سرمایہ یا روپیہ پیسہ انتہائی ضروری اور بڑا اہم ہے۔ چاہے وہ دنیاوی نظام ہے یا دینی و مذہبی نظام ہے تا کہ ملکی، معاشرتی، جماعتی ضرورتوں کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہوتی رہے ..... پس جماعت میں جو چندوں کا نظام رائج ہے یہ اسی اُصول کے تحت ہے کہ جماعتی ضروریات پوری کی جائیں۔“

(خطبہ جمعہ 8 جنوری 2010ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال وقف جدید میں بھی باقی چندوں کی طرح اضافہ ہو رہا ہے۔ جوں جوں اللہ تعالیٰ کام میں وسعت دے رہا ہے جتنا جتنا کام پھیل رہا ہے اخراجات بڑھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ وسائل بھی مہیا فرما رہا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت کے بڑی تیزی سے ترقی کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں اور اس لحاظ سے ضروریات بھی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں.... چندوں کی تحریک تو ہمیشہ جماعت میں ہوگی.... اور ترقی رہے گی کہ ایمان میں مضبوطی کے لئے یہ ضروری ہے جیسا کہ..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی سلطنتیں بھی آخر چندوں پر ہی چلتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دنیاوی سلطنتیں زور سے ٹیکس لگا کر وصول کرتی ہیں اور یہاں ہم رضا اور ارادے پر چھوڑتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ بندے کی مرضی پر چھوڑ کر پھر اس کا اجر بھی بے حساب دیتا ہے۔ پابند نہیں کر رہا ہے کہ اتنا

ضروری دینا ہے۔ چھوڑ بھی بندے کی مرضی پر رہا ہے، ساتھ فرما رہا ہے جو کچھ تم خرچ کرو گے اُس کا اجر بھی دوں گا۔ صرف یہ کہ خرچ کرنے والے کی نیت نیک ہونی چاہئے۔ اس سے زیادہ سستا اور عمدہ سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 12 جنوری 2007۔ خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 10-13)

وقف جدید کے ثمرات

سامعین! اس امر کا اندازہ کہ وقف جدید کس حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہے اور دیہاتی جماعتوں پر اس کے کیا خوش کن اثرات ظاہر ہو رہے ہیں مندرجہ ذیل امور سے لگایا جا سکتا ہے۔

الف۔ چندوں میں غیر معمولی اضافہ

معلمین کے ذریعہ دو طرح پر جماعتی چندوں پر اضافہ ہوا اور مسلسل ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی تربیت کے نتیجہ میں جماعت میں قربانی کی روح ترقی کرتی ہے اور جماعتی چندوں پر بھی اس کا نہایت خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ دوم۔ نومبائعین کو جماعتی چندوں میں شامل کرنے سے۔

ب۔ نماز باجماعت کا قیام

اس اہم دینی فریضہ کی سرانجام دہی میں معلمین کو خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ حیرت انگیز کامیابی ہو رہی ہے۔ جماعتوں کی جماعتیں اور گھروں کے گھر نمازیوں سے بھر گئے ہیں اور عورتیں بھی گھروں پر باقاعدہ نماز ادا کرتی ہیں۔ نماز تہجد کا شعور پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ محض نماز باجماعت کے قیام تک ہی معلمین کی سرگرمیاں محدود نہیں رہتی بلکہ نماز ناظرہ یاد کروانا، نماز کا ترجمہ سکھانا، قرآن کریم کی سورتیں حفظ کروانا، قرآنی دعائیں یاد کروانا اور دیگر دینی مسائل کی تعلیم دے کر ان کے ایمان اور عمل کو زیورِ علم سے آراستہ کرنا بھی معلمین کے فرائض میں داخل ہے۔

دال۔ معلمین کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ اور اِس بابرکت نظام کے دنیا بھر میں پھیلاؤ کی پھیلنے کی وجہ سے دنیا بھر کے احمدیوں نے اِس نور سے وافر حصہ لے کر نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنی فیملیوں اور اپنے پورے علاقوں کو منور کیا ہے۔

سامعین وحاضرین کرام! تقریر کے آخر پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احباب وخواتینِ جماعت کو مالی قربانی کی اہمیت و برکات کی یاددہانی کروا دی جائے تا وقف جدید کی تحریک مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایاسب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو، غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ صدقہ و خیرات میں ایسی دیر نہ کر مبادا جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تُو کہے کہ فُلاں کو اتنا دے دو اور فُلاں کو اتنا۔ حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا وہ تو فُلاں کا ہو ہی چکا۔ (یعنی مرنے والے کے اختیار سے نکل چکا ہے)

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب فضل صدقة الشحيح الصحيح)

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 497)

پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یہ خداتعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے۔ جن میں حضرت ابوبکرؓ سب سے بڑھ کر رہے۔ ....(نیز فرمایا) جو ہمیں مدد دیتے ہیں۔ آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد2 صفحہ 308)

پھر فرمایا:

”خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی

ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھالو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے.....اگر تم اپنے نفس سے در حقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہو گا اور وہ گھر بابرکت ہو گا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہو گی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہو گا جہاں ایسا آدمی رہتا ہو گا۔"

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307-308)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"روحانی طور پر انفاق کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ دین میں مضبوط ہو جاتا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو بارہا کہا ہے کہ جو شخص دینی لحاظ سے کمزور ہو وہ اگر اور نیکیوں میں حصہ نہ لے سکے اس سے چندہ ضرور لیا جائے کیونکہ جب وہ مال خرچ کرے گا تو اس سے اس کو ایمانی طاقت حاصل ہو گی اور اس کی جرأت اور دلیری بڑھے گی اور وہ دوسری نیکیوں میں بھی حصہ لینے لگ جائے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ :612)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اب جب کہ یہ وقف جدید کی تحریک تمام دنیا میں رائج ہے تو بچے بھی اور ماں باپ بھی اور سیکرٹریان وقف جدید بھی اس طرف خاص توجہ کریں۔ جماعتی نظام اور ناصرات و اطفال کی ذیلی تنظیمیں بھی اس طرف توجہ کریں کہ زیادہ سے زیادہ بچے وقف جدید کے چندے میں شامل کریں۔ بچوں کو اس کی اہمیت کا احساس دلائیں، قربانی کی روح ان میں پیدا کریں۔ جو بچے اس مادی دور میں اس طرح قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں گے، اس طرح قربانی کرتے ہوئے پروان چڑھیں گے، وہ نہ صرف جماعت کا بہترین وجود بنیں گے بلکہ اپنے روشن مستقبل کی بھی ضمانت بن جائیں گے۔ لہو و لعب سے بچتے ہوئے، فضولیات سے بچتے ہوئے، لغویات سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں گے۔ پس ہمیشہ اس بات کو بڑے بھی یاد رکھیں اور بچے بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی کہ انقلاب قربانیوں سے ہی آتے ہیں اور اس زمانے

میں جب ہر طرف مادیت کا دور دورہ ہے مالی قربانی نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ بچوں کی خواہشات بھی ہیں اور بڑوں کی خواہشات بھی ہیں لیکن اپنی خواہشات کو دبا کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی اس زمانے میں ایک بہت بڑا جہاد ہے۔ دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے خرچ کرنا تو آسان ہے لیکن دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مالی قربانی دینا یقیناً ایک جہاد ہے۔"

(خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 5)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلفائے کرام کی توقعات کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ (آمین)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود - جرمنی)



﴿23﴾ ﴿مشاہدات۔279﴾

اے فضل عمر! تیرے اوصافِ کریمانہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کرکے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اوصاف و شمائل پر بعنوان **اے فضل عمر! تیرے اوصافِ کریمانہ** پہ اختصار سے روشنی ڈالنی ہے۔

سامعین! اصل مضمون کی طرف آنے سے قبل میں آج کے موضوعِ سخن کا تعارف نہ کرواؤں تو عنوان کی حق تلفی ہو گی۔ یہ جماعتِ احمدیہ کے معروف شاعر مکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کی مشہور و معروف نظم کا طرح مصرع ہے جو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد پہلے جلسہ مصلح موعود پر 20 فروری 1966ء کو مسجد مبارک ربوہ میں خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی تھی جو حاضرین میں بہت پسند کی گئی اور آناً فاناً زبان زدِ خاص و عام ہو گئی اور ربوہ کی گلی کوچوں اور بازاروں میں ہر دوسرے قریب سے گزرنے والے کی زبان سے اِس کے اشعار سنائی دیتے تھے۔ چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردشِ دورانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
”میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور مَیں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا کہ ”محمود“
(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 214 مطبوعہ لندن)
یہ عین حقیقت ہے کہ دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دینے والے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوا کرتے۔ ہزاروں آفتاب اس عالم آب و گل کو روشنی بخش کر اُفق کے اُس پار اُتر جایا کرتے اور سال ہا سال کے بعد جا کر کہیں کوئی ایسا انقلابی وجود پیدا ہوتا ہے جس کے کارہائے نمایاں دیکھ کر دنیا پکار اٹھتی ہے۔

ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

ایسی عظیم الشان اور باکمال ہستیوں کا سر تاج یقیناً ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی ہے جو اولین و آخرین کے فخر اور سردارِ دو جہاں ہیں جن کی ثنا میں ذرّہ ذرّہ رطب اللسان ہے۔ جنہوں نے یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ) اور لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ) کی پیشگوئی فرمائی تھی اور اس کے نتیجہ میں مسیح دوراں کے گھر پیدا ہونے والا ایک جلیل القدر فرزند مرزا بشیر الدین محمود احمد، اَلْمُصْلِحُ الْمَوْعُوْد کہلایا۔
آپؓ کے متعلق پیدائش سے کچھ عرصہ قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ میں مکرم شیخ مہر علی صاحب کے مکان پر چلّہ کشی کے دوران بیسیوں عظیم الشان علامات پر مشتمل الہاماً خبر دی گئی جو آپؓ

نے 20 فروری 1886ء کو ہی ایک اشتہار کے ذریعہ شائع کر دی جو جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں ایک لڑکا بشیر احمد پیدا ہو کر 4 نومبر 1888ء کو اپنے معبودِ حقیقی کو جا ملا مگر آپؑ نے بڑی تحدّی سے بشیر ثانی اور فضلِ عمر کے پیدائش کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

"20 جنوری 1886ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت لڑکا تیرا مہمان آتا ہے۔ یہ مہمان کا لفظ در حقیقت اس لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے...... اور اشتہارِ مذکورہ کی یہ عبارت کہ وہ رجس (یعنی گناہ) سے بکلّی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے...... اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ "اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا"۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام "فضل عمر" ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرضِ التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو پھر واپس اٹھایا جاتا۔"

(سبز اشتہار صفحہ 20-21 حاشیہ)

سامعین! اگر ہم آپؓ کے بچپن کو دیکھیں کہ جب آپؓ بیمار رہتے تھے اور دیکھ بھال کے لیے رکھے جانے والی کھلائی (عورت) بھی بیمار تھی۔ اس عورت کے آپؓ کو اپنا دودھ پلانے کی وجہ سے سِل، دق اور خنازیر کے جراثیم آپ میں داخل ہو گئے اور آپؓ بیمار رہنے لگے۔ ڈاکٹرز تو کہتے تھے کہ اس بچے کا بچنا مشکل ہے مگر خدائے حی و قیوم نے آپؓ کا نام فضل عمر رکھا تھا اس لیے ڈاکٹروں کی مایوسی کے باوجود قادر مطلق اپنے فضل کے ساتھ عمر بخشتا چلا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ نے شروع سے ہی آپؓ کی تربیت میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھا جیسے ایک بار حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے کہا کہ بشیر! تم بتاؤ علم اچھا ہے یا دولت؟۔ حضرت مسیح موعودؑ پاس ہی بیٹھے تھے جب آپؑ نے یہ سنا تو فرمایا: "بیٹا! نہ علم اچھا نہ دولت۔ خدا کا فضل اچھا ہے۔"

کس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے چھوٹے سے بیٹے کے دماغ میں شروع سے یہ خیال دیا کہ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو علم اور دولت سے اگر بُرے کام کرنے لگ جائیں تو یہ بُرے بن جاتے ہیں۔

(سیرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانی)

سامعین! آپ چار سال کے تھے کہ ایک دفعہ اپنے ہم عمر بچوں سے کھیل رہے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ پاس سے گزرے۔ انہوں نے بڑے پیار سے پوچھا: ”میاں! آپ کھیل رہے ہیں“۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فوراً جواب دیا کہ ”بڑے ہوں گے تو ہم بھی کام کریں گے“

(سوانح فضل عمر)

اسی طرح 9 سال کی عمر کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک لڑکے کے ساتھ گھر میں کھیل رہے تھے۔ کھیلتے کھیلتے یونہی ایک کتاب اٹھا کر کھولی تو اس میں لکھا تھا کہ جبرائیل اب نازل نہیں ہوتے۔ آپؓ نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ میرے ابا پر تو نازل ہوتے ہیں۔ اس لڑکے نے کہا کہ نہیں! جبرائیل اب نہیں آتے کیونکہ اس کتاب میں یہی لکھا ہے۔ دونوں اپنی اپنی بات پر اَڑے ہوئے آخر حضرت مسیح موعودؑ کے پاس گئے اور اپنا جھگڑا بتایا تو حضورؑ نے فرمایا کہ کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرائیل اب بھی آتا ہے۔

حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مَیں نے کہا: ”میاں! آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں کیا آپ کو بھی الہام ہوتا ہے اور خوابیں آتی ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ مولوی صاحب! خوابیں تو بہت آتی ہیں اور ایک خواب تو روز ہی دیکھتا ہوں کہ مَیں ایک فوج کی کمان کر رہا ہوں۔“

(سوانح فضل عمر)

سامعین! خدا تعالیٰ کا یہ سلوک بتاتا ہے کہ وہ دراصل آپ کو بارگاہ احدیّت کے صدر نشین کی تیاریاں کروا رہا تھا۔ تبھی تو کبھی خوابوں میں فوج کی کمان کرتے دکھاتا ہے تو کبھی دل سے ایسی دعائیں نکلواتا ہے کہ واقعی اس نے آپ کو اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہو۔

شیخ غلام محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ بتاتے ہیں کہ ایک رات مَیں نے مسجد مبارک میں دیکھا کہ کوئی دعا کر رہا ہے اور بڑے کرب سے روئے جا رہا ہے۔ اس کا کرب دیکھ کر مَیں نے بھی دعا شروع کر دی

کہ خدایا! اس کی دعا قبول کر لے اور جو یہ مانگتا ہے اسے دے دے۔ بالآخر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دعا کرنے والا بچہ مرزا محمود احمد ہے۔ مَیں نے پوچھا میاں! خدا سے کیا مانگ رہے تھے؟ تو بتایا کہ "اے خدا! اسلام کو میری آنکھوں کے سامنے روشن کر۔"

آپ خود فرماتے ہیں کہ مَیں چھوٹی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہاتھ سے ہو۔ مَیں اپنی خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں کہ کب سے مَیں جب دیکھتا تھا اپنے اندر اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ پھر اتنا ہو، اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ جوش اُنس اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پرانا رہا ہے۔ غرض اسی جوش اور خواہش کی بنا پر مَیں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ میرے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کا کام ہو اور مَیں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے میری ان دعاؤں کے جواب میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں۔"

(منصب خلافت تقریر 1914ء)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آپ کی دعاؤں کی قبولیت ہی تو تھی کہ ایسی ہمت بندھی کہ 26 مئی 1908ء کو جب حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہوا تو بعض نادانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بے وقت وفات ہوئی ہے۔ اس وقت آپؓ نے جبکہ آپؓ کی عمر صرف 19 سال تھی حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے جا کر عہد کیا کہ اگر سارے لوگ بھی آپؑ کو چھوڑ دیں اور مَیں اکیلا رہ جاؤں گا تو مَیں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفین نے اپنی گندہ ذہنی کا ثبوت دیتے ہوئے بہت اعتراض کرنے شروع کر دیے تو آپؓ نے اس کا جواب لکھا جو "صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے" کے نام سے کتاب کی صورت میں شائع بھی ہوا۔ یہ آپؓ کی پہلی کتاب تھی۔ اسے پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے مولوی محمد علی صاحبؓ سے کہا: "مولوی صاحب! مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کیے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور مَیں نے بھی مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔"

1913ء میں آپؓ نے جماعت کے لیے قادیان سے الفضل اخبار ایسے حالات میں جاری کیا کہ جماعت کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ ایک اخبار نکال سکے۔ اس لیے آپؓ کی بیوی حضرت اُمّ ناصر نے اپنے سارے زیور آپ کی خدمت میں پیش کر دیے جن کو بیچ کر الفضل چھپنے کا انتظام کیا گیا۔

13مارچ1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہوئی۔ اس دن عصر کی نماز کے وقت سب لوگ مسجد نور قادیان میں جمع ہو گئے جہاں نواب محمد علی خان صاحبؓ نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے داماد تھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وصیت پڑھ کر سنائی اور لوگوں سے درخواست کی کہ وصیت کے مطابق کسی شخص کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ اس پر حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہویؓ نے آپ کا نام پیش کیا۔ پہلے تو آپؓ نے انکار کیا مگر لوگوں کے بے حد اصرار کو دیکھ کر آپؓ سمجھ گئے کہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے۔ چنانچہ آپؓ نے لوگوں کی بیعت لی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر غیر مبائعین نے بہت زور لگایا کہ خلافت ختم ہو جائے اور انجمن جماعت کا انتظام سنبھال لے مگر یہ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلآءِ اپنے کاموں میں ایسا اولوالعزم نکلا کہ کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی اور جب ان کے سرکردہ مولوی محمد علی صاحب نے دیکھا کہ ہماری دال نہیں گل رہی تو اپنی ایک علیحدہ جماعت بنالی اور اپنا مرکز لاہور مقرر کر لیا۔ اسی جماعت کو لاہوری یا پیغامی یا غیر مبائعین کہتے ہیں۔ جن کا اعتراض یہ بھی ہوا کرتا تھا کہ خلیفہ تو کوئی صحتمند شخص ہونا چاہیے۔ لیکن بیماری اور کمزوری کے باوجود آپؓ بہت ہمت سے خلافت کا کام کرتے رہے۔

12اپریل1914ء کو مسجد مبارک قادیان میں ملک بھر کے احمدی نمائندوں کی آپ کے حکم پر ایک مجلس شوریٰ ہوئی۔ اس میں آپؓ نے فرمایا کہ ”مَیں چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ایسے لوگ ہوں جو ہر زبان جاننے والے ہوں تاکہ ہم ہر زبان میں آسانی سے تبلیغ کر سکیں۔“

سامعین! لندن میں تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد میں ہی احمدیہ مشن قائم ہو چکا تھا۔ آپؓ کی خلافت کے دوسرے سال1915ء میں جزیرہ ماریشس میں دوسرا جماعتی بیرونی مشن قائم ہوا۔ یہاں ایک اور دلچسپ بات سامنے آتی ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود میں الفاظ ”وہ جلد جلد بڑھے گا .....اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا“ اس مشن کے قائم ہونے کے ساتھ ہی پورے ہو جاتے ہیں کیونکہ ماریشس

کے رہنے والے کہا کرتے تھے کہ ہمارا جزیرہ دنیا کا کنارہ ہے۔ تو خدا کی بات تو 1915ء میں ہی پوری ہو گئی کہ آپ کا نام دنیا کے کنارے تک پہنچ گیا لیکن یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی ہی زندگی میں جماعت احمدیہ کے مشن پچاس مختلف ملکوں میں کھلے۔ یہ مشرق میں بھی تھے اور مغرب میں بھی، شمال میں بھی اور جنوب میں بھی۔ کالوں میں بھی اور گوروں میں بھی، سرخ لوگوں میں بھی اور زرد لوگوں میں بھی تھے۔ یہ جزائر فجی میں تھے جہاں جغرافیہ دانوں نے ایک فرضی لکیر کھینچی ہوئی ہے جس کے مشرق میں چلے جاؤ تو ایک تاریخ کم ہو گی اور اس خط کے مغرب میں چلے جاؤ تو ایک تاریخ زیادہ ہو جائے گی جو Date line کہلاتی ہے اور واقعۃً دنیا کا آخری کنارہ بنتا ہے۔ پس خدا کی بات کیسے عظیم الشان رنگ میں پوری ہوئی کہ ”زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی“

سامعین! آپ کی خلافت کے آغاز سے ہی تبلیغ کے کام بڑی تیزی سے بڑھنے شروع ہو گئے اس لیے آپ نے 7 ستمبر 1917ء کو زندگی وقف کرنے کی تحریک کی جس پر سب سے پہلے 63 نوجوانوں نے اپنے نام پیش کیے۔ حضورؓ کے متعلق پیشگوئی کے الفاظ میں کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کے الفاظ بھی ہیں کہ گویا خدا آسمان سے اُتر آیا۔ جس طرح خدا کو اپنی مخلوق سے بہت پیار رہتا ہے۔ آپؓ کو بھی جماعت کے ہر قسم کے لوگوں کا خیال رہتا تھا۔ چنانچہ 1919ء میں آپؓ کے کہنے پر قادیان میں احمدی یتیم بچوں کے لیے احمدیہ یتیم خانہ قائم کیا گیا تاکہ ان کا کوئی ٹھکانہ بن سکے اور وہ اِدھر اُدھر ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔

25 دسمبر 1922ء کو آپ نے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی تاکہ احمدی عورتوں کو دینی تعلیم دی جا سکے اور وہ اچھی بہنیں، بیٹیاں، اچھی مائیں اور اچھی بیویاں بنیں۔ لجنہ اماء اللہ قائم کرنے کے تین سال بعد 1925ء میں احمدی عورتوں کی علمی ترقی کے لیے قادیان میں آپ نے مدرسۃ الخواتین کی بنیاد رکھی جس میں اَور استادوں کے علاوہ آپؓ خود بھی پڑھایا کرتے تھے۔ آپؓ کو عورتوں کی اصلاح کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح ہو جائے تو جماعت ترقی کرنے لگے“۔ آپؓ نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سکول اور کالج بھی بنوایا تاکہ وہ سچی احمدی مسلمان عورتیں بنیں۔ آپؓ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی تعلیم کا برابر خیال رہتا تھا۔ لڑکوں کے لیے سکول تو پہلے ہوئے تھے لیکن ان

کی دینی تعلیم کے لیے جامعہ احمدیہ بنایا جو اب دنیا بھر میں 15 کے قریب مقامات پر مبلغین کی تیاری کے لیے سرگرم عمل ہے۔

1914ء کے شروع میں انگلستان کے ویمبلے پارک میں ایک نمائش کے موقع پر مذہبی کانفرنس میں حضرت مصلح موعودؓ نے خود بھی شرکت فرمائی۔ جس میں آپ کا مضمون ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام''مکرم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پڑھا جو بہت پسند کیا گیا۔

سامعین! پیشگوئی مصلح موعود میں آپؓ کی علامت کہ ''وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا'' بھی ہے جو اور مواقع کی طرح اس وقت بھی پوری ہوئی جب 1948ء میں ربوہ کی بنیاد رکھی گئی اور مکّہ، مدینہ اور قادیان تین اسلامی مراکز کے بعد اشاعتِ اسلام کا مرکز بنا۔

کشمیر کے مسلمانوں پر بہت سالوں سے ہندو ظلم کر رہے تھے۔ 1931ء میں جب یہ مظالم بہت زیادہ بڑھ گئے تو آپؓ نے کشمیری مسلمانوں کی مشکلات حل کرنے کے لیے وائسرائے ہند کو تار دلوائی اور پھر مسلمانوں کے سارے بڑے بڑے لیڈروں کا شملہ میں اجلاس بلایا جس میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی گئی اور خواجہ حسن نظامی اور علامہ اقبال کے بار بار زور دینے پر آپ صدارت کے لیے مان گئے جبکہ قبل ازیں کئی دفعہ انکار کر چکے تھے۔ آخر آل انڈیا کمیٹی کی کوششوں سے مہاراجہ کشمیر نے مسلمانوں کے حقوق دینے کا وعدہ کیا۔

پاکستان بننے کے بعد حکومت پاکستان نے خیال ظاہر کیا کہ کشمیر کی آزادی کے لیے رضاکاروں کی ایک جماعت چاہیے تو آپؓ نے فرقان بٹالین بنائی جو 1948ء سے 1950ء تک قائم رہی اور احمدی نوجوانوں نے پُرجوش انداز میں اس میں حصہ لیا اور میدان جنگ میں بھی اپنی فوج کی مدد کی۔ ایک بار حضرت مصلح موعودؓ خود بھی محاذ پر تشریف لے گئے۔ یہ نظارہ بھی عجیب تھا کہ احمدی نوجوان اپنے پیشوا اور امام کو محاذ پر اپنے اندر موجود پا کر خوشی خوشی کئی گنا بلند عزم وہمت کے ساتھ میدان عمل میں سرگرم ہو گئے۔

جہاد کشمیر میں احمدیوں کی قربانیوں کے متعلق رسالہ ''قائد اعظم'' نے 1949ء میں لکھا:

''جہاد کشمیر میں آزادئ کشمیر کے دوش بدوش جس قدر احمدی جماعت نے خلوص اور دردِ دل سے حصہ لیا ہے اور قربانیاں دی ہیں ہمارے خیال میں مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت نے ابھی تک ایسی جرأت اور پیش قدمی نہیں کی''

(بحوالہ سوانح مصلح موعودؓ صفحہ 31)

حضرت مصلح موعودؓ کے ہر کارنامے پر جونہی انسان غور کرتا ہے تو یہ بات بڑی واضح ہوتی چلی جاتی ہے کہ واقعی آپؓ کا نزول یقیناً بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب تھا۔ تحریک جدید ہی کو دیکھ لیں جس کی بنیاد 1934ء میں اُس وقت رکھی گئی جب تحریکِ شُدھی کا عروج اور فتنہ احرار زوروں پر تھا جو تمام فتنوں کو نیست و نابود کرتی ہوئی روز بروز بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا ثبوت بنتی چلی جارہی ہے۔ اس تحریک کے مطالبات میں سے ایک مطالبہ سادہ زندگی گزارنے کا تھا۔ آپؓ خود بھی بڑی سختی سے اس کی پابندی فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ آپؓ کھانے کی میز پر تشریف لائے لیکن کھانا دیکھ کر چُپ چاپ اٹھ کر چلے گئے۔ بعد میں فرمایا کہ مَیں نے کہا ہے کہ میز پر صرف ایک سالن ہوا کرے لیکن آج تین قسم کے کھانے تھے اس لیے مَیں کھانا نہیں کھایا۔

آپؓ نے چار سال تک اپنی قمیصوں کے لیے کپڑا نہیں خریدا اور تحریک جدید کے اعلان سے قبل کی بنی ہوئی قمیض ہی سنبھال سنبھال کر استعمال کرتے رہے۔ شروع میں گرمی میں برف اور بوتلوں وغیرہ کا استعمال بھی چھوڑ دیا تھا۔ آپؓ نے اپنے سب بیٹوں کو وقف کر دیا تھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ

''میرے تیرہ لڑکے ہیں اور تیرہ کے تیرہ دین کے لیے وقف ہیں''

آپؓ خود بھی وقار عمل میں شریک ہوتے تھے۔ آپؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''جب پہلے دن میں نے کہی (کَسی) پکڑی اور مٹی کی ٹوکری اٹھائی تو کئی مخلصین ایسے تھے جو کانپ رہے تھے اور وہ دوڑے دوڑے آتے تھے اور کہتے حضور! تکلیف نہ کریں ہم کام کرتے ہیں۔ لیکن چند دن جب میں نے ان کے ساتھ مل کر

کام کیا تو وہ عادی ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ یہ ایک مشترکہ کام ہے جو یہ بھی کر رہے ہیں اور ہم بھی کر رہے ہیں"۔

سامعین! حضرت فضل عمرؓ نے جن تنظیموں کی بنا رکھی ان میں لجنہ کی اہم تنظیم کے خدام الاحمدیہ کی تنظیم ہے جس کا قیام 1938ء میں ہوا جس کے دو سال بعد اس کے تحت بچوں کے لیے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم بنائی تاکہ 7 سے 15 سال تک کی عمر کے بچوں کی تربیت اسلام کی تعلیم کے مطابق ہو۔ پھر خدام الاحمدیہ میں پروئے جا کر وہ اسلام کے جھنڈے کی سربلندی کا موجب بنتے رہیں اور انصار اللہ کی تنظیم ہے جو 1940ء میں قائم ہوئی جس میں 40 سال سے تاحیات مرد حضرات شامل ہوتے ہیں اور ان کا اصل مقصد حیات جماعتی خدمات کے علاوہ اپنی نسل در نسل کو خادم دین بنانا ہے۔

1939ء میں آپ کی خلافت کے 25 سال پورے ہونے پر جماعت میں خلافت جوبلی منائی گئی جس پر آپ نے جماعت کے شکرانے کے طور پر نیکی کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی تحریک کی۔ نیز اس سال آپؓ نے ہجری شمسی سال کا ڈھانچہ تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی اور پھر مہینوں کے نام بھی تجویز فرمائے جن میں سے ہر ایک تاریخ اسلام کے کسی اہم واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

معزز سامعین! جنوری 1944ء کو اللہ تعالیٰ نے رویا کے ذریعہ آپ کو بتایا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اس کے بعد آپؓ نے خطبہ جمعہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا جس سے جماعت کے مخلصین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس دعویٰ کے بعد آپؓ نے مسجد مبارک قادیان میں بعد نماز مغرب مجلس عرفان میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ انہی مجالس میں ایک دفعہ آپؓ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"خلیفہ خود مجدد سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا کام احکام شریعت کو نافذ کرنا اور دین کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ پھر اس کی موجودگی میں کس طرح مجدد آ سکتا ہے۔ مجدد تو اس وقت آتا ہے جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے"۔

(سوانح فضل عمر)

اسی طرح ایک بار آپؓ نے فرمایا:

"امام اگر مجلس میں آکر بیٹھتا ہے تو اس لیے نہیں بیٹھتا کہ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتا رہے۔ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور ان کے خلفاء اور مصلحین کا کام ڈیبیٹنگ کلب میں بیٹھنا نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے۔ اس لیے وہی شخص ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جو مجلس میں خاموشی سے بیٹھا رہے"

(سوانح مصلح موعود صفحہ 37)

حضرت مصلح موعودؓ کی ساری عمر محبت الٰہی، عشق رسول اور عشق قرآن میں گزری جن کا زندہ ثبوت آپ کی 200 سے زائد کتب کی تحریرات ہیں جن میں تفسیر صغیر، تفسیر کبیر بھی ایک عمدہ شاہکار ہیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپؓ کی خلافت میں بہت سے اندرونی اور بیرونی فتنے اٹھے مثلاً منافقین کا فتنہ، مستریوں اور مصریوں کا فتنہ اور پھر تحریک شدھی و فتنہ احرار وغیرہ حتٰی کہ حکومتی سطح پر بھی مخالفت ہوئی خصوصاً 1934ء اور 1953ء کے حالات مگر کوئی ایک فتنہ بھی آپؓ کے پایہ ثبات میں لغزش نہ لا سکا اور خدا کا یہ کہا بار بار پورا ہوتا رہا کہ "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

1954 میں تاریخ کا وہ المناک واقعہ پیش آیا کہ جب مسجد مبارک ربوہ سے آپؓ عصر کی نماز پڑھا کر واپس تشریف لے جانے لگے تو ایک دشمن نے چاقو سے آپؓ پر حملہ کر کے گردن پر گہرا زخم لگا دیا۔ لیکن خدائے قادر نے آپ کو بچا لیا۔ دشمن موقع پر ہی پکڑا بھی گیا لیکن اس اسیروں کے رستگار نے اسے معاف کر دیا اور اس سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس حملہ کے بعد اگرچہ آپ کافی لمبا عرصہ بیمار رہے مگر بیماری میں بھی کام نہیں چھوڑا اور مسلسل کام کرتے رہے۔ تفسیر صغیر کا کام آپ نے اپنی بیماری میں ہی کیا۔ ساری ساری رات جاگ کر قرآن شریف کی تفسیر لکھتے تھے۔

آپؓ کی نواسی صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

”آپ کی عادت تھی کہ آپ ٹہلتے ہوئے پڑھتے تھے سوائے زیادہ بیماری کے جب آپؓ بہت کمزور ہو گئے تھے ورنہ ہم نے آپ کو ہمیشہ ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ ہاتھ میں قرآن شریف ہوتا ٹہلتے جاتے اور پڑھتے جاتے“

حضورؓ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور ان سے ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے۔ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ مَیں آپ کے پاس کچھ خط لے کر گئی جو باہر سے کسی پہرہ دار نے مجھے پکڑا دیے تھے۔ آپ اس وقت کھانا کھارہے تھے مجھے دیکھ کر بہت سنجیدہ ہو کر کہنے لگے۔ تم نے ایک جرم کیا ہے اور مَیں تمہیں سزا دوں گا۔ میری تو جان ہی نکل گئی کہ پتہ نہیں میں نے کیا کر دیا ہے۔ کہنے لگے کہ تمہارا جرم یہ ہے کہ تم میری بیٹی کی بیٹی ہو اور سزا یہ دوں گا کہ تمہیں پیار کروں گا۔

آپؓ ہر انسان کی عزت کرتے تھے۔ کسی کو بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ خاکروب نے آپؓ کے ایک نواسے کے منہ پر پیار کر لیا۔ اس پر بچوں نے اس بچے کو چھیڑنا شروع کر دیا کہ تم بھی گندے ہو گئے ہو کیونکہ جمعدار نے تمہیں پیار کر لیا ہے۔ جب اس کوہِ وقار عظمت انسان کو علم ہوا تو اسے بلا کر پوچھا کہ تمہیں جمعدار نے کہاں پیار کیا تھا۔ بچے نے گال پر انگلی رکھ کر بتایا کہ اس جگہ۔ آپؓ نے بچے کو اپنے ساتھ چمٹا کر اسی جگہ پیار کیا اور اس طرح بچوں کو سبق دیا کہ کوئی آدمی بھی برا نہیں ہوتا۔

محمود نام ہے تیرا، ہر کام خیر ہے
ہر فعل، ہر عمل تیرا ہر گام خیر ہے
تیرا مقام زندگی تقوی کی ہے مثال
آغاز خیر تھا تیرا انجام خیر ہے

سامعین! دعا ہے کہ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی حضرت مصلح موعودؓ کی طرح اسلام کے خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا پیار کرنے والے ہوں تا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخ بنے رہیں۔ آمین ثم آمین

اے فضل عمر! تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ

(نوٹ: اس تقریر کی تیاری میں مکرم ناصر احمد محمود طاہر۔ مبلغ سلسلہ کی ایک تحریر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿24﴾ ﴿مشاہدات۔280﴾

حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ نئے آسمان اور نئی زمین کا قیام

هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡکَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ (الصف:10)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
دیر سے آیا ہے تُو اور دُور سے آیا ہے تُو
یعنی اِک نورِ ازل کے نُور سے آیا ہے تُو

سامعین کرام! مجھے آج **حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ نئے آسمان اور نئی زمین کا قیام** جیسے اہم موضوع پر آپ حاضرین سے گفتگو کرنی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ”کشتی نوح“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”لوگ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا نشان ظاہر ہو گا۔ گویا وہ آسمان سے اُترے گا۔ اس نے بہت مدت تک اپنے تئیں چھپائے رکھا اور انکار کیا گیا اور چپ رہا۔ لیکن وُہ اب نہیں چھپائے گا اور دنیا اس کی قدرت کے وہ نمونے دیکھے گی کہ کبھی ان کے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے۔ یہ اس لئے ہو گا کہ زمین بگڑ گئی اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے پر لوگوں کو ایمان نہیں رہا۔ ہونٹوں پر اس کا ذکر ہے۔ لیکن دل اس سے پھر گئے ہیں۔ اس لئے خدا نے کہا کہ اب مَیں نیا آسمان اور نئی زمین بناؤں گا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ زمین مر گئی۔ یعنی زمینی لوگوں کے دل سخت ہو گئے گویا مر گئے۔ کیونکہ خدا کا چہرہ ان

سے چھپ گیا اور گزشتہ آسمانی نشان سب بطور قصوں کے ہو گئے۔ سو خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنادے۔"

سامعین! اِس مذکورہ اقتباس میں اللہ تعالیٰ نے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ نئی زمین اور نیا آسمان بنانے کی پیشگوئی فرمائی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایک انسان خواہ اُس کو کس قدر قوی اور خداداد صلاحیتیں عطا ہوئی ہوں وہ اپنی محدود زندگی میں اِس قدر بڑا کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکتا ہاں وہ اِس نیک کام کی بنیاد رکھ کر سعیِ بلیغ کا آغاز کر دے گا اور اِس کے پیروکار بالخصوص جانشین یعنی خلفائے کرام اِس کام کو لے آگے بڑھتے ہیں جیسے جماعتِ احمدیہ میں نئے آسمان اور نئی زمین کے تعمیر کی ٹھوس بنیادیں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں رکھی گئیں مگر حدیث شریف لَوْ کَانَ الاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ کے تحت بہت سے اہلیانِ فارسی نیا آسمان اور نئی زمین بنانے کے لئے ایمان کو ثریا سے لا کر مؤمنوں کے دلوں میں پیوست کرنے کے لئے مامودِ زمانہ کی مدد کریں گے اور آج یہ عظیم کام پانچویں مظہر حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ کامیابی سے جاری و ساری ہے۔ خلافت کے اِن مظاہر میں سے دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کے متعلق تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک پیشگوئی میں اِس عظیم کام کے کرنے کا ذکر فرما دیا جو پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس عظیم الشان کام کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اِس پیشگوئی میں ان الفاظ میں دیا گیا۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لائے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک

رسول محمد مصطفٰی کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکُوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظھر الحق و العلاء کان اللّٰہ نزل من السمآء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیا۔"

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

"کشتی نوح" کی عبارت اور پیشگوئی مصلح موعود کا تقابلی جائزہ

سامعین! "کشتی نوح" میں ایک نئے آسمان اور نئی زمین کی خبر مذکورہ الفاظ میں دی گئی ہے جو ہم تقریر کے آغاز پر سن آئے ہیں۔

چنانچہ الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کو جبکہ گزشتہ آسمانی نشان بطور قصوں کے ہو گئے ہیں۔ ایک نئے آسمانی نشان گویا ایک نئے آسمان کی صورت میں پیش فرمایا ہے اور اس کے نہایت ہی اہم اور عظیم الشان مقاصد کو ایک نئی زمین کے قیام کے رنگ میں بیان فرمایا۔ گویا مصلح موعود کا ظہور نئے آسمان کا ظہور ہے اور مصلح موعود کے مقاصد کی تکمیل نئی زمین کی تکمیل سے ہو گی۔ جن کے مناظر ہم حضورؓ کی وفات کے بعد جماعت میں دیکھتے رہے۔

سامعین! نئے آسمان اور نئی زمین کے قیام کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہی نہیں دی گئی۔ بلکہ ہزاروں سال قبل بائبل نے بھی اس کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"اس کے وعدے کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظام کرتے ہیں۔ جن میں راستبازی بسی رہے گی۔" (پطرس 2 باب 3)

یہ پیشگوئی اس وقت زیادہ واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔ جب حضرت مصلح موعود کے مسیح صفت ہونے پر نگاہ ڈالی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وُہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔"

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ○ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (الصف:7-10)

اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔ پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو ایک کھلا کھلا جادو ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

اِس پیشگوئی کے الفاظ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ میں جس نئے آسمان اور نئی زمین کا تعلق ہے یہ مسیح موعود کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور چونکہ حضرت مصلح موعودؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن واحسان کی نظیر ہیں۔ لہٰذا اس پیشگوئی کے مورد حضرت مصلح موعودؓ بھی ہیں۔

قرآن مجید کی پیشگوئی

سامعین! سورہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کے متعلق ان الفاظ میں پیشگوئی ہے کہ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجمعہ:4) اِن الفاظ میں صحابہؓ جیسے نیک کردار اپنانے کا تعلق ہے یہی نیا آسمان اور نئی زمین ہے جس کی تشکیل میں حضرت مصلح موعودؓ کا بیشتر ہاتھ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَخْزَی الْاَعَادِی

سامعین! الہامی صفت مظہر الاول والآخر میں بھی اس امر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ مصلح موعود کے ذریعہ اسلام اور احمدیت کو زبردست غلبہ حاصل ہوگا جس میں لوگوں کی اصلاح اور تربیت شامل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ

”میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔“

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ:65)

حضرت مصلح موعودؓ اس تخم ریزی کو آگے بڑھانے کا مؤجب ہوئے اور مظہر الآخر والی صفت کے ماتحت احمدیت کا یہ بیج ایک پودے کی شکل میں نمودار ہو کر بہت جلد جلد بڑھا۔

حضرت مصلح موعودؓ آسمانی حجت ہیں

حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقام پر یوں پیشگوئی فرماتے ہیں:
"خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا۔ جس میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہو گا اور مظہر الحق والعلاء ہو گا۔ گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 17)

اور "تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لائے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور پاک رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔" (اشتہار 20 فروری 1886ء) گویا آپؓ کے ذریعہ یہ عظیم کام آسمان و زمین کی تعمیر ہی کے مترادف ہیں۔

مصلح موعود کی علامات کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "کشتی نوح" میں ایک عظیم الشان نشان کی پیشگوئی کے ساتھ تحریر فرمایا:
"خدا نے کہا کہ اب میں نیا آسمان اور نئی زمین بناؤں گا۔" حضورؑ ایک اور مقام پر بھی تحریر فرماتے ہیں:" ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 565)

نیا آسمان

سامعین! نئے آسمان سے مراد خود مصلح موعود کا وجود بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ گذشتہ آسمانی نشان سب بطور قصوں کے ہوگئے ہیں۔ اس لئے عنقریب ایک نئے نشان کا ظہور ہو گا یعنی مصلح موعود کی پیدائش ہو گی اور وہ ایک نئے آسمان کا مظہر بنے گا۔ اور وہ نئے نظام متعارف کروائے گا۔ اِس ضمن میں نظامِ نَو کی مثال دی جا سکتی ہے۔ گو وصیت کا نظام حضرت مسیح موعودؑ نے متعارف کروایا لیکن اِس پر جو پُل آپؓ نے تعمیر کیے اُسے نئے آسمان اور نئی زمین کا نام دیا جا سکتا ہے۔

نئے نظام یعنی ''نظام نو'' کی طرف آپؓ نے 1938ء کے جلسہ سالانہ پر اپنی معرکہ آراء تقریر میں توجہ دلائی تھی۔ ''نظام نو'' کی بنیاد ''وصیت'' کا وہ نظام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1905ء میں قائم فرمایا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ وصیت کے الفاظ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''درحقیقت ان الفاظ میں اس نظام کی طرف اشارہ ہے جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے کہ ہر فردِ بشر کے لئے کپڑا مہیا کیا جائے ہر فردِ بشر کے لئے مکان مہیا کیا جائے۔ ہر فردِ بشر کے لئے تعلیم اور علاج کا سامان مہیا کیا جائے۔''

(نظام نو)

نیز فرماتے ہیں۔

''جب وصیت کا نظام مکمل ہو گا۔ اسلام کے منشا کے ماتحت ہر فردِ بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیونکہ وصیت بچوں کی ماں ہو گی۔ جوانوں کی باپ ہو گی۔ عورتوں کا سہاگ ہو گی اور جبر کے بغیر محبت اور دل خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس ذریعہ سے مدد کرے گا اور اس کا دیا بے بدلہ نہ ہو گا۔ بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب۔ نہ قوم قوم سے لڑے گی بلکہ اس کا احسان کسبِ دنیا پر وسیع ہو گا۔''

(نظام نو)

نئی زمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''نئی زمین وہ پاک دل ہیں۔ جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے۔ جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہو گا۔''

(کشتی نوح)

اس سے ظاہر ہے کہ مصلح موعود کے ذریعہ دلوں کی اصلاح ہو گی جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ اپنا ایک رؤیا بیان فرماتے ہیں:

"مَیں نے دیکھا کہ میں تقریر کر رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو مجھے مثیلِ مسیح موعود قرار دیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں سے دلوں کی اصلاح کرے گا۔"

(الفضل مورخہ 20 احسان 1323 ہش)

چنانچہ آپؓ نے نہ صرف جماعت احمدیہ کی انفرادی اصلاح کی طرف پوری پوری توجہ فرمائی بلکہ تنظیم وار بھی جماعت کی اصلاح کا ایک شاندار پروگرام مرتب فرمایا۔ جو انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ مع ناصرات کے مختلف منظم پروگراموں پر مشتمل تھا اور اسی منظم اصلاح کا نتیجہ ہے کہ جماعت کے ہر طبقہ میں قربانی اور ایثار کی بے مثال روح بیدار ہو گئی ہے اور آپؓ کی انفرادی تربیت و اصلاح کا یہ نتیجہ رہا کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اپنی قوت اور استعداد کے مطابق قربانیوں کے میدان میں آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ ہر فرد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی فتح کے حصول کی تڑپ لے کر اپنے آرام اور آسائش کو چھوڑ کر اپنے اموال کو قربان کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ہر سچا احمدی اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے مستقبل سے بے نیاز ہو کر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کو نظر انداز کر کے اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر بھی خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنے کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا اور خون پسینہ ایک کی ہوئی کمائی کو خدا کی راہ میں پانی کی طرح بہا دینے میں خوش نظر آتا ہے اور اپنے لئے فخر خیال کرتا ہے۔ نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ کیا یہی وہ نئی زمین نہیں جو نئے آسمان کے نیچے پرورش پا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ خلافتِ احمدیہ کے مبارک سایہ تلے جو یہ نیا آسمان اور نئی زمین تشکیل پا رہی ہے اِس کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرتا چلا جائے۔ آمین

بالیقیں اپنی اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر! تو اک آسمانی مرد ہے
تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ

عاشقانِ ملّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴾25﴿ ﴾مشاہدات۔281﴿

حضرت مصلح موعودؓ کے چند رؤیا و کشوف

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گوہر وحی کیوں توڑتا ہے ہوش کر
ایک یہی دیں کے لیے ہے جائے عز و افتخار
یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشک تتار
یہ وہ مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

مکرم سامعین! مجھے آج اِس محفل میں **حضرت مصلح موعودؓ کے چند رؤیا و کشوف** بیان کرنے ہیں جو اِس شعر کی صداقت پر مہر ثبت کا رہے ہیں۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

سامعین! ہر دَور میں ایسے بابرکت وجود دنیا میں آتے رہے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرف مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمائے رکھا۔ اِن میں سے ہر ایک اپنے اپنے ظرف کے مطابق خدا تعالیٰ کے فضلوں کا مورد ہوتا ہے اور انہیں اپنے جذب کرتا رہا۔ خدا تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں انبیاء اور مرسلین ایک خصوصی مقام رکھتے ہیں۔ ان پر اسرار غیبیہ اس قدر تفصیل کے ساتھ کھولے جاتے ہیں کہ گویا دن ہی چڑھ جاتا ہے۔

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ان گنت آسمانی نشانات اور پیش خبریوں سے نوازا جن میں سے اکثر غیبی خبریں اپنے اپنے وقت پر کمال آب و تاب سے پوری ہوئیں۔ ان میں سے ایک نہایت عظیم الشان اور شہرہ آفاق پیشگوئی ''پسرِ موعود'' کے ظہور سے متعلق ہے۔

یہ بے پایاں رحمت کا نشان تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کو عطا ہوا اور آپ کی تضرعات کو سنتے ہوئے خدا تعالیٰ نے ایک ذی شان فرزند جلیل کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی۔ یہ محض ایک بیٹے کی ولادت کی خبر ہی نہ تھی بلکہ پیش گوئی کے الفاظ پڑھتے ہوئے آپ کو حیرت ہو گی کہ یہ پیش خبری اپنے اندر نصف صد سے زائد مہتم بالشان پیشگوئیاں رکھتی ہے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے ہاں لڑکا ہو گا اور اگر ہو گا تو وہ ان صفات حسنہ سے متصف ہو گا جس کا ذکر پیش گوئی میں کیا جا چکا ہے ۔ مثلاً وہ صاحبِ شکوہ ،عظمت اور دولت ہو گا۔ کلمۃ اللہ ہو گا، عمر پانے والا ہو گا، سخت ذہین و فہیم ہو گا، دل کا حلیم، علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا، خدا کا سایہ اس پر ہو گا، قومیں اس سے برکت پائیں گی، زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا وغیرہ وغیرہ۔

سامعین! الٰہی وعدوں کے عین مطابق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ اس عظیم الشان پیشگوئی کے مصداق ٹھہرے اور ایک زمانہ گواہ ہے کہ آپؓ کے وجودِ باجود میں ان پیش خبریوں کا لفظ لفظ پوری شرح کے ساتھ پورا ہوا ۔ آج مجھے اِن مذکورہ نکات میں سے وہ ''علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کے بارہ میں مختصراً عرض کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ پر اللہ تعالیٰ نے مستقبل کے حالات خفی اور جلی دونوں طرح سے ظاہر فرمائے۔ بعض ان میں سے رؤیا کشوف کے ذریعہ منکشف ہوئے جنہیں حضورؓ نے نورِ الٰہی سے منور خداداد فراست اور

ذہانت سے سمجھا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ علوم ظاہری و باطنی میں غوطہ زن ہو کر ان کے حقائق و اسرار سے دنیا کو مطلع فرمایا۔

حضورؓ کو سینکڑوں الہامات رؤیا وکشوف ہوئے۔ جو صرف اپنی ذات سے متعلق ہی نہیں بلکہ افراد جماعت احمدیہ، غیر از جماعت احباب اور غیروں کے بارے میں بھی ہیں۔ اسی طرح آپؓ کو قومی، ملکی اور بین الاقوامی واقعات کی بھی آسمانی خبریں دی گئیں نیز اندرونی اور بیرونی ابتلاؤں کے متعلق انکشافات بھی فرمائے۔

نشان ساتھ ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں
ہمارے دین کا قصوں پر ہی مدار نہیں

خدا کے نور کا نظارہ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

سامعین! تین یا چار سال ہو گئے کہ قادیان میں طاعون بڑی سخت پڑی۔ عصر کے وقت میں نے دیکھا کہ میری ران میں سخت درد ہو رہا ہے اور مجھے بخار بھی تھا۔ میں کمرہ کے اندر چلا گیا اور اندر سے دروازہ بند کر کے چارپائی پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا تو مسیح موعود سے یہ وعدہ تھا کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار تو خدا تعالیٰ وعدوں کو جھٹلایا نہیں کرتا اور اب میں اپنے آپ میں طاعون کے آثار دیکھتا ہوں۔ لیکن پھر میں نے اپنے نفس کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ یہ تو خدا تعالیٰ کا وعدہ مسیح موعودؑ کے ساتھ تھا اور یہ فیوض اور برکات انہی کے زمانہ میں رہیں اب وہ بھی دنیا میں نہیں ہیں اور نہ ہی وہ برکات ہیں تو میں نے پھر دعا کی۔ میں جاگتا ہی تھا اور کمرے کی تمام چیزوں کو دیکھ رہا تھا تو میں نے خدا کو دیکھا وہ ایک نور تھا جو میرے کمرے کے نیچے سے نکل رہا تھا اور آسمان کی طرف کمرے کی چھت پھاڑ کر جا رہا تھا۔ اس کا نہ شروع تھا نہ ہی اس کا انتہا تھا لیکن اس نور میں اس کا ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک سفید اور بالکل سفید چینی کا پیالہ تھا اور اس

پیالہ میں دودھ تھا۔ اس نے وہ پیالہ مجھے پکڑا دیا۔ مَیں نے دودھ پی لیا۔ مَیں جب دودھ پی چکا تو مَیں نے دیکھا کہ نہ تو مجھے کوئی درد تھا اور نہ بخار بلکہ مَیں اچھا بھلا تھا اور مجھے کوئی ذرا بھر بھی تکلیف نہ تھی۔

(الفضل مورخہ 8 مارچ 1914ء صفحہ 15 کالم 3)

حضرت مسیح موعودؑ کے انتقال کی خبر

سامعین! آپؓ اِس حوالے سے فرماتے ہیں۔ "جس رات کو حضرت صاحب کی بیماری میں ترقی ہو کر دوسرے دن آپؑ نے فوت ہونا تھا میری طبیعت پر کچھ بوجھ سا محسوس ہوتا تھا میرا دل افسردگی کے ایک گہرے گڑھے میں گر گیا اور یہ مصرع میری زبان پر جاری ہو گیا۔

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

رات کو ہی حضرت صاحب کی بیماری یک دم ترقی کر گئی اور صبح آپؑ فوت ہو گئے۔

(تقدیر الٰہی تقریر فرمودہ جلسہ سالانہ 1919ء طبع اول صفحہ 189-190)

حضرت اماں جانؓ کی وفات کے بارے میں رؤیا

فرمایا: "مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ میری ایک داڑھ گر گئی ہے مگر وہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں اسے دیکھ کر تعجب کرتا ہوں کہ وہ اتنی بڑی جسامت کی ہے کہ وہ بڑی داڑھوں کے برابر معلوم ہوتی ہے۔ میں خواب میں بہت حیران ہوتا ہوں کہ اتنی بڑی داڑھ ہے اسے دیکھتے دیکھتے میری آنکھ کھل گئی چونکہ داڑھ گرنے کی تعبیر کسی بزرگ کی وفات ہوتی ہے اور چونکہ منذر خواب کا بیان کرنا منع آیا ہے۔ مَیں نے رؤیا بیان نہیں کی۔ لیکن جب سندھ کے سفر میں حضرت اماں جان کی بیماری کی خبریں آنی شروع ہوئیں تو اس رؤیا کی وجہ سے مجھے زیادہ تشویش ہوئی اور گو ابتداءً ان کی بیماری کی خبریں زیادہ تشویش ناک نہیں تھیں لیکن اس رؤیا کی وجہ سے چونکہ مجھے تشویش تھی میں نے انتظام کیا کہ روزانہ ان کی بیماری کے متعلق نظارت علیاء کی طرف سے بھی اور میرے گھر کی طرف سے بھی الگ الگ تاریں پہنچ جایا کریں چنانچہ آخر میں وہی بات ثابت ہوئی کہ وہ مرض جسے پہلے معمولی ملیریا سمجھا گیا تھا آخر ان کے لیے مہلک ثابت ہوا۔

خواب میں جو داڑھ کو دو داڑھوں کے برابر دکھایا گیا اس سے اِس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اماں جان ہمارے اندر حضرت مسیح موعودؑ کی بھی قائم مقام تھیں اور اپنی بھی قائم مقام تھیں اور گو بظاہر وہ ایک نظر آتی تھیں لیکن در حقیقت ان کا وجود دو کا قائم مقام تھا۔

(رویا کشوف سیدنا محمود صفحہ 489)

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بارہ میں انکشافات

سامعین! پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے اس کثرت اور تفصیل کے ساتھ انکشافات فرمائے کہ لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ان امور کا قبل از وقت بتا دینا یہ غیر معمولی اور خارق عادت امر ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی بعینہٖ اُسی طرح واقعات ظہور میں آئے مثلاً جنگ کا چھڑنا ،بعض مسودات کا جلایا جانا، برطانیہ کی طرف سے فرانس کو اتحاد کی پیشکش، بیلجیم کے بادشاہ کا ہتھیار ڈالنا ،امریکہ کی طرف سے برطانیہ کی ہوائی مدافعت مستحکم کرنے کے لیے 2800 جہازوں کا بھجوانا، اتحادی فوجوں کے سسلی اور اطالیہ پر اُترنے کا علم ،جنگ کا عین اسی سال ،اسی مہینہ اور اسی دن کو اختتام جس کی حضورؓ نے تعیین فرمادی تھی، جنگ کے بعد برطانیہ کی اقتصادی بدحالی کی پیش گوئی وغیرہ۔

یہ تمام کشوف قبل از وقت شائع کر دیے گئے اور ان میں سے کچھ ہندوستان کے بعض اعلیٰ حکام تک پہنچا بھی دیے گئے جن میں اس وقت کے وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو بھی تھے۔ ان میں سے صرف ایک رؤیا پیش ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

”چند سال ہوئے میں نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ میں گھر کے اس حصے میں ہوں جو مسجد مبارک کے اوپر کے صحن کے ساتھ ہے۔ میں نے مسجد میں شور سنا اور باہر نکل کر دیکھا کہ لوگ اکٹھے ہیں۔ ان میں سے ایک میرے استاد بھائی شیخ عبد الرحیم بھی ہیں۔ سب لوگ مغرب کی طرف انگلیاں اٹھا اٹھا کر کہہ رہے ہیں کہ دیکھو لو! مغرب سے سورج نکل آیا اور وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اب قیامت آگئی۔ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت پہاڑیاں گر رہی ہیں درخت ٹوٹ رہے ہیں اور شہر ویران ہو رہے ہیں اور ہر ایک کی زبان پر یہ

جاری ہے کہ تباہی آگئی، قیامت آگئی۔ میں بھی یہ نظارہ دیکھتا ہوں تو کچھ گھبر اسا جاتا ہوں مگر پھر میں کہتا ہوں کہ مجھے اچھی طرح سورج دیکھ تو لینے دو۔ میں خواب میں خیال کرتا ہوں کہ قیامت کی علامت صرف مغرب سے سورج کا طلوع نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور علامات کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ان دوسری علامات کو دیکھنے کے لیے میں مغرب کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو وہاں بعض ایسی علامتیں دیکھتا ہوں جو قیامت کے خلاف ہیں اور غالباً سورج کے پاس چاند ستارے یا نور دیکھتا ہوں اور کہتا ہوں یہ قیامت کی علامت نہیں دیکھو! فلاں فلاں علامتیں اس کے خلاف ہیں۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ سورج غائب ہو گیا اور دنیا پھر اپنی اصلی حالت پر آگئی"

یہ رؤیا دوسری عالمگیر جنگ سے تین برس پہلے کی ہے۔ غور فرمایئے اس جنگ کی قیامت خیز تباہ کاریوں کا کتنا جامع نقشہ کھینچا گیا ہے۔

تقسیم پنجاب کے متعلق الہام

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"کوئی دس بارہ دن کی بات ہے کہ القاء ہوا:

گیارہ اگست تک یا گیارہ اگست کو" نامعلوم کس امر کے متعلق ہے۔ بہر حال ذات یا جماعت یا ملک یا قوم کے کسی اہم تغیر کی طرف اشارہ ہے۔ اگست میں ہونے والے ایک تغیر کی نسبت اخباروں میں خبریں چھپ رہی ہیں مگر وہ پندرہ اگست کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر اسی کی طرف اشارہ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پندرہ اگست سے پہلے ہی وہ تغیر ہو جائے گا اور کوئی معاملہ ہے تو وقت پر انشاء اللہ ظاہر ہو جائے گا"۔

(الفضل 21 جون 1947ء صفحہ 1)

اس الہام کی اشاعت کے صرف دو دن بعد پنجاب کی تقسیم کا اہم فیصلہ ہوا جس نے آئندہ چل کر ملکی سیاست کا رخ ہی بدل ڈالا۔

قادیان کے ہندوستان میں شامل ہونے کے متعلق الہام

سامعین! اگست 1947ء کے وسط میں ہندوستان میں حد بندی کمیشن آیا جس کی سربراہی ریڈ کلف کر رہے تھے۔ یہ صاحب خفیہ فیصلہ کر چکے تھے کہ ضلع گورداسپور جس میں قادیان بھی شامل تھا، ہندوستان کو دے دیا جائے۔ یہ فیصلہ ابھی نشر نہیں ہوا تھا کہ حضورؓ نے ایک مجلس میں بیان فرمایا:

"آج عصر کے بعد مجھے الہام ہوا کہ أَيْنَمَا تَكُونُوا.......... اس الہام میں تبشیر کا پہلو بھی ہے اور انذار کا بھی۔ تفرقہ تو ایک رنگ میں پہلے ہو گیا ہے یعنی ہماری کچھ جماعتیں پاکستان کی طرف چلی گئی ہیں اور کچھ ہندوستان کی طرف۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کے اکٹھا ہونے کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ اگر ہمارا قادیان ہندوستان کی طرف چلا جاوے تو اکثر جماعتیں ہم سے کٹ جاتی ہیں کیونکہ ہماری جماعتوں کی اکثریت مغربی پنجاب میں ہے۔ اس لیے دوستوں کو اس معاملہ میں خاص طور پر دعاؤں سے کام لینا چاہیے"

(الفضل 18 اگست 1947ء صفحہ 2)

اس الہام کے بعد ریڈ کلف ایوارڈ نے اپنے فیصلہ کا اعلان کیا اور قادیان کی مقدس بستی بھارت میں شامل کر دی گئی جس سے جماعت کی مرکزی تنظیم پر بڑا اثر پڑا۔ خود حضورؓ کے ہی الفاظ میں "یہاں پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے"

(الفضل 31 جولائی 1949ء صفحہ 6)

قادیان سے ہجرت اور ربوہ کی تعمیر کے متعلق واقعات کی خبریں

1947ء کا سال برصغیر کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جماعت احمدیہ کا مرکز قادیان گورداسپور میں واقعہ تھا جسے 30 جون 1947ء کے اعلان کے مطابق اصولاً پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا مگر ریڈ کلف ایوارڈ کے ظالمانہ فیصلہ کے نتیجے میں اسے ہندوستان کی جھولی میں ڈال دیا گیا۔ ہندوستان میں اگرچہ حالات برسوں سے ابر آلود تھے مگر ایک وسیع پیمانے پر اچانک اس قدر بڑی تبدیلی اور انخلاء آبادی کا تصور کسی کے ذہن میں نہ تھا لیکن ایسے ماحول میں خدائے علیم و خبیر کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کو ہندوستان پر آنے والی درد انگیز تباہی و بربادی کے نظارے اس شرح وبسط سے

دکھائے گئے کہ تمام واقعات کی فلم آپؓ کے سامنے آگئی۔ چنانچہ آپؓ کو متعدد رؤیا و کشوف کے ذریعے بتایا گیا کہ:

1. قادیان اور اس کے گرد نواح میں دشمن یک دم حملہ کر کے آئے گا۔
2. دشمن کی طرف سے خفیہ رنگ میں جنگ ہوگی۔
3. قادیان سے جالندھر تک بڑی خوفناک تباہی آئے گی اور لوگ نیلا گنبد یعنی آسمان تلے پناہ لیں گے۔
4. قادیان میں بھی دشمن غالب آ جائے گا مگر مسجد مبارک کا حلقہ اس مرحلہ میں پامردی سے مقابلہ کرے گا اور آخر محفوظ رہے گا۔
5. تباہی کے اس دور میں حضرت امام جماعت احمدیہ اپنے خاندان کے علاوہ بعض اپنے جان نثار خدام کے ساتھ قادیان سے کسی دوسری جگہ مرکز کی تلاش میں ہجرت کر آئیں گے۔
6. ان کی ہجرت پر قادیان کے باشندوں میں ایک عام افسردگی سی طاری ہوگی مگر خدا تعالیٰ قادیان اور دوسری جماعت احمدیہ کو خاص برکتوں سے نوازے گا اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے طفیل وہ صحیح سالم اس طوفان سے پار نکل آئیں گے ۔
7. ہجرت کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ ایک پہاڑی مقام کے دامن میں نیا مرکز تعمیر کریں گے جہاں پہلے فوجی بارکوں کی طرز پر مکان بنانے پڑیں گے ۔
8. اس مرکز کی بنیاد 1948ء میں رکھی جائے گی۔
9. یہ ہجرت دوسرے (اہل حق) کی طرح کسی اضمحلال اور کمزوری کا موجب نہ بنے گی بلکہ اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو ایک خاص عظمت و شوکت نصیب ہوگی اور اس کی شہرت اکناف عالم تک جا پہنچے گی۔

ربوہ میں پانی کی فراوانی کے متعلق خبر

سامعین! ربوہ کے قیام کے وقت اس بے آب و گیاہ شور زدہ زمین پر علاوہ دیگر بہت سی مشکلات کے ایک بہت بڑا مسئلہ پانی کی کمیابی تھا۔ گورنمنٹ کے کاغذات میں یہ جگہ نہ صرف ناقابل زراعت بلکہ ناقابل

رہائش قرار دی جاچکی تھی۔ تقسیم ہند سے قبل ہندو سرمایہ دار پانی کے لیے سر توڑ کوشش کر چکے تھے مگر نتیجہ بے سود۔ قیامِ ربوہ کے بعد یہ ناقابل بیان کیفیت حضرت مصلح موعودؓ کو بے چین و بے قرار کیے رکھتی۔ اپنے آسمانی آقا جس کی خبروں کے مطابق اس عظیم الشان مرکز توحید کی تعمیر ہو رہی تھی کے حضور جھک کر اس مرحلہ پر بھی اسی سے نصرت چاہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خوشخبری عطا فرمائی۔ حضورؓ بیان کرتے ہیں:

”مجھ پر ایک غنودگی سی طاری ہوگئی۔ اسی نیم غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھ رہا ہوں۔

جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب
پاؤں کے نیچے سے میرے پانی بہا دیا

میں نے اسی حالت میں سوچنا شروع کیا کہ اس الہام میں جاتے ہوئے سے کیا مراد ہے اس پر میں نے سمجھا کہ مراد یہ ہے کہ اس وقت تو پانی دستیاب نہیں ہو سکا لیکن جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں رگڑنے سے زم زم پھوٹ پڑا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا کرے گا جس سے ہمیں پانی بافراط میسر آنے لگے گا..... جس طرح وہاں اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں رگڑنے سے پانی بہہ نکلا تھا اسی طرح یہاں خدا تعالیٰ میری دعاؤں کی وجہ سے پانی بہادے گا۔ یہ ایک محاورہ ہے جو محنت کرنے اور دعا کے لیے استعمال ہوتا ہے ہم نے اپنا پورا زور لگا دیا تا ہمیں پانی مل سکے لیکن ہم اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوئے۔ اب خدا تعالیٰ نے میرے منہ سے یہ کہلوا دیا کہ پانی صرف تیری دعاؤں کی وجہ سے نکلے گا۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ پانی کب نکلے گا اور کس طرح نکلے گا لیکن بہر حال یہ الہامی شعر تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ایسی ضرور پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے وہاں پانی کی کثرت ہو جائے گی“۔ ان شاء اللہ

(الفضل 18 اگست 1949ء صفحہ 5)

ان مشکلات کا جو پانی کی کمی کی وجہ سے در پیش تھیں اور پھر کسی طرح خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے بانی ربوہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں کو سنا۔ پانی نکلا اور پوری شان سے نکلا اور یہ وادی غیر ذی ذرع ہنستے کھیلتے گلزاروں کی آماجگاہ بن گئی۔ ربوہ کے ابتدائی باسی آج بھی نہ صرف ربوہ بلکہ دنیا بھر میں موجود ہیں اور وہ حلفیہ گواہی دے سکتے ہیں۔ آج یہ شہر پانی کی فراوانی کی وجہ سے انواع و اقسام کے پھلدار اور پھول دار درختوں سے لدا ہوا ہے اور ہر ایک کو دعوت دے رہا ہے۔

قاتلانہ حملہ، سفر یورپ اور زیورک میں احباب کی درد انگیز دُعاؤں کا نظارہ

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے اوپر قاتلانہ حملہ کی خبریں بھی کھلے کھلے اور واضح انداز میں دے دی گئی تھیں۔ ایک بدبخت عبد الحمید نے 10 مارچ 1954ء کو مسجد مبارک ربوہ میں آپؓ پر قاتلانہ حملہ کیا اور جس جس طرح مختلف رؤیا میں دکھایا گیا تھا واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ ابھی یہ زخم تازہ تھا کہ 26 فروری 1955ء کو آپؓ کے دائیں طرف فالج کا حملہ ہوا جس کے اکثر و بیشتر اثرات معجزانہ رنگ میں صبح تک زائل ہو گئے۔ تاہم باقی ماندہ عوارض کے پیش نظر ڈاکٹری رائے کے مطابق آپؓ کو مجبوراً یورپ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ اس سفر کے بارہ میں بھی آپؓ کو بہت پہلے خبر دے دی گئی تھی۔

اسی سفر کے دوران جب حضورؓ زیورک (سوئٹزرلینڈ) میں تشریف فرما تھے، ربوہ میں حضور کی صحت یابی کے لیے نہایت درجہ درد و الحاح سے دعائیں کی گئیں جن کا نظارہ حضور کو زیورک میں ہی دکھا دیا گیا۔ چنانچہ حضورؓ نے سفر کے دوران ہی مندرجہ ذیل رؤیا بالغرض اشاعت بھجوایا۔

”23 اور 24 مئی کی درمیانی رات کو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہزاروں ہزار آدمی جماعت کے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں اور میرے لیے دُعا کر رہے ہیں۔ وہ اتنا دردناک نظارہ تھا کہ اس سے میرا دل ہل گیا اور میری طبیعت پھر خراب ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود ارادہ کے میں عید پڑھانے نہیں جا سکا۔ چونکہ اس رؤیا کی میرے دل پر ایک دہشت تھی اور اب بھی اس کا نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ میں سفر میں اس رؤیا کو لکھ کر بھجوانا پسند نہیں کرتا۔ اس عرصہ میں جو ربوہ سے خطوط آئے ہیں اس میں بھی یہ

لکھاہوا تھا کہ آخری رمضان کی شام کو جو دعا کی گئی وہ ربوہ میں ایک غیر معمولی دعا تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا عرش بھی ہل گیا ہوگا۔ ان خطوں میں بھی گویا میری رؤیا کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔

(الفضل 14 جون 1955ء صفحہ 3)

حضورؓ کی بہت سی رؤیا و کشوف اور الہامات میں سے یہ چند پیش کی گئی ہیں۔ ان خوابوں کی ممکن ہے اور بھی تعبیریں ہوں جو اپنے وقت پر کھلیں۔ ابھی تو لا تعداد پیش خبریوں کو پورا ہونا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں وہ دن بھی دکھائے جب کمال شوکت اور آب و تاب کے ساتھ دنیا اس بابرکت وجود کے منہ سے نکلنے والے لفظ پورے ہوتے دیکھے گی۔

حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر

(یہ تقریر مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کے ایک مضمون سے تیار کی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿26﴾ ﴿مشاہدات۔288﴾

وہ قدرت کا نشان ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تُو ہی مصلح موعود ہے
تُو مسیحی نفس بھی اور روح الحق بھی تُو
اورالوالعزمی بھی تیری ذات میں موجود ہے
تُو ہی قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان
تیری آمد سے نمایاں عظمتِ معبود ہے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"وہ قدرت کا نشان ہو گا"**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں:

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخمریزی الٰہی کے ہاتھ سے کر

دیتاہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتی ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (1) خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (2) ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے **دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا** اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا۔ جبکہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزلِ مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ تورات میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتّر بتّر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سو اَے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔

اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی۔

اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو“

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304-307)

معزز سامعین! رسالہ الوصیت کی اس پیشگوئی کے سننے کے بعد اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی بابت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو سنیں تو یوں لگتا ہے کہ دونوں پیشگوئیاں ایک دوسرے کی مؤید ہیں اور پیشگوئی مصلح موعود دراصل الوصیت میں درج پیشگوئی کا اعادہ ہے۔ آئیں! پیشگوئی مصلح موعودؓ سنتے ہیں۔

"پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ وعزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو **قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔**

خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو **تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔**

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَمَانُوایل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃُ اللہ ہے کیونکہ خُدا کی

رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ **سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دِل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔** اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نُور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خُدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب ہندو ساہو کاروں نے اللہ کے زندہ ہونے کا نشان مانگا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں چالیس دن جو چلہ کشی کی اور دن رات دعاؤں میں وقت گزارا تو حضورؑ نے اللہ تعالیٰ سے قدرت اور رحمت کا نشان مانگا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

"سو **قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام"**

یہ عجیب اتفاق ہے کہ 1889ء میں ہی حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت لی اور اسی سال قدرت کا نشان حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش ہوئی۔ ہر دو بزرگ ہستیوں سے اللہ کا ظہور ہونا مقصود تھا، ہر دو مبارک ہستیوں سے قدرتِ الٰہی کے نشان ظاہر ہونے مقصود تھے۔ ہر دو مقدس ہستیوں سے اللہ تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہونا مقصود تھا اس لیے ایک ہی سال میں آپس میں قریباً ملی ہوئی تاریخوں میں دو عظیم واقعات کا رُونما ہونا دنیا میں ایک روحانی تغیّر کا پیش خیمہ ہونا تھا یعنی 12 جنوری کو بھی قدرت کے نشان پسرِ موعود کی پیدائش اور 23 مارچ کو اِذنِ الٰہی سے جماعت احمدیہ کی پیدائش۔

سامعین! خاکسار نے اپنی تقریر کے آغاز پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو پیشگوئیوں کا ذکر کیا تھا۔ ہر دو پیشگوئیوں میں خدا کی "قدرت" کا ذکر ہے۔ خدا کے اظہار اور چھُپے ہوئے چہرہ کو نمایاں طور پر پیش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوّت والی قدرت کا اظہار فرمایا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیح اور

مہدی بنا کر بھیجا جس کے ذریعہ قدرتِ الٰہی کا ظہور ہوتا رہا اور دوسری قدرت کا ظہور آپؑ کی وفات کے بعد خلافت کی صورت میں ہوا جس کے ذریعہ صفاتِ باری تعالیٰ کا نہ صرف ظہور ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کے جمالی اور جلالی قدرتوں کے نشان نمایاں طور پر دیکھے اور اب بھی دیکھ رہے ہیں اور آئندہ قیامت تک جب تک خلافت ہے ہماری نسلیں دیکھتی چلی جائیں گی۔

سامعین! جبکہ اوپر بیان ہونے والی دوسری پیشگوئی میں قدرتُ اللہ کے ظہور کا تعلق الوصیت میں درج دوسری قدرت سے ہے۔ اس کا ایک ظہور تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ کے قیام سے عمل میں آیا اور قدرتِ الٰہی کا دوسرا ظہور حضرت مصلح موعودؓ کے مصلح موعود ہونے کے ناطے سے ہوا اور ایسا ہوا کہ اپنوں اور غیروں نے خدا کا وجود زمین پر اُترتا دیکھا بلکہ نشاناتِ الٰہیہ کو موسلا دھار بارش کی طرح اُترتا اور روحانی زمین کو ہریالی میں بدلتے ہوئے دیکھا۔

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنی ذات میں قدرت کا نشان تھے۔ آپؓ پیدائشی طور پر کمزور تھے۔ آنکھوں میں کُکروں کی تکلیف تھی۔ مروّجہ دنیاوی تعلیم بھی عدم صحت کی وجہ سے حاصل نہ کر پائے۔ آنکھوں میں تکلیف کی بیماری اس حد تک بڑھ گئی کہ تین چار فُٹ کے فاصلے پر کھڑے انسان کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے جگر کی تکلیف ہو گئی، تلی بڑھ گئی، خنازیر کی شکایت بھی ہو گئی۔

(خلاصہ ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 104-109)

صحت کے ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ سے وہ عالی شان اور محیّر العقول کام لیے۔ آپؓ جلد جلد بڑھے اور دنیا کو فتح کرتے ہوئے دنیا کے کناروں تک شہرت پا گئے۔ یہ اگر قدرتِ الٰہی کا ظہور نہیں تو اور کیا ہے۔؟ آپؓ کے دَور میں 311 مساجد تعمیر ہوئیں۔ 46 ممالک میں احمدیہ مسلم مشنوں کا قیام عمل میں آیا۔ 164 مبلغین سلسلہ نے مختلف ممالک میں اشاعتِ اسلام کا فریضہ سر انجام دیا۔ 16 زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت ہوئی۔ 40 کے لگ بھگ اخبارات و رسائل کا اجراء ہوا۔ 100 کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات ہوئیں۔ حضورؓ کی 225 کتب و رسائل تصنیف ہوئیں اور 10 ہزار کے قریب صفحات پر مشتمل حضورؓ کی قرآنی تفاسیر شائع ہوئیں۔

(الفضل 15 فروری 1999ء صفحہ 7)

سامعین! اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشان کا ایک اور طرح سے جائزہ لیں تو وہ بھی بہت ایمان افروز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اپنے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خبر دی تو اُس وقت آپؑ کی عمر 52 سال تھی، آپؑ پر بعض امراض کے شدید حملے ہو چکے تھے جن کی وجہ سے آپؑ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ ان حالات میں ایک سے زیادہ بچوں کی پیدائش کی خبر دینا اور اُن میں سے ایک بچہ ایسا ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کا وارث ہو گا۔ وہ خدا تعالیٰ کی قدرت، رحمت اور قربت کا نشان ہو گا۔ وہ لمبی عمر پائے گا۔ یہ اللہ کی قدرت کا نشان نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی وہ ہونہار لڑکا تھا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی میت پر کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ ”میں تیرے اس مامور کے پاس کھڑے ہو کر یہ اقرار کرتا ہوں کہ جس کام کے لیے تُونے اسے مامور کیا تھا مَیں اُسے سر انجام دوں گا اور اگر یہ ساری کی ساری جماعت بھی خدانخواستہ مرتد ہو جائے تب بھی مَیں اسے نہیں چھوڑوں گا اور اس کام میں کسی کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔“

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

”اس وقت میری عمر 19 سال تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ایک انیس سال کے نوجوان کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے اور پھر اُس نے اپنے فضل سے ہی مجھے یہ بھی توفیق دی کہ اپنے وعدے کو پورے زور کے ساتھ پورا کروں اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا موجب بنوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی تھیں۔

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو گئے اور میں ایک کمزور اور بیمار انسان تھا۔ ایسے وقت میں دنیا سمجھ رہی تھی کہ سلسلہ کا کام اب بند ہو جائے گا اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کر رہا تھا کہ مَیں آپؑ کے کام کو ضرور کروں گا۔ آپؑ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے جماعت کو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے ہاتھ پر اکٹھا کر دیا۔ مولوی صاحب مرحوم بہت بڑے عالم تھے۔ جب وہ خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب ہی پہلے اس سلسلہ کو چلا رہے تھے، پہلے آپ پیچھے تھے اب آپ آگے آگئے ہیں۔ اُن کی زندگی تک تو یہ سلسلہ نہیں ٹوٹے گا، مگر اُن کے بعد ختم ہو جائے گا۔ لیکن ابھی چھ ماہ کا ہی عرصہ گزرا تھا کہ جماعت کے لوگ جو سب سے زیادہ رسوخ جماعت میں رکھتے تھے وہ خلافت کی مخالفت کے لیے کھڑے ہو گئے اور

انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجمن کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ مولوی صاحب کو بزرگ سمجھ کر ہم نے اُن کی بیعت کر لی مگر کام چلانے کی ذمہ داری انجمن کی ہے۔

جب اس مخالفت نے سر نکالا تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا خلیفہ ہوں کوئی پیر نہیں ہوں کسی کی طاقت نہیں کہ مجھے خلافت سے معزول کر سکے۔

اس پر یہ لوگ بظاہر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ ہم اب ان کی بیعت کر چکے ہیں اور اس طرح ان کے قبضہ میں ہیں۔ مگر اس کے ساتھ دوسرا ہتھیار یہ استعمال کرنے لگے کہ مجھ بے گناہ کو جسے کبھی یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ میں خلیفہ بنوں گا یہ کہہ کہہ کر بدنام کرنا شروع کر دیا کہ اس بچہ کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے اور میرے خلاف ایسا پروپیگنڈا شروع ہو گیا کہ میرے بعض عزیز دوست بھی مجھے اس خیال سے تحقیر کی نگاہوں سے دیکھنے لگے کہ گویا میں جماعت میں فتنہ ڈالنے والا ہوں۔ ہم نے ایک مجلس بنائی ہوئی تھی اس میں تقریروں کی مشق کی جاتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس کے صدر تھے مگر ان لوگوں نے اس کے اجلاس کا پروگرام ایسا بنایا کہ میری تقریر اس میں نہ ہو سکے۔ چنانچہ ایک دن جب میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس اس لیے گیا کہ پروگرام میں اس طرح کی تبدیلی کی جائے تو ایک دوست نے بڑے غصہ سے کہا کہ ہم یہاں تمہاری تقریریں سننے کے لیے نہیں آئے۔ یہی لوگ ہر قسم کے انتظامات پر قابض تھے۔ سیکرٹری بھی انہی میں سے تھا۔ رسالوں کی ایڈیٹری پہ بھی یہی قابض تھے اور یہ سب مجھے بدنام کر رہے تھے ایسی حالت میں 1914ء میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات سے قبل ہی مولوی محمد علی صاحب نے خود خفیہ طور پر ایک ٹریکٹ چھاپ کر رکھا ہوا تھا کہ مولوی صاحب کی وفات کے بعد کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات سے قبل جب مَیں نے انہیں کہا کہ ہمیں مل کر یہ اعلان کرنا چاہیے کہ ہم میں کوئی اختلاف و جھگڑا وغیرہ نہیں تو انہوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ ان باتوں کا قادیان سے باہر کسی کو علم بھی نہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ اس بارہ میں کوئی اعلان لکھا جائے۔ مگر خود خفیہ طور پر یہ ٹریکٹ چھپوا کر رکھ چھوڑا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کا نظام انجمن کے سپرد کیا ہے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت تو اس لیے کر لی گئی تھی کہ آپ قابل اور بزرگ آدمی تھے۔ مَیں نے یہ دیکھ کر مولوی محمد علی

صاحب سے کہا کہ جماعت میں اتفاق رہنا چاہیے اور اس کو قائم رکھنے کے لیے میں یہ پیشکش کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کی پارٹی جس کو بھی خلیفہ منتخب کرے میں اس کی بیعت کروں گا اور جن لوگوں کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ میری پارٹی میں ہیں ان کا جب کوئی ہیڈ نہ رہے گا تو وہ بھی خود بخود بیعت کر لیں گے۔ مگر مولوی صاحب نے کہا ہم خلافت کے قائل ہی نہیں اس لیے یہ صورت منظور نہیں کر سکتے۔ مولوی صاحب نے میری اس قربانی کو جو میں جماعت میں اتفاق قائم رکھنے کی غرض سے کرنے کو تیار تھا رد کر دیا۔ مِیں نے اصرار اور خوشامد سے ان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ نہ مانے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت جماعت میرے ہاتھ پر اکٹھی ہو گئی۔ مَیں وہ شخص ہوں جو ظاہری تعلیم کے لحاظ سے کورا ہوں۔ یوں تو میں نے انٹرنس کا امتحان بھی دیا مگر یہ یاد نہیں کہ کوئی امتحان پاس بھی کیا ہو۔ پھر دینی تعلیم بھی مَیں نے کسی مدرسہ میں نہیں پائی اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا انتخاب بطور خلیفہ عقل کے خلاف بات ہے۔ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب وغیرہ میں سے خلیفہ ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ میرے اپنے ایک برادر نسبتی اور بچپن کے دوست نے مجھے سنایا کہ میں یہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب یا مولوی محمد احسن صاحب کی بیعت کروں گا اور خود میں نے بھی یہ پیشکش کی تھی جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں مگر **خدا کی قدرت** کہ جب جماعت کے لوگ جمع ہوئے تو مولوی محمد علی صاحب نے یہ تقریر کرنی چاہی کہ کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہیے مگر جماعت کے لوگوں نے کہا کہ چونکہ جماعت خلافت پر ایمان رکھتی ہے اس لیے اس بارہ میں وہ آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔ اس پر وہ لوگ مسجد سے چلے گئے اور مَیں جس کی نہ صحت اس قابل تھی اور نہ تعلیم اس کے ہاتھ پر جماعت جمع ہو گئی اور یہ لوگ مخالف تھے اور اس زمانہ کے اخبارات کے فائل گواہ ہیں کہ یہ لوگ خود کہتے تھے کہ پانچ فیصد ہی لوگوں نے مرزا محمود احمد کی بیعت کی ہے اور باقی ہمارے ساتھ ہیں اور مالی حالت یہ تھی کہ خزانہ میں صرف 14 آنے تھے اور 18 ہزار کے بل قابل ادائیگی تھے۔ ایسے حالات میں وہ لوگ جو جماعت میں بارسوخ تھے قادیان کو چھوڑ کر لاہور چلے گئے اور اس وقت وہ آئندہ کے متعلق جو امید رکھتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک یعنی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے قادیان کے ہائی سکول کی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو یہاں سے جا رہے ہیں لیکن ابھی 10 سال نہیں

گزرنے پائیں گے کہ ان عمارتوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گا۔ تو ایسے مخالف حالات میں جماعت کی امامت ایک ایسے شخص کے سپرد ہوئی جو نہ دنیاوی علوم رکھتا تھا اور نہ دینی۔ مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی میں خبر دی گئی تھی اللہ تعالیٰ کا اس کے متعلق یہ وعدہ تھا کہ وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا اور خدا تعالیٰ اسے آسمان سے اپنے علوم سکھائے گا اور فرشتے وہ علوم اُسے پڑھائیں گے جو دین کے لیے ضروری ہیں۔ میری حالت یہ تھی کہ میں انگریزی کی دو سطریں بھی صحیح نہیں لکھ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود میری ایسی تربیت کی کہ ہر علم میں مجھے ملکہ عطا کیا اور ہر قسم کے علوم سکھانے میں کئی دفعہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ کسی علم کا کوئی کتنا بھی ماہر کیوں نہ ہو وہ اپنے علم کی رو سے قرآن کریم پر کوئی اعتراض کرے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اسے مسکت جواب دوں گا۔ پھر باوجود اس کے ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور مَیں سیاسی آدمی نہیں سیاست میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے ایسا ملکہ اور شعور عطا کیا کہ سر فضل حسین صاحب نے ایک دفعہ مجھے کہلا بھیجا کہ آپ سیاست میں کیوں دخل نہیں دیتے۔ مولوی فضل الحق صاحب سابق وزیر اعظم بنگال اور عبد اللہ سہر وردی صاحب نے کہا کہ ہم آپ کے سیاسی مرید ہیں اور ڈاکٹر محمود صاحب نے میرے ایک سیاسی رسالہ کا ذکر کر کے کہا کہ میں تو اِسے ہر وقت جیب میں رکھتا ہوں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیاسی امور میں بھی ہمیشہ میرا مشورہ ٹھیک ثابت ہوا ہے۔ جب دہلی میں خلافت کانفرنس ہوئی تو مجھے بھی اس میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ میں نے ایک رسالہ لکھ کر وہاں تقسیم کرانے کے لیے بھیج دیا اور اس میں بعض مشورے اس تحریک کی کامیابی کے لیے دیے۔ مگر اس وقت کارپردازوں نے ان پر توجہ نہ کی اور عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ مگر وفات سے کچھ عرصہ قبل مولانا شوکت علی صاحب مجھ سے ملے تو انہوں نے بتایا کہ فلاں فلاں وجہ سے ہماری یہ تحریک فیل ہو گئی ہے۔ مَیں نے کہا کہ فلاں فلاں مشورہ آپ لوگوں کو دیا تھا اگر آپ ان پر عمل کرتے تو آج ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑتا۔ انہوں نے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ مجھے آپ کا وہ رسالہ نہیں ملا۔ سو اللہ تعالیٰ نے سیاسیات میں بھی مجھے رہنمائی کی توفیق دی اس طرح اقتصادیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے رہنمائی کی توفیق دی جس کے نتیجہ میں جماعت کا قدم بلندی کی طرف اٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم مَیں نے فرشتوں سے پڑھا ہے اور مَیں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے دیے

ہوئے علم کے ماتحت دنیا کے پردہ پر قرآن کریم کے مسائل کو حل کرنے کے لیے مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ماتحت الہام اور وحی سے ایسے معنی قرآن کریم کے مجھے سمجھائے ہیں کہ اسلام اور قرآن کریم پر سے سب اعتراضات دور ہو جاتے ہیں اور سننے والا اس کی خوبی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ غرض یہ پیش گوئی اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات میں پوری کی کہ بظاہر اس کے پورا ہونے کی توقع نہ کی جاسکتی تھی۔ مجھ میں کوئی ذاتی خوبی نہ تھی۔ کوئی علم نہ تھا مگر الہام میں کہا گیا تھا کہ وہ لڑکا الہام الٰہی سے حصہ پائے گا اور اللہ تعالیٰ نے دین میں بھی مجھے غیب کی خبروں سے آگاہ کیا اور اس زمانے میں تو یہ نشان اس کثرت سے ظاہر ہوا ہے کہ شدید ترین مخالف کے لیے بھی انکار کی گنجائش نہیں۔

اب میں لدھیانہ کے لوگوں کو اور ان لوگوں کو بھی جو باہر سے آئے ہوئے ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ آسمان کی آواز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلند کی ہے اسے بند کرنا آسان نہیں۔ یہ جماعت شروع میں صرف 40 افراد پر مشتمل تھی مگر اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ تمام دنیا نے ہماری مخالفت کی مگر سب مخالف ناکام ہوئے اور آئندہ بھی ناکام ہوں گے اور دنیا کی کوئی طاقت احمدیت کی ترقی کو روک نہیں سکے گی۔ پھر ان رؤیا کے علاوہ جو مَیں نے بیان کیے ہیں اور بھی کئی باتیں مجھے اللہ تعالیٰ نے بتائیں اور وہ پوری ہوئیں۔ جو خدا آسمانوں اور زمینوں کا خدا ہے، جو پہلوں کا خدا ہے، حال کا خدا ہے اور آئندہ کا خدا ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے اور جس کے سامنے مر کر ہم سب نے پیش ہونا ہے میں اسی خدائے قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ باتیں اسی نے مجھے بتائیں اور اسی نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ میرے ماننے والوں کو منکرین پر قیامت تک غلبہ اور فوقیت دے گا۔ میں انسان ہوں مر سکتا ہوں مگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور پورا ہو گا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر اس کا یہ وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ اس سلسلہ کی تائید کے لیے خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اتریں گے اور روز بروز یہ سلسلہ پھیلتا چلا جائے گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پیغام ان ممالک تک جو آپ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے ضرور پہنچے گا اور جس طرح پہاڑوں سے دریا نکلتے ہیں اور پھر ان سے نہریں نکلتی ہیں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی نہریں میرے ذریعہ ساری دنیا میں جاری ہوں گی۔ اسلام دنیا میں جیتے گا اور ضرور جیت کر رہے گا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ان لوگوں کے دشمن ہیں جو ابھی تک

ایمان نہیں لائے۔ ہم ان کے حقیقی خیر خواہ ہیں اور ان کی خیر خواہی سے مجبور ہو کر ہی ان کو سمجھاتے ہیں۔ جس طرح ایک ماں جب دیکھتی ہے کہ اس کا بچہ کنویں میں گرنے لگا ہے تو وہ پوری کوشش کر کے اس کو بچاتی ہے اسی طرح ہم ان لوگوں کو ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ہم اسلام کو سچا سمجھتے ہیں تو پھر ہم یہ بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ سچائی کو دنیا میں پھیلائیں۔ ہمارے مخالف اگر ایمان نہ بھی لائیں تو ان کو چاہیے کہ ہماری خیر خواہی کے قابل ہوں اور اس بات کو مانیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں ان کی ہمدردی کے لیے کہتے ہیں اور کہتے چلے جائیں گے چاہے وہ ہم کو کتنے دکھ کیوں نہ دیں، کتنی تکالیف کیوں نہ پہنچائیں۔ خواہ ہمیں وہ آروں سے چیر دیں، خواہ شیروں کے آگے ڈالیں، پتھروں سے سنگسار کریں، پہاڑوں سے گرا کر ہلاک کریں، سمندر میں پھینک دیں ہم خدا کا نام لے کے کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے، جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم یہ آواز بلند کرتے چلے جائیں گے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ تعلیم ضرور پھیل کر رہے گی اور زبردست سے زبردست قومیں بھی ہمارے راستے میں اگر کھڑی ہوں گی تو وہ ناکام ہوں گی۔ بے شک ہمارے جسموں کو وہ مٹا سکتی ہیں مگر ہماری روحیں بلند ہوں گی اور یہ پیغام بند نہ ہو گا۔ پس بہتری اسی میں ہے کہ ہماری آواز کو سنو، اپنی عاقبت کی بہتری کے لیے سنو اور اس آواز کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند ہو رہی ہے اُسے سنو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔

اے خدا! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو ان لوگوں کے دلوں کو کھول دے اور ساری دنیا کے کانوں تک اس آواز کے پہنچنے کا سامان پیدا کر دے۔ جس طرح ہم تیرے بندے ہیں اسی طرح وہ بھی ہیں جنہوں نے ابھی تیرے پیارے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا۔ تُو ان کو ہدایت دے اور سب کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر دے اور دنیا سے فساد، بدامنی، بے دینی، ظلم، فسق وفجور، ایک دوسرے کے مال کو کھانے اور آپس میں لڑنے کی روح کو دنیا سے مٹا دے اور امن و آشتی کی روح پیدا کر دے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ مصلح موعود نمبر 1965ء صفحہ 6-7)

سامعین! یہ تمام جماعتی و خاندانی ترقیات ہم نے حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں سنیں ہیں اِس سے باآسانی ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ آپؓ کے سر پر رہا اور آپؓ قدرت کا نشان ثابت ہوئے۔

سامعین! مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم مؤرخ احمدیت نے اِس مضمون کو ایک اور پہلو سے یوں بیان فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے محبوب سیدنا محمود المصلح موعودؓ کو 2،3نومبر 1958ء کی درمیانی شب کو بذریعہ رؤیا درج ذیل الفاظ میں قبولیت دعا کا ایک جادو بھرا نسخہ القاء فرمایا۔

”ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں“

سیدنا مصلح موعودؓ نے 16نومبر 1956ء کو خاص اسی آسمانی تحفہ پر ربوہ میں ایک ایمان افروز خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اور اس القائی دعا کے روحانی نسخہ پر حکیمانہ شان سے روشنی ڈالنے کے بعد دنیا بھر کے احمدیوں کو ایک بار پھر پُر زور تحریک فرمائی کہ اس دعا کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں چنانچہ ارشاد فرمایا۔

”مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ فقرے اس لیے بتائے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ اگر اپنی دعاؤں میں یہ فقرے کہیں گے تو اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہوا کریں گی۔ گویا یہ دعا کی قبولیت کا ایک القائی نسخہ ہے یعنی ایسا نسخہ ہے جو بندہ نے ایجاد نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے ظاہر کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جو نسخہ خدا تعالیٰ خود بتائے وہ بندہ کے ایجاد کردہ نسخہ سے بہت زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ پس میں نے سمجھا کہ میں جماعت کو بتادوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ عملاً بھی اور دعاءً بھی ان دونوں فکروں کو یاد رکھا جائے کہ ”ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں“

یعنی ایک تو یہ کہ ہر قدم جو ہم دنیا میں اٹھائیں یعنی کوئی کام بھی کریں اس میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر لیں جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کر لیں...... دوسرا فقرہ ہے ”اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں“یعنی جب کوئی کام کرتے ہیں تو دیکھ لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے یا نہیں.......

”اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے ایک راستہ کھولا ہے۔ اگر جماعت کے دوست اپنی دعاؤں میں ان دونوں فقروں کا استعمال کریں گے تو اُن کی دعائیں پہلے سے زیادہ مقبول ہوں گی۔“

حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ میں اس الہامی نسخہ کی اثر انگیز تاثیرات کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ اگر یہ فقرے ہماری جماعت کے دوست پڑھیں گے تو اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔ مَیں نے بعد میں اِن پر غور کیا اور سمجھ لیا کہ اس واقعہ میں دعائیں قبول کرنے کا ایک گر بتایا گیا ہے۔

’’ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنی زندگی کے ہر فعل کے وقت خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارا یہ فعل مبارک ہو جائے۔ اب یہ سیدھی بات ہے کہ جو شخص اپنے ہر فعل کے وقت خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتا چلا جائے گا لازماً اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی کیونکہ قدم قدم سے مراد چلنا تو ہو نہیں سکتا اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ہماری زندگی میں جو بھی نیا کام آتا ہے اس میں ہم خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہم پر اپنی رحمت اور فضل نازل کر اور جو شخص اپنی زندگی کے ہر نئے کام میں خدا تعالیٰ سے دعا کرے گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ لو، کپڑا پہننے لگو تو بسم اللہ کہہ لو، کھانا کھالو تو الحمدللہ کہو، نیا کپڑا پہن لو تو الحمدللہ کہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ کپڑا مجھے پہنایا ہے گویا آپؐ نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے اور بسم اللہ .... خدا تعالیٰ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا موجب ہے اور ہر نئی نعمت کے ملنے پر الحمدللہ کہنا بھی خدا تعالیٰ کو متوجہ کرنے کے مترادف ہے۔ گویا ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور جب ہم اپنے ہر کام میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کریں گے تو لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کہے گا کہ میرا یہ بندہ تو کوئی کام میری مدد کے بغیر نہیں کرنا چاہتا اور وہ لازماً اس کی مدد کرے گا۔ پھر دوسرا فقرہ ہے ’’اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں‘‘ اس کو پہلے فقرہ کے ساتھ ملائیں تو اس کے یہ معنی ہو گئے کہ ہم ہر کام میں دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں اور اگر ہر کام کرتے وقت انسان خدا تعالیٰ سے دعا کرے اور ہر کام کے متعلق یہ سوچے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں تو سیدھی بات ہے کہ اس کی کامیابی اور اس کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی کام کرے گا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے وہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہو گیا بندے کا کام ہو تو خدا تعالیٰ کہہ بھی سکتا ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ قدم قدم پر دعائیں کرے۔ ہم تھوڑے ہیں اور ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک چڑیا باز کے سامنے ہوتی ہے۔ باز جب چاہے حملہ کر کے اس چڑیا کو مار ڈالے۔ ہمارے بچاؤ کا اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہماری توجہ ہو جائے۔ جیسے

قرآنِ کریم میں آتا ہے یعنی تم خدا تعالیٰ کو متوجہ کرتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے جس طرف بھی جاؤ گے ادھر ہی خدا تعالیٰ جائے گا اور وہ تمہاری مدد کے لیے آیا ہوا ہو گا۔

پس دعائیں کریں اور کرتے رہیں اور ہر کام میں خدا تعالیٰ کی رضا تلاش کریں۔ دوست لفظاً بھی یہ دعائیہ الفاظ کہا کریں کیونکہ اس طرح انسان کو یہ تحریک ہوتی ہے کہ جب میں خدا تعالیٰ سے کہہ رہا ہوں کہ میں تیری رضا کی جستجو کرتا ہوں تو عملاً بھی مجھے اس کی رضا کی جو جستجو کرنی چاہیے اور جب وہ عملاً خدا تعالیٰ کی رضا کی جستجو کرے گا تو لازماً اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔"

(الفضل 23 نومبر 1956ء صفحہ 3-5)

(الفضل 16 فروری 2007ء)

تیری توقیر بڑی ہے تری عظمت کی قسم
میں نے دیکھا ہے تجھے چشم بصیرت کی قسم
تو وہی جلوۂ موعود ہے دنیا کے لئے
مجھ کو احساس درخشاں کی بشارت کی قسم

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿27﴾ ﴿مشاہدات۔256﴾

وہ رحمت کا نشان ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

مسیحِ خدا کو ملی یہ بشارت
مقدر ہے تیرے لئے ایک نعمت
عطا ہو گا فرزندِ دلبند تجھ کو
وہ برہانِ قربت وہ برہانِ رحمت
ذہین و فہیم و حلیم و مقرب
وجیہہ و ذکی صاحبِ شان و شوکت

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان اُن مبارک الفاظ پر مشتمل ہے جن سے پیشگوئی مصلح موعود کا آغاز ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے **"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں"**۔ اِسے ہم نشانِ رحمت کی ایک عظیمُ الشان پیشگوئی کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

سامعین! مَیں اپنی تقریر کے آغاز پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک ارشاد اِس مضمون کی مناسبت سے پیش کرنا چاہوں گا۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں۔

"مصلح موعود والی پیشگوئی کو جو اہمیت حاصل ہے وہ احباب جماعت سے پوشیدہ نہیں۔ اس پیشگوئی کے متعلق اوّلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو 20 فروری 1886ء کے دن ہوشیار پور کے مقام پر (جو آجکل بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب میں واقع ہے) وحی نازل ہوئی تھی جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوا تھا کہ **"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں"** بلکہ حقیقتاً اس پیشگوئی کا آغاز تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ہی ہو گیا تھا۔ جبکہ آپؐ نے آنے والے مسیح کے متعلق یہ الفاظ فرمائے تھے کہ یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ اور پھر اس کے بعد درمیانی زمانہ میں بھی امتِ محمدیہ کے بعض اولیاء اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرماتے رہے ہیں مگر اس پیشگوئی کی پوری تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہی نازل ہوئی۔ جبکہ آپؑ ہوشیار پور کے ایک گوشہ تنہائی میں عبادت اور تضرّعات میں مصروف ہو کر چلّہ کشی فرما رہے تھے اور جو شخص بھی اس پیشگوئی کے الفاظ کا مطالعہ کرے گا اور ان کی گہرائیوں میں غوطہ لگائے گا۔ وہ اس پیشگوئی کی غیر معمولی شان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس پیشگوئی کی اہمیّت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ صرف ایک فردِ واحد کے متعلق انفرادی نوعیت کی پیشگوئی نہیں ہے جس میں اس کی ذاتی شان کا اظہار کیا گیا ہو۔ بلکہ حقیقتاً یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد مشن اور اس کی عالمگیر وسعت اور اس کے تسلسل اور اس کی غیر معمولی کامیابی اور بامرادی سے تعلق رکھتی ہے۔

مگر اس جگہ مجھے اس پیشگوئی کی تفاصیل پر بحث کرنا منظور نہیں بلکہ میں اس پیشگوئی کے صرف اس مخصوص پہلو کے متعلق چند مختصر الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ جو جماعت احمدیہ کی ذمہ داری سے تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی جماعت کے امام کی صفات کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کوئی امر ظاہر فرماتا ہے تو اس سے لازماً ضمنی طور پر یہ مراد بھی ہوا کرتی ہے کہ جماعت کے افراد کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے آپ کو ان صفات سے متصف کریں۔ کیونکہ جیسا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ جماعت کے امام کی حیثیت ایک انجن کی ہے اور اس کے متبعین گویا ان گاڑیوں کا رنگ رکھتے ہیں۔ جو اس انجن کے ساتھ لگائی جاتی ہے۔ پس اگر کسی گاڑی کے ڈبے انجن کے ساتھ کھنچے جانے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں یا ان کے پہیوں میں ایسی صفائی اور روانی کا رنگ نہ پایا جاتا ہو کہ وہ اسی تیز رفتاری کے ساتھ انجن کے ساتھ چل سکیں جس پر کہ خود انجن چلتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی گاڑی کبھی بھی وقت مقررہ پر اپنے منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ اسے قدم قدم پر حادثات کا اندیشہ

رہتا ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر مصلح موعود کی ذات کے متعلق بعض مخصوص اوصاف بیان کئے ہیں۔ وہاں لازماً ان کے ذریعہ یہ اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ جماعت کو بھی اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تا کہ گاڑیوں اور انجن کے درمیان کامل اتّحاد اور موافقت کی صورت قائم رہے اور گاڑی کم سے کم وقت میں اپنے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 19 فروری 1957ء)

سامعین! آج کی تقریر کے عنوان **"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں"** کے مبارک الفاظ وہ ہیں جن سے اِس پیشگوئی کا آغاز ہوتا ہے۔ آغاز کے الفاظ جن کا تعلق رحمت کے نشان سے ہے یہ ہیں۔

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔......

وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔

پیشگوئی کے اِن الفاظ میں رحمت کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اوّل: اللہ تعالیٰ نے رحمت کے لفظ کو دو دفعہ اپنی طرف منسوب کرکے کہا ہے کہ تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور ساتھ ہی فرمایا۔ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔

دوم: اِس نشان کو نشانِ رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا 'مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا اور پھر فرمایا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔

یوں ہم آج کی تقریر کے عنوان کو پوری پیشگوئی کا عنوان بھی دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے لفظ کو اِس میں کثرت سے استعمال فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے متعلق قرآنِ کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے۔ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ کہ میری رحمت دنیا کی ہر چیز پر حاوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اُصول پیشگوئی مصلح موعود پر بھی لاگو ہو رہا ہے اور پیشگوئی مصلح موعود کے الفاظ اور پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کے کردار اور شمائل پر رحمتِ الٰہی

کی چادر حاوی ہے اور آپؓ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جماعتِ احمدیہ پر دنیا کے کونے کونے پر برس رہی ہے اور اِن شاء اللہ دنیا میں بسنے والا ہر احمدی اللہ کی رحمت سے وافر حصہ پاتا رہے گا۔

حضرات! جیسا کہ مَیں اوپر بتا آیا ہوں کہ یہ پیشگوئی 20 فروری 1886ء میں بمقام ہوشیار پور میں ہوئی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک بشارت کا اور دوسرا انذار کا۔ بشارت کا حصہ اسلام کی ترقی، اپنی اور اپنی جماعت کے لئے برکات کے بارے میں ہے اور انذار کا حصہ اپنے حاسد، مخالف رشتہ داروں اور دیگر مخالفوں کی ناکامی کے متعلق ہے۔ یہ پیشگوئی چلّہ کشی کے ایّام میں آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں اور وحی و الہام کی بناء پر ایک سبز اشتہار کے ذریعہ سے شائع کی گئی تھی اور اسے تمام لوگوں کے لئے کُھلا کُھلا نشان ٹھہرایا گیا تھا۔ اس پیشگوئی میں غیب کی خبروں کی کثرت ہے۔ اس کے الفاظ پُر شوکت و پُر جلال ہیں اور یہ اُس زمانہ میں کی گئی جب کہ ابھی آپؑ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ براہین احمدیہ کو مکمل اور شائع ہوئے اس وقت دو سال ہوئے تھے اور سلسلہ بیعت بھی ابھی شروع نہیں ہوا تھا اور آپؑ کے نکاح پر جو دہلی کے سادات خاندان میں ہوا دو سال گزرے تھے۔

سامعین! اس خطرناک زمانہ میں خدا تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور اس نے چاہا کہ دنیا پر اپنی ہستی ظاہر کرے اور اپنے تک پہنچنے کا صحیح راستہ لوگوں کو دکھائے چنانچہ اس نے اس غرض کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود بنا کر قادیان کی بستی میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے صدہا نشانات دکھا کر اس بات کو ثابت کر دیا کہ زندہ خدا موجود ہے اور اس تک پہنچنے کا صحیح راستہ صرف مذہب اسلام ہی ہے۔ آپؑ نے دنیا کے سامنے جو نشانات پیش کئے۔ ان میں سے ایک بہت بڑا اور زندہ نشان جو اب بھی سب دنیا ملاحظہ کر سکتی ہے۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فروری 1886ء میں آپؑ کو الہاماً بتایا کہ آپ کے ہاں ایک لمبی عمر پانے والا لڑکا پیدا ہو گا۔ جو بہت بڑی استعدادیں لے کر اس دنیا میں آئے گا بڑا ہو کر آپ کی طرح زندہ نشانات دکھائے گا اور آپ کے لائے ہوئے مشن کو کامیاب کرے گا۔ خدا اس سے ہمکلام ہو گا اور اس کا وجود خدا کی ہستی کا ایک زندہ ثبوت ہو گا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور 1889ء میں یہ پسرِ موعود پیدا ہوا اور 1914ء میں پچیس سال کی عمر میں جماعت احمدیہ کی قیادت آپ کے ہاتھ میں آئی اور آپ کے طفیل جماعت احمدیہ دن

دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی رہی اور آج بھی اُنہی لائنوں پر استوار رہ کر جماعت بلندیوں کے سفر طے کرتی چلی جارہی ہے۔

سامعین! جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ اِس پیشگوئی کے دو حصے ہیں تبشیری اور انذاری۔ مجھے آج صرف تبشیری حصہ کو بیان کرنا ہے۔ہاں انذار میں رحمت والے حصہ کو اختصار سے بیان کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہو گا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے **تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔**“

سامعین! جہاں تک اِس پیشگوئی کے تبشیری حصے کا تعلق ہے اُس میں پیشگوئی کے الفاظ سامعین کو سنانے بہت ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

”مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُونے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ ُقبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے، فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلامُ اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا، وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عمانوایل

اور بشیر بھی ہے، اُس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے، اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا، وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول و الآخر، مظہر الحق و العلاء کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا۔"

سامعین! پیشگوئی مذکورہ بالا میں نشاناتِ رحمت کے بشارت والے حصے بڑی وضاحت سے حضرت مصلح موعودؓ کے حق میں پورے ہوئے۔ وہ پسرِ موعود جس کے بارے میں بوقت پیشگوئی چاروں طرف سے ہنسی اڑائی گئی اور طرح طرح کی نازیبا باتوں سے اس کا ذکر کیا گیا۔ ہماری طرف سے مسلسل تنبیہ کی جاتی رہی کہ یہ ایک نشانِ رحمت ہے۔ جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اس کو آزمالو۔ اس میں برکات کی بشارتیں بھی ہیں اور کھلا کھلا انذار بھی ہے۔ اگر قبول کرو گے تو نشانِ رحمت والی بشارتوں سے حصہ پاؤ گے۔ ورنہ اگر توبہ نہ کی گئی۔ تو سزا تمہارے لئے مقدر ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے فرما چکے ہیں کہ جب اسلام کا فقط نام باقی رہ جائے گا اور قرآن مجید کے خالی حروف ہوں گے۔ پڑھنے والا اس کے معنی نہ سمجھے گا اور جب مسجدیں ہدایت سے خالی ہو جائیں تو اس وقت کے علماء "شَرٌّ مَنۡ تَحۡتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ" آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔

بس سامعین! پہلی اور آخری بات جو اس اشتہار کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان نشان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے نتیجہ میں ظاہر فرمایا۔ اور

پیشگوئی کے تمام الفاظ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر درد دُعاؤں کا ثمر ہے۔ وہاں ہماری توجہ اس امر کی طرف بھی مبذول کرتے ہیں کہ ہم اگر مصلح موعود کی پیشگوئی سے فائدہ اٹھانا چاہیں اور اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشان دیکھنا چاہیں۔ تو ہمیں بھی دعاؤں اور تضرعات سے ہمیشہ کام لینا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے اور جن کا ایک دن چھوٹا ہونا ازل سے مقدر تھا کس طرح چھوٹے کئے گئے اور جس کو وہ اپنی نادانی سے "کل کا بچہ" سمجھتے تھے۔ اس کو خدا نے کس طرح بڑا کیا ۔ترقی دی اور دیتا چلا گیا اور یوسفِ ثانی بنایا۔ اس سے بڑا اور کون سا "نشانِ رحمت" ہو سکتا ہے۔ جس کے متعلق خدائی چیلنج ہے کہ

"اے منکر و اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس "نشانِ رحمت" کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو ہر گز نہ پیش کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لیے تیار ہے۔"

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اِس حوالے سے فرماتے ہیں:

"یہ سارے دشمن خائب و خاسر رہے اور ان کے جیتے جی ان کی حاسد نظروں کے سامنے مسیح موعود علیہ السلام کو رحمت کا نشان عطا ہوا، "اسی کے موافق" جو آپؑ نے اپنے رب سے مانگا تھا۔ پس بڑی حسرت ناک نگاہوں سے دشمن نے اسے جلد از جلد بڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ وہ جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوا۔ جو اس سے ٹکرایا پاش پاش ہو گیا اور وہ جس سے ٹکرایا اسے پاش پاش کر دیا۔ گنگ ہو گئیں وہ زبانیں جو کہتی تھیں کہ ہم قادیان کی بستی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ ہاں مگر جب اس نے کہا کہ میں دشمن کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دیکھتا ہوں تو دشمن کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ شدید مخالفتوں کے طوفان اس کی اولوالعزمی سے ٹکرا کر پراگندہ ہو گئے اور آہِ رسا کے اثر سے عناد کے آلاؤ ٹھنڈے پڑ گئے۔ اس کے دشمنوں نے خود اس کے وطن میں اسے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی مگر اس کے رب

نے اس کی زمین کو وسیع تر کر دیا اور وہ اسلام کا عَلم ہاتھوں میں تھامے اور قرآن کے تراجم سینے سے لگائے مشرق اور مغرب، کالوں اور گوروں کو برکت دیتا دیس بدیس قریہ بقریہ پھرا اور اسلام کے شرف اور کلام اللہ کے مرتبہ کو کُل عالم پر ظاہر کر دیا۔ یہاں تک کہ زمین کے کناروں تک شہرت پا گیا۔‘‘

(خطابات طاہر، تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت صفحہ 71)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 19 سال کی عمر میں آپؓ نے جو پہلی تقریر کی اس کے متعلق ایک صاحب علم و فضل بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’ایک اَور واقعہ جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضور رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر ہے۔ یعنی (مولوی صاحبؓ کے زمانے میں تو زندہ تھے،) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی تقریر ہے جو حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رخ جانب شمال تھا۔ اس تقریر کے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ مولوی شیر علی صاحب لکھتے ہیں۔ اوّل عجیب بات یہ تھی کہ اُس وقت آپؓ کی آواز اور آپؓ کی ادا اور آپؓ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی، جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جدا ہوئے تھے، یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسر موعودؓ کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے آنسو جاری ہو گئے اور اُن آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔ اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح آپ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔‘‘ (خطبہ جمعہ 22 فروری 2019ء)

تیری توقیر بڑی ہے تری عظمت کی قسم
میں نے دیکھا ہے تجھے چشم بصیرت کی قسم
تجھ سے باقی ہے بہاروں کا ظہور پُر نور
مسکراتے ہوئے پھولوں کی لطافت کی قسم
تو وہی جلوۂ موعود ہے دنیا کے لئے
مجھ کو احساس درخشاں کی بشارت کی قسم
ہم نے تسلیم کیا تجھ کو بشیر الدولہ
تیرے پھیلے ہوئے گنجینۂ رحمت کی قسم

(کمپوزڈ بائی: فضل عمر شاہد۔لٹویا)



﴿28﴾ ﴿مشاہدات۔210﴾

وہ قربت کا نشان ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

(الفتح:29)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کر دے۔

اے فضل عمر! تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرکۃ الآراء تصنیف براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد مذہبی حلقوں میں تلاطم خیز طوفان آیا۔ اسلام مخالف مذاہب بالخصوص عیسائی اور آریہ لیڈرانِ اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل آکھڑے ہوئے۔ حقانیتِ اسلام و صداقتِ قرآن میں لکھی گئی کتاب نے انہیں مضطرب و بے چین کر دیا۔ قادیان کے آریہ بھی مخالفتِ اسلام میں پیش پیش تھے۔ ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور تائید حاصل کرنے کے لئے خصوصی دعاؤں اور چلہ کشی کی تحریک پیدا ہوئی۔ چنانچہ دعاؤں اور استخارہ کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ آپ ہوشیار پور میں چلہ کریں۔

آپ 21 جنوری 1886ء کو قادیان سے روانہ ہوئے تو آپؑ کے ساتھ صرف تین اصحاب تھے 1: حضرت مولوی عبد اللہ سنوریؓ 2: حافظ شیخ حامد علیؓ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادم 3: حضرت فتح خانؓ جو رسول پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کے زمیندار دوست تھے۔ روانہ ہونے سے قبل آپؑ نے رئیس ہوشیار پور شیخ مہر علی صاحب جو آپ کے دوستوں میں سے تھے ان کو مناسب رہائش برائے چلہ کشی کا تحریر کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک مکان جو طویلہ کہلاتا تھا وہاں آپ کا انتظام کر دیا۔ آپؑ 21 جنوری 1886ء کو روانہ ہوئے۔ رات رسول پور قیام فرمایا اور 22 جنوری 1886ء بروز جمعۃ المبارک ہوشیار پور پہنچے اور طویلہ کے بالاخانے میں قیام فرمایا۔ آپؑ نے اپنے تینوں ساتھیوں کی ڈیوٹیاں لگا دیں اور خَلوت نشینی میں اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات شروع کیں۔ تنہائی کی عبادات اور دعاؤں کے نتیجہ میں آپؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان انکشافات ہوئے اور انہیں کی بنا پر آپؑ نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار لکھ کر پیشگوئی مصلح موعود کا نشان بیان فرمایا۔ یہ پیشگوئی بہت سے نشانات اور علامات کا مجموعہ تھی جو بڑی شان کے ساتھ پسرِ موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات بابرکات میں پوری ہوئی۔

5 اور 6 جنوری 1944ء کی رات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر 13 ٹمپل روڈ لاہور شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے گھر منکشف ہوا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ چنانچہ آپ نے قادیان، ہوشیار پور، لاہور اور لدھیانہ میں جلسہ کر کے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ 20 فروری 1944ء کو آپؓ نے ہوشیار پور میں جلسے کے دوران مصلح موعود ہونے کا اعلان کرتے ہوئے پیشگوئی مصلح موعود کی علامات بھی بیان فرمائیں اور اس کی تیسری علامت یوں بیان فرمائی۔

”وہ قربت کا نشان ہو گا“

سامعین! آج مَیں اس تقریر میں اس علامت کے حوالے سے بتاؤں گا کہ کس طرح یہ علامت بڑی شان کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کے وجود میں پوری ہو کر پیشگوئی کی صداقت جو دراصل زندہ خدا، زندہ رسولؐ، زندہ کتاب اور سچے مسیح موعود پر گواہ بنی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تیسری علامت یعنی ”وہ قربت کا نشان ہو گا“ بیان کرتے ہوئے اس کی تشریح میں فرمایا:

”تیسرے وہ قربت کا نشان ہو گا۔ یعنی کچھ لوگ اس جماعت میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گرانے اور جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے حملوں کا وہ دفاع کرے گا اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحیح مقام اور درجہ لوگوں پر ظاہر کر دے گا۔“

(انوارالعلوم جلد 17 صفحہ 165)

سامعین! قربت کا نشان اپنے الفاظ کے لحاظ سے عظیم الشان حکمتیں رکھتا ہے اور اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قربتیں مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی قربت کا اعزاز بھی ملا کہ آپؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے اور روحانی قربت بھی حاصل ہوئی کہ آپؓ، حضرت مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر علی وجہ البصیرت ایمان لانے والے اور سلسلہ کے سچے مطیع و فرمانبردار تھے اور پھر خلیفۃ المسیح الثانی کے منصب پر فائز ہوئے۔ یوں آپ کا وجود روحانی و جسمانی دونوں لحاظ سے قربت کا نشان ثابت ہوا۔ روحانی اور جسمانی قربتوں کے مقام پر فائز ہونے کے ساتھ آپؓ نے درحقیقت اس مقام کا حق ادا کیا کہ جس کی قربت آپ کو حاصل تھی اس کے مقام پر کوئی آنچ نہیں آنے دی بلکہ جب بھی کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو گرانے کی کوشش کی۔ آپؓ فوراً اس حملہ آور کے سامنے مقامِ مسیح موعودؑ کے دفاع کے لئے ننگی تلوار کے طور پر آ کھڑے ہوئے۔

جماعت میں افتراق ڈالنے کی کوشش اور اس کا سدباب

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے قربت کے نشان کی تشریح میں فرمایا تھا کہ کچھ لوگ جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گرانے اور جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کریں گے اور مصلح موعود ان حملوں کا دفاع کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافتِ اولیٰ میں بعض لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی مقام کو گرانے اور جماعت میں افتراق ڈالنے کی خفیہ سازشیں کیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد وہ لوگ کھل کر سامنے آ گئے اور جماعتی عقائد اور اتحاد میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کرتے رہے اور خلافت احمدیہ سے الگ

ہو گئے۔ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ اپنی تقریر فرمودہ 12 مارچ 1944ء بمقام لاہور میں بیان فرماتے ہیں:

”لوگوں نے یہ سمجھا کہ حضرت مولوی (نور الدینؓ) صاحب تک ہی اِس سلسلہ کی زندگی ہے اِس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا مگر وہ خدائے واحد و قہار جس نے بانی سلسلہ احمدیہ کو خبر دی تھی کہ تیرا ایک بیٹا ہو گا جو تیرا نام دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور دین اسلام کی شوکت قائم کرنے کا موجب ہو گا اُس نے مخالفوں کی اِس امید کو بھی خاک میں ملا دیا۔ آخر وہ وقت آ گیا جب حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی۔ اُس وقت جماعت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جماعت کے ایک بر سر اقتدار حصہ نے جس کے قبضہ میں صدر انجمن احمدیہ تھی، جس کے قبضہ میں خزانہ تھا اور جس کے زیر اثر جماعت کے تمام بڑے بڑے لوگ تھے کہنا شروع کر دیا کہ خلافت کی ضرورت نہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب جیسے سحر البیان لیکچرار، مولوی محمد علی صاحب جیسے مشہور مصنف، شیخ رحمت اللہ صاحب جیسے مشہور تاجر، مولوی غلام حسین صاحب جیسے مشہور عالم جن کے سرحدی علاقہ میں اکثر شاگرد ہیں، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جیسے بارسوخ اور صاحب جائداد ڈاکٹر یہ سب ایک طرف ہو گئے اور اِن لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ایک بچہ کو بعض لوگ خلیفہ بنا کر جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

وہ بچہ جس کی طرف ان کا اشارہ تھا مَیں تھا۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کی تھی اور اللہ بہتر جانتا ہے مجھے قطعاً علم نہیں تھا کہ میرے متعلق یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ مَیں جماعت کا خلیفہ بنوں۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے نہ مَیں اِن باتوں میں شامل تھا اور نہ مجھے کسی بات کا علم تھا۔ سب سے پہلے میرے کانوں میں یہ آواز شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش وئیر ہاؤس کی طرف سے آئی۔ مَیں نے سنا کہ وہ مسجد میں بڑے جوش سے کہہ رہے تھے کہ ایک بچہ کی خاطر سلسلہ کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ مجھے اُس وقت اُن کی یہ بات اتنی عجیب معلوم ہوئی کہ باہر نکل کر مَیں نے دوستوں سے پوچھا کہ وہ بچہ ہے کون جس کا آج شیخ رحمت اللہ صاحب ذکر کر رہے تھے؟۔ وہ میری اس بات کو سُن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے وہ بچہ تم ہی تو ہو۔ غرض مَیں اِن باتوں سے اتنا بے بہرہ تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مَیں زیر بحث ہوں اور میرے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت تباہ ہو رہی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی مشیّت یہی تھی کہ وہ مجھے دنیا کی مخالفانہ کوششوں

کے باوجود آگے کرے اور میرے سپرد جماعت کی نگرانی کا کام کرے۔ مَیں نے امن قائم رکھنے اور جماعت کو تفرقہ سے بچانے کی بڑی کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ آخر وہی ہوا جو اُس کا منشاء تھا۔ جوں جوں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات نزدیک آتی گئی اِن لوگوں نے جماعت میں کثرت کے ساتھ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ آئندہ خلافت کا سلسلہ جاری نہیں ہونا چاہئے۔ جس دن حضرت خلیفہ اوّل فوت ہوئے دنیا نے کہا اَب یہ سلسلہ ختم ہو گیا کیونکہ جس شخص پر اِس سلسلہ کا تمام انحصار تھا وہ اٹھ گیا ہے۔ اُس دن جب مخالفوں کی زبان پر یہ تھا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ مَیں نے جماعت کو تفرقہ سے بچانے کے لئے مولوی محمد علی صاحب سے گفتگو کی اور مَیں نے اُن سے کہا کہ آپ کسی شخص کو خلیفہ مقرر کریں مَیں اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ جب مَیں بیعت کرلوں گا تو وہ لوگ جو میرے ساتھی ہیں وہ بھی میرے ساتھ ہی خود بخود بیعت کرلیں گے اور اس طرح تفرقہ پیدا نہیں ہو گا۔ مگر باوجود میری تمام کوششوں کے آخری جواب مولوی محمد علی صاحب نے یہ دیا کہ آپ جانتے ہیں جماعت والے کس کو خلیفہ مقرر کریں گے اور یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے۔ حالانکہ میری نیک نیتی اس سے ظاہر ہے کہ جس دن عصر کی نماز کے وقت لوگوں نے میری بیعت کی اُسی دن صبح کے وقت مَیں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ ہمیں ضد نہیں کرنی چاہئے اگر وہ خلافت کو تسلیم کرلیں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جائے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو پھر اِن لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلی جائے اور میرے اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اہلِ بیت نے اس امر کو تسلیم کرلیا۔ پھر میری یہ حالت تھی کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات سے چند دن پہلے مَیں اُس مقام پر گیا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کیا کرتے تھے اور مَیں نے وضو کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ میری عمر اُس وقت اتنی چھوٹی نہ تھی مگر بڑی بھی نہ تھی۔ 25 سال میری عمر تھی، میری والدہ موجود تھیں، میری بیوی موجود تھیں اور میرے بچے بھی تھے مَیں نے اُس وقت نیت کرلی کہ چونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری وجہ سے جماعت میں تفرقہ پیدا ہو رہا ہے اس لئے مَیں خاموشی سے کہیں باہر نکل جاؤں گا تاکہ میں تفرقہ کا باعث نہ بنوں۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ خدایا! مَیں اس جماعت میں فتنہ پیدا کرنے والا نہ بنوں تُو میرے دل کو تقویت عطا فرما تاکہ مَیں پنجاب یا ہندوستان کے کسی

علاقہ میں اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر نکل جاؤں اور میری وجہ سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ اس کے بعد مَیں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ کہیں نکل کر چلا جاؤں گا مگر خدا کی قدرت ہے دوسرے تیسرے دن ہی اچانک حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوگئی اور مَیں اس جھگڑے میں پھنس گیا۔ تب جماعت کے غریب طبقہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ جو بڑے بڑے لوگ کہلاتے تھے جماعت سے الگ ہوگئے۔ اِن میں سے ایک ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ انہوں نے وہاں سے روانہ ہوتے وقت ہماری عمارتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو جاتے ہیں کیونکہ جماعت نے ہم سے اچھا سلوک نہیں کیا **لیکن تم دیکھ لوگے کہ دس سال کے عرصہ میں ان جگہوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا اور احمدیوں کے ہاتھ سے یہ تمام جائدادیں نکل جائیں گی**۔ اس وقت میرے ہاتھ پر دو ہزار کے قریب آدمیوں نے بیعت کی، باہر کی اکثر جماعتیں ابھی بیعت میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ”پیغامِ صلح“ میں لکھا گیا کہ پچانوے فیصدی جماعت ہمارے ساتھ ہے اور صرف پانچ فیصدی جماعت مرزا محمود احمد کے ساتھ ہے۔ مگر ابھی دو مہینے نہیں گزرے تھے بلکہ ابھی صرف ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ ساری کی ساری جماعت میری بیعت میں شامل ہوگئی اور پیغام صلح نے یہ لکھنا شروع کر دیا کہ 95 فیصدی جماعت مرزا محمود احمد کے ساتھ ہے اور صرف پانچ فیصدی ہمارے ساتھ۔ پھر میری مخالفت بھی تھوڑی نہیں ہوئی میرے قتل کی کئی بار کوششیں کی گئیں۔“

(انوارالعلوم جلد 17 صفحہ 214-216)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کا دفاع

سامعین! آغاز سے ہی جماعت کے اندر اور باہر دونوں اطراف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو گرانے کی ناکام کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خلافت سے پہلے بھی اور منصب خلافت سنبھالنے کے بعد ان حملوں کا دلائل کے ساتھ دفاع کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مقام کو آشکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا تھا۔ اس کی چند مثالیں پیش ہیں۔

مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے!

اس عنوان کے تحت آپ کا معرکۃ الآراء مضمون خلافت اولیٰ میں اپریل 1911ء کے رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا۔ مضمون کے مسودہ کی اشاعت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو دکھانے کے بعد آپ کی اجازت سے ہوئی۔ یہ مضمون مخالفینِ احمدیت کے منفی پراپیگنڈے کا جواب تھا۔ اس کا پسِ منظر بیان کرتے ہوئے آپؓ نے لکھا:۔

''چند دنوں سے وطن اور المنیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح پر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ نے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک ذرا سے فرق پر اختلاف ڈلوایا اور لکھ دیا کہ ہم میں اصولی فرق ہے۔ اسی طرح پیسہ اخبار میں کسی شوخ چشم نے ایک مضمون دیا ہے کہ امید ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اس فیصلہ کو واپس لے کر حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو باطل کر دیں گے۔''

(انوار العلوم جلد 1 صفحہ 305)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس منفی پراپیگنڈا کا مدلل جواب لکھا اور قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی سے ثابت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سب ماموروں پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس میں کسی تفریق یا کمی بیشی کی اجازت نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرنے والے حقیقی مومن نہیں ہو سکتے۔ مضمون کے آخر پر آپ نے تحریر فرمایا کہ ہم ''بڑے شرح صدر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے خدا کے مامور کو قبول کیا ہے اور اس کے ہر ایک حکم کو مدار نجات یقین کرتے ہیں۔''

(انوار العلوم جلد 1 صفحہ 330)

2: کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے

سامعین! انتخابِ خلافتِ ثانیہ کے وقت بعض لوگوں نے خلافتِ حقہ احمدیہ سے نہ صرف انحراف کیا بلکہ اس کی ضرورت سے بھی انکاری ہو گئے اور لوگوں کو اس کے خلاف ورغلانا شروع کیا۔ ان حالات کے تناظر میں حضرت مصلح موعودؓ نے منصب خلافت سنبھالنے کے ایک ہفتہ بعد 21 مارچ 1914ء کو ایک پُر

شوکت ٹریکٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا ''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے'' آپؓ نے اس کی وجہ تحریر بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

''مجھے اس مضمون کے لکھنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی ہے کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں تفرقہ کے آثار ہیں اور بعض لوگ خلافت کے خلاف لوگوں کو جوش دلا رہے ہیں یا کم سے کم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلیفہ ایک پریذیڈنٹ کی حیثیت میں ہو اور یہ کہ ابھی تک جماعت کا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ مگر میں اس اعلان کے ذریعہ سے تمام جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ خلیفہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ مَیں ثابت کر چکا ہوں اور اس کی بیعت کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح حضرت خلیفہ اول کی تھی اور یہ بات بھی غلط مشہور کی جاتی ہے کہ جماعت کا اس وقت تک کوئی خلیفہ مقرر نہیں ہوا بلکہ **خدا نے جسے خلیفہ بنانا تھا بنا دیا اور اب جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔''**

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 14)

آپؓ نے آیات قرآنی اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے ثابت فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت کا قیام ضروری تھا اور خود حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دَورِ خلافت کے 6 سال اس بات پر شاہد ہیں اور خلیفہ اولؓ اپنے زمانہ خلافت میں اس مسئلہ پر زور دیتے رہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے نہ کہ انسان۔ بالکل اسی طرح خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

''اب کون ہے جو مجھے خلافت سے معزول کر سکے۔ خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے انتخاب میں غلطی نہیں کرتا۔ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہو سکتی اور اگر سب کے سب خدا نخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آسکتا۔ جیسے نبی اکیلا بھی نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلہ کو قبول کرے۔''

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 18)

اسی ٹریکٹ میں آپؓ نے اس سلسلہ میں ہونے والے بعض اعتراضات کا رد کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئیوں سے ثابت کیا کہ آپ ہی موعود خلیفہ ہیں آپ نے فرمایا:

"کیا تمہیں مسیح موعودؑ کی پیش گوئیوں پر اعتبار نہیں۔ اگر نہیں تو تم احمدی کس بات کے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیش گوئی کی تھی کہ اس کا ایک نام محمود ہو گا۔ دوسرا نام "فضل عمر" ہو گا اور تریاق القلوب میں آپؑ نے اس پیش گوئی کو مجھ پر چسپاں بھی کیا ہے۔ پس مجھے بتاؤ کہ عمر کون تھا۔ اگر تمہیں علم نہیں تو سنو! وہ دوسرا خلیفہ تھا۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 16)

3: منصب خلافت

سامعین! عہدِ خلافتِ ثانیہ کی پہلی مجلس شوریٰ مسجد مبارک قادیان میں 12 اپریل 1914ء کو منعقد ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نمائندگان شوریٰ کے سامنے ابراہیمی دعا رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ کی روشنی میں منصبِ خلافت پر ایک معرکۃ الآراء خطاب فرمایا جس میں مقامِ خلافت، فرائضِ خلافت اور تزکیہ نفوس کے طریق پر روشنی ڈالی اور پھر خلافت اور انجمن سے متعلق مسائل پر بحث فرمائی اور احبابِ جماعت پر مقامِ خلافت واضح فرمایا۔ خلیفہ کے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تبلیغ کرنا، کافروں کو مؤمن کرنا، مؤمنوں کو شریعت پر قائم کرنا، پھر باریک در باریک راہوں کا بتانا، پھر تزکیہ نفس کرنا، یہی کام خلیفہ کے ہوتے ہیں۔ اب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے یہی کام اس وقت میرے رکھے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 30)

غیر مبائعین کے اس خیال پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل جانشین انجمن ہے اور خلیفہ عمومی نگرانی کے لئے انجمن کا پریذیڈنٹ ہوتا ہے۔ اس پر آپ نے شدید تنقید کرتے ہوئے صحیح مسئلہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"خلیفہ کا کام کوئی معمولی اور رذیل کام نہیں یہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل اور امتیاز ہے جو اس شخص کو دیا جاتا ہے جو پسند کیا جاتا ہے۔ تم خود غور کر کے دیکھو کہ یہ کام جو میں نے بتائے ہیں مَیں نے نہیں خدا نے

بتائے ہیں کیا کسی انجمن کا سیکرٹری اس کو کر سکتا ہے؟ ان معاملات میں کوئی سیکرٹری کی بات کو مان سکتا ہے؟ یا آج تک کہیں اس پر عمل ہوا ہے؟ اور جگہ کو جانے دو یہاں ہی بتادو کہ کبھی انجمن کے ذریعہ یہ کام ہوا ہے؟ ہاں چندوں کی یاد دہانیاں ہیں وہ ہوتی رہتی ہیں۔

یہ پکی بات ہے کہ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کے لئے ضرور خلیفہ ہی ہوتا ہے کیونکہ کسی انجمن کے سیکرٹری کے لئے یہ شرط کہاں ہے کہ وہ پاک بھی ہو۔ ممکن ہے ضرور تاً عیسائی رکھا جاوے یا ہندو ہو جو دفاتر کا کام عمدگی سے کر سکے پھر وہ خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

خلیفہ کے لئے تعلیم الکتاب ضروری ہے، اس کے فرائض میں داخل ہے سیکرٹری کے فرائض میں قواعد پڑھ کر دیکھ لو کہیں داخل نہیں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے اغراض و اسرار بیان کرے جن کے علم سے ان پر عمل کرنے کا شوق و رغبت پیدا ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا تمہاری انجمن کے سیکرٹری کے فرائض میں یہ بات ہے؟ کتنی مرتبہ احکامِ الٰہیہ کی حقیقت اور فلاسفی انجمن کی طرف سے تمہیں سکھائی گئی؟ کیا اس قسم کے سیکرٹری رکھے جا سکتے ہیں؟ یا انجمنیں اس مخصوص کام کو کر سکتی ہیں؟ ہر گز نہیں۔

انجمنیں محض اس غرض کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ بَہی کھاتے رکھیں اور خلیفہ کے احکام کے نفاذ کے لئے کوشش کریں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے یُزَکِّیۡهِمۡ قوم کا تزکیہ کرے۔ کیا کوئی سیکرٹری اس فرض کو ادا کر سکتا ہے؟ کسی انجمن کی طرف سے یہ ہدایت جاری ہوئی، یا تم نے سنا ہو کہ سیکرٹری نے کہا ہو کہ میں قوم کے تزکیہ کے لئے رو رو کر دعائیں کرتا ہوں؟

مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کام سیکرٹری کا ہے ہی نہیں اور نہ کوئی سیکرٹری کہہ سکتا ہے کہ مَیں دعائیں کرتا ہوں۔ جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ انجمن اس کام کو کر سکتی ہے۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی سیکرٹری یہ کام نہیں کر سکتا اور کوئی انجمن نبی کے کام نہیں کر سکتی۔ اگر انجمنیں یہ کام کر سکتیں تو خدا تعالیٰ دنیا میں مأمور اور مرسل نہ بھیجتا بلکہ اس کی جگہ انجمنیں بناتا مگر کسی ایک انجمن کا پتہ دو جس نے کہا ہو کہ خدا نے ہمیں مأمور کیا ہے۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 30-31)

4: برکاتِ خلافت

سامعین! خلافتِ ثانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے جو تقاریر ارشاد فرمائیں وہ ”برکاتِ خلافت“ کے عنوان سے شائع شدہ ہیں۔ پہلی تقریر میں آپؓ نے خلافت کے مقام، برکات اور فرائض کے حوالہ سے روشنی ڈالی اور فرمایا کہ انتخابِ خلافتِ ثانیہ کے وقت جو فتنہ اور رخنہ اندازی کی کوشش ہوئی اس فتنہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات و الہامات میں بھی ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فتنہ سے سلسلہ ٹوٹتا نہیں بلکہ بنتا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو اس نکتہ کو سمجھے۔ آپ نے خلافت کی غیر معمولی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حکومت یا دنیاوی عہدہ نہیں۔ خلیفہ کے دل میں تمام لوگوں کے دکھ درد بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ خلیفہ اور جماعت کے اس خوبصورت تعلق کو ان پُر درد الفاظ میں آپؓ نے بیان فرمایا:۔

”کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔

مگر ان کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لئے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔“

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

5: القول الفصل

سامعین! اہل پیغام کے پہلے جلسہ سالانہ 1914ء کے موقع پر مکرم خواجہ کمال الدین صاحب نے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے وقت لندن میں تھے ”اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب“ کے عنوان پر لیکچر دیا اور پھر اس لیکچر کو ٹریکٹ کی صورت میں شائع کروا کر احمدی احباب میں تقسیم کیا گیا۔

21جنوری 1915ء کو حضرت مصلح موعودؓ کو خواجہ کمال الدین صاحب کا یہ ٹریکٹ پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ضروری سمجھا کہ اس میں اٹھائے گئے اعتراضات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب غلط عقائد کا جواب دیں تا احباب جماعت پر حقیقت آشکار ہو جائے اور کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپؓ نے اسی روز اس ٹریکٹ کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا جو کہ ”القول الفصل“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں خواجہ کمال الدین صاحب کے غلط خیالات کی تردید فرمائی۔ ان کے غلط خیالات کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت، مسئلہ خلافت، مسئلہ کفر اور غیر احمدیوں کی اقتدا میں نماز نہ پڑھنے کے حوالہ سے تھا۔

مسئلہ نبوت کی تشریح میں فرمایا کہ اس بارہ میں تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضاحت فرمادی ہے کہ آپ مستقل نبوت جو بغیر کسی واسطہ کے ملتی ہے اس کے انکاری ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی اللہ کے مقام سے نوازا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل پیروی کے نتیجہ میں آپ کو ملی تھی۔ اپنی کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں حضرت مسیح موعودؑ نے مسئلہ نبوت کی وضاحت فرمائی ہوئی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود پر دو زمانے گزرے ہیں ایک تو وہ زمانہ تھا کہ آپ کو جب اللہ تعالیٰ کی وحی میں نبی کہا جاتا تو آپ اس پرانے عقیدہ کی بناء پر جو اس وقت کے مسلمانوں میں پھیلا ہوا تھا اپنے آپ کو نبی قرار دینے کی بجائے ان الہامات کے یہ معنی کر لیتے تھے کہ نبی سے مراد صرف ایک جزوی نبوت ہے اور بعض دوسرے انبیاء پر جو مجھے فضیلت دی گئی ہے وہ بھی ایک جزوی فضیلت ہے اور جزوی فضیلت ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ ہر امر میں کسی نبی پر اپنے آپ کو افضل سمجھ لیتے تو اس سے یہ لازم آتا کہ آپ نبی ہیں کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ایک نبی سے کمالات میں بڑھ جاتے لیکن پھر بھی نبی نہ بنتے۔ پس آپ عام مشہور عقیدہ کے ماتحت اپنی نبوت جزوی نبوت اور اپنی

فضیلت جزوی فضیلت قرار دیتے رہے۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے آپ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور آپ نے اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا۔‘‘

(انوارالعلوم جلد2 صفحہ 281)

مسئلہ کفر کے حوالہ سے آپ نے بیان فرمایا کہ اس بارے میں ہماراوہی عقیدہ ہے جو مسئلہ نبوت کے بارہ میں بیان ہو چکا ہے پس جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے وہی حضرت مرزا صاحب کے منکر کی نسبت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ جو میرا انکار کرتا ہے در حقیقت وہ میرے آقا حضرت محمد مصطفیؐ کا انکار کرتا ہے۔

6:حقیقۃ النبوۃ

سامعین! ’’القول الفصل‘‘ کی اشاعت کے بعد غیر مبائعین کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے ایک رسالہ ’’القول الفصل کی ایک غلطی کا اظہار‘‘ کے نام سے شائع کیا جس میں القول الفصل کے سب مضامین کے بارہ میں تو نہیں مگر مسئلہ نبوت کے متعلق بحث کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو کم تر کرنے کی کوشش کی گئی نیز حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں لکھا کہ میاں محمود فی الواقع مرزا صاحب کو حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اس رسالہ کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ’’حقیقۃ النبوۃ‘‘ تصنیف فرمائی جو 3 مارچ 1915ء کو شائع ہوئی۔

آپؓ نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ کو تین فصلوں میں تقسیم فرمایا اور فصل اوّل میں آپؓ نے اس سوال کا جواب تحریر فرمایا کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر دو زمانے آئے یا ہمیشہ آپؑ اپنی نبوت کو ایک ہی قسم کی خیال کرتے تھے۔ اس سوال کا جواب آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے لکھا اور بیان فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ نبوت پر دو زمانے آئے ہیں چنانچہ آپؓ نے تحریر فرمایا:

’’ہم نے سب سے پہلے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حضرت مسیح موعود کا عقیدہ نبوت کے متعلق شروع سے ایک ہی رہا ہے یا اس میں کبھی تبدیلی بھی پیدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت کیا ہے کہ اس عقیدہ میں 1900ء کے بعد تبدیلی ہوئی ہے اور سب سے آخری کتاب جس میں پہلے عقیدہ کا اظہار کیا گیا تھا تریاق القلوب ہے جو 1899ء کی ہے اور جو بعض موانعات کی وجہ سے 1902ء میں شائع ہو سکی۔ پس

مسئلہ نبوت کے متعلق جب بحث ہو تو ہمیں ان تحریرات کو اصل قرار دینا ہو گا جو 1901ء سے لے کر وفات تک شائع ہوئیں۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 398)

فصل دوم میں حضرت مصلح موعودؓ نے مولوی محمد علی صاحب کے اس سوال کا جواب تحریر فرمایا کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ نبی تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو آپ کی نبوت کس قسم کی تھی؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے سب سے پہلے نبی کی تعریف بیان فرمائی اور ثابت کیا کہ قرآن کریم اور لغت عرب نے نبی کی جو تعریف کی ہے اس کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:۔

"ہم حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی نبوت میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو نبی اللہ کے لئے لغت و قرآن و محاورہ انبیائے گزشتہ سے لازمی معلوم ہوتی ہیں یعنی آپ کو کثرت سے امور غیبیہ سے خبر دی گئی اور پھر اہم تغیرات کے متعلق دی گئی جو انذار و بشارت دونوں حصوں پر مشتمل تھی اور پھر یہ کہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے نبی رکھا۔ پس آپ قرآن کریم و لغت و محاورہ انبیائے گذشتہ کے مطابق نبی تھے اور آپ کی صداقت کے ثابت ہو جانے کے بعد کوئی شخص آپ کی نبوت میں شک نہیں لا سکتا۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 404)

مزید تحریر فرمایا:

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص براہ راست نبی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے اس لئے اب یہ بھی ضروری تھا کہ آپ اس بات کا بھی اعلان کرتے کہ میں پہلے انبیاء کے خلاف ایک نبی کی اتباع سے نبی ہوا ہوں اور مجھے جو کچھ ملا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملا ہے۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 410)

کتاب حقیقۃ النبوۃ کی فصل سوم میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر قرآن و حدیث سے مزید 20 دلائل درج فرمائے اور اس الزام کو ردّ فرمایا کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو نبی

مان کر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے عشقِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

''نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل حال کیا معلوم۔ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔''

(انوار العلوم جلد 5032)

سبحان اللہ! کیسا خوبصورت اظہار ہے عشق مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وآل محمد وبارك وسلّم انك حمیدٌ مجید۔

مسئلہ نبوت کو سمجھنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کتاب کے پڑھنے کی تاکید بھی فرمائی تھی۔

7:چند غلط فہمیوں کا ازالہ

سامعین! حقیقۃ النبوۃ ایک ضخیم اور مدلل کتاب حضرت مصلح موعودؓ نے تصنیف فرمائی تھی۔ اس کی اشاعت کے بعد آپ نے اس کتاب کا اختصار ”چند غلط فہمیوں کا ازالہ“ کے نام سے شائع فرمایا تا کہ اس مضمون کی کثرت سے اشاعت ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر لیں کیونکہ ضخیم کتاب کی کثرت سے اشاعت ممکن نہیں ہوتی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے حوالے سے معترضین کی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور بیان فرمایا کہ:۔

”میرا مذہب ہر گز یہ نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ پہلے جزوی نبی تھے اور بعد میں نبی ہوئے۔ بلکہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ شروع دعوے سے ایک سے ہی نبی تھے۔ ہاں پہلے آپ اپنے آپ کو جزوی نبی قرار دیتے تھے اور اپنے الہامات کی تاویل کرتے تھے۔ لیکن بعد میں الہامات میں جب بار بار آپ کو نبی قرار دیا گیا تو آپ نے ان الہامات کی تحریک سے اپنے اس عقیدہ کو بدلا کہ آپ جزوی نبی ہیں نہ کہ آپ کو جزوی نبی سے نبی بنا دیا گیا۔“

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 8)

کتاب کے آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے خلاصۃً حضرت مسیح موعودؑ کے مقام نبوت کی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا اور اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے مطالعہ کی بھی تحریک فرمائی:۔

”مجھے خود اللہ تعالیٰ نے بذریعہ رؤیا بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی تھے۔ پس میں آپ کو علیٰ وجہ البصیرت نبی مانتا ہوں نہ ایسا کہ آپ کوئی جدید شریعت لائے اور نہ ایسا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے باہر تھے بلکہ ایسا کہ آپ کی سب زندگی قرآن کریم کی اتباع میں گزری۔ اور ایسا کہ آپ نے جو کچھ پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں پایا اور اس سے آپ کی نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور آپ کا سب سے بڑا درجہ یہی تھا کہ آپ امت محمدیہ میں سب لوگوں سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار تھے۔ میں آخر میں یہ بھی ظاہر کر دیتا ہوں کہ جن لوگوں نے نبوت مسیح موعودؑ کو سمجھنا ہو وہ میری کتاب حقیقۃ النبوۃ ضرور پڑھیں۔“

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 17)

8: ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب

سامعین! ایک غیر از جماعت جو حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت اور تعلیمات سے متاثر تھے انہوں نے 13مارچ 1915ء کو سیکرٹری انجمن احمدیہ کے نام خط لکھ کر 5 سوالات بھیجے اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اس کے جوابات دیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خط پڑھا تو مناسب جانا کہ ان سوالات کے جوابات خود ہی لکھوا دیں۔ چنانچہ 9اپریل 1915ء کو آپ نے جوابات تحریر فرمائے جو 13 اپریل کے الفضل میں شائع ہوگئے اور پھر آپ نے افادہ عام کے لئے پمفلٹ کی صورت میں شائع کروادیئے۔ پانچ سوالات دراصل ایک ہی قسم کے تھے جن کا خلاصہ یہ بنتا ہے:

1. اگر میں احمدیت کا اظہار کروں تو لوگ مجھے کافر سمجھیں گے۔
2. احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اس طرح مجھے مسلم مساجد سے الگ ہونا پڑے گا۔
3. احمدی نام اختیار کرنے سے مجھے تکلیف اٹھانی پڑے گی کیونکہ قرآن میں ہمارا نام مسلمان ہے۔
4. قرآن وحدیث میں کسی جگہ مذکور نہیں کہ نجات کے لئے مسیح موعود اور مہدی کو اعلانیہ مانا جائے۔
5. مذکورہ حالات میں میں کوئی حرج نہیں دیکھتا کہ خفیہ طور پر ایمان رکھوں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ان سوالات کا اصولی جواب بھی دیا اور پھر الگ الگ تفصیل کے ساتھ بھی جوابات ارشاد فرمائے۔ آپ نے سوالات کا اصولی جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"میرے خیال میں ان سب سوالات کے جواب ہم صرف ایک سوال میں دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے یا نہیں؟ اگر آپ حق پر نہ تھے تو ان سوالات کی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ جھوٹے آدمی کا ماننا خواہ پوشیدہ ہو خواہ ظاہر ہر طرح گناہ اور معصیت ہے۔ اور اگر آپ سچے تھے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور سچے تھے تو پھر بھی یہ سوال حل ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بیعت کرنے یا نہ کرنے، اپنے مخالفوں کے پیچھے نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے وغیرہا سب مسائل کی

بنا خدا تعالیٰ کے الہامات پر رکھی ہے اور اپنی طرف سے ان مسائل پر کچھ نہیں لکھا۔ پس آپ کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد ایک دانا انسان کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا کہ وہ ان سب باتوں کو قبول کرے کیونکہ ان کو رد کرنا خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے فیصلہ کو رد کرنا ہے۔ اور ان کا قبول کرنا درحقیقت خدا تعالیٰ کے فیصلہ کو قبول کرنا ہے۔ غرض کہ اصل جھگڑا صرف حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق ہے اور سوال یہ ہے کہ کیا آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے؟ اگر اس سوال کا جواب یہ ملے کہ ہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے تو اب جو کچھ ان کا حکم ہے وہ ہمیں قبول کرنا پڑے گا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 22-23)

9: انوار خلافت

سامعین! خلافت ثانیہ کے دوسرے جلسہ سالانہ منعقدہ دسمبر 1915ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حاضرین جلسہ سے چار معرکۃ الآراء خطابات فرمائے جو "انوار خلافت" کے نام سے شائع ہوئے۔ ان خطابات میں آپ نے مقام مسیح موعودؑ کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور احباب جماعت کو فتنوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

27 دسمبر 1915ء کی تقریر اوّل میں حضرت مصلح موعودؓ نے "اِسْمُہٗ اَحْمَدُ" کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے ثابت فرمایا کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں اور آپ کا نام احمد تھا۔ آپ نے قرآن کریم سے 9 دلائل دے کر ثابت فرمایا کہ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی سے مراد حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ آپؑ کا نام احمد تھا۔ اس کے ثبوت کے طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے دس ثبوت پیش فرمائے۔

27 دسمبر بعد ظہر کی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے مسئلہ کو کھول کر بیان فرمایا اور بعض اعتراضات کے جوابات دلائل کے ساتھ عطا کئے۔ آپ نے جماعتی عقائد کے حوالہ سے بعض مسائل سمجھنے اور ان پر عملدرآمد کی تلقین بھی فرمائی مثلاً غیر از جماعت کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا، غیر احمدیوں کو اپنی لڑکی نہ دینا وغیرہ۔

28 دسمبر کی تقریر میں آپ نے استغفار کی تلقین فرمائی اور احباب جماعت کو فرمایا کہ قادیان آتے رہیں، فتنوں سے بچیں۔ خوارج وہ لوگ تھے جو مدینہ نہ آتے تھے اور وہ صحابہ اور حضرت عثمانؓ کے حالات کے واقف نہ تھے اس لئے فتنہ کا باعث بنے۔

30 دسمبر کی تقریر میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرشن، بدھ، مسیح اور مہدی ہونے کے ثبوت تفصیل سے بیان فرمائے اور فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو امتِ واحدہ بنانا تھا اس لئے ہر مذہب کے پیروکاروں کو آخری زمانہ میں کسی مقدس وجود کی خوشخبری سنائی گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز بنا کر بھیجا اور ظلّی طور پر گزشتہ انبیاء کے ناموں سے سرفراز کیا تا کہ سب کو امتِ واحدہ بنا دیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زیادہ نام یعنی کرشن، بدھ، مسیح، مہدی وغیرہ کیوں رکھے گئے؟ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی دس حکمتیں بھی بیان فرمائیں۔ یوں آپ نے مقام مسیح موعودؑ کا بھرپور انداز میں دفاع۔ فرمایا۔

10: حقیقۃ الامر

سامعین! نومبائعین کے امیر مولوی محمد علی صاحب کی ایک مطبوعہ چٹھی کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے 21 ستمبر 1918ء کو "حقیقۃ الامر" کے عنوان سے کتاب تصنیف فرمائی۔ اس میں بیان کردہ امور عقائد سلسلہ کے لحاظ سے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف سے قبل حضرت مصلح موعودؓ شدید بیماری سے گزرے تھے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ بیماری کی حالت میں انسان کا دل نرم ہو جاتا ہے خاص طور پر جب اسے گمان ہو کہ وہ جلد اللہ تعالیٰ سے ملنے والا ہے۔ اس وقت وہ اپنے غلط عقائد سے توبہ کرتا ہے اور درست عقائد کی طرف لوٹتا ہے۔ ایسی حالت میں آپ اپنے عقائد اور مقام مسیح موعود کو ثابت کرنے میں مزید ثابت قدم ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے لکھا:

"بجائے اس کے کہ یہ اوقات مجھے اپنے عقیدے سے متزلزل کر دیتے یا موت کا سامنا میرے قدم کو لڑکھڑا دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِن عقائد پر میں نے اُس وقت کامل تسلی پائی اور ان کی اشاعت اور ان پر ثابت قدم رہنے کو میں اپنے لئے باعثِ مغفرت جانتا تھا۔"

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 205)

مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا:

"پس اگر بیماری نے عقائد کے متعلق کوئی تبدیلی پیدا کی ہے تو یہی کہ میں ان عقائد پر آگے سے بھی زیادہ یقین کے ساتھ قائم ہوں۔ اور واقعات نے اس پر شہادت دے دی کہ میں اپنی نفسانیت کی وجہ سے قائم نہیں ہوں بلکہ میرا دل اس بات پر مطمئن ہے کہ وہی حق بھی ہے۔ پس میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ بھی سچے دل سے ان تمام مخالفت کے سامانوں کو بھلا کر جو آپ کے دل کو مجھ سے نفرت دلانے کا باعث ہوئے ہوں اس امر پر غور کریں کہ خدا تعالیٰ نے جس شخص کو نبی کہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسے نبی کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ پہلے بزرگ جسے نبی کہتے چلے آئے ہیں وہ خود فرماتا ہے کہ میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں اور اس پر قائم ہوں جب تک کہ زندہ رہوں۔ اور جو کہتا ہے کہ میں صرف اس قسم کا نبی کہلانے سے منکر ہوں کہ گویا میں نئی شریعت لایا ہوں یا رسول کریم ﷺ سے الگ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔"

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 206)

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی اسی چٹھی میں لکھا تھا کہ اگر 12 سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ کو خود نہ سمجھ سکے تو پھر کوئی آپؑ کے دعویٰ کو کس طرح سمجھ سکے گا۔ اس سوال کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"حضرت مسیح موعودؑ پر کبھی بھی کوئی وقت نہیں آیا کہ آپ دعویٰ کو نہ سمجھ سکے ہوں۔ آپ شروع سے آخر تک اس مقام کو سمجھتے رہے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا ہے۔ ہاں صرف اس دعویٰ کے نام میں آپ احتیاط کرتے رہے ہیں۔ یعنی آیا اس کا نام نبوت رکھا جاوے یا محدثیت۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے اس بات کی صراحت نہ کی آپ اس کا نام محدثیت یا جزوی نبوت وغیرہ رکھتے رہے ہیں۔ لیکن بعد صراحت کے آپ اس امر پر قائم نہ رہے اور آپ نے اس مقام کا نام نبوت رکھ دیا۔ اور یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعودؑ خود حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں اور اس بات میں آپ منفرد نہیں۔ پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سید وُلدِ آدم تھے ایک

عرصہ دراز تک حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ پر اپنے آپ کو فضیلت دینے سے روکتے رہے۔ حالانکہ بعد میں آپ نے فرمایا کہ لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ مَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ

(الیواقیت والجواھر جلد 2 صفحہ 23 مطبوعہ مصر 1321ھ)

اور فرمایا

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ (ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ)

پس اگر آپ ذرا بھی تدبر سے کام لیں تو ان دونبیوں پر اپنے آپ کو فضیلت نہ دینے کا بھی وہی باعث تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے اپنے مقام کا نام نبوت نہ رکھنے کا باعث ہوا اور وہ لوگوں کے رائج الوقت خیالات کا حتی الوسع احترام کرنا اور دین کے معاملہ میں جلد بازی سے کام نہ لینا تھا۔ اور یہی وہ صفت ہے جو متقی اور غیر متقی میں تمیز کر دیتی ہے۔''

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 211)

سامعین کرام! حضرت مصلح موعودؓ کی ذات بابرکات میں پیشگوئی مصلح موعود کی علامت ''وہ قربت کا نشان ہوگا'' کس شان کے ساتھ پورا ہوا اس کی چند مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ تمام عمر اندرونی و بیرونی فتنوں کی قلعی کھولتے رہے اور ان کے سدّباب کے لئے کوششیں فرماتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ مقامِ مسیح موعودؑ اور درست عقائدِ سلسلہ کی ترویج کے لئے مصروف عمل رہے نیز جن لوگوں نے مقام مسیح موعود کو گرانے یا بگاڑنے کی کوشش کی یا عقائد مسیح موعود میں رخنہ اندازی کی ان کا دلائل کے ساتھ منہ توڑ جواب دیا۔ آخر کیوں نہ کرتے؟ آپ ''قربت کا نشان'' جو تھے۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(تیار شدہ۔ بشکریہ ایم ایم طاہر)



﴿29﴾ ﴿مشاہدات۔253﴾

وہ فضل اور احسان کا نشان ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

اے فضل عمر! تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ

سامعین کرام! آج مجھے جس موضوع پر کچھ کہنے کو کہا گیا ہے وہ ہے۔ **"وہ فضل اور احسان کا نشان ہو گا"**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی مصلح موعود کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اعلان فرمایا کہ "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور **ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔**"

(اشتہار یکم دسمبر 1888ء)

ہر شخص کے ذاتی نام کے ساتھ بعض صفاتی نام ہوتے ہیں۔ بعض اوقات لقب یا کنیت سے بھی اُسے پکارا جاتا ہے بالخصوص وہ صفاتی نام جو کسی وجود کی شناخت اور معرفت کے لئے اللہ تعالیٰ کسی پیشگوئی میں رکھے وہ

وجود کتنا مبارک ہو گا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور تفاؤل آپ کا نام محمود رکھا اور چونکہ آپ بشیر اول کی وفات کے بعد بلا توقف پیدا ہوئے تھے اس لئے لازماً آپ ہی بشیر ثانی تھے۔

جہاں تک فضل نام کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے فضل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے شامل حال رہے ہیں۔ اللہ تعالی کے آپ کے متعلق یہ بھی الفاظ تھے کہ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ اپنے اور غیر بشمول خود غیر مبائع دوست بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل سمجھتے رہے اور اس امر کا اظہر کرتے رہے کہ آپؓ کو ہر پہلو سے الٰہی فضل سے نوازا گیا تھا۔

الہامی ناموں میں سے ایک اہم نام حضرت مصلح موعودؓ کا فضل عمر قرار دیا گیا ہے جس کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ وہ موعود فرزند لمبی عمر پائے گا۔ ظاہر ہے کہ بیٹے کا ہونا اس کا زندہ رہنا اور پیشگوئی کے مطابق لمبی عمر پا جانے والا نام خود صداقت کی دلیل ہے۔ اس پہلو سے بھی یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مصلح موعود ہونے پر واضح دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص اپنے فضل سے لمبی عمر عطا فرمائی۔ خطرناک سے خطرناک نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھ کر غیر معمولی لمبی زندگی بخشی۔ فضل عمر نام کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ آپ کو بھی وہ فضلیت اور فخر حاصل ہو گا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ اس نام میں یہ اشارہ تھا کہ آپ سلسلہ احمدیہ میں اسی طرح دوسرے خلیفہ ہوں گے جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام کے دوراول میں خلیفہ دوم ہوئے تھے۔ خلفائے راشدین میں جو امتیاز حضرت عمرؓ کو حاصل ہوئے تھے جیسے سب سے زیادہ عرصہ تک خلافت کے فرائض سرانجام دینا اور سب سے زیادہ فتوحات کا موجب بننا وغیرہ اسی طرح سلسلہ احمدیہ کے خلفاء میں مصلح موعود کو یہ سب امتیازات حاصل ہوں گے۔ اور جس طرح حضرت عمرؓ کو مکالمہ الٰہیہ یا محدثیت کا فخر حاصل تھا۔ یوں تو تمام خلفائے راشدین اس رنگ سے رنگین تھے۔ مگر واقعات شاہد ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ مقام خصوصی رنگ میں حاصل تھا۔ فضل عمر نام میں یہ بھی اشارہ تھا کہ مصلح موعود کو بھی اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا خاص شرف حاصل ہو گا اور اس کے بہت سے رؤیا اور کشوف صداقت پر نمایاں گواہ ہوں گے۔

واقعات نے اس پہلو سے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا مصلح موعود ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جماعت احمدیہ کا خلیفہ دوم مقرر کروایا اور آپ کے عہد میں سلسلہ کی اشاعت کے لئے غیر معمولی سامان پیدا کئے اور جماعت کو خاص وسعت عطا فرمائی اور آپ پر اپنے الہامات نازل کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خاص روحانی فضلیت میں بھی آپ کو اس کا مثیل قرار دیا۔

سامعین! ہم جب خلفائے راشدین کا سلسلہ احمدیہ کے خلفاء سے مماثلتوں کے اعتبار سے جائزہ لیتے ہیں تو ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اگر خلفائے راشدین میں کوئی خلیفہ صفاتی اعتبار سے جمالی صفات کا حامل تھا تو اِن کے مقابل پر سلسلہ احمدیہ کے خلیفۃ المسیح بھی صفاتی لحاظ سے جمالی صفات کے حامل رہے اور جلالی اعتبار کے مقابل پر جلالی صفات والے خلیفہ نے جگہ لی۔ یہاں یہ کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اندر جلال رکھتے تھے آپؓ کے مقابل پر حضرت مصلح موعودؓ جن کا ایک الہامی نام فضلِ عمر بھی ہے اور آپؓ کے متعلق کہا گیا کہ وہ جلالِ الٰہی کا موٗجب ہو گا بھی جلالی صفات رکھنے والا خلیفہ ثابت ہوا۔

اب سامعین مکرّم کے سامنے ذرا تفصیل کے ساتھ اُن مماثلتوں اور مشابہتوں کا ذکر کیا جائے گا جو حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اپنے ایک مضمون میں بیان فرمائی ہیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی ایک پہچان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمائی ہے کہ الہامًا مجھ پر اس کا ایک نام فضل عمر بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی اس کی شناخت ان فضیلتوں کی موجودگی سے ہو سکے گی جو حضرت عمرؓ میں پائی جاتی ہیں اور ان میں ایک فضیلت تو ایسی ہے کہ وہ سوائے حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے دُنیا کے کسی اور فردِ بشر میں پائی ہی نہیں جا سکتی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے زمانہ میں۔ حضور کا دوسرا خلیفہ ہونا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعثتِ اولیٰ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ تھے۔ یہ فضل یا فضیلت ایسی محکم اور ایسی غیر مُنفک ہے کہ حضرت فضل عمر سے...... نہ تو پہلے کوئی ایسا شخص ہوا ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوسرا خلیفہ ہونے کا فخر حاصل ہو۔ نہ آئندہ کوئی ایسا شخص پیدا ہو سکتا ہے۔ جو اس عہدہ پر سرفراز ہو سکے۔ تیسرا چوتھا پانچواں بیسواں غرض ہر نمبر کا خلیفہ اس سلسلہ میں آ سکتا ہے۔ مگر نہیں آ سکتا تو دوسرا۔ رہے غیر مبائعین سو وہ تو سرے سے خلافت ہی کے قائل نہیں اور جو کچھ اور لوگ مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں ان سب میں سے کسی ایک کو بھی جماعت احمدیہ کی خلافت

بحیثیت دوسرے خلیفہ مسیح موعود ہونے حاصل نہیں اور نہ انہوں نے کبھی ایسا دعویٰ کیا۔ پس یہ ایک ایسا محکم تعین کا نشان مصلح موعود کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ جس میں اشتباہ کا دخل ہی نہیں رہا اور سوائے ایک انسان کے کوئی اس عہدے کا مدعی ہی نہیں ہو سکتا اور اس صفاتی نام سے ہی پتہ لگ جاتا ہے کہ مصلح موعود کون ہے اور اگر غور کیا جاوے تو ایسی محکم علامات چار ہیں۔

1 - آپ کا حضرت مسیح موعود کے تخم ذریت اور نسل سے ہونا۔

2 - آپ کا نو سالہ میعاد کے اندر پیدا ہونا۔

3 - آپ کا بشیر اول کے معًا بعد تولد ہونا۔

4- اور آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا دوسرا خلیفہ ہونا۔

سامعین! اس مخصوص فضل کے سوا بعض اور فضیلتیں بھی حضرت عمرؓ کی ہیں جو حضرت فضل عمرؓ میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ جس طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتوحات بہت وسیع ہو گئی تھیں اور اسلام نے بہت ترقی کی تھی اور اکثر متمدن ممالک میں افواج اسلامیہ اور مبلغین اسلام جا پہنچے تھے۔ اسی طرح حضرت فضلِ عمرؓ کے زمانہ میں بھی احمدیت اور اسلام احمدیت کے مبلغ دنیا کے اکثر ممالک اور زمین کے اکثر گوشوں اور کناروں تک پہنچ چکے تھے اور سلسلہ کی کتابیں، حالات اور اخبارات اکثر بیرونی اور اجنبی ممالک میں نفوذ کر چکے تھے اور احمدیت کی فتوحات، رعب، وسعت بیان سے باہر ہے۔ نیز حضور کے علوم نے لوگوں کو نہایت درجہ سیراب کر دیا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی بابت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب ہے کہ مَیں نے دیکھا کہ ایک کنواں ہے جس پہ ڈول رکھا ہے۔ ابوبکر نے ایک دو ڈول ناتوانی کے ساتھ کنوئیں میں سے نکالے۔ پھر وہ ڈول ایک چرب بن گیا اور عمر نے اس سے اتنا پانی نکالا کہ آدمی اور اونٹ سب سیراب ہو گئے۔ سو یہ دوسری مماثلت ہے حضرت فضل عمرؓ کی حضرت عمرؓ کے ساتھ۔

فضل عمر والی پیشگوئی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”احمدیت کی اشاعت، نظام جماعت میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا۔ جماعت کی شدید مخالفتوں کے مقابل پر اس نے مجھے اولوالعزم ثابت کیا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات پر خطرناک فتنہ پیدا

ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے دبانے کی توفیق دی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درجہ کم کرنے کی جو کوششیں پیغامیوں نے کیں ان کا کامیاب مقابلہ کرنے کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور اس کے لیے مافوق العادت اور معجزانہ عزم مجھے بخشا اور اس طرح اولوالعزم کی پیشگوئی میرے متعلق پوری ہو گئی۔ پھر دوسری خلافت پر مجھے متمکن کر کے اللہ تعالیٰ نے فضل عمر والی پیشگوئی کو بھی پورا کر دیا۔ حضرت عمرؓ کی تلوار سے جس طرح اسلام کے دشمن گھائل ہوئے اسی طرح میرے دلائل کی تلوار سے ہوئے اور اس طرح بھی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ پھر جس طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مختلف بلاد میں اسلام پھیلا اسی طرح میرے زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے سلسلہ کے نام اور اس کی شہرت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا۔"

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 88 خطبات 1935ء)

سامعین! تیسرے نمبر پر یہ مماثلت بیان کی جا سکتی ہے کہ اسی طرح ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے رؤیا میں دکھایا گیا کہ میں نے دودھ پیا۔ یہاں تک کہ میرے ناخنوں تک اس کی تری پہنچ گئی۔ پھر مَیں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ صحابہ نے عرض کیا اس کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا۔ اس سے مراد علم ہے۔ پس جس طرح حضرت عمرؓ کو نبوت کے علم میں سے حصہ ملا تھا۔ اسی طرح حضرت فضل عمرؓ کو بھی وہی حصہ ملا ہے اور دوست دشمن اس کرامت کے معترف ہیں۔

حضرت عمرؓ اپنی اس بات پر بھی فخر کیا کرتے تھے کہ مَیں نے بعض دفعہ جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیں تو میری عرضداشت کے اور میری مرضی کے مطابق قرآنی آیتیں بھی نازل ہو گئیں۔ منجملہ ان کے ایک آیت حجاب بھی ہے۔

حضرت فضل عمرؓ کی عمر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اتنی تو نہ تھی کہ وہ حضور کو کوئی مشورہ دیا کرتے۔ لیکن ایک رنگ توارد الہامی کا یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کی مثال وہ رؤیا حضرت فضل عمرؓ کی ہے۔ جس میں آپؓ نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً والا الہام ہوا ہے۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہاں آج رات واقعی مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ پس جس طرح حضرت عمر القاءِ ربانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی صورت

میں ظاہر ہوا۔ اسی طرح حضرت فضل عمرؓ کا رؤیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کی صورت میں نمودار ہوا یہ چوتھی مماثلت ہے۔

سامعین! پانچویں مماثلت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دنیا میں ان کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی حضرت فضل عمرؓ کو اپنی اولاد میں ہونے کی وجہ سے جنت کی بشارت اسی دنیا میں دے دی۔ جب آپؑ نے یہ فرمایا کہ مقبرہ بہشتی میں داخل ہونے کے لئے میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثنار کھا ہے.... یعنی میری اولاد اور میری بیوی کو خدا تعالیٰ نے جنتی بنایا ہے اور مجھے ان کے بہشتی ہونے کی اطلاع اس کی طرف سے مل چکی ہے۔ علاوہ ازیں مخصوص طور پر بھی حضور کے جنتی ہونے کی بشارت حضور کے تولد ہونے سے پہلے ہی الہاماً بتادی گئی تھی۔ جیسے کہ فرمایا **"تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ یعنی بر خلاف قول مولوی مصری کے پسر موعود کا انجام اچھا ہو گا اور اس کی روح کا رفع آسمان کی طرف ہو گا۔"**

حاضرین! چھٹی مشابہت حضرت عمرؓ اور حضرت فضل عمرؓ کے مزاجوں کی مماثلت ہے حضرت عمرؓ کی غیرتِ دینی اور جلال کون نہیں جانتا اور یہاں حضرت فضل عمرؓ کے بارے میں یہ الہام ہے۔

"جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کا موجب ہو گا۔" نیز "خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔"

سب جماعت کے لوگ جانتے ہیں کہ دینی معاملہ میں غیرت اور جلال حضرت فضل عمرؓ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی جس طرح کہ وہ حضرت عمرؓ کی تھی۔

سامعین! ساتویں مشابہت حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت فضل عمرؓ کی یہ ہے کہ آپؓ بھی محدث ہیں یعنی ملہم اور حضور کے حق میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے (یعنی کلام)

اسی طرح حضرت عمرؓ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امم سابقہ کے محدثوں کی طرح عمر بھی ایک محدث اور ملہم ہے۔ چنانچہ کئی آیتوں کے مضامین پہلے حضرت عمرؓ کے دل پر نازل ہوئے پھر قرآن میں وحی متلوّ کی صورت میں آ گئے اور بعض آپؓ کے رؤیا اور کشف بھی مشہور ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد فوراً ہی کسی نبی نے آنا ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ یا یہ کہ

میں نہ مبعوث ہوتا تو عمر مبعوث ہوتا۔ یہ سب باتیں نورِ نبوت اور الہامی فطرت اور وحی کی برداشت کی طاقت پر دلالت کرتی ہیں اور ان ہی باتوں کو احمدیہ جماعت کے لوگ حضرت فضل عمرؓ میں بھی ہمیشہ سے دیکھ رہے ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی گائے لئے جاتا تھا کہ تھکان کے مارے خود اس گائے پر سوار ہوگیا۔ گائے نے اس سے کہا کہ ہم تو کاشتکاری کے لئے پیدا کی گئی ہیں نہ کہ سواری کے لئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! کیا گائے بیل بھی بولا کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں تو اس بات کو مانتا ہوں بلکہ ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی مانتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں اس مجلس میں موجود نہ تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں صاحب کشف تھے۔ کیونکہ سب معاملہ اس گائے کی تقریر کا کشفی ہے۔ رہا اس کا ثبوت سو یہ ہے کہ ایک دفعہ اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے جمعہ کا خطبہ پڑھتے پڑھتے "یا سارية الجبل، یاسارية الجبل" پکار کر فرمایا۔ حاضرین خطبہ حیران ہوئے اور بعد نماز جمعہ اس کی بابت آپؓ سے سوال کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اسلامی لشکر کو میدانِ جنگ میں سخت مصیبت میں دیکھا اور ساتھ ہی یہ نظارہ دیکھا کہ اگر وہ پہاڑ کی طرف پناہ لے لیں تو بچ سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے سردار لشکر ساریہ کو آواز دی کہ پہاڑ کی پناہ لو، پہاڑ کی پناہ لو۔ کچھ مدت کے بعد جب اس لشکر کے لوگ مدینہ میں آئے۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم دشمن کے نرغے میں آ گئے تھے۔ لیکن ایک آواز آئی کہ "اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو"۔ پس ہم ادھر چلے گئے اور تباہی سے محفوظ ہو گئے۔ سو یہ مشہور کشف ہے جو حضرت عمرؓ کا صاحبِ کشف ہونا ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح اذان کے کلمات بھی آپؓ کی معرفت ہی ہم مسلمانوں کو ملے ہیں۔ پس چونکہ وہ خود محدث، ملہم اور صاحبِ کشف تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ ماننا کیا مشکل تھا کہ بیل کلام کرتا ہے یا بھیڑیا ہوتا ہے۔ ہاں عام لوگوں کے لئے یہ بات واقعی ناقابل فہم تھیں۔ اسی طرح ہمارے فضل عمر بچپن سے صاحبِ کشف و رؤیا والہام ہیں اور ان کا صرف ایک یُمَزِّقَنَّهُمْ والا الہام ہی 1914ء آج تک ہتھوڑے کی طرح اہل پیغام کو توڑ توڑ کر پراگندہ کر کے دائمی حجت ان لوگوں پر پوری کر رہا ہے۔ یہ ساتویں مشابہت ہوئی۔

سامعین کرام! آٹھویں مشابہت حضرت فضل عمرؓ کی حضرت عمرؓ سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَی لِسَانِ عُمَرَ یعنی اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھا ہے اور ایک جگہ روایت ہے کہ خدا نے حق کو عمر کی زبان اور دل دونوں پر جاری کیا ہے۔ سو ایسے ہی الفاظ حضرت فضل عمرؓ کے حق میں الہام الٰہی نے فرمائے ہیں جہاں آپ کو مظہر الحق والعلا کہا گیا ہے اور آپ کا نام روح الحق رکھا گیا ہے اور آپؐ کے آنے کو جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل:82) ترجمہ: حق آگیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے فرمایا گیا ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (یونس:33) ترجمہ: اور حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا کیا (حاصل ہو سکتا) ہے۔ پس یہ آٹھویں مماثلت ہوئی۔

صاحبین! نویں مماثلت دین کے متعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رؤیا دیکھی کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ قمیض پہنے ہوئے ہیں۔ کسی کی قمیض چھاتی تک ہے کسی کی اس سے بھی کم۔ اتنے میں عمر آپؐ کے روبرو لائے گئے۔ اس حال میں کہ ان کی قمیض اتنی لمبی تھی کہ زمین پر گھسٹتی جاتی تھی اور وہ اسے کھینچتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور! اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ آپؐ نے فرمایا "دین"۔ سو یہاں بھی یہی حال ہے کہ اس قدر دین اور قرآن کے حقائق و معارف حضرت فضل عمرؓ کو دیئے گئے ہیں کہ ہر جلسہ پر آنے والا، ہر مجلس میں حاضر ہونے والا، ہر خطبے کا سننے والا اور ہر وہ شخص جو آپ کی کتابوں اور تفسیر کا مطالعہ کرتا ہے اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ واقعی سر سے پیر تک یہ شخص دین اور کلامُ اللہ کے معارف سے اس طرح بھرا ہوا ہے جس طرح بلاٹنگ پیپر اگر پانی میں ڈالا جائے تو پانی سے بھر جاتا ہے اور اس کے ہر بُن مُو سے دین ہی دین پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے اور ہمارے لئے تو یہی کافی ہے کہ نبوت جیسے عظیم الشان دینی مسئلہ کی حقیقت حضور کی وجہ سے ہی جماعت میں ممکن ہوئی۔

سامعین! دسویں مشابہت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا الٰہی! اسلام کو معزز اور غالب کر دے یا تو ابو جہل کو مسلمان کر کے یا عمر ابن خطاب کو مسلمان کر دے سو حضرت عمرؓ کو خدا نے مسلمان کر دیا اور ان کی وجہ سے اسلام کی نصرت، عزت اور غلبہ کچھ تو فوراً ظاہر ہو گیا۔ لیکن آگے چل کر آپؓ کی خلافت کے زمانہ میں تو اس قدر غلبہ اور نصرت اسلام کو حاصل ہوئی کہ حد بیان سے باہر ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت فضل عمرؓ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چالیس شبانہ

روز کی دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا ہوئے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری اولاد کے ذریعے خدا نے ترقی و نصرت اسلام کی بنیاد ڈالنے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ وعدہ بھی ہم نے اس مصلح موعود کے زمانہ میں بشدت پورا ہوتا دیکھ لیا۔ فالحمد للّٰہ علی ذالك

سامعین! مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ نظام سلسلہ کا قیام اور ہر قومی محکمہ کا الگ الگ تعین، مجلس شوریٰ کا قائم کرنا، سنِ ہجری شمسی کی ترویج، مختلف قسم کی جماعتی مردم شماریوں کی ابتداء، شعر کا ذوق، قوت تقریر، امیر المومنین کا لقب اختیار کرنا، سیاست و تدبیر، عورتوں کے حقوق اور تعلیم کا انتظام، دین کے لئے واقفین کا سلسلہ چلانا، غرض یہ اور ایسی بہت سی اور باتیں ہیں جو حضرت عمرؓ کی طرح اس زمانہ میں آپؓ کی امتیازی خصوصیات میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھوں لگائے گئے پودوں کی شاخوں اور پھلوں پھولوں کو مزید ہریالی میں بدلتا چلا جائے تا دنیا میں پھیلے افرادِ جماعت اِس سے استفادہ کرتے چلے جائیں۔ آمین

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
عاشقانِ ملّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ

حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر

(کمپوزڈ بائی:سید عمار احمد۔جرمنی)



﴾30﴿ ﴾مشاہدات۔264﴿

وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف:23)

اور جب وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچا تو اسے ہم نے حکمت اور علم عطا کئے اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

ہے فضلِ خدا اِس پہ سایہ فگن
وہ روحِ زمانہ وہ فخرِ زمن
شُکُوہ اور عظمت کا حامل ہے وہ
ہماری محبت کے قابل ہے وہ
زمانے میں شہرت وہ پا جائے گا
وہ آپ اپنی عظمت کو منوائے گا

سامعینِ مکرم! مجھے آج اِس پاکیزہ محفل میں پیشگوئی مصلح موعود سے حضرت مصلح موعودؓ کی تین علامات "**وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا**" پر روشنی ڈالنی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے لیکچر الموعود میں اِن تین علامات کو یوں بیان فرمایا ہے۔

6۔ وہ صاحبِ شُکُوہ ہو گا

7۔ وہ صاحبِ عظمت ہو گا

8۔ وہ صاحبِ دولت ہو گا

سامعین! ویسے تو یہ تینوں الفاظ اتنے سادہ ہیں کہ اِن کے معانی بیان کرنے ضروری نہیں لیکن چونکہ بعض محافل میں پڑھے لکھے بعض لوگوں کو لفظ شُکُوہ کو شِکْوہ پڑھتے سنا ہے اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ لفظ

شُکوہ ہے جس کے معانی عظیم الشان، شان و شوکت، حشمت، وقار، دبدبہ اور بزرگی کے ہیں اور یہ معانی اوپر بیان شدہ تینوں علامات پر یکساں طور پر لاگو ہوتے ہیں۔

یہ تینوں بشارتیں اُن بشارتوں میں سے ہیں جو پسرِ موعود اور مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوشیار پور میں دی گئیں اور 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں درج ہو کر شائع ہوئیں۔ یہ بشارتیں ''صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا'' حضرت مصلح موعودؓ کے پیدا ہونے سے پہلے دی گئیں اور اُس وقت شائع کی گئیں جبکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی خاص عظمت و شکوہ و دولت حاصل نہ تھی۔ آپؑ کے پاس صرف دس ہزار روپیہ کی غیر منقولہ جائداد تھی۔ جو قادیان میں واقع تھی اور آپؑ کو اپنے آباؤاجداد سے بطور ورثہ ملی تھی اور اپنی ذاتی پیدا کردہ جائداد کوئی نہ تھی اور آپؑ کی اپنی ذاتی عظمت بھی نہایت محدود تھی۔

مصلح موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد محترم علیہ السلام کی مخالفت دن بدن زیادہ ہو رہی تھی۔ آپؑ کے تمام جدی رشتہ دار دنیا دار اور آپؑ کے سخت دشمن تھے اور ان کے بل بوتہ پر عظمت و شُکوہ و دولت حاصل کرنا طمع خام سے زیادہ نہ تھا۔

خود آپ کے والد ماجد علیہ السلام دنیاداری اور ایسے طریقوں سے جن سے دنیاداری عظمت و دولت و شان و شُکوہ حاصل ہوتی ہے۔ کوسوں دور رہتے تھے اور مُصَلّی کو منبر پر ترجیح دیتے تھے اور خود باوجود اتقیٰ واَعلم ہونے کے امام الصلوٰۃ یا خطیب بھی نہیں بنتے تھے۔

اگر اس پیشگوئی کے پورا کرنے میں کسی انسانی دخل کی ضرورت ہوتی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پسرِ موعود کو بی۔اے، ایم۔اے یا ایل ایل بی یا بیرسٹر وغیرہ بنانے کے لئے تعلیم دلاتے۔ یا اپنی جدی روایات کو قائم رکھنے کے لئے اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰؒ یا برادر بزرگ مرزا غلام قادرؒ یا اپنے فرزند سلطان احمد صاحبؒ یا مرزا فضل احمد صاحب کی طرح فوج یا پولیس یا کسی دیگر ملکی خدمت میں داخل کرتے۔ مگر آپؑ نے اس طرف توجہ نہ دی اور خدا کے کام کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا اور جب حضرت مصلح موعودؓ دسویں جماعت تک پہنچ کر آخر دسویں جماعت کے امتحان میں فیل ہو گئے۔ تو آپؑ نے دوبارہ مدرسہ میں داخل کروا کر مزید تعلیم کو جاری رکھنے کی بجائے آپؓ کو حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب بھیروی کے

پاس بھیجنا شروع کر دیا کہ آپ ان سے چند وہ کتابیں پڑھ لیں۔ جن سے اس زمانہ کے اور آج کل کے مغربی تعلیم یافتہ لوگ کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ یعنی قرآن شریف کا اردو ترجمہ اور صحیح بخاری اور مثنوی مولوی جلال الدین رومیؒ۔ ابھی آپ کی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا اور صرف 19 سال اور چار ماہ کی عمر ہوئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مولیٰ سے جا ملے۔

اس وقت ایک موقع پیدا ہو گیا کہ شاید جماعت احمدیہ دوسرے پیروں اور ان کے صاحبزادوں کی طرح آپ کے فرزند ارجمند کو آپ کا جانشین منتخب کر لے۔ مگر مشیت الٰہی نے اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے کہ ہمارا سلسلہ بھی شاید پیروں کی گدّیوں کی طرح ایک گدّی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب بھیروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا باتفاق رائے مومنین ، خلیفہ اول بنا دیا اور سلسلہ خلافت علی منہاج النبوۃ قائم کر دیا۔ جس میں تقویٰ اور علم کو قرابت اور جسمانی رشتہ داری پر ترجیح دی جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، آپ کو مصلح موعود یقین کرتے تھے۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب لدھیانویؓ اس لئے آپؓ سے دلی محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور آپؓ کا ادب و احترام کرتے تھے جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری حصہ خلافت میں مخالفین نے اپنی کوششیں اور کاوشیں زیادہ تیز کر دیں اور آپؓ کو بدنام کرنے اور نیچا دکھلانے کے لئے ہر قسم کے مکر و فریب استعمال کیے اور لاہور سے شائع شدہ "اظہار الحق" وغیرہ ٹریکٹوں اور مجالس میں گفتگوؤں کے ذریعہ آپؓ کی عزت و عظمت کو خاک میں ملانا چاہا۔ لیکن 14 مارچ 1914ء کے دن مسجد نور میں مخالفین کی تمام تر تدبیریں اور چالاکیاں خاک میں مل گئیں اور آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے بغیر آپؓ کی کسی خواہش اور کوشش کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوسرا خلیفہ بنا دیا اور آپؓ کے عرصہ خلافت میں آپؓ کو جو عظمت و شکوہ اور دولت حاصل ہوئی۔ وہ تفصیل و بیان کی مُحتاج نہیں۔ بادشاہوں کے درباروں میں آپ کا نام پہنچا۔ دنیا کے کئی مشہور و معروف انسان اور بڑے بڑے عہدہ دار خود چل کر آپ کے پاس آئے اور آپ سے ملاقات کی اور آپ کے اعزاز میں دعوتیں کیں۔ 1930ء میں جب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی اور مسلمانانِ ہند نے مسلمانانِ کشمیر کی اہمیت کو سمجھا۔ اس وقت تمام ہندوستان کے مسلمہ مسلمان لیڈروں نے بالاتفاق آپؓ

کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا تا کشمیری مسلمانوں کو ان کے بنیادی حقوق دلائے جائیں۔ عظیم عربی زبان میں سردار اور امیر قوم کو بھی کہتے ہیں اور آپ کی سرداری اور امارت اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت روئے زمین کا کوئی ایسا خطہ نہیں۔ جس میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی عظمت کے قائل افراد موجود نہ ہوں۔

امراء، مالدار، تاجر، زمیندار، کسان، مزدور اور خادم الغرض ہر طبقہ کے افراد آپ کے مبائع اور تابع ہیں اور دل سے آپ کی عظمت کے قائل ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک آپ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جس بات کے لئے عقد ہمت اور توجہ سے دعا کریں۔ وہ دعا ضرور ہی قبول ہو کر باعث از دیاد ایمان طالب دعا ہو جاتی ہے اور آپ کی دعاؤں سے کثرت سے نشانات ارضیہ و سماویہ ظاہر ہوئے ہیں۔

سامعین! شُکُوہ ایسا حاصل ہوا کہ ہمارے مخالف مرد میدان بن کر دلائل و براہین سے آپؓ کا مقابلہ کرنے کی بجائے آج کل حکومتوں کو برانگیختہ کرنے کی ناکام کوششوں میں لگے رہے مگر جماعت کا بال بھی بھیگا نہ کر سکے اور آپؓ کی شان و شوکت و رعب و دبدبہ میں اضافہ ہوتا گیا۔

آپؓ کی دولت کو دیکھا جائے تو ہر اعتبار سے جماعت نے آپؓ کے مال و دولت کا مشاہدہ کیا۔ آپؓ چونکہ حُسن و احسان میں اپنے والدِ محترم حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے نظیر تھے اِس لئے وہ روحانی و علمی خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے وہ آپؓ کے توسط سے بھی منظر عام پر آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ میں صاحبِ دولت کی اس دولت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”آپ کے کاموں کے سلسلے میں بھی صرف ایک بات کا یہاں مختصر ذکر مَیں کر دیتا ہوں کہ پیشگوئی میں الفاظ ہیں کہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور آپ کے جو کام ہیں ان کی ایک جھلک جو ہے مَیں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب لیکچرز اور تقاریر کا مجموعہ انوار العلوم کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ بہت ساری جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو اردو پڑھنا جانتے ہیں ان کو پڑھنا چاہیے ویسے بعض کتابوں کے انگریزی ترجمے بھی ہو رہے ہیں۔ اس وقت انوار العلوم کی چھبیس (26) جلدیں شائع ہو چکی ہیں ان چھبیس جلدوں میں کل چھ سو ستر (670) کتب لیکچرز اور تقاریر آ چکی

ہیں۔ خطبات محمود کی اس وقت تک کل انتالیس (39) جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں 1959ء تک کے خطبات شائع ہو گئے ہیں۔ ان جلدوں میں 2367 خطبات شامل ہیں۔ تفسیر صغیر دس سو اکہتر (1071) صفحات پر مشتمل ہے۔ تفسیر کبیر دس (10) جلدوں پر محیط ہے اس میں قرآن کریم کی انسٹھ (59) سورتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ تفسیر کبیر کے دس جلدوں کے صفحات کی کل تعداد پانچ ہزار نو سو سات (5907) ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے درس القرآن جو کہ غیر مطبوعہ تفسیر تھے وہ ریسرچ سیل نے کمپوز کرنے کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیے ہیں۔ اس کے 3094 صفحات ہیں۔ اس کے بعد اب ریسرچ سیل کو مَیں نے کہا تھا کہ حضرت مصلح موعود کی تحریرات اور فرمودات سے تفسیر قرآن اکٹھی کی جائے جس پر کام شروع کیا گیا ہے اور اب تک نو ہزار (9000) صفحات پر مشتمل تفسیر لی جا چکی ہے اور اس پر مزید کام جاری ہے۔

یہ تو ہے ایک مختصر جائزہ آپؓ کے کاموں کا لیکن اسی جائزے کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وقت میں بھی اپنے ایک خطبہ میں ایک وقت بیان فرمایا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا وہ اقتباس بھی مَیں پڑھ دیتا ہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں کہا تھا کہ ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ مَیں نے بہت سی تفصیلات جمع کی تھیں لیکن اس وقت مَیں صرف وہ نقشہ ہی پیش کر سکتا ہوں جو مَیں نے اس غرض کے لیے تیار کروایا ہے اور وہ یہ ہے حضورؓ کی ایک تفسیر تو تفسیر کبیر ہے جو خود اتنی عجیب تفسیر ہے کہ جس شخص نے بھی غور سے اس کے کسی ایک حصہ کو پڑھا ہو گا وہ یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ اگر دنیا میں کوئی خدا رسیدہ بزرگ پیدا ہوتا اور وہ صرف یہ حصہ قرآن کریم کا تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع کر دیتا تو یہ اس کو دنیا کی نگاہ میں بزرگ ترین انسانوں میں سے ایک انسان بنانے کے لیے کافی تھا لیکن اس پر ہی بس نہیں۔ قرآن کریم پر اَور بہت سی کتب لکھیں اور میرا خیال ہے کہ حضور نے صرف قرآن کریم کی تفسیر پر ہی آٹھ دس ہزار صفحات لکھے ہیں، تفسیر کبیر کی گیارہ مجلدات بھی ان میں شامل ہیں۔ کلام کے اوپر حضور نے دس کتب اور رسائل لکھے۔ روحانیات، اسلامی اخلاق اور اسلامی عقائد پر اکتیس کتب اور رسائل تحریر فرمائے۔ سیرت و سوانح پر تیرہ

کتب و رسائل لکھے۔ تاریخ پر چار کتب و رسائل۔ فقہ پر تین کتب و رسائل۔ سیاسیات قبل از تقسیم ہند پچیس کتب اور رسائل۔ سیاسیات بعد از تقسیم ہند و قیام پاکستان نو کتب اور رسائل۔ سیاست کشمیر پندرہ کتب اور رسائل۔ تحریک احمدیت کے مخصوص مسائل اور تحریکات پر ایک کم سو کتب اور رسائل یعنی ننانوے۔ ان سب کتب و رسائل کا مجموعہ 225 بنتا ہے تو جیسا کہ اس وقت شاید آپؓ کو معلومات بھی پوری نہ دی گئی ہوں، اب زیادہ مزید معلومات ہیں جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا۔ بہر حال آپؓ فرماتے ہیں تو جیسا کہ فرمایا تھا الہام میں کہ وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا ان پر ایک نظر ڈال لیں تو ان میں علومِ ظاہری بھی نظر آتے ہیں اور علومِ باطنی بھی نظر آتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ جب بھی آپؓ نے کوئی کتاب یا رسالہ لکھا ہر شخص نے یہی کہا کہ اس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا۔ سیاست میں جب آپؓ نے قیادت سنبھالی یا جب بھی آپؓ نے سیاست کے بارے میں قائدانہ مشورے دیے، بڑے سے بڑے مخالف بھی آپؓ کی بے مثال قابلیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غرض حضور کے علومِ ظاہری و باطنی کے پُر ہونے سے متعلق ایک بڑی تفصیل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کہتے ہیں کہ اس کے ہزارویں حصہ میں بھی مَیں نہیں جا سکتا۔ صرف ایک سرسری سی چیز آپ کے سامنے رکھ دی ہے اور پھر اسی پر ختم کرتا ہوں۔"

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعود نمبر مئی جون جولائی 2009 صفحہ 64-65)

سامعین! مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم مبلغ بلادِ عربیہ نے صاحبِ دولت کی یوں تشریح فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں

اگر جماعت احمدیہ میں آپؓ کا دَورِ خلافت کا ہی احاطہ کر کے تاریخ میں یہ بات تلاش کی جائے کہ 1914ء سے 1965ء تک جماعت احمدیہ کے کس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنا محنت سے کمایا ہوا مال سب سے زیادہ چندہ میں دیا ہے۔ تو یقیناً وہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کا نام سر فہرست ہو گا اور ایسا کیوں نہ ہو۔ جب کہ آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت سے تین سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ یہ خبر دی تھی کہ

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔"

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اِس مضمون کو ایک اور جگہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"تبلیغ رسالت میں آپؑ نے یہ بیان فرمایا۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کوئی معمولی روح نہیں مانگی گئی تھی بلکہ ایک نشان مانگا گیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات کے حامل بیٹے کی پیدائش کی خبر دی۔ ایک ایسے فرزند جلیل کی خبر دی گئی "جو عمر پانے والا ہو گا۔ نہایت ذکی اور فہیم ہو گا۔ صاحبِ شکوہ و عظمت اور دولت ہو گا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا نہایت گہرا فہم اس کو عطا ہو گا اور اس خداداد فہم سے کام لے کر وہ قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی توفیق پائے گا کہ کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ وہ عالم کباب ہو گا یعنی اس کے دورِ حیات میں ایسی عالمگیر تباہیاں آئیں گی جو سب دنیا کو بھون کر رکھ دیں گی۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 53 تا 54)

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 فروری 2015ء میں فرماتے ہیں۔

"پھر لکھا تھا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور یہ الفاظ ہیں پیشگوئی کے اور رؤیا میں بھی یہ دکھایا گیا کہ ایک قوم ہے جس میں مَیں ایک شخص کو لیڈر مقرر کرتا ہوں اور ان الفاظ میں جیسے ایک طاقتور بادشاہ اپنے ماتحت کو کہہ رہا ہو اسے کہتا ہوں کہ اے عبدالشکور! تم میرے سامنے اس بات کے ذمہ دار ہو گے کہ تمہارا ملک قریب ترین عرصے میں توحید پر ایمان لے آئے۔ شرک کو ترک کر دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو اپنے مدنظر رکھے۔ یہ صاحب شکوہ اور عظمت کے ہی کلمات ہو سکتے ہیں جو رؤیا میں میری زبان پر جاری کئے گئے۔"

گھر میں عیسیٰ کے ہوا پیدا وہی موعود دیکھ!
حاملِ اوصافِ کامِل طفلِ نو مولود دیکھ!
جس کی منزل آسمانوں سے پرے مقصود ہے
جس کے بازو میں کوئی پروازِ لامحدود ہے

بُت کدہ جس کی نگاہوں نے کیا نابود ہے
غزنوی محمود سے بڑھ کر مِرا محمود ہے
جس نے ہے یاجوج اور ماجوج کو پسپا کیا
ایستادہ جس کی ہیں تائید میں ارض و سما
اے بشیر الدین، اے محمود، اے فضل عمر!
تُو ہے اسمِ با مسمّٰی اے ہمارے راہبر!

(کمپوزڈ بائی: فائقہ بشریٰ اور منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿31﴾ ﴿مشاہدات۔255﴾

(وہ) اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا

حُسن و احساں میں وہ نظیرِ مسیح
وہ علاجِ قلوبِ زار آیا
مژدہ اے طالبانِ حق مژدہ
کہ مسیحائے روزگار آیا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت مسیحؑ کی زبان سے فرماتا ہے۔

اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران:50)

سامعین کرام! آج مجھے جس اہم موضوع کو کوزے میں بند کرنا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقتِ اسلام پر پیشگوئی مصلح موعود کی 52 علامات میں سے ایک علامت **"(وہ) اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا "** ہے

سامعین! ابھی مَیں نے قرآنِ کریم کی جس آیت کی تلاوت کی ہے۔ اِس آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کی بشارت دے کر اُس کے اوصاف اور خوبیاں بیان فرمائیں اور فرمایا کہ یہ بیٹا بڑا ہو کر جب نبی بنا کا بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جائے گا تو وہ پیغام دے گا۔

مَیں تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک نشان لے کر آیا ہوں کہ مَیں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی طرز پر پیدا کروں گا۔ پھر مَیں اس میں پھونکوں گا تو (معاً) وہ اللہ کے حکم سے پرندہ (یعنی

طیرِ روحانی) بن جائے گا اور مَیں پیدائشی اندھے اور مبروص کو شفا بخشوں گا اور مَیں اللہ کے حکم سے (روحانی) مُردوں کو زندہ کروں گا اور مَیں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کھاؤ گے اور اپنے گھروں میں کیا جمع کرو گے۔ یقیناً اس میں تمہارے لئے ایک بڑا نشان ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کی جو خوبی بیان کی ہے کہ وہ روحانی پرندے پیدا کرنا اور اُنہیں سدھا کر اپنے اللہ کی طرف پرواز کروانا ہے گویا روحانی طور پر مُردے زندہ کر دئے جائیں گے نیز وہ عیسیٰ اندھوں اور مبروص لوگوں کو شفا بخشے گا۔

سامعین! اِس آیتِ کریمہ میں حضرت عیسیٰؑ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ دراصل ہر نبی، رسول اور فرستادہ کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر فرستادہ اور رسول مُردہ لوگوں کے دلوں میں ایک نئی روح پھونکنے آتا ہے۔ اُن لوگوں کو متعلقہ نبی کے ذریعہ نئی زندگی ملتی ہے۔ نیا آسمان تشکیل پاتا ہے اور نئی زمین بنتی ہے۔ اِسی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اِس آیت کے تحت فُٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

"اِس آیت میں تمام کلمات تعبیر طلب ہیں۔ مٹی کو پھونک کر اُڑنے والا پرندہ بنا دینا اِس بات کی تمثیل ہے کہ حضرت مسیحؑ کے دَم سے ارضی لوگ روحانی رفعتوں میں پرواز کرنے لگے۔ اِسی طرح پیدائشی برص والے اور اندھے وہ لوگ ہیں جن کے دل کوڑھی ہوں اور کچھ نہ دیکھ سکیں جیسا کہ قرآنِ کریم کی بکثرت آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اندھوں سے مُراد ظاہری اندھے نہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرنے سے بھی یہی مُراد ہے کہ روحانی مُردوں کو روحانی زندگی عطا کی جائے۔ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ... سے مراد غالبًا کھانے پینے کی تعلیم ہے اور یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی قوم کو ہدایات دیا کرتے تھے کہ کیا چیز کھاؤ اور کس سے احتراز کرو۔"

(قرآنِ کریم اردو ترجمہ صفحہ 91)

سامعین! بس یہی وہ مضمون ہے جو عنوانِ بالا میں "مسیحی نفس" کے الفاظ میں ادا ہوا ہے۔ اِس زمانے کے حقیقی مسیحی نفس رکھنے والے مثیلِ عیسیٰ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام ہیں جن کے ذریعہ لاکھوں مُردے روحانی معنوں میں زندہ ہوئے اور آج خلفاء کے ذریعہ زندہ ہو رہے ہیں اور آئندہ تا قیامت زندہ ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ روحانی معنوں میں نئی زمین اور نیا آسمان بن جائے

گا اور اس بات کا بھی حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی صراحت سے یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر شان میں آپؑ کو مسیح ابن مریم سے فضیلت بخشی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک شخص پیدا ہوا جو مسیح سے بڑھ کر تھا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ دعویٰ بالکل سچا تھا کہ اگر مسیح میرے زمانے میں ہوتے تو میرے متبع ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لَوْ كَانَ مُوْسیٰ وَ عِيْسٰى حَيَّتَيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو سوائے میری اتباع کرنے کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ بس ثابت ہوا کہ مثیلِ عیسیٰ حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض پا کر اپنی مسیحی صفات میں حضرت مسیح عیسیٰؑ کو پیچھے چھوڑ گئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمد ہے
برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

مسیحی نفس مصلح موعود

سامعین! یہ مسیحی صفات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے آگے ماموریِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد میں بھی جاری فرمایا۔ یہ بھی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا ہی نتیجہ ہے جس کی وجہ سے آپؑ کو مسیحِ اوّل پر فضیلت ملی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو ایک بیٹے کی خوشخبری دی اور من جملہ اَور صفات کے اس کے متعلق یہ بھی کہا کہ

”اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔“

اس الہام سے یہ صاف ثابت ہے کہ پسرِ موعود بھی مثیلِ مسیح ہے اور مسیحی نفس رکھے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خود اِس پسرِ موعود یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی زبان پر بھی یوں جاری فرمایا۔ ”اَنَا الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِيْلُهٗ وَخَلِيْفَتُهٗ“۔ یعنی میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی وہ مسیح ہوں جس کا قرآن کریم میں اور دوسری

پیشگوئیوں میں وعدہ دیا گیا ہے۔ لیکن میں بالواسطہ مثیلِ مسیح ہوں۔ یعنی مجھے اصل مسیح موعود کا ہم صفات اور خلیفہ ہونے کی وجہ سے یہ نام ملا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مصلح موعود کو جب اللہ تعالیٰ نے مسیحی نفس رکھنے والا قرار دیا تو لازم تھا کہ اس کو وہ مسیحی نفس بھی بخشا جاتا جو مسیح اوّل کو بخشا گیا تھا۔ آئیں! اِس کا جائزہ لیں۔

(1) آپؓ کے ہاتھوں سے بھی روحانی مردے زندہ ہوئے اور جو جہالت کی قبروں میں تھے علم اور روحانیت کے نور سے زندہ ہو کر قبروں سے باہر آگئے اور الہام کے یہ الفاظ پورے ہوئے۔

" تا وہ زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔"

(2) اس مصلح موعود کے ذریعہ سے روحانی اندھوں اور مبروصوں نے اپنی بیماریوں سے نجات پائی جیسا کہ الہام میں کہا گیا تھا کہ: "بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔"

(3) مسیح اوّل نے اپنی قوم کو ان کے کھانے کے متعلق اور اموال کا ذخیرہ کرنے کے متعلق بعض باتیں کہی تھیں۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی قوم کو ان کے کھانے کے متعلق اور اموال کا ذخیرہ کرنے کے متعلق بعض باتیں کہیں۔ چنانچہ احمدیت کی تاریخ کے اہم موڑ پر آپؓ نے اپنی جماعت سے مطالبات تحریک جدید کے تحت یہ مطالبہ رکھا کہ وہ ایک ہی کھانا کھائیں۔ غذا میں سادگی اختیار کریں۔

(4) جس طرح مسیح اوّل نے اپنے مسیحی نفس کی برکت سے روحانی پرندے پیدا کئے تھے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مسیحی نفس کی برکت سے روحانی پرندے پیدا کئے۔ مسیح ان طینی صفَت انسانوں کو پرندے کی مانند اپنے روحانی پروں کے نیچے رکھتے یعنی ان کو اپنی روحانی گرمی پہنچاتے اور ان کی تربیت کرتے یہاں تک کہ وہ آسمان روحانیت میں پرواز کرنے لگتے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی جماعت سے یہ مطالبہ کیا کہ نوجوان جو طینی صفات رکھتے ہیں یعنی تربیت حاصل کرنے والے اور اطاعت شعار ہوں وہ اپنی زندگیاں وقف کریں۔ ان کو کچھ عرصہ علوم دینیہ پڑھائے جائیں گے اور ان کی تربیت کی جائے گی۔ اس کے بعد جب ان میں مناسب قابلیت پیدا ہو جائے گی تو انہیں حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے والے کبوتر کی صورت میں اطرافِ عالم کی طرف اُڑا دیا جائے گا۔

سامعین! اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں اِن روحانی پرندوں کو تیار کرنے والا ایک جامعہ احمدیہ ترقی پا کر اکنافِ عالَم کے گیارہ سے زائد ممالک میں ان مدارس میں تبدیل ہو گیا ہے جہاں سے اب تک ہزاروں روحانی پرندے تیار ہو کر دنیا کی مختلف جہات کی طرف پرواز کر کے اعلائے کلمۃ الاسلام کا کام کر رہے ہیں اور یہاں اِس ضمن میں حاضرین کو یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ طِین گیلی مٹی کو کہتے ہیں جس سے انسان جو چاہے مختلف چیزیں بنا سکتا ہے۔ طِینی صفَت لوگوں سے مراد یہ ہے کہ اُن کا رہبر اور رہنما اُن کو جس طرح اور جس رنگ میں ڈھالنا چاہے وہ ڈھل جاتے ہیں چنانچہ اِن معنوں میں مسیحی صفات رکھنے والے حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں ایسے لاکھوں روحانی پرندے تیار کئے جنھوں نے صحابہ رسولؐ جیسی صفاتِ حسنہ اپنے اندر پیدا کر کے اپنے خالقِ حقیقی کی طرف پرواز کرتے چلے گئے۔ اور اِس سند کو اپنے نام کیا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اِن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

روحانی پرندے

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواب میں یورپ میں سفید پرندوں کو پکڑتے دیکھا جس کی فعلی شہادت حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک دور میں دیکھنے کو ملی اور آپؓ نے اپنی قوتِ قدسیہ سے اِن کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ایسا سدھایا کہ وہ عرشِ الٰہی کے ستارے بن گئے جن کو دیکھ کر رشک آتا رہا۔ 1934ء سے دنیا یہ نظارہ دیکھ رہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے یہ سفید کبوتر کَهَيْئَةِ الطَّيْرِ کی طرح خلفاء کے روحانی پروں کے نیچے تربیت پا کر اسلام کے نام کی بلندی کا مؤجب بن رہے ہیں۔

سامعین! پرندوں کی بات چل نکلی ہے تو یہاں حضرت مصلح موعودؓ کی مسیحی صفات سے متَّصِف ہو کر مبلغین پرندوں کی طرح دنیا کے کونے کونے میں اپنا اپنا مسکن بنا کر اسلام احمدیت کا عَلَم بلند سے بلند تر

لہرانے میں کوشاں ہیں اور اسلام کا سلامتی کے پیغام بطور تحفے اپنی اپنی چونچوں میں لے کر محوِ پرواز ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہام یَا جِبَالُ اسْجُدِیْ مَعَہٗ وَ الطَّیْرَ۔ کہ اے پہاڑو! تم بھی اس کی معیت اختیار کر کے سجدہ میں گر جاؤ اور پرندے بھی گر جائیں۔

(البدر مورخہ یکم اگست 1904ء بحوالہ تذکرہ نیا ایڈیشن صفحہ 531)

سامعین! اِس الہام میں پرندوں سے وہ افراد بھی مراد ہیں جو مرکز سے پرواز کر کے دنیا کو مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچا رہے ہیں اور کچھ داعیان بن کر دعوتِ اِلَی اللہ میں مصروف ہیں اور جبال سے مراد وہ مرکزی بزرگان ہیں جو پہاڑ کی طرح مرکز میں قائم ہیں اور ان پرندوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ پس اس الہام میں مرکزی کارکنان اور بیرونِ ملک پرواز کرنے والے پرندوں دونوں کو حکم دیا گیا ہے کہ مسیح موعود کے مشن کی خدمت میں پورے انہماک سے مصروف رہیں۔

سامعین! اِس پیشگوئی کے یہ الفاظ کہ تا وہ زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں **اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔** بھی غور طلب ہیں کیونکہ اِن الفاظ کا تعلق بھی آج میری تقریر سے بنتا ہے۔ قبروں میں پڑے مُردہ لوگ وہ ہیں جو مختلف قسموں کی رسومات، بدعات اور لغویات میں ملوث ہیں اُن لوگوں کو موت کے پنجہ سے نجات دلانے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کے عملی اقدام قابلِ تحسین تھے۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ معاشرہ جس طرح بدعات، رسومات، لغویات اور غیر اسلامی تعلیمات میں جھکڑا پڑا ہے اور مسلمان ہونے کے باوجود وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ شادی بیاہ، فوتیدگی یا دوسرے مواقع پر بجالائی جانے والی بدعات و رسومات نہ کیں تو معاشرہ میں ناک کٹ جائے گی اور لوگ کیا کہیں گے؟ گویا اللہ کے مقابل پر یا اللہ کے سوا بدعات اور رسومات کو خدا بنا لیا ہے تو اِسے رسومات اور بدعات کی اسیری کہیں گے اور اِن سے آزاد کروانا روحانی طور پر بیماریوں سے صاف کرنا کہلائے گا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے 52 سالہ مبارک اور تاریخ ساز دور میں اپنے خطبات، خطابات، تقاریر اور درس و تدریس کے ذریعہ احباب و خواتین کی مسلسل رہنمائی فرمائی، تحریکات کیں، بعض اوقات اِن کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور اپنی شبانہ روز دعاؤں سے احبابِ جماعت کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ ذیلی تنظیموں کا جال بھی مسیحی صفات پیدا کرنے کے لئے پھیلایا۔ لہذا آپؓ روحانی معنوں میں مسیحی نفس سے بیماریوں کو صاف کرنے کا مؤجب

ٹھہرے۔ اِس اہم امر کی طرف آپؓ کا خطاب ''مصلح موعود'' دلالت کرتا ہے جس کے معانی اصلاح کرنے کے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ آپؓ نے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اور غلطی کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے رکھا اور احبابِ جماعت نے بھی کمال درجہ کی اطاعت کا مظاہرہ کر کے نہ صرف اپنی اصلاح کی بلکہ اپنے اہلِ خانہ کی تعلیم و تربیت عین اُن اصولوں اور ارشادات کے مطابق کی جو حضرت مصلح موعودؓ نے گاہے بگاہے جماعت کے سامنے رکھے۔ جب تمباکو کی ممانعت کی بات مخلصین جماعت نے اپنے پیارے امام کی زبان سے سنی تو اپنے حُقّے توڑ ڈالے۔ جب سنیما گھروں میں فلموں کی ممانعت کی بات ہوئی تو نوجوانوں نے فلمیں نہ دیکھنے کی قسم کھالی اور شادی بیاہ پر سادگی اختیار کرنے کی بات پر وفا شعار عورتوں نے اپنی بچیوں کو نہایت سادگی سے بیاہ کر باقی ماندہ رقم کو تحریکِ جدید میں دے دیا اور یوں اِن لایعنی، فضول اور غیر اسلامی حرکات و سکنات کی اسیری سے رہائی پائی۔

سامعین! ہم آج کی تقریر کے عنوان میں لفظ ''مسیحی نفس'' کے معانی اور کسی حد تک اِس کی تفصیل سن آئے ہیں۔ اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ ''روحُ الحق'' کی معانی اور تفصیل کو بھی جان لیں۔ الٰہی الفاظ یوں ہیں'' وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء میں روح الحق کی تشریح میں فرمایا۔

''اپنی ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کس طرح یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مصلح موعود پر منطبق ہوتی ہے، حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ''مَیں ان مشابہتوں کو بیان کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے ساتھ میری رؤیا کو ہیں۔ (ایک رؤیا آپ نے دیکھی تھی جیسا کہ میں نے کہا۔ فرماتے ہیں کہ) رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ میری زبان پر یہ فقرہ جاری ہوا کہ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ ان الفاظ کا میری زبان پر جاری ہونا میرے لئے اس قدر عجوبہ تھا۔ (ظاہر میں تو یہ حیرت انگیز عجوبہ ہو ہی سکتا ہے لیکن خواب میں ہی میری ایسی کیفیت ہوگئی) کہ قریب تھا اس تہلکہ سے مَیں جاگ اٹھتا کہ میرے منہ سے یہ کیا الفاظ نکل گئے ہیں۔ بعد میں بعض دوستوں نے توجہ

دلائی کہ مسیحی نفس ہونے کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار مورخہ 20 فروری 1886ء میں بھی آتا ہے۔ گو اُس روز مَیں یہ اشتہار پڑھ کر آیا تھا لیکن مَیں خطبہ پڑھ رہا تھا اُس وقت اشتہار کے یہ الفاظ میرے ذہن میں نہ تھے۔ خطبے کے بعد غالباً دوسرے دن مولوی سید سرور شاہ صاحب نے یہ توجہ دلائی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار میں بھی لکھا ہے کہ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنی مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ اس پیشگوئی میں بھی مسیح کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دوسرے مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں نے بت تڑوائے ہیں۔ اس کا اشارہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے دوسرے حصہ میں پایا جاتا ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ فرماتے ہیں کہ **روح الحق توحید کی روح کو کہا جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ اصل چیز خدا تعالیٰ کا وجود ہی ہے، باقی سب چیزیں اظلال اور سائے ہیں۔ پس روح الحق سے مراد توحید کی روح ہے جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ اس کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔**"

حاضرین! دیکھیں تو معانی اور مفہوم یہی نکلتا ہے کہ توحید کی روح ہے جس کی برکت سے حضرت مصلح موعودؓ وہی زندگی بخش پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں جس سے اللہ ملتا ہے اوران کی روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے باون سالہ سنہری دور میں اللہ کا نام بلند ہوتا رہا اور اللّٰہ اکبر اور لاالہ الا اللّٰہ کی صدائیں دنیا کے کونوں میں بلند ہونی شروع ہو گئی تھیں اور ہم یہ بات یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" بڑی شان کے ساتھ فجی جزائر اور ناروے میں پورا ہوا۔ اور وہاں ایسے سر فروش چھوڑے جن کے دل نورِ اسلام سے منور ہوئے اور یہ جاگ آگے نسل در نسل لگتی چلی آ رہی ہے۔ یہی وہ تزکیہ نفس کا مضمون ہے جو ہر مامور من اللہ کا بنیادی اور حقیقی فریضہ ہے۔ اپنے آقا و مطاع کے طفیل حضرت مصلح موعودؓ کو وہ خاص طاقت عطا فرمائی گئی تھی جس کی مدد سے آپ نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دلوں کو پاک کیا اور انہیں خدائے واحد کا والہ وشیدا بنا دیا۔

سامعین! محبت الٰہی کے آئینہ کے طور پر آپؓ کی سیرت کو دیکھیں تو آپؓ کی روح کو ہر غیر اللہ سے کُلّی طور پر پاک کر دیا گیا تھا۔ 11 سال کی عمر میں نماز پر کاربند رہنے کا وعدہ کیا اور ساری عمر اسے نبھایا۔ بچپن میں رات کو لمبے لمبے سجدوں کی واحد دعا یہ تھی کہ اے خدا! مجھے میری زندگی میں دین کو زندہ کر کے دکھا۔ جوانی میں 4،4 گھنٹے نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ 17 سال کی عمر میں ایک فرشتے نے آپ کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی اور آپ کے قلب میں بیج کی طرح قرآن کے علوم نقش کر دئے جن کو آپؓ نے ساری عمر حسب حالات دریا کی طرح بہا کر اپنے مخلصین کے سینوں میں ایسا اُتارا کہ آج بھی ہمارے بزرگ اپنی گفتگو میں یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ایسا فرمایا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایسا فرمایا تھا۔ ابو سعید صاحب سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائین لندن لکھتے ہیں کہ سیرالیون میں جب بھی کسی بزرگ کے سامنے حضرت مصلح موعودؓ کا نام آجاتا تو اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی تار بندھ جاتی اور بلند آواز سے حضرت مصلح موعودؓ کو دعائیں دیتے ہوئے کہتے کہ اِسی شخص نے ہم کو حقیقی معنوں میں انسان بنایا۔ ہمارے پاس مبلغین بھجوا کر ہمیں اسلامی تعلیم سے آشکار کروایا، ہمیں قرآن اور اِس کے معارف و حقائق سے آگاہ کیا۔

آئیں! اب دیکھیں کس طرح محنت اور دعاؤں سے آپؓ نے احبابِ جماعت کے دلوں میں محبت الٰہی اور خدمت دین کی ایسی لو لگائی کہ وہ جاں نثار اپنا تن من دھن لے کر آپ کے اشارہ آبرو پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں تربیتی اور روحانی تحریکات کے ذریعہ نمازوں کا عشق جگایا، تہجد کے لئے بیدار کیا، قرآن کے معارف سنائے۔ الہامات اور غیبی خبروں سے ایمانوں کو جلا بخشی کہ آپؓ کی جانب سے کی گئی ہر تحریک پر ڈاکٹرز، پروفیسرز، وکیل، صحافی اور زندگی کے متعدد پیشوں سے تعلق رکھنے والے معززین پیش پیش رہے جو اپنے تمام اخراجات خود برداشت کرتے، کھانے خود پکاتے، میلوں میل پیدل چلتے، کئی کئی وقت فاقے کرتے، چلچلاتی دھوپ میں سر پر سامان اٹھا کر سفر کرتے اور دین کی خدمت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔ ہندوؤں نے ایمان پر ڈٹی رہنے والی مائی جمیا کی فصل کاٹنے سے جب انکار کر دیا تو یہی بی اے اور ایم اے، وکیل اور ڈاکٹر جنہوں نے کبھی زرعی آلات کو ہاتھ نہ لگایا تھا

درانتیاں لے کر فصل کاٹنے لگے۔ ہاتھ زخمی کر لئے پاؤں چھلنی کر لئے مگر دین کی غیرت کا حق ادا کر دیا۔ تزکیہ نفس اسے ہی تو کہتے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 354-355)

سامعین! حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کو 1924ء میں کابل میں شہید کیا گیا۔ انہوں نے قید خانہ سے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ جوں جوں اندھیرا بڑھتا ہے خدا میرے لئے نور کو روشن تر کرتا جاتا ہے۔ دعا کریں کہ اس عاجز کا ذرہ ذرہ دین پر قربان ہو جائے۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 476)

اس واقعہ شہادت کے بعد حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے حضورؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت سے جو جگہ خالی ہوئی ہے مجھے موقع دیں کہ اس جگہ کو پُر کروں اور دین کا پیغام پہنچاتے ہوئے قربانی پیش کروں۔

(خالد دسمبر 85ء صفحہ 181)

سامعین! ایک بنگالی نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بوڑھا ہوں اور میرے بیٹے راجپوتانہ میں دعوت الی اللہ کے لئے شاید اس لئے وقف نہ کر رہے ہوں کہ مجھے تکلیف ہو گی مگر خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر میرے 10 بیٹے ہوں اور وہ سارے کے سارے خدمت دین کرتے ہوئے مارے جائیں تب بھی میں کوئی غم نہیں کروں گا بلکہ میں خود بھی خدا کی راہ میں مارا جاؤں تو میرے لئے عین خوشی کا موجب ہو گا۔

(الفضل 15 مارچ 1923ء)

اس احمدی عورت کو بھی یاد کریں جس نے دشمن کے حملہ کے دن اپنے چاروں چھوٹے بچوں کو تیار کیا اور انہیں عید کے دن کی طرح اچھے کھانے کھلائے اور کہا کہ اب جاؤ اور احمدیت پر قربان ہو جاؤ۔ اور جس طرح میں نے تمہاری عید بنائی تم میری عید بنادو۔

(الفضل 8 مئی 1983ء)

حضورؓ کے مسجد فضل لندن کے لئے مالی تحریک پر تھوڑے عرصہ میں جب بہت سارو پیہ جمع ہو گیا۔ تو ایڈیٹر اخبار ''تنظیم امر تسر ''عبد المجید قرشی صاحب نے لکھا۔

تعمیر مسجد کی تحریک 6 جنوری 1920ء میں امیر جماعت احمدیہ نے کی۔ اس سے زیادہ مستعدی اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع واطاعت کا اسوہ حسنہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ 10 جون تک ساڑھے اٹھتہر ہزار روپیہ نقد اس کارِ خیر کے لئے جمع ہو گیا تھا کیا یہ واقعہ نظم وضبط امت اور ایثار و فدائیت کی حیرت انگیز مثال نہیں۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 253)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے روحُ الحق سے خبر پا کر اور اپنی مسیحی صفات کو بروئے کار لاتے ہوئے احبابِ جماعت کی اصلاح اوراُن کی تزکیہ نفوس کے لئے دو مستقل نظام قائم فرمائے۔ ایک صدر انجمن احمدیہ میں نظارتیں اور دوسرا ذیلی تنظیموں کا قیام۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے بکثرت متبادل راستے تجویز کر رکھے ہیں مثلاً اگر ایک شریان بند ہو جائے تو اس کی جگہ دوسری شریان لے لیتی ہے۔

اسی اصول کے مطابق آپ نے صدر انجمن احمدیہ کی نظارتوں کو نظام کی نمائندہ جبکہ ذیلی تنظیمیں کو عوام کی نمائندہ قرار دیا۔ آپ ان کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یاد رکھو! اگر اصلاح جماعت کا سارا دارومدار نظارتوں پر ہی رہا تو جماعت احمدیہ کی زندگی کبھی لمبی نہیں ہو سکتی۔ یہ خدائی قانون ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا کہ ایک حصہ سوئے گا اور ایک حصہ جاگے گا۔ ایک حصہ غافل ہو گا اور ایک حصہ ہوشیار ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو گول بنا کر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے قانون میں یہ بات داخل ہے کہ دنیا کا ایک حصہ سوئے اور ایک حصہ جاگے...یہی نظام اور عوام کے کام کا تسلسل دنیا میں دکھائی دیتا ہے جو در حقیقت پرتَو ہیں تقدیر اور تدبیر کے۔ کبھی عوام سوتے ہیں اور یہ نظام جاگتا ہے اور کبھی نظام سوتا ہے اور عوام جاگتے ہیں۔ اور وہ وقت بڑی بھاری کامیابی اور فتوحات کا ہوتا ہے۔ وہ گھڑیاں جب کسی قوم پر آتی ہیں۔ جب نظام بھی بیدار ہوتا ہے اور عوام بھی بیدار ہوتے ہیں تو وہ اس قوم کے لئے فتح کا زمانہ ہوتا ہے وہ اس قوم کے لئے کامیابی کا زمانہ ہوتا ہے۔ وہ اس قوم کے لئے ترقی کا زمانہ ہوتا ہے۔ وہ

شیر کی طرح گرجتی اور سیلاب کی طرح بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہر روک جو اس کے راستہ میں حائل ہوتی ہے اسے مٹا دیتی ہے۔ ہر عمارت جو اس کے سامنے آتی ہے اسے گرا دیتی ہے۔ ہر چیز جو اس کے سامنے آتی ہے اسے بکھیر دیتی ہے اور اس طرح وہ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف اس طرف بھی اور اس طرف بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور دنیا پر اس طرح چھا جاتی ہے کہ کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر پھر ایک وقت ایسا آجاتا ہے جب نظام سو جاتا ہے اور عوام جاگتے ہیں یا عوام سو جاتے ہیں اور نظام جاگتا ہے اور پھر آخر میں وہ وقت آتا ہے جب نظام بھی سو جاتا ہے اور عوام بھی سو جاتے ہیں تب آسمان سے خدا تعالیٰ کا فرشتہ اترتا ہے اور اس قوم کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ یہ قانون ہمارے لئے بھی جاری ہے۔ جاری رہے گا اور کبھی نہیں بدل سکے گا۔ پس اس قانون کو دیکھتے ہوئے ہماری پہلی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ ہمارا نظام بھی بیدار رہے اور ہمارے عوام بھی بیدار رہیں اور درحقیقت یہ زمانہ اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ خدا کا مسیح ہم میں ابھی قریب ترین زمانہ میں گزرا ہے۔ اس لئے اس زمانہ کے مناسب حال ہمارا نظام بھی بیدار ہونا چاہئے اور ہمارے عوام بھی بیدار ہونے چاہئیں۔ مگر چونکہ دنیا میں اضمحلال اور قوتوں کا انکسار انسان کے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس لئے عوام کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ نظام کو جگاتے رہیں اور نظام کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ عوام کو جگاتا رہے۔ تا خدانخواستہ اگر ان دونوں میں سے کوئی سو جائے۔ غافل ہو جائے اور اپنے فرائض کو بھول جائے تو دوسرا اس کی جگہ لے لے۔ اور اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ اس دن کو بعید کر دیں جب نظام اور عوام دونوں سو جاتے ہین اور خدائی تقدیر موت کا فیصلہ صادر کر دیتی ہے۔ پس دونوں کو اپنے اپنے فرض ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ اگر دونوں نہ جاگیں تو کم از کم ایک تو جاگے۔ اور اس طرح وہ دن جو موت کا دن ہے ہم سے زیادہ سے زیادہ دور رہے۔"

(الفضل 17 نومبر 1943ء)

پس حضورؓ نے فرمایا کہ خدام جوش اور امنگ کی علامت ہیں اور قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور انصار حکمت اور تجربہ کے مظہر ہیں۔ اسی طرح لجنہ سلیقہ اور ترتیب کی نمائندہ ہے اور ان چاروں تنظیموں کو جماعت کی چار دیواریں قرار دے کر ان کی اہمیت اُجاگر کی۔ جسے غیروں نے بھی

محسوس کیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ ک مخالف ترین مجلسِ احرار کا ترجمان ”زمزم“ جماعت کی اس قابلِ رشک تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے بصد حسرت و یاس لکھتا ہے:

”ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود و محصور اور مضبوط اور منظم ہیں۔ ایک حلقہ احمدیت ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا زن و مرد، بچہ بوڑھا، ہر احمدی مرکز نبوت پر مرکوز و مجتمع ہے۔ مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم و احساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں۔ اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماء اللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقعوں پر اس کا جداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔

چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اور حلقہ ہے۔ انصار اللہ جس میں چوہدری سر ظفر اللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اٹھنے اور منظم ہونے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدان جہاد میں لا کھڑا کیا میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدان میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیار شرافت ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 51)

اسی طرح لجنہ کے متعلق تحریک سیرت کے مشہور لیڈر عبد المجید قرشی نے اپنے اخبار ”تنظیم“ امر تسر میں لکھا:۔

”لجنہ اماء اللہ قادیان“ احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاح مجالس قائم کی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی

نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی۔ جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونالازمی تھا۔“

(تاثرات قادیان صفحہ 173)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کے نوجوانوں، بزرگوں، بچوں اور خواتین وناصرات کو حضرت مصلح موعودؓ کے پرندے بننے کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔ اسی قسم کے پرندے جو حضرت مسیح ناصری نے اُڑائے تھے یا وہی پرندے جو حضرت ابراہیمؑ نے اُڑائے تھے وہی پرندے جو سلیمانؑ کو عطا کئے گئے تھے اور یہ پرندے اِن انبیاء کی آواز پر لبیک لبیک کہتے ہوئے آپ کے پاس جمع ہو جایا کرتے تھے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے یَأْتِیْنَکَ سَعْیًا کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے
تو مسیحی نفس بھی اور روح الحق بھی تو
اور اوالعزمی بی تیری ذات میں موجود ہے

(کمپوزڈ بائی: فائقہ بشریٰ)



﴿32﴾ ﴿مشاہدات۔228﴾

وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَ لَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

وہ ہو گا بہت ہی ذہین و فہیم
وہ کلمہ تمجید، دل کا حلیم
کہ عطر رضا سے ممسوح ہے
وہ سارے زمانے کا ممدوح ہے

سامعینِ کرام! آج مجھے اپنی تقریر میں پیشگوئی مصلح موعود سے حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق ایک علامت **"وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا"** پر روشنی ڈالنی ہے۔

تقریر کی تفصیل میں جانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ ذہین اور فہیم کے لغوی معانی بیان کر دوں تا تقریر کے مضمون کو سمجھنا سامعین کے لئے آسان ہو۔ یہ دونوں الفاظ مترادف معلوم ہوتے ہیں۔ معنوں میں معمولی تبدیلی کے ساتھ اِن کے معانی زکی، زیرک، تیز فہم، دانشمند، قوتِ ادراک رکھنے والا، عقلمند، سمجھدار، دانا کے ہیں۔ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا میں لکھا ہے۔

"ذہانت (Intelligence) اصل میں عقل (Mind) کی وہ صلاحیت یا خاصیت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ کسی بات یا تجربے کا ادراک و فہم کر سکتی ہو یعنی اُس کو سمجھ سکتی ہو۔ اِس سمجھ بوجھ کے عمل میں بہت

سی ذہنی خصوصیات شامل ہوتی ہیں جن میں سبب، منصوبہ، بصیرت اور تجرید(Abstraction)وغیرہ شامل ہیں۔"

سامعین! کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کے دماغ میں مختلف خانے ہوتے ہیں جن سے اُس کی سوچ develop ہوتی ہے۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے دماغ کے تیس 30 سے زائد خانے بیک وقت کام کرتے تھے۔ ڈاک بھی دیکھ رہے ہوتے تھے اور اپنے سامنے بیٹھے بے شمار افراد سے اُن کی ڈاک سن کر جواب بھی لکھواتے جاتے تھے۔ یہ بَلا کی ذہانت کی علامت تھی۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موعود فرزند کے منجملہ اور اوصاف کے ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور اس کی تصدیق آپؓ کے باون سالہ زمانہ خلافت کی ایک ایک گھڑی کر رہی ہے اور آپؓ کے شدید مخالفین تک کو اس کا اعتراف ہے۔ ہم عمومی طور پر دیکھتے ہیں کہ مقرر تقریر کرتے یا مضمون لکھتے آخر پر اپنے موضوع کی تائید میں غیروں کے اقتباس پیش کرتا ہے لیکن آج میں اِس رِیت سے ہٹ کر اپنے موضوع کی تائید میں غیروں کے اقوال اور اقتباسات پہلے پیش کروں گا کیونکہ کہتے ہیں وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتِ الْاَعْدَاءُ کہ کسی چیز کی فضیلت وہی ہے جو اُس کے دشمن بیان کریں۔ جیسے احمدیت کو کچلنے کے دعویدار چوہدری افضل حق صاحب نے یوں اعتراف کیا۔

"جس قدر روپے احرار کی مخالفت میں آج قادیان خرچ کر رہا ہے اور جو عظیم الشان دماغ اس کی پشت پر ہے وہ بڑی سے بڑی سلطنت کو پل بھر میں درہم برہم کرنے کے لئے کافی ہے۔"

(اخبار مجاہد 15 اگست 1945ء)

اِسی طرح مسلمانوں کی ایک درس گاہ کے مدرس اعلیٰ ایک غیر از جماعت عالم دین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سوال پیش کیا کہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کہا گیا ہے اور خلیل ایک بڑا القب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ اس کا جواب جو حضورؓ نے دیا اُس کو یہ غیر احمدی عالم پڑھ کر کہنے لگے کہ مَیں نے یہ سوال ہندوستان کے مختلف عالموں سے پوچھا تھا۔ لیکن میری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ یہ جواب جو دیا گیا ہے۔ اس قسم کا جواب فی زمانہ کوئی شخص نہیں دے سکتا۔ جب ان کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب سیرت خاتم النبیین پڑھنے کے لئے دی گئی تو پڑھ کر

فرمایا۔ ”یہ سارا خاندان ہی ایسا ہے۔“ اور پھر فرمایا۔ میں نے سیرت نبوی مصنفہ مولانا شبلی بھی دیکھی ہے۔ لیکن بعض مواقع پر مرزا صاحب (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) ان کو بھی مات کر گئے ہیں۔

(الفضل یکم اپریل1946ء)

سامعین! اسی طرح ایک ترکستانی غیر احمدی عالم و مدرِّس، سورہ یونس تا سورہ کہف کی تفسیر کبیر پڑھنے کے بعد کہنے لگے

”بھئی! اس کے لکھنے والا شخص بلا کا ذہین ہے۔“

گویا یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں ہیں کہ ”وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔“

(الفضل یکم اپریل1946ء)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے ”اسلام میں اختلافات کا آغاز“ پر ایک لیکچر 26 فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں ارشاد فرمایا۔ اس جلسہ کے صدر معروف علمی شخصیت جناب سید عبد القادر صاحب ایم اے، مؤرخ اسلام تھے۔ موصوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ آج کے لیکچرار اِس عزت، اِس شہرت اور اِس پائے کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں۔ آپ اُس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا اور بالخصوص عیسائی عالَم میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

افتتاحی تقریر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں عبد اللہ ابن سبا اور اس کے باغی اور مفسد ساتھیوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر اتنی تفصیلی روشنی ڈالی اور تاریخ اسلام کی گمشدہ کڑیوں کو اس طرح منکشف اور مربوط فرما کر سامنے رکھ دیا کہ بڑے بڑے صاحبان علم و فہم بھی حیران رہ گئے۔ تقریر کے اختتام پر صدر مجلس جناب سید عبد القادر صاحب نے فرمایا: ”حضرات! میں نے تاریخی اوراق کی کچھ ورق گردانی کی ہے اور آج شام جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر میں اچھی طرح رائے زنی کر سکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفلِ مکتب ہوں۔ پھر اپنی اور حضرت مصلح موعودؓ کی غیر معمولی علمیت کی روشنی کا ایک تقابل کیا اور کہا کہ جس فصاحت اور جس علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔“

سامعین!

1913ء میں غیر از جماعت صحافی جناب محمد اسلم نے حضورؓ سے ملنے کے بعد لکھا: علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم و مدبر ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے جو رائے اقوام عالَم کے زمانہ ماضی کے واقعات کی بِنا پر ظاہر فرمائی وہ نہایت ہی زبردست مدبرانہ پہلو لیے ہوئے تھی۔

حضورؓ نے 1930ء میں کتاب ''سائمن کمیشن رپورٹ کے حوالے سے ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل'' تحریر فرمائی تو بیسیوں اہل علم نے تعریفی کلمات کہے۔ حاجی عبد اللہ ہارون صاحب ایم ایل اے کراچی نے لکھا: میری رائے میں سیاست کے باب میں جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب بہترین تصانیف میں سے ہے۔

اسی طرح سیّد حبیب صاحب مدیر اخبار سیاست نے لکھا: آپؓ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے۔ مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپؓ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے اور زیر بحث کتاب کے مطالعہ سے آپؓ کی وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپؓ کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے اور آپؓ کی زبان بہت شستہ ہے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں: آج 10 اکتوبر 1946ء کی شام کو نئی دہلی میں جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت احمدیہ سے ملنے گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک باتیں کیں۔ مرزا صاحب مخلص بھی ہیں، دانش مند بھی ہیں، دُوراندیش بھی ہیں اور بہادرانہ جوش بھی رکھتے ہیں۔

سامعین! حضورؓ نے استحکام پاکستان پر جو لیکچرز دیے اُن میں سے ایک اجلاس کے صدر سر فیروز خان نون تھے جو بعد میں وزیر اعظم بنے۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا: ''حضرت صاحب کے دماغ کے اندر علم کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انہوں نے تھوڑے وقت میں ہمیں بہت کچھ بتایا ہے اور نہایت فاضلانہ طریق سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔''

ایک لیکچر کے بعد سر عبد القادر صاحب ایم اے نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا: ''حضرت مرزا صاحب کے پُر مغز اور پُراز معلومات لیکچروں کا اصل منشاء یہی ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کو اس اہم موضوع پر

غور و خوض کرنے کی طرف توجہ ہو۔ حضرت مرزا صاحب نے ان لیکچروں کے ذریعہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے ہم سب دل سے ان کے ممنون ہیں۔"

احراری لیڈر قاضی احسان احمد کا اعتراف ہے کہ "خلیفہ صاحب اس قدر ذہین ہیں اور ان کا دماغ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہماری اسکیمیں فیل کر دیتے ہیں۔"

ہفتہ وار "پارس" کے ایڈیٹر لالہ کرم چند ایک دفعہ قادیان آئے تو واپس جا کر یکے بعد دیگرے کئی مضامین میں حضورؓ کی قیادت، فراست اور شخصیت کا ذکر کیا۔ ایک دوست سے کہنے لگے ہم تو ظفر اللہ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے مگر بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت ایک طفلِ مکتب کی سی ہے۔ ان میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے، ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بام عروج تک لے جا سکتا ہے۔

حضورؓ سے دمشق میں ملاقات کرنے کے بعد ایک عرب صحافی نے لکھا: خلیفہ صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں۔ دونوں آنکھیں ذکاء و ذہانت اور غیر معمولی علم و عقل کی خبر دے رہی ہیں۔ ان کے چہرے کے خدوخال میں آپ یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اس کے کہ آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے۔

سامعین! احمدیت کے خلاف احرار کی تحریک کے دوران انگریز حکومت بھی احرار کی پشت پناہ تھی اور کوشاں تھی کہ کسی طرح حضورؓ پر قانونی گرفت کریں۔ اس مذموم کوشش میں ناکامی پر گورنر پنجاب سر ایمرسن حضورؓ کی خداداد ذہانت اور فراست دیکھ کر حیران تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ عجیب انسان ہے اپنی قوم کو بیدار کرنے اور ابھارنے کے لیے ایسی زبردست تقریر کرتا ہے جو سراسر قابل اعتراض ہوتی ہے مگر آخر میں ایک ہی فقرہ ایسا کہہ جاتا ہے کہ جس سے پہلی تقریر ساری کی ساری ناقابل اعتراض ہو کر رہ جاتی ہے اور ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کر سکتے۔

انگریز حکومت کی اس مخالفانہ روش کے بارے میں حضورؓ نے ایک دفعہ فرمایا: سی آئی ڈی کا ایک چوٹی کا افسر مجھے لاہور میں ملا اور مجھ سے کہا کہ حکومت کے آفیسرز اور گورنر ہر روز مشورہ کرتے ہیں کہ کسی طرح آپ کی کوئی چھوٹی سی بات بنا کر ہی پکڑ لیں مگر اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

مشہور صحافی خواجہ حسن نظامی نے 1933ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے لکھا: ”مرزا محمود احمد اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفہ ہیں۔ آواز بلند اور مضبوط ہے۔ عقل دور اندیش اور ہمہ گیر ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔“

سامعین! ادیب و مؤرخ مولانا غلام رسول مہر صاحب نے کہا: مرزا صاحب (مرزا بشیر الدین محمود احمد) بلا کے ذہین تھے۔ مَیں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ عملی سیاست میں ایسا کام کرتا ہے جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لَوث مشورہ، واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل یہ ان کی خصوصیت تھی۔ ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے اُن سے ملاقات کے لیے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ نااُمیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں اور مقصد میں کامیابی سامنے ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے۔

محقق و ادیب علامہ نیاز فتح پوری نے تفسیر کبیر کے مطالعہ کے بعد لکھا: ”آپ کے تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال، آپ کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔“

(مطبوعہ ”الفضل ڈائجسٹ“، الفضل انٹرنیشنل لندن 17 و 24/ فروری 2023ء)

سامعین! وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا کی تائید میں اغیار کے اقوال اور اقتباس سننے کے بعد اب ہم آتے ہیں عنوان کے اُس حصے کی طرف جس میں اِس کے حق میں جماعت کے اندر تائیدی واقعات اور ارشادات بیان ہوں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ اپنی عام زندگی میں بھی ایک زیرک انسان تھے۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں برصغیر اور کئی دیگر خطّوں کی مسلم اقوام نے آزادی کی کامیاب جدوجہد کی۔ حضورؓ کو اپنی خداداد ذہانت اور فہم کی بدولت اس سارے عرصے میں ان سارے محاذوں پر انتہائی اہم اور روشن کردار ادا کرنے کا موقع ملا اور بنی نوع انسان نے وسیع پیمانے پر آپؓ سے فیض پایا۔ کیونکہ آپؓ عقل و دانش کی مالکانہ صلاحیتوں کے ہوتے ہوئے قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی کامیاب و کامران زندگی کا ہر قدم یہ گواہی دیتا ہے کہ آپؓ سخت ذہین و فہیم تھے۔ دنیا بھر سے سیاسی راہنما، مسلم قائدین،

جماعتی عہدیدار اور مختلف پس منظر رکھنے والے سینکڑوں افراد روزانہ آپؓ سے مشوروں کے طالب ہوتے اور آپؓ کی فہم و فراست اور عقل و دانش سے فیض یاب ہوتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کا ذہین و فہیم ہونا کم عمری سے ہی نمایاں تھا۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعودؑ ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے گھر واپس تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب سے جن کی عمر اس وقت دس بارہ سال کی ہو گی پوچھا: میاں! یاد بھی ہے کہ آج میں نے کیا تقریر کی تھی؟ میاں صاحب نے اس تقریر کو اپنی سمجھ اور حافظہ کے موافق دہرایا تو حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے: ”خوب یاد رکھا ہے۔“

سامعین! عام زندگی میں بھی آپؓ کی ذہانت اور فراست ہمیشہ حیران کُن رہی۔ گھر میں عطر کی شیشیوں سے بھری چار بڑی الماریوں میں سے کسی خاص عطر کی شیشی کی یوں نشان دہی فرمانا کہ فلاں کونے کی الماری کے فلاں خانے کے بائیں کونے میں کٹ وک کی شیشی رکھی ہے۔ اور گھر سے باہر کیمبل پور جیسی دُور افتادہ جگہ پر اسٹیشن پر جمع احباب کا مقامی شخص کے تعارف کروانے میں غلطی پا کر آپؓ کا ملاقاتی کو صحیح نام سے مخاطب کرنا، سامعین کے لیے حیران کن تجربہ ہوتا۔

تیس سال تک آپؓ کے سیکرٹری رہنے والے مکرم مولانا عبد الرحمٰن انور صاحب بیان کرتے ہیں: یہ امر اکثر دیکھنے میں آتا رہا ہے کہ بہت لمبی لمبی حساب کی میزانوں کو حضور پلک جھپکنے میں کر لیتے اور پیچیدہ حسابی معاملات تو منٹوں میں حل ہو جاتے۔

حضورؓ میں عام سے واقعات کے پس پردہ بڑے امکانات کو اخذ کرنے کی زبردست صلاحیت تھی۔ چنانچہ آپؓ اگست 1924ء میں چار دن اٹلی میں ٹھہرے تو اس دوران آپؓ نے عام مشاہدے سے جو نتیجہ نکالا وہ آپؓ کے الفاظ میں یوں تھا: اس وقت فاشسٹ پارٹی کا پوری طرح غلبہ نہیں ہوا تھا جس کا علم ہمیں اس طرح ہوا کہ فاشسٹ پارٹی کا یہ نشان تھا کہ وہ سیاہ قمیض پہنتے تھے۔ مگر مَیں نے روم، وینس، اٹلی کے شہروں میں دیکھا کہ بہت کم لوگ تھے جو سیاہ قمیض پہنے ہوئے تھے یا سیاہ ٹائی یا بیج لگائے ہوئے تھے۔

ذہین و فہیم حضورؓ کی اپنی زبانی!

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو جو دماغی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ان کا آپؓ نے خود یوں ذکر فرمایا:

i۔ اگر کوئی پرانی بات بھی میرے مطلب کی ہو تو مجھے بہت یاد رہتی ہے۔ کام کی چیز مجھے بیس سال کے بعد بھی یاد رہتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اسے پڑھتے یا سنتے وقت میں نے اس کی طرف دماغ کو متوجہ کیا۔ بعض دوستوں کے خطوط کے جواب جب مَیں دو دو تین تین ماہ کے بعد لکھواتا ہوں تو مَیں افسر ڈاک کو بتا دیتا ہوں کہ اس نے یہ نہیں بلکہ یہ لکھا ہے۔

ii۔ میں اپنے تجربے کی بِنا پر بھی اور اس علم کی بِنا پر جو خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت اور دماغ کے متعلق مجھے دیا ہے اور بغیر اس کے متعلق کوئی کتابیں پڑھنے کے مجھے ایسا باریک علم عطا کیا ہے کہ بسا اوقات وہ الہام کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ انسان کی شکل دیکھتے ہی اس کے تاثرات، جذبات، احساسات ایسے باریک طور پر میرے دل پر منکشف ہو جاتے ہیں کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ الہام خفی ہوتا ہے۔

iii۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے سلطان القلم قرار دیا تھا اس کے مقابلہ میں اس نے مجھے اتنا بولنے کا موقع دیا کہ مجھے سلطان البیان بنا دیا۔

iv۔ کوئی علم ہو خواہ وہ فلسفہ ہو یا علم النفس ہو یا سیاست ہو، مَیں اس پر جب غور کروں گا ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچوں گا... اور چونکہ قرآن مجید کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں اس لیے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل کرنا نہیں پڑا۔

v ۔ میرے ناک کی حس غیر معمولی طور پر تیز ہے یہاں تک کہ میں دودھ سے پہچان جاتا ہوں کہ گائے یا بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔

حیرت انگیز دانش مندانہ راہنمائی

سامعین! آئیں اب ایک دو واقعات آپؓ کی ذہانت کے ملاحظہ فرمائیں۔ حضورؓ نے اپنی خداداد دانش اور فہمِ رسا کی بدولت اُمّت مسلمہ کی بہتری کی خاطر قومی اور ملکی معاملات پر گہری نظر رکھ کر ان کا حل تجویز فرمایا جیسے

i۔ **ترکی حکومت کا خاتمہ:** جنگ عظیم اوّل میں ترکی کی اسلامی حکومت کا جرمنوں سے اشتراک کر کے میدان جنگ میں کود پڑنا اپنے نتائج کے لحاظ سے بعد میں پوری اُمّت مسلمہ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا۔ آپؓ نے اس کے نتیجہ کو بھانپ کر فرمایا: اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ترکوں کو ان کی بد اعمالیوں اور ظلموں کی سزا دینا چاہتا ہے۔

جنگ میں فتح کے بعد اتحادیوں نے انتہائی غیر منصفانہ انداز میں سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے اور دیگر ذلّت آمیز شرائط مسلّط کیں۔ اس کے ردّ عمل کے طور پر ہندوستان میں ہجرت، جہاد اور ترک موالات کی تجاویز پیش ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان سب تجاویز کو مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ دیکھا اور جمعیت العلمائے ہند کے لیڈر مولانا عبد الباری فرنگی محل کی دعوت پر خلافت کمیٹی کے تحت منعقدہ کانفرنس 1920ء کے لیے ایک رسالہ بعنوان ''معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ'' میں ان مضرات کو درج فرمایا۔ جس میں منجملہ یہ بھی لکھا: اس تجویز پر عمل کر کے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت بھی ٹوٹ جاوے گی۔ پس سوائے اس کے کہ اس فیصلہ سے لاکھوں مسلمان اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور تعلیم سے محروم ہو جاویں اور اپنے حقوق کو جو پہلے ہی تلف ہو رہے ہیں اَور خطرہ میں ڈال دیں اَور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

تاہم حضورؓ کی رائے کو نظر انداز کر کے مسلمان لیڈروں نے مسٹر گاندھی کی قیادت میں یکم اگست 1920ء کو عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی اور ساتھ ہی مسٹر گاندھی کی مدح سرائی بھی۔ مولوی مودودی نے ''سیرت گاندھی'' پر کتاب لکھی۔ مولوی ظفر علی خان نے کہا: مہاتما گاندھی نے مسلمانوں پر جو احسان کیے ہیں ان کا عوض ہم نہیں دے سکتے۔ ہمارے پاس زر نہیں، جان جب چاہیں ہم حاضر ہیں۔

لیکن نتائج وہی نکلے جیسے حضورؓ نے خیال کیے تھے۔ چنانچہ اٹھارہ ہزار مسلمان اپنا گھر بار اور اسباب اونے پونے بیچ کر افغانستان ہجرت کر گئے۔ وہاں سے واپس کیے گئے تو کچھ مر کھپ گئے، باقی تباہ حال، درماندہ، قلاش اور تہی دست واپس پہنچے۔ اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں۔

ii۔ **تحفّظِ ناموسِ رسالت:** 1927ء میں ہندوستان میں ایک آریہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک توہین آمیز کتاب ''رنگیلا رسول'' اور ایک ہندو رسالہ ''ورتمان'' میں ایک ہتک آمیز مضمون

شائع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ان ناپاک حملوں کی روک تھام اور ان کے دفاع کے لیے حضورؓ نے مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی۔ حضورؓ کی اس دانشمندانہ قیادت کا اس زمانے کے انصاف پسند مسلم پریس نے برملا اعتراف کیا۔ مثلاً اخبار ''مشرق'' نے لکھا: جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا سرفروشی کی اور جیل خانہ جانے سے خوف نہ کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف اور عدل کی طرف مائل کیا۔

سامعین! جب ورتمان کے مقدمے میں مجرمان کو سزائیں ہوئیں تو یہ عام طور پر خوشی کا موقع اور جدوجہد کا ماحصل سمجھا گیا۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کا دانش مندانہ ردّ عمل یوں شائع ہوا: میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا اپنے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال جیل خانہ کو نہیں قرار دیتا۔ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے کیونکہ میرا آقا دنیا کو جِلا دینے کے لیے آیا تھا، نہ کہ مارنے کے لیے۔ پس میں اپنے نفس سے شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے؟ پس میں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش در حقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا۔ اور میرے لیے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکل کر اس کی جگہ آپؐ کی محبت قائم نہ ہو جائے۔

عالَم اسلام کی فلاح و بہبود

سامعین! عالم اسلام کے دیگر ممالک بھی آپؓ کے فہم و تدبر سے متمتع ہوئے۔ اِس حوالے سے مکرم جمیل احمد بٹ صاحب لکھتے ہیں۔

i۔ آپؓ نے ایک موقع پر سلطان ابن سعود کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا۔ آپ ایک سمجھ دار بادشاہ ہیں مگر بوجہ اس کے کہ یورپین تاریخ سے اتنی واقفیت نہیں رکھتے وہ یورپین اصطلاحات کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ ایک دفعہ جب وہ اٹلی سے معاہدہ کرنے لگے تو ایک شخص کو جو اُن کے ملنے والوں میں سے تھے، اُن کو مَیں

نے کہا کہ میری طرف سے سلطان ابن سعود کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ معاہدہ کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لیں یورپین اقوام کی عادت ہے کہ وہ الفاظ نہایت نرم اختیار کرتی ہیں مگر ان کے مطالب نہایت سخت ہوتے ہیں۔

ii۔ **فلسطین میں یہود کی آبادی:** فلسطین میں اسرائیل کا قیام اس اسکیم کا منطقی نتیجہ تھا جس کے تحت مغربی طاقتوں نے اس سے پہلے سالوں میں اس خطے میں یہود کو بکثرت آباد کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے فہم و فراست سے اس سازش کو ابتدا ہی میں بھانپ لیا اور 1945ء میں اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے فرمایا: صدر ٹرومین تاریں دے رہے ہیں کہ یہود کو فلسطین میں آباد ہونے دیا جائے۔ وہ خود 51 لاکھ مربع میل کے ملک پر قابض ہیں مگر اپنے ہاں یہودیوں کو آباد نہیں ہونے دیتے اور فلسطین کا علاقہ زیادہ سے زیادہ 50 ہزار مربع میل سمجھ لو وہاں یہود کے آباد کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہودی ہمارے ہاں آبسیں بلکہ کہتے ہیں کہ یہود کو فلسطین میں بسنے دو ورنہ وہ کہاں جائیں۔ یہ کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی اور دنیا میں کوئی نہیں پوچھتا کہ 99 گنا زیادہ علاقہ رکھتے ہوئے امریکہ، 99 گُنا زیادہ علاقہ رکھتے ہوئے آسٹریلیا اور 99 گُنا زیادہ علاقے کی کالونیز رکھتے ہوئے انگریز کیوں یہود کو اپنے ممالک میں بسانے کے لیے تیار نہیں؟

برصغیر کے مسلمانوں کی خیر خواہی

i۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے 1913ء میں میثاق لکھنؤ کے تحت ہر صوبے میں اقلیتوں کو زیادہ نشستیں دینے کے فارمولے پر اتفاق کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی فراست سے سب سے پہلے یہ محسوس کیا کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ ایک احمدی وفد نے وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے ملاقات کی اور یہ تجویز کیا کہ کوئی ایسا طریق انتخاب نہ اختیار کیا جائے جس سے کم اکثریت رکھنے والی جماعت کو نقصان پہنچے۔ یہ درست رائے تھی اور بالآخر قائداعظم نے 1929ء میں اپنے 14 نکات میں تیسرے نمبر پر اسے شامل کیا۔

ii۔ ہندو مسلم فسادات کے پس منظر میں 14 نومبر 1923ء کو لاہور میں ایک پبلک لیکچر میں حضورؓ نے مسلمانوں کے لیے سات خود حفاظتی اقدامات تجویز کیے اور ہندو مسلم صلح کے لیے سات اصول بیان

فرمائے۔ اس جلسہ کے صدر خان بہادر عبد القادر صاحب تھے جنہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا: مرزا صاحب نے جامع اور پُر مغز تقریر فرمائی ہے اور اتفاق و اتحاد کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالی ہے۔

iii۔ حضرت مصلح موعودؓ کو لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 23 مئی 1924ء میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ آپؓ نے اس موقع پر ایک اہم رسالہ بعنوان "اساس الاتحاد" تحریر فرمایا جو وہاں تقسیم کیا گیا۔ آپؓ کا پیغام تھا کہ مسلم لیگ کا دروازہ ہر مسلمان کہلانے والے کے لیے کھلا رکھا جائے۔ آپؓ کا یہ مشورہ بالآخر مسلم لیگ نے تسلیم کیا اور مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کا اعلان کیا۔

جدوجہد آزادی میں قدم بقدم راہنمائی

سامعین کرام! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی کی طرف آتا ہوں۔ سب سے پہلے حق رائے دہی کو لیتے ہیں کیونکہ برصغیر میں تمام مسلم راہنما بشمول قائد اعظم ایک عرصہ تک مخلوط طریق انتخاب کے حامی رہے جبکہ حضورؓ کی رائے ابتدا ہی سے جداگانہ طریق انتخاب کے حق میں تھی۔ جولائی 1925ء میں آپؓ نے آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقدہ امرتسر کے لیے اپنے پیغام میں فرمایا: مسلمانوں کی کمزوری، ہندوؤں کا کُل شعبوں پر قبضہ اور مسلمانوں کی ترقی کے راستے بند کر دینا۔ یہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ جب تک اس حالت کی اصلاح نہ ہو جائے جداگانہ حق نیابت کا مطالبہ کریں۔ پھر ستمبر 1927ء میں شملہ میں منعقدہ اتحاد کانفرنس میں آپؓ نے اس مؤقف کو دہرایا کہ ہمارے خیال میں مخلوط انتخاب کا طریقہ مسلم مفاد کے لیے خطرناک ہے۔ نیز شملہ میں قیام کے دوران ہی آپؓ نے قائد اعظم کو جداگانہ انتخاب پر قائل کرنے کے لیے ان کے ساتھ ایک ملاقات بھی کی۔ نیز **سائمن کمیشن کا** قائد اعظم اور مولانا محمد علی جوہر سمیت مسلمان راہنماؤں بائیکاٹ کو حضورؓ نے ہندوؤں کی خطرناک چال اور اسے مسلم مفاد کے سراسر خلاف قرار دیا

قائد اعظم کی واپسی: پہلی گول میز کانفرنس کے دوران ہندو لیڈروں کے رویہ سے مایوس ہو کر قائد اعظم نے ہندوستان چھوڑ کر لندن میں رہائش اختیار کرلی۔ ان کا مسلمانوں کی قیادت سے یوں دست کش ہو جانا ہندوؤں اور کانگریس نواز مسلمانوں کو بہت پسند آیا۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی دُوررس نگاہ نے اس فیصلہ کے مضمرات کو واضح طور پر دیکھا۔ اور حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ کے ذریعے قائد اعظم

پر یہ فیصلہ واپس لینے پر زور دیا۔ چنانچہ قائداعظم نے مسجد فضل لندن میں ایک تقریب کے دوران امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب کے نتیجے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

کرپس مشن کی ناکامی اور لارڈ ویول فارمولا: 1942ء میں کرپس مشن کی ناکامی کے بعد آزادئ ہند کے معاملے میں تعطل آگیا جو کسی کے لیے خوش آئند نہ تھا۔ بالآخر حضرت مصلح موعودؓ نے 12 جنوری 1945ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں انگلستان اور ہندوستان کو مفاہمت کی تحریک کی۔ آپؓ نے یہ پیش خبری بھی کی کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ہوا میں اڑنے والی آواز کو بھی لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے۔ چنانچہ یہ آواز سنی گئی اور اثر پذیر ہوئی۔ اور وائسرائے ہند لارڈ ویول نے انگلستان میں طویل مشورے کے بعد 14 جون 1945ء کو آزادی کا نیا فارمولا پیش کیا تو حضورؓ نے 22 / جون کو اپنے خطبہ جمعہ میں ہندوستان کے تمام سیاسی لیڈروں کو انگلستان کی طرف سے صلح کے ہاتھ کو تھام لینے کا پیغام دیا۔ آپؓ کے اس پیغام پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لکھا: چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا۔

سامعین! عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کی مساعی اور کوشش کے بعد جب

3 / جون 1947ء کے آزادی ہند کے اعلان میں پنجاب کی تقسیم کی تجویز میں بظاہر سکھوں کا مفاد پیش نظر رکھا گیا تھا۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی دُور اندیشی سے اس موقع پر ''سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل'' کے عنوان سے 17 جون 1947ء کو ایک ٹریکٹ لکھا جو دس دس ہزار کی تعداد میں اردو اور گورمکھی میں شائع کیا گیا۔ آپؓ کی یہ تجویز فہم و تدبر اور سیاسی بصیرت و فراست کا شاہکار ہے جس میں آپؓ نے اعداد و شمار اور دلائل سے سکھوں پر یہ واضح کیا کہ انہیں پنجاب کی تقسیم سے کیا کیا نقصان ہوگا اور انہیں مشورہ دیا کہ اپنے مفاد میں وہ قائداعظم اور مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرلیں اور یقینی نقصان سے بچ جائیں۔

راہنمائی بابت استحکام پاکستان

حضرت مصلح موعودؓ کے فہم و ادراک کا ایک انتہائی حیرت انگیز اظہار وہ اہم راہنمائی ہے جو آپؓ نے قیامِ پاکستان کے فوراً بعد استحکام اور ترقی پاکستان کے لیے عطا فرمائی۔ اس غرض سے آپؓ نے ستمبر 1947ء سے جنوری 1948ء کے دوران لاہور میں دانشوروں سے خطاب فرمائے۔ اسی دوران اخبار الفضل میں 25

اداریے بھی رقم فرمائے۔ مارچ و اپریل 1948ء میں راولپنڈی، کراچی، پشاور اور کوئٹہ تشریف لے جاکر عام جلسوں میں کمال درجے کی راہنمائی فرمائی۔ مثلاً **توانائی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے** حضورؓ نے جنگلات اور چراگاہوں کے ذریعہ سوختنی لکڑی کی فراہمی کا ایک مربوط نظام تجویز فرمایا۔ نیز اگر کوشش کی جائے تو بلوچستان میں اتنا پیٹرول مل سکتا ہے کہ وہ ابادان کو بھی مات کر دے گا۔ اسی طرح کوئلہ کی کانوں کے لیے جستجو اور تلاش جاری رکھی جائے تو پاکستان اپنی جملہ ضروریات کا خود کفیل ہو جائے گا۔ اور کوئلہ، پیٹرول اور دیگر دھاتیں کافی تعداد میں موجود ہیں لیکن ابھی تک گمشدگی کی حالت میں ہیں اس کے لیے مکمل غور و خوض کی فوری ضرورت ہے۔ دسمبر 1947ء میں حضورؓ نے اپنے ایک خطاب میں ایٹمی توانائی کے حصول کی طرف بھی توجہ دلائی۔

نہری نظام : آپؓ کی دُوررس نگاہ زرعی ترقی کے لیے موجود نہری نظام کی دیکھ بھال اور بہتری کی اہمیت اور نصف صدی بعد کے درکار مسائل کو گویا دیکھ رہی تھی۔ آپؓ نے اپنی تقاریر میں اس کو بھی موضوع بنایا۔ اخبار زمیندار نے لکھا: مرزا صاحب نے زراعت کے سلسلے میں ذرائع آب پاشی، خصوصاً نہروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پچاس سال بعد نہروں کے خراب ہو جانے کے باعث پاکستان کی زراعت کو سخت خطرہ ہے جس کے تدارک کے لیے سائنس کے اصولوں پر کام کرنے کے لیے اتنے اخراجات کا احتمال ہے۔

حضورؓ کی تقریر کے حوالہ سے دو اخبارات ''نوائے وقت'' اور ''نظام'' نے بالترتیب لکھا:

''مرزا بشیر الدین نے پاکستان کی زرعی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے بیکار زمینوں کو فوراً آباد کرنے پر زور دیا۔''

''اگر شاہ پور، جھنگ، شکر گڑھ، سرحد کے کچھ اضلاع اور پورے سندھ میں (موجودہ ترقی یافتہ طریقوں پر) زراعتی پیداوار کی طرف دھیان دیا جائے تو ہماری زرعی پیداوار قابل رشک ہو جائے گی۔''

v۔ **قومی زبان اردو کی ترویج:** حضورؓ نے راہنمائی فرمائی: ''مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے کہ وہ ضرور اردو کو ذریعہ تعلیم بنائے ورنہ وہ پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا کیونکہ وہاں کے باشندوں کو بنگالی زبان سے ایک قسم کا عشق ہے۔''

مزید فرمایا:"اردو زبان کو لینگوا فرینکا(Lingua Franca) قرار دیا جائے۔"

vi۔ **بحری دفاع :** حضورؓ کی دانشمندانہ رائے تھی کہ "بغیر سمندری طاقت کے صحیح معنوں میں آزادی مل ہی نہیں سکتی۔" چنانچہ ملک کے بحری دفاع کی مضبوطی کے لیے آپؓ نے فرمایا کہ تارپیڈو کا کام سکھانے اور میکینکل ٹریننگ کے لیے کوئی اسکول موجود نہیں ہے۔ یہ اسکول فوری طور پر قائم ہونے چاہئیں۔ پاکستان کو آبدوز کشتیاں، سرنگ بچھانے والے، سرنگیں صاف کرنے والے، تباہ کن جہاز اور طیارہ بردار جہاز حاصل کرنے کے لیے فوری طور پر قدم اٹھانا چاہیے۔ تجارتی بیڑہ قائم کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس وقت تمام بحری تجارتی کمپنیاں غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں۔

vii۔ **خارجہ پالیسی :** آپؓ کی دُور اندیش نگاہوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بارے میں جو راہنمائی فرمائی گزرتے وقت نے اس کا درست ہونا خوب ظاہر کر دیا۔ فرمایا:"ہندوستان سے باعزت صلح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور خود کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیے کہ یہ تعلقات خراب ہوں۔ برطانیہ اور امریکہ سے بھی خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن ان کی چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ روس کے متعلق بھی امن پسندانہ رویہ رکھنا چاہیے اور اپنی طرف سے کوئی وجہ اشتعال پیدا نہ ہونے دینی چاہیے۔ عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات رکھنے چاہئیں۔ عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعہ پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے۔ برما اور سیلون کے ساتھ بہت آسانی سے گہرے سیاسی تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں، یہ مشرقی پاکستان کی مدد کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اسپین، ارجنٹائن، جاپان، آسٹریلیا، ابی سینا اور ایسٹ افریقہ سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

سامعین! پس وحی الٰہی کے عین مطابق حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک انتہائی روشن دماغ عطا فرمایا تھا اور آپؓ الہامی الفاظ کے تمام مفاہیم کے مطابق ایک سخت ذہین و فہیم وجود تھے۔ اس پیش گوئی کا یوں لفظ بہ لفظ اس شان سے پورا ہونا جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی روشن دلیل ہے وہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بھی ایک عظیم دلیل ہے۔

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے

مجتمع ہیں ذات میں تیری دو گونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیِٔ مسعود ہے

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کے ایک مضمون مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 4 تا 6مارچ2005ءسے مدد لی گئی ہے)



﴾33﴿ ﴾مشاہدات۔212﴿

وہ دل کا حلیم ہو گا

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس اولوالعزم بیٹے کی پیدائش کی خبر دی اُس کی باون علامات کا ذکر ملتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ

''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ خدا کی رحمت و غیوّری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم۔''

سامعین! مجھے آج اِن علامات میں سے **دل کا حلیم ہو گا** پر کچھ کہنا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو دل کا حلیم ثابت کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حلیم کے معانی بیان کر دئے جائیں۔ حلیم اوّل اللہ تعالی کا صفاتی نام ہے اور حلیم حِلم سے مشتق ہے جس کے لغوی معانی یہ ہوں گے۔ بُردبار، متحمل مزاج، نرم دل، نرم خُو، سلیمُ الطبع اور یوں حِلم ایک اعلیٰ اخلاقی قدر ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے حضرت مصلح موعودؓ کو نصیب ہوا۔

آپؓ کی ہمشیرہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں:

''میرے پیارے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا مقام اور آپؓ کے کام روز روشن کی طرح سب پر ظاہر ہیں ...... آپؓ کی صفات میں ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپؓ کا دل بہت ہی صاف ہے اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ کسی کی برائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپؓ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپؓ نے چاہی۔ **دل کے حلیم آپؓ سچے**

معنوں میں ہیں۔ بہت تنگ آکر یا کاموں کے سلسلہ میں آپؓ کو غصہ کے بعد، جس پر غصہ کیا گیا اس سے زیادہ آپؓ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔ کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہو جائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا...... جیسے ماں تنگ آکر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے...... نرمی اور رحم. وشفقت آپؓ میں اعلیٰ درجہ کا ہمیشہ پایا۔ ایک بار بہت عرصہ کی بات ہے ایک اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی (کوئی تین سال عمر کی) نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے نوٹ دو تین سو کے چولہے میں پھینک دیئے اور باپ نے فوری غیظ وغضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔ مجھے یاد ہے اس خبر کو پڑھ کر جو آپؓ کی حالت ہوئی تھی سخت صدمہ تھا۔ ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ ”غربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کر بیٹھا اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے تڑپتا ہی رہے گا۔“

جو تکلیف اس وقت آپؓ کو تھی اور آپؓ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے۔

(خالد دسمبر 1990ء صفحہ 127-128)

سامعین! صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ آپؓ کی سیرت کے متعلق تحریر فرماتی ہیں:

حضورؓ بے حد عدیم الفرصت ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہے سب کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھتے۔ آپؓ نہایت ہی شفیق اور رحیم واقع ہوئے... حضورؓ کی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ بچوں کو ہمیشہ سبق آموز کہانیوں اور لطائف سے محظوظ کرتے ہوئے ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ خود خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو خوش رکھتے ہیں لیکن خوشی کی گھڑیوں میں بھی حقیقی مقصد کبھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا.... شادی کے موقعہ پر میری بڑی بہن امۃ القیوم صاحبہ کو قرآن کریم پر یہ تحریر کر دیا۔

”امۃ القیوم! یہ خدا کا کلام ہے۔ مَیں نے سب کچھ اس سے پایا۔ تم بھی سب کچھ اس سے ہی پاؤ۔ میرے اللہ! تیرا یہ کلام میری اس بچی اور اس کی اولاد کے دل میں دائمی طور پر جاگزیں۔ ہو....“

(سوانح فضل عمر جلد نمبر 5 صفحہ 386)

سامعین! تحریک جدید کے آغاز پر حضرت مصلح موعودؓ نے بھائیوں سے صلح کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس سلسلے میں آپؓ فرماتے ہیں:

”جس وقت مَیں نے جماعت کے لئے یہ حکم تجویز کیا اس وقت سب سے پہلے مَیں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے خدا! میرا دل صاف ہے اور مجھے کسی سے بغض و کینہ یا رنجش نہیں سوائے ان کے جن سے ناراضگی کا تو نے حکم دیا ہے لیکن اگر میرے علم کے بغیر کسی شخص کا بغض یا اس کی نفرت میرے دل کے کسی گوشہ میں ہو تو الٰہی! مَیں اسے اپنے دل سے نکالتا ہوں اور تجھ سے معافی اور مدد طلب کرتا ہوں۔ مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ مَیں نے کبھی کسی شخص سے بغض نہیں رکھا بلکہ شدید دشمنوں کے متعلق بھی میرے دل میں کبھی کینہ پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ایک قوم ہے جس کو میں مستثنیٰ کرتا ہوں اور وہ منافقین کی جماعت ہے۔ مگر منافقین کا قطع کرنا یا انہیں جماعت سے نکالنا یہ میرا کام ہے تمہارا نہیں۔ جس کو میں منافق قرار دوں اس کے متعلق جماعت کا فرض ہے کہ اس سے بچے لیکن جب تک میں کسی کو جماعت سے نہیں نکالتا تمہیں ہر ایک شخص سے صلح اور محبت رکھنی چاہئے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے۔“

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 372)

سامعین! پھر اپنے دل کی بات آپؓ نے یوں بیان فرمایا:

”خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کا بھی میرے دل میں بغض پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ان افعال سے بغض ضرور ہوتا ہے جو سلسلہ احمدیہ اور دینِ اسلام کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ لیکن افعال سے بغض بغض نہیں کہلاتا بلکہ وہ اصلاح کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ ہم چوری کو بے شک بُرا کہتے ہیں لیکن چور سے ہمیں کوئی بغض نہیں ہوتا وہ اگر چوری چھوڑ دے تو ہم ہر وقت اس سے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ پس اصلاح محبت کے جذبات کے ماتحت کرنی چاہئے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ محض دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خواہش میں دوسرے کی شکایت کر دیتے ہیں۔ ان کے مدنظر یہ نہیں ہوتا کہ اس کی اصلاح ہو جائے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اسے نقصان پہنچے۔ ایسے لوگ جب میرے پاس کسی کے متعلق شکایت کرتے ہیں اور میں محبت اور پیار سے اسے سمجھاتا ہوں اور وہ سمجھ جاتا ہے تو شکایت کرنے والے کہنے لگ جاتے ہیں بھلا اصلاح کس طرح ہو ہم نے فلاں کی شکایت خلیفۃ المسیح تک بھی پہنچائی مگر

انہوں نے کچھ نہ کیا۔ گویا ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کی شکایت کی جائے اس کے خلاف ضرور کوئی قدم اٹھایا جائے حالانکہ یہ اصلاح کا آخری طریق ہے اس سے پہلے ہمیں محبت اور پیار سے دوسروں کو سمجھانا چاہئے اور اگر وہ سمجھ جائیں تو ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ ہمارے ایک بھائی کی اصلاح ہوگئی۔"

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 240)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے ساری زندگی دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا اور جب بھی جماعت کے کسی فرد کو تکلیف میں دیکھا اپنے آرام کو ترک کر دیا اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے دعا اور دوا ہر دو ذرائع سے کوشش کی۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے بیان کیا:

"ایک گرم اور حبس والی رات، گیارہ بجے دروازہ کھٹکا، ان دنوں بجلی ابھی ربوہ میں نہیں آئی تھی۔ حضورؓ لالٹین کی روشنی میں صحن میں لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ حضورؓ نے مجھے کہا کہ دیکھو! کون ہے؟ میں نے دریافت کیا اور آکر حضورؓ سے کہا: "ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند کو حضورؓ نے دوائی دی تھی اس سے بہت افاقہ ہو گیا تھا، مگر اب طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے، دوائی لینے آئی ہوں" آپؓ نے فرمایا: "کمرہ میں جاؤ فلاں الماری کے فلاں خانے سے فلاں دوائی نکال لاؤ" گرمی مجھے بہت محسوس ہوتی ہے اور یہ موسم میرے لئے ہمیشہ ناقابلِ برداشت رہا ہے۔ اپنی اس کمزوری کی بنا پر مَیں کہہ بیٹھی: "یہ کوئی وقت ہے، مَیں اسے کہتی ہوں کہ صبح آجائے اندر جاکر تو حبس سے میرا سانس نکل جائے گا۔" اس پر حضورؓ نے بڑے جلال سے فرمایا: "تم اس اعزاز کو جو خدا نے مجھے دیا ہے چھیننا چاہتی ہو؟ ایک غرض مند میرے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آتا ہے، یہ خدا کی دی ہوئی عزت ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے، اسے مَیں ضائع کر دوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا شکل دکھاؤں گا، میں خود جاتا ہوں"۔ مَیں نے کہا آپ نہ جائیں، گرمی بہت ہے، مَیں چلی جاتی ہوں "حضورؓ نہ مانے اور خود اندر گئے اور دوائی لاکر اسے دی اور ساتھ اُسے ہدایت کی کہ صبح آکر اپنے خاوند کی خیریت کی خبر دے۔"

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

سامعین! آپؓ کی جماعت سے گہری محبت کا کچھ حصہ ہم اوپر سن آئے ہیں۔ اب اِس حوالے سے مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے بیان کردہ دو واقعات سناتا ہوں۔ آپ بیان کرتے ہیں: ”آپؓ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپؓ قرآن شریف لئے برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آ جاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔“

پھر آپ بیان کرتے ہیں:

”یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جاکر بستر پر آرام کرو۔ ایک اور بات جس نے مجھ پر نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرینٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضورؓ نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپؓ مجھے ڈرائینگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو! تم ICS ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپؓ نے فرنیچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں۔ جس طرح ہر غریب پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے۔ یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہئے۔ آپؓ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپؓ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مَیں نے آپؓ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔“

(ماہنامہ انصاراللہ مئی، جون جولائی صفحہ 754)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت ”صاحب“ کا لفظ ضرور استعمال فرماتے۔ چنانچہ بیشتر دفعہ مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال کے لئے جب

لفافہ پر نوٹ لکھا تو ”چوہدری برکت علی خان صاحب“ پورا نام لکھ کر کوئی ہدایت دی اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ ”صاحب“ کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ فرمایا دیکھیں! میں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہو گا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہو گی۔ کچھ بھی نہیں۔

(الفضل16 فروری1960ء صفحہ 13)

اب مَیں آپ حاضرین کے سامنے مکرم لطیف احمد خان صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے بیان کردہ دو واقعات عنوان کی مناسبت سے بیان کرنا چاہوں گا آپ بیان کرتے ہیں:

”1942ء میں حضورؓ پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضورؓ کا پروگرام بیج ناتھ ٹرپ کا بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اس لئے حضورؓ نے خاکسار اور مرزا فتح الدین صاحب کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کریں گے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی مگر پھر ہم دونوں اس وجہ سے کہ حضورؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے پر انتظار کریں گے پیدل چل پڑے۔ ڈیڑھ بجے ڈاک بنگلہ میں پہنچے تو حضورؓ کھانا تناول فرمارہے تھے ہمیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کر کے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہو گئی؟ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضورؓ نے پیالوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا۔

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 51)

پھر آپ ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

”1941ء کا واقعہ ہے کہ حضورؓ ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایک دن سیر کے لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے۔ وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا۔ مگر اتنے میں بارش ہونی شروع ہو گئی۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اور پتھروں کے چولہے پر جھکے پھونکیں مار رہے تھے کہ اتنے میں حضورؓ خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے ہوئے تشریف لے آئے اور ہمارے سروں پر چھتری

کر دی۔ ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضورؓ چھتری کا سایہ کئے دُھویں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے۔“

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

اپنی جماعت سے محبت کا ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے کہ

”حضورؓ کے کمرہ میں خاندان کے کسی فرد کی خواہش پر قالین بچھوایا گیا۔ اتفاق سے ایک دن کوئی دیہاتی خاتون حضورؓ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں ان کے گرد آلود پاؤں سے قالین پر نشان پڑ گئے۔ حضورؓ نے محسوس فرمایا کہ آپ کے اس عزیز (جن کی خواہش پر یہ قالین بچھایا گیا تھا) کے چہرہ پر کچھ ناپسندیدگی کے آثار ہیں۔ اس خاتون کے جانے کے بعد حضورؓ نے وہ قالین اسی وقت وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلوا دیا کہ میں اسے اپنے اور اپنی جماعت کے درمیان حائل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 412-413)

یاد آئے گا تیرا حسن ہمیں تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قدم پر تری محبت کا عہد و پیمان یاد آئے گا

سامعین! حضرت منشی اروڑا خان صاحب کی عیادت کے لئے حضورؓ ہسپتال تشریف لے گئے۔ اخبار الفضل اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مع ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپ کی کوٹھڑی میں گئے نبض دیکھی گئی چمچے کے ذریعہ دودھ دیا گیا، آنکھیں کھلی تھیں بخار زور کا تھا ہوش بجا نہ تھے، سانس اُکھڑی ہوئی تھی، حضرت خلیفۃ المسیحؓ جمعہ کے بعد سے عصر کے وقت تک کوئی ڈیڑھ گھنٹہ منشی صاحب کے پاس اسی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے۔“

(الفضل یکم نومبر 1919ء صفحہ 7)

حضورؓ کی سزا پر بھی مزہ محسوس ہوتا

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے ایک دفعہ بیان کیا۔ ربوہ میں بجلی کی صورتحال ہمیشہ کمزور ہی رہی۔ ایک بار بہت بجلی بند ہوئی تو حضورؓ نے انور صاحب کو سزا دی کہ ان کے گھر کی بجلی کاٹ دی جائے کیونکہ ان کی بجلی سستی ہے اور یہ بجلی کے صحیح ہونے کے لئے واپڈا سے مل کر کوشش نہیں کرتے۔ کہتی ہیں خیر ہمارے گھر کی بجلی کاٹ دی گئی۔ مغرب کا وقت ہو گیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازہ کھٹکا۔ جا کر دیکھا تو ایک کارکن ہاتھ میں مٹی کے تیل کا کنستر اور لالٹین لئے کھڑا تھا کہ حضورؓ نے فرمایا ہے کہ وہ اندھیرے میں بیٹھے ہوں گے۔ یہ چیزیں ان کے گھر پہنچاؤ۔ اسی طرح کوئٹہ میں کسی کارکن سے ناراض ہو کر سزا دی کہ تین دن مسجد میں بیٹھ کر استغفار کرے۔ بعد میں خیال آیا بیچارہ اکیلا بیٹھا کیا کرے گا ساتھ ہی کچھ کتابیں بھی پڑھنے کو بھیج دیں اور کھانا وغیرہ بھی گھر سے جاتا رہا۔ تو کسی نے یونہی نہیں کہا تھا کہ حضورؓ جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے۔

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
اور آج ہر پروانۂ احمدیت اس طرح گویا ہے کہ
اب وقت آ گیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

سامعین! آئیں وہ درد محسوس کریں جو آپ حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں مخلوقِ خدا کے لئے تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"مَیں اپنی طرف سے دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں۔ مَیں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ! اور ہندوستان سے صلح کر لو اور مَیں ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ! اور انگلستان سے صلح کر لو اور مَیں ہندوستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب و احترام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر

ایک کو دعوت دیتاہوں کہ آپس میں صلح کرلو اور مَیں ہر قوم کو یقین دلاتاہوں کہ جہاں تک دنیوی تعاون کا تعلق ہے ہم ان کی باہمی صلح اور محبت کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہیں اور مَیں دنیا کی ہر قوم کو یہ یقین دلاتاہوں کہ ہم کسی کے دشمن نہیں۔ ہم کانگرس کے بھی دشمن نہیں ہم ہندومہاسبھاوالوں کے بھی دشمن نہیں۔ مسلم لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور زمیندارہ لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور خاکساروں کے بھی دشمن نہیں اور خدا تعالیٰ جانتاہے کہ ہم تو احراریوں کے بھی دشمن نہیں۔ ہم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اور ہم صرف ان کی ان باتوں کو بُرا مانتے ہیں جو دین میں دخل اندازی کرنے والی ہوتی ہیں۔ ورنہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں اور ہم سب سے کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کی خدمت کریں۔ ساری دنیا سیاسیات میں الجھی ہوئی ہے۔ اگر ہم چند لوگ اس سے علیحدہ رہیں اور مذہب کی تبلیغ کا کام کریں تو دنیا کا کیا نقصان ہو جائے گا۔"

(الفضل 17/ جنوری 1945ء)

سامعین! ایک دفعہ آپ سے لاشعوری حالت میں کسی سے سختی ہو گئی۔ آپؓ اِس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میری ساری عمر میں میرا نقطہ نگاہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ میں غیر معمولی جوش دکھاؤں یا غیر معمولی طور پر اپنے آپ کو جوشوں کے حوالے کر دوں۔ ساری عمر میں مجھے ایک واقعہ یاد ہے اور وہ خلافت سے پہلے کا ہے اس میں کچھ میری عمر کا بھی تقاضا تھا مگر بہر حال ساری عمر میں مجھے وہی واقعہ یاد ہے جس کے متعلق اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت میرے فیصلے کا توازن باقی نہیں رہا تھا اور اگر ایک ساعت اور ایک لحظہ کے اندر اندر میری غلطی مجھ پر واضح نہ ہو جاتی تو شاید مجھ سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس کے متعلق بعد میں مجھے شرمندگی محسوس ہوتی اور میں خیال کرتا کہ میں نے جلد بازی سے کام لیا۔ اس واقعہ کے علاوہ مجھے اپنی ساری زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جب میرے ہوش و حواس کھوئے گئے ہوں جبکہ غصہ یا غیرت نے میری عقل کو کمزور کر دیا ہو اور جبکہ میری قوت فیصلہ میں کسی وجہ سے ضعف آگیا ہو بلکہ ہر حالت میں خواہ وہ خطرناک ہو یا معمولی خواہ حکومت سے تعلق رکھنے والی ہو یا رعایا سے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے

فضل سے میری عقل میرے جذبات پر غالب رہی ہے اور میری دینی سمجھ میرے جوشوں کی راہنمائی کرتی رہی ہے۔“

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 375)

ذاتی و جماعتی مخالفین سے حلیمی کا مظاہرہ

سامعین! انسان کا خاصہ رہا ہے کہ وہ اپنے محببین سے پیار، محبت اور شفقتوں بھرا سلوک روا رکھتا ہے۔ لیکن جونہی اپنی اور اپنے دین کی مخالفت اور ذہنی و جسمانی تکلیفیں دینے والوں کا نام سامنے آجائے تو بڑے سے بڑے انسان کی بدلہ لینے کی رگِ حمیّت جاگ اُٹھتی ہے اور اسلام کی برداشت کرنے کی تعلیم کو پسِ پُشت ڈال کر میدان آ اُترتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو اپنوں سے بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور غیروں کی طرف سے بھی دکھ، درد اور تکلیفوں کے انبار لگائے گئے مگر آپؓ اپنے جسمانی و روحانی والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس تعلیم پر سختی سے کاربند رہے۔

گالیاں سن کے دعا دو، پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تو دکھلاؤ! انکسار

اِس ذیلی عنوان کے دو حصوں کی مناسبت سے پہلے اپنوں سے ہمدردی، اخوت اور حلیمی کے چند واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ کے علم میں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دور میں ہی جماعت کے بعض سرکردہ افراد نے یہ شوشہ اُڑادیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین خلیفہ نہیں انجمن ہے اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے بعد جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفہ منتخب ہوگئے تو یہ شوشہ فتنہ بن کے اُبھرا اور یہ سرکردہ لوگ جو انجمن کے بڑے بڑے عہدوں پر براجمان تھے جماعت کا تمام سرمایہ لے کر نہ صرف الگ ہوگئے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شدید مخالفت شروع کردی۔ آپ کو بُرا بھلا کہنے لگے اور ذہنی ٹارچر دینا شروع کردیا۔ مگر جب کبھی بھی اِن میں سے کوئی مشکل میں آیا، بیمار ہوا یا کسی اور بلانے آلیا تو باوجود شدید مخالفت کے آپ کا دل اِن مخالفین کی خاطر پسیجا اور فوری مدد کے لئے آن پہنچے۔ آئیں چند واقعات ملاحظہ کریں۔

اہلِ پیغام سے ہمدردی

1932ء میں محترم خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی تقریر میں خواجہ صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے فرمایا

”اگرچہ خواجہ صاحب نے میری بہت مخالفتیں کیں لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت خدمات بھی کی ہیں اس وجہ سے ان کی موت کی خبر سنتے ہی مَیں نے کہہ دیا کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ مَیں نے سب معاف کی۔ خدا تعالیٰ بھی ان کو معاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن بندوں کو خدا تعالیٰ کھینچ کر اپنے مامورین کے پاس لاتا ہے ان میں ہو سکتا ہے کہ غلطیاں بھی ہوں لیکن خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں ان خوبیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ مَیں سمجھتا ہوں خلافت کا انکار بڑی خطا ہے خدا تعالیٰ نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے مگر ہمارا جہاں تک تعلق ہے۔ ہمیں معاف کرنا چاہئے خدا تعالیٰ کے نزدیک اگر ایسے شخص کی نیکیاں بڑھی ہوئی ہوں گی۔ تو وہ اس سے بہتر سلوک کرے گا۔“

(الفضل یکم جنوری 1933ء)

پھر اِس حوالے سے آپؓ فرماتے ہیں:

”میں دوستوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ جو مضمون بھی لکھیں نرمی اور محبت سے لکھیں۔ یہ صحیح ہے کہ جہاں کوئی تلخ مضمون آئے گا اس کی کچھ نہ کچھ تلخی تو باقی رہے گی۔ لیکن جہاں تک ہو سکے الفاظ نرم استعمال کرنے چاہئیں...... میں مانتا ہوں کہ پیغامیوں کی طرف سے ہمیشہ سختی کی جاتی ہے۔ اس لئے بعض دوست جواب میں سختی سے کام لیتے ہیں۔ مگر مجھے یہ طریق سخت ناپسند ہے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ شدید سے شدید دشمن کے متعلق بھی سخت کلامی مجھے پسند نہیں۔ میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔ مگر میں نے کئی بار دل میں غور کیا ہے۔ ان کے متعلق بھی اپنے دل میں کبھی بغض نہیں پایا اور میں سمجھتا ہوں اگر کسی دشمن کے متعلق دل میں بغض رکھا جائے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے...... ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اگر کسی نے سزا دینی ہو تو اس نے اگر کسی نے بخشنا ہو تو

اس نے میں کیوں اپنے دل میں بغض رکھ کر اسے سیاہ کروں۔ پس دل میں بغض اور کینہ رکھ کر کام نہ کرو بلکہ محبت واخلاص رکھ کر کرو۔"

(الفضل یکم مئی 1940ء)

دیگر دشمنوں اور مخالفین سے رحم و حلیمی کا سلوک

سامعین! اگست 1924ء میں کابل میں حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے لندن سے جہاں آپؓ اِن دنوں مقیم تھے ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"باوجود اس کے لمبے عرصہ ظلم کے میں اپنے دل میں افغان گورنمنٹ اور اس کے حکام کے خلاف جذبات نفرت نہیں پاتا۔ اس کے فعل کو نہایت بُرا سمجھتا ہوں۔ مگر مَیں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں اور وہ میری ہمدردی کی محتاج ہے اگر کوئی شخص یا اشخاص اخلاقی طور پر اس حد تک گر جائیں کہ ان کے دل میں رحم اور شفقت کے طبعی جذبات بھی باقی نہ رہیں۔ تو وہ یقیناً...... ہماری ہمدردی کے زیادہ محتاج ہیں۔ مَیں نے آج تک کسی سے عداوت نہیں کی اور میں اپنے آپ کو اس واقعہ کی بناء پر خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے سچے متبع بھی اس طریق کو اختیار کریں گے...... مَیں جانتا ہوں کہ ظلم نہ ظلم سے مٹتے ہیں اور نہ عداوت سے۔ پس میں نہ ظلم کا مشورہ دوں گا اور نہ عداوت کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دوں گا۔"

(الفضل 25/اکتوبر 1924ء)

اِسی مناسبت سے ایک اور واقعہ آپ سامعین کے سامنے پیش ہے:

10/فروری 1925ء کو افغانستان میں قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کو سنگسار کر دیا گیا۔ ان کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

"مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی۔ میں اسی وقت بیت الدعا میں گیا اور دعا کی کہ **الٰہی! تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھول** تا وہ صداقت اور راستی کو شناخت کر کے...... اخلاق کو سیکھیں اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے وہ باز آجائیں میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ کی بیوقوفی

ہے۔ امیر اور اس کے ارد گرد بیٹھنے والے گزشتہ تاریخ تو جانتے ہوں گے اور تاریخی حالات اس میں انہوں نے پڑھے ہوں گے اگر اس سے بے خبر ہیں تو کم از کم مسلمان کہلانے کی حیثیت سے وہ قرآن تو پڑھتے ہوں گے اور ان حالات کو بھی پڑھتے ہوں گے کہ ظالموں نے اپنے ظلموں سے صادقوں اور راستبازوں کو ذلیل کرنا چاہا اور صداقت اور راستی کے مٹانے کے لئے سر سے پاؤں تک زور مارا۔ مگر آخر کار مٹائے جانے والے وہی ہوئے جو کہ ظالم تھے۔ انہوں نے اس قرآن میں پڑھا ہو گا کہ ظالموں نے راستبازوں کی جماعتوں کو حقیر اور کمزور سمجھا اور اپنی قوت اور طاقت کے گھمنڈ میں ان کو ہر طرح دکھ دینے کی کوشش کی۔ لیکن خدا نے ان کو یہی جواب دیا کہ تم کیا طاقت رکھتے ہو تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتیں رکھنے والی قومیں گزری ہیں جنہوں نے خدا کے راستبازوں کو نابود کرنا چاہا اور جو صداقت وہ لائے اس کو دنیا سے مٹانا چاہا...... مگر باوجود اس کے وہ راستبازوں کا وجود دنیا سے مٹا نہ سکے اور صداقت دنیا میں پھیل کر رہی... اس لئے ان تجربات اور واقعات کی بناء پر اس تقریر کے ذریعہ میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوت کے زمانہ میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو قوت اور طاقت کے وقت ظاہر ہوں۔ ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے جتنی کہ وہ اخلاق قدر رکھتے ہیں جب کہ انسان برسر حکومت ہو۔ اس لئے مَیں آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو وہ ان ظالموں کے ظلموں کی طرف توجہ نہ کریں جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں وہ بھی برداشت سے کام لیں اور وہ اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم سے بھی آگے بڑھیں۔"

(الفضل 19؍ فروری 1925ء)

پھر فرمایا:

"مَیں ہرگز ہرگز گورنمنٹ کابل یا وہاں کے متعصب ملانوں کے خلاف کینہ نہیں رکھتا۔ مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ خود ان کو اس روحانی اندھے پن سے بچانے کے لئے جس میں وہ مبتلا ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کو یہ

محسوس کرایا جائے کہ ہر یک شریف انسان ان کے اس فعل کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بہت شدت سے متاثر ہے۔"

(الفضل 19/ فروری 1925ء)

سامعین! اِس کے مقابل پر جب امیر امان اللہ شاہ افغانستان جس کے عہد میں کئی احمدی شہید کئے گئے 1927ء میں ہندوستان کے دورہ پر آیا۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے خیر مقدمی پیغام بھیجا گیا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریر فرمایا:

جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی طرف سے میں ہز میجسٹی امیر کابل کی خدمت میں ان کے سر زمین ہند میں ورود کے موقع پر نہایت خلوص سے خیر مقدم کہتا ہوں۔ "ہم ہز میجسٹی کی وفادار احمدی رعایا افغانستان کے ساتھ اس دعا میں متحد ہیں کہ ہز میجسٹی کا سفر یورپ نہایت کامیابی کے ساتھ سر انجام پائے اور آپ اپنی مملکت میں سالماً غانماً واپس تشریف لائیں۔ بہ سر رقنت مبارک باد بسلامت روی وباز آئی۔"

اس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار انقلاب لاہور نے لکھا۔

"ہمیں یہ معلوم کر کے بے انتہا مسرت ہوئی کہ جماعت احمدیہ قادیان کے امام صاحب نے اعلیٰ حضرت شہر یار غازی افغانستان کے ورود ہند پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں خیر مقدم کا محبت آمیز پیغام بھیج کر اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے اور قادیان کے جرائد نے اس پیغام کو نہایت نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔ آج سے کچھ مدت پیشتر دو تین احمدیوں کے رجم پر جماعت احمدیہ اعلیٰ حضرت شہر یار افغانستان کی حکومت کی سخت مخالف ہو گئی تھی اور ان دنوں میں امام جماعت اور جرائد قادیان نے نہایت تلخ لہجے میں حکومتِ افغانستان کے خلاف احتجاج کیا تھا... یہ نہایت قابل تعریف بات ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے اس ہنگامی وجہ اختلاف کو فراموش کر کے مہمان محترم کا خیر مقدم کیا۔ اس طرز عمل کا اثر ایک طرف عام مسلمانان ہند پر بہت اچھا ہو گا۔ دوسری طرف افغانستان میں رہنے والے احمدیوں کے تعلقات اپنے بادشاہ اور اس کی حکومت کے ساتھ زیادہ خوشگوار ہو جائیں گے۔"

(الفضل 23/ دسمبر 1927ء)

سامعین! آئیں! اب ایک ایسا واقعہ سماعت کرتے ہیں جس کو سن کر ہم میں سے ہر ایک "ملت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے" کی صدائیں بلند کرتا دکھائی دے گا۔

قادیان میں جماعت کے ایک معاند ڈاکٹر گوربخش سنگھ جو مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے بیان کرتے ہیں کہ:

"میری بھانجی ایف اے میں تعلیم پاتی تھی اور اس نے فلاسفی کا مضمون لیا ہوا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی قادیان میں سوائے احمدیہ جماعت کے افراد کے اور کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبد السلام صاحب اختر فلاسفی میں ایم اے ہیں۔ میرے ان کے والد ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی سے اچھے مراسم تھے۔ چنانچہ مَیں ان کے پاس حاضر ہوا اور اپنی بھانجی کے لئے عبد السلام صاحب کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔ ماسٹر صاحب فرمانے لگے۔ میرا بیٹا عبد السلام واقف زندگی ہے اور اس کے وقت کا ایک ایک منٹ حضرت صاحب کے تحت حکم ہے۔ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو وہ بخوشی یہ خدمت بجالا سکتا ہے۔ ان دنوں میں مَیں نے حضرت صاحب اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے اور میرے تعلقات حضور کے ساتھ کشیدہ تھے۔ لہٰذا مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں مکرم عبد السلام صاحب کو اجازت دینے کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب پڑھانے کا کوئی اور انتظام نہ ہو سکا تو مجبوراً مَیں نے حضور کی خدمت میں اپنی غرض کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ حضور نے اس پر بخوشی عبد السلام صاحب کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مکرم عبد السلام صاحب کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ مَیں نے ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ مَیں حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھا رہا ہوں اس کا معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ نتیجہ نکلنے پر یہ لڑکی بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوئی اور مَیں ایک تھال میں مٹھائی اور مبلغ دس روپے لے کر عبد السلام صاحب کے گھر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ مٹھائی اور روپے نہیں لے سکتا۔ اگر آپ چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں۔ مَیں نے وہ مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ **آپ ہمارے پڑوسی ہیں**۔ مَیں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی

معاوضے کے لئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرادی اور رقم مجھے واپس کر دی۔“

(مجلۃ الجامعہ مصلح موعودؓ نمبر صفحہ 151)

سامعین! ایک دفعہ ایک سخت مخالف غیر از جماعت دوست کسی کام کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ سے ملنے کے لئے ربوہ آئے۔ ان کی حضرت ام ناصرؓ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی اس لئے سیدھے وہاں پہنچے اور پیغام بھجوایا کہ مَیں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے مجھے وقت لے دیں۔ مگر انہوں نے غیرت کی وجہ سے جواب دیا۔ ”یوں تو آپ میرے خاوند کو گالیاں دیتے ہیں مگر جب کام ہوتا ہے تو سفارش کروانے آ جاتے ہیں۔ مَیں نہ صرف یہ کہ پیغام نہ دوں گی بلکہ آپؓ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی۔“ وہ صاحب اِدھر سے مایوس ہو کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری گئے اور وہاں سے کوشش کر کے ملاقات کا وقت لے لیا۔ کچھ دیر بعد حضور حضرت ام ناصرؓ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہی صاحب کے لئے اکرام ضیف کے طور پر ایک دو ڈش مزید تیار کر دو۔ وہ کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔

حضرت ام ناصرؓ نے ان کا پیغام اور اپنا جواب بتایا تو حضور نے فرمایا تم نے تو اپنی غیرت کا اظہار کر دیا ہے مگر **اب وہ میرے مہمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کی بڑی عزت رکھی ہے۔ وہ گالیاں دے کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور مَیں نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چل کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔**

(ماہنامہ خالد فروری 1987ء صفحہ 56)

سامعین! ایک فتنہ کے بانی مبانی ”فخر الدین ملتانی“ نے اپنی زبان سے، قلم سے حضرتِ محمود اور آپؓ کے اہل بیت کے خلاف انتہائی سب و شتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ اس کی اشتعال انگیزی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور اس کا دل حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان اور حضرت مصلح موعودؓ کے لئے بغض و عناد سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی مالی تنگی اور سامان خورونوش سے تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ فخر الدین ملتانی اور اس کے ساتھیوں کے فعل سے احمدیوں اور حضور کے دل زخمی تھے اور اس کا پیدا کردہ فتنہ جاری

تھا مگر یہ مجسم حلم وجود، شفقت ورأفت کا پیکر اس کنبے کی زبوں حالی پر درد سے بھر گیا اور ہمدردی خلق کا چشمہ آپ کے دل میں موجزن ہوا اور آپ نے ان کے لئے سامان خورونوش فراہم کرنے کا انتظام کیا جبکہ فخر الدین کے نام نہاد دوست اس کی کوئی بھی مالی مدد نہ کر سکے۔

حضور نے اعلان فرمایا تھا کہ آپ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفین کے دوسرے احباب جماعت کے نکاحوں کا اعلان کرنے کی فرصت نہ نکال سکیں گے لیکن جب فخر الدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اگر اس کی ہمشیرہ کا نکاح خود حضور پڑھانا منظور فرماویں تو تب ہی اس کا رشتہ احمدیوں میں ہو سکتا ہے ورنہ کوئی احمدی اس کا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخر الدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان خود فرمایا۔

(مجلۃ الجامعہ مصلح موعودؓ نمبر صفحہ 154)

سامعین! جماعت احمدیہ کے ایک دیرینہ معاند اور ایک بہت بڑے اخبار نویس مولوی ظفر علی خان بیمار ہو کر مری میں صاحب فراش تھے۔ وہ فالج کی بیماری میں مبتلا تھے اور نہایت کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو علم ہوا تو آپؓ برداشت نہ کر سکے اور ڈاکٹر غلام مصطفے صاحب کو بغرض علاج بھجوایا اور ادویہ کے لئے اپنی جیبِ خاص سے رقم مرحمت فرمائی۔ اس سلسلہ میں جناب عبدالحکیم صاحب عامر کا بیان ہے کہ:

”ایک سال پیشتر جب آغا صاحب (شورش کاشمیری صاحب مدیر چٹان) سخت علیل تھے قادیانیوں کے روحانی پیشوا (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے ایک پیغام کے ذریعے آپ کو غیر ملکی دوائیوں کی پیشکش کی...... مولانا ظفر علی خان کی علالت کے دنوں میں جبکہ وہ مری میں مقیم تھے، قادیانیوں کے روحانی پیشوا سے مولانا کو بھی اس قسم کی پیشکش کی گئی تھی۔“

(نوائے وقت 30/ اکتوبر 1975ء)

مصلح بنے کی کوشش کریں

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“ (آمین)

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!



﴾34﴿ ﴾مشاہدات۔ 221﴿

وہ علومِ ظاہری...سے پُر کیا جائے گا

يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:12)

اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور خصوصاً ان کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

سامعینِ کرام! آج مجھے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت ”وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا“ سے علومِ ظاہری پر کس قدر عبور اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا فرمایا اُس کا کچھ حصہ وقت کی رعایت سے بیان کرنا ہے۔

پیشگوئی مصلح موعودؓ میں درج موعود فرزند کے متعلق باون علامات میں سے ایک علامت وہ ”علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا“ بھی ہے جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے حق میں پوری ہوئی۔ اِس علامت کی خصوصیات اور برکات بیان کرنے سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی ظاہری تعلیم کیا تھی اور بچپن میں آپؓ کی صحت کیسی رہتی تھی۔ تا اِن کیفیات کو سامنے رکھ کر تقریر کے اگلے حصہ میں بیان ہونے والی تفصیل کے ساتھ موازنہ کر سکیں اور یہ سمجھ سکیں کہ یہ کسی معجزہ سے کم نہیں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی صحت بچپن سے ہی خراب رہتی تھی اور تعلیم کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکتے تھے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ آپؓ کا مروجہ سکول کی تعلیم حاصل کرنا خدائی مصلحت کے خلاف تھا۔ آپؓ شروع سے ہی سکول میں تعلیمی لحاظ سے کمزور شمار ہوتے تھے۔ اس بات کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی احساس تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی تعلیم کے متعلق حضرت اقدسؑ نے حضرت مفتی محمد صادقؓ جو اُس وقت ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر متعین تھے کو جنوری 1905ء میں خط لکھا:

"آپ کو معلوم ہے کہ محمود احمد پڑھائی میں بہت کمزور ہے اس لئے میرے نزدیک یہ تجویز مناسب ہے کہ آپ تجویز کر دیں کہ ایک ہوشیار طالبِ علم ایک وقت مقرر کر کے اس کو پڑھایا کرے۔ جو کچھ آپ مقرر کریں اس کو ماہ بماہ دے دیا جائے گا"

حضرت مفتی محمد صادقؓ، حضرت صاحبزادہ صاحب کی تعلیمی کیفیت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"آپ (حضرت میاں محمود احمد صاحب) اسکول میں پڑھتے تھے مگر ہر جماعت میں فیل ہوتے تھے لیکن ہم پھر بھی اگلی جماعت میں بڑھا دیتے تھے اس لئے کہ آپ حضرت اقدس کے فرزند ہیں"

(الفضل 2 اکتوبر 1935ء)

حضرت مصلح موعودؓ اپنی صحت اور تعلیمی حالت کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"آنکھوں میں کُکرے، جگر کی خرابی، عظمِ طحال کی شکایت اور پھر اس کے ساتھ بخار کا شروع ہو جانا جو چھ چھ مہینے تک نہ اُترتا اور میری پڑھائی کے بارہ میں بزرگوں کا یہ فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا چاہے پڑھ لے اِس پر زیادہ زور نہ دیا جائے ان حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہو گا"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 567)

حضورؓ ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں۔

"دُنیوی لحاظ سے مَیں پرائمری فیل ہوں مگر چونکہ گھر کا مدرسہ تھا اس لئے اوپر کی کلاسوں میں مجھے ترقی دے دی جاتی تھی۔ پھر مڈل میں فیل ہوا مگر گھر کا مدرسہ ہونے کی وجہ سے پھر مجھے ترقی دے دی گئی آخر میٹرک کے امتحان کا وقت آیا تو میری ساری پڑھائی کی حقیقت کھُل گئی اور مَیں صرف عربی اور اردو میں پاس ہوا اور اس کے بعد پڑھائی چھوڑ دی گویا میری تعلیم کچھ بھی نہیں"

(تفسیر سورہ کوثر، تفسیرِ کبیر جلد 10 صفحہ 357)

لیکن آپؓ ظاہری و باطنی علوم کے حوالے سے خود فرماتے ہیں:

"وہ ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا اور خدا تعالیٰ اُسے آسمان سے اپنے علوم سکھائے گا اور فرشتے وہ علوم اسے پڑھائیں گے جو دین کے لئے ضروری ہیں۔ میری حالت یہ تھی کہ مَیں انگریزی کی دو سطریں بھی صحیح نہیں لکھ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود میری ایسی تربیت کی کہ ہر علم میں مجھے ملکہ عطا کیا اور ہر قسم کے علوم سکھائے"

(تقریر لدھیانہ 23/مارچ 1944 انوار العلوم جلد 17 صفحہ 267)

سامعین! پیشگوئی مصلح موعود کی اِس علامت کے دو حصّے ہیں یا دو شقیں کہہ لیں۔ ایک کا تعلق علومِ ظاہری سے ہے جبکہ دوسری شق کا تعلق علومِ باطنی سے ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں۔

"دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے اصول کو مَیں نہ سمجھتا ہوں۔ بغیر اس کے کہ مَیں نے ان علوم کی کتابیں پڑھی ہوں۔ مجھے خدا نے ان کے متعلق علم دیا ہے اور چونکہ مَیں قرآن کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں اس سے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل نہیں کرنا پڑا"

(خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 502)

اور حضرات! علوم باطنی کی تشریح کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا۔

"دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ باطنی علوم سے مراد وہ علومِ مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ کے خاص ہیں۔ جیسے علم غیب ہے، جسے وہ اپنے ایسے بندوں پر ظاہر کرتا ہے جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے تا کہ خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ظاہر ہو اور وہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں۔ سو اس شق میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص عنایت فرمائی ہے اور سینکڑوں خوابیں اور الہام مجھے ہوئے ہیں جو علوم غیب پر مشتمل ہیں"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 579)

سامعین کرام! آج مجھے پہلی شق یعنی **وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا** پر اختصار سے روشنی ڈالنی ہے۔ ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ علوم ظاہری کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”آپؓ کا ایک لیکچر اسلام میں اختلافات کے آغاز پر ہے جو 1919ء میں آپؓ نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی (Martin Historical Society) کے ایک اجلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں فرمایا۔ تقریباً سو صفحہ کا یہ کُل مکمل لیکچر ہے...(جو) سید عبد القادر صاحب پروفیسر تاریخ کی صدارت میں یہ منعقد ہوا۔ اس وقت یہ عبد القادر صاحب تاریخ کے بڑے پروفیسر تھے۔ احمدی نہیں تھے۔ اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے اور اُس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے اور اِسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے اور اس کے دوستوں کے لیے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانے کی تاریخ کی دلدل سے صحیح وسلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں اس لیے مَیں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ چنانچہ حضور نے جو تقریر فرمائی اس میں گراں قدر نصائح تھیں، تحقیق تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ حضورؓ نے اپنے اس مقالہ میں حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات، حضرت عثمانؓ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں مرتبہ جو تھا وہ کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا مرتبہ۔ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا۔ صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے اس پر بحث کرتے ہوئے فتنہ کی وجوہ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کے شروع ہونے والے اسباب و عوامل بیان فرمائے۔ فتنہ کے بانی مبانی عبد اللہ بن سبا کے حالات اور اس زمانے میں کوفہ، بصرہ، شام اور وہاں کے مسلمانوں کے عمومی مزاج پر روشنی ڈالی۔ حضرت عثمانؓ پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسے امراء مقرر کر دیے تھے جو اس فتنے کا باعث بن رہے تھے۔ حضورؓ اس کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غرض جو لوگ تحقیق کے لیے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش حاصل نہیں۔ فرمایا کہ پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے تھے متفقہ فیصلہ کر دینا کہ ملک میں بالکل امن و امان ہے۔ ظلم و تعدّی کا نام و نشان نہیں۔ حکام عدل و انصاف سے کام لے

رہے ہیں، ایک فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت اور عبد اللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا اور نہ حضرت عثمانؓ اور ان کے نواب یعنی ان کے جو عامل مقرر کیے گئے تھے، گورنر تھے، وہ ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔ حضرت عثمانؓ اپنی طبیعت کے مطابق نرمی اور رحمدلی کی طرف مائل رہے۔ مفسدوں کی شرارت اور فتنہ پردازی پر یہی کہتے رہے کہ میں مسلمانوں کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ کبار صحابہ اور حضرت معاویہ نے اس سلسلہ میں قیامِ امن کے لیے بعض تجاویز پیش کیں مگر حضرت عثمانؓ رحمدلی کے طریق پر ہی قائم رہے بلکہ معترضین کے منہ بند کرنے کے لیے ان کے مطالبات بھی جائز حد تک مان لیتے رہے۔ اختلاف روایات اور تاریخی حالات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ایک نہایت ضروری اور لازمی امر بیان کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں کہ اس زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس زمانے کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو اور یہ بات تاریخ کے لیے نہایت مضر ہوتی ہے کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو تو روایت کبھی بعینہ نہیں پہنچ سکتی۔ تاریخ کی تصحیح کا یہ زرّیں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحیح صحت معلوم کرنے کے لیے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ حضورؓ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا اور یہ کہ صحابہ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام بھی بالکل غلط ہے۔ انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 11 تا 13)

اس پر بعضوں نے، غیروں نے بھی تاثرات دیے۔ ”اس کی پہلی اشاعت پر سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے تمہید تحریر فرمائی تھی جس میں لکھا تھا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہو گا۔" (نوٹ از ناشر (فضل محمود جاوید قادیان)اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ 2 مطبوعہ ستمبر 1937ء)

(خطبہ جمعہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! یہ جلد جلد بڑھنے والا موعود فرزند علم کے میدان میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تربیت کے نتیجہ میں ایسا چمکا کہ دنیا کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کے پاس علوم کا خزانہ تھا۔ آپ نہ صرف دنیا کے ہر علم سے گہری واقفیت رکھتے تھے بلکہ ہر علم پر محاکمہ بھی فرماتے اور جملہ علوم کے نقائص پر اطلاع رکھتے تھے اور ان پر تنقید بھی کرتے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے حضور کو دینی اور دنیوی علوم کا حصّہ وافر عطا فرمایا تھا۔ آپ کے پاس ہر قسم کے ماہرین علم ملاقات کے لئے آتے تھے۔ آپ ان کو پوری طرح مطمئن فرمایا کرتے تھے۔ مختلف علوم کے ماہرین کی راہنمائی فرماتے ہوئے ان کی علمی مشکلات حل فرماتے۔ کہیں سائنس اور مذہب کے ٹکراؤ کو دور کرتے اور کہیں انسان کے ارتقا اور چاند پر پہنچنے کی توجیہ فرماتے۔ کہیں تاریخی مسائل کو بیان فرماتے اور کہیں عمرانیات جیسے مشکل موضوع کی عقدہ کشائی فرماتے۔ کبھی تصوف کے مسائل پر بصیرت افروز روشنی ڈالتے تو کبھی اخلاقیات کے نظریے کو الم نشرح کرتے۔ کہیں اسلام کا دیگر مذاہب اور نظریات سے موازنہ کرتے تو کہیں اسلام کے اندر بدرسومات کے خلاف جہاد کا اعلان فرماتے۔

غرض اس طرح کے مختلف النوع مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایک وسیع مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زیرِ مطالعہ کتب کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ حضور نے مختلف علوم کی جن بے شمار کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اُس کا اندازہ ایک زاویہ سے یوں لگایا جاسکتا ہے کہ خلافت لائبریری میں مختلف مذاہب، علوم، طب وڈاکٹری اور حوالہ جات وڈکشنریز کی کتب جن پر آپؓ کے قلمِ مبارک سے نوٹ درج ہیں اُن کی تعداد آٹھ ہزار ایک (8001) بنتی ہے۔

(ماخوذ از الفضل 9/مارچ 1966ء)

علمی زندگی کا آغاز

حضورؓ کی دنیوی تعلیم تو نہ ہونے کے برابر تھی۔ مگر چونکہ خدائی وعدوں کے مطابق آپ کا علوم ظاہری سے پُر ہونا دنیا پر ثابت کرنا تھا۔ اس لئے للہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے آپ کی تعلیم وتربیت کی اور اپنے فضل سے ایسے حالات اور سامان پیدا فرمائے کہ آپؓ اپنے مطالعہ سے اپنے علمی دائرے کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے گئے اور للہ تعالیٰ نے اس میں برکت بھی ڈالی چنانچہ آپ کے علم کا دائرہ غیر معمولی طور پر نہایت تیزی سے پھیلتا چلا گیا اور علمی لحاظ سے آپؓ نے غیر معمولی حیثیت اختیار کر لی۔ اگر پیشگوئی کے الفاظ "پُر کیا جائے گا" پر غور کریں تو برتن کی مثال سامنے آتی ہے جب وہ برتن لبریز ہو کر اِس میں موجود مائع باہر کو بہنے لگتا ہے۔ بس یہی کیفیت حضرت مصلح موعودؓ کی تھی پہلے للہ تعالیٰ نے انہیں تمام علوم سے پُر کیا تاکہ وہ ان علوم کو پھیلا سکیں جن علوم کو للہ تعالیٰ نے پھیلانے کا ارادہ کیا تھا۔

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے دنیا کے سب بڑے بڑے علوم پر اپنی کتب، خطبات اور تقاریر میں بحث کی ہے اور ایسے نکات بیان فرمائے ہیں کہ پڑھنے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ ان علوم کے ماہرین عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ دنیا کا کوئی علم ہو۔ سیاسیات ہو یا قانون، اخلاقیات ہو یا الٰہیات، نفسیات ہو یا علم طب، ایلو پیتھک طریقِ علاج ہو یا ہومیو پیتھک، فزکس ہو یا کمیسٹری، اقتصادیات ہو یا معاشیات، عمرانیات ہو یا شہریت، علم ارتقاء ہو یا فلکیات، علم حساب ہو یا علم ہیئت، علم تاریخ ہو یا علم جغرافیہ، علم تفسیر ہو یا علم حدیث، علم فقہ ہو یا تصوف، موازنہ مذاہب ہو یا دنیاوی علوم غرضیکہ کوئی ایسا علم نہیں جس کے متعلق آپ نے اپنے خطبات یا تقاریر اور تحریرات میں سیر حاصل بحث نہ کی ہو۔ آپ کے پیدا کردہ لٹریچر میں اتنی وسعت اور تنوع ہے

کہ شاید ہی دنیا کے کسی مصنف کے لٹریچر میں پایا جاتا ہو۔ آئیں! بطور نمونہ چند دنیاوی علام میں آپ کی دسترس کا اندازہ لگائیں۔

علم تاریخ وسیرت

اللہ تعالیٰ نے حضور کو اتنا نور فراست عطا فرمایا تھا کہ آپ تاریخ کے مطالعہ کے دوران کسی دَور کے حالات و واقعات پڑھ کر فوراً سمجھ جاتے تھے کہ یہ واقعہ غلط ہے اور بہت سی متضاد روایات میں سے قرائن اور درایت سے صحیح روایت اخذ کر لیتے تھے۔ حضور نے علم تاریخ اور سیرت پر جو کتب تصنیف فرمائی ہیں وہ اپنی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔ اِن میں سے صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر 10 سے زائد کتب موجود ہیں۔ جن میں چند ایک ضخیم کتب میں شمار ہوتی ہیں۔ اِن کے علاوہ موازنہ مذاہب اور سیرت حضرت رسول کریم صلی للہ علیہ وسلم پر مشتمل دیباچہ تفسیر القرآن ایسی عظیم الشان تصنیف ہے جس پر کئی متعصب مستشرقین بھی آپؓ کو دادِ تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مشہور مستشرق اے۔ جے۔ آربری نے لکھا:

”اس کتاب کو علم و فضل کا شاہکار قرار دینا مبالغہ نہ ہوگا“

علم اقتصادیات

سامعین! بیسویں صدی میں امیر اور غریب کے درمیان طبقاتی کشمکش کا بڑا سبب اقتصادی ناہمواری تھا۔ حضور نے اس موضوع پر جماعت احمدیہ کی بالخصوص اور دنیا کی بالعموم جس شاندار طریقے سے راہنمائی فرمائی وہ قابلِ قدر ہے۔ آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بیکار نہ رہیں۔ تجارت کی طرف توجہ دیں۔ آغاز میں معمولی چیزیں لے کر فروخت کریں جب آپ کو تجارت کا گُر آجائے گا۔ آپ اس مہارت کی وجہ سے ایک مقام حاصل کر جائیں۔ کسی کام کے کرنے میں ہتک نہ سمجھیں۔ اس سے انسان کے اندر کام کر کے کھانے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ نے زمینداروں کی راہنمائی فرمائی کہ وہ اچھا بیج اور کھاد استعمال کر کے زیادہ پیداوار حاصل کر سکتے ہیں۔ فصلوں کو بدل بدل کر کاشت کریں۔ جہاں پانی کم ہے باغات لگائیں اس طرح اپنی آمد بڑھائیں وہاں ملک کی معیشت بھی ترقی کرے گی۔ اس سلسلہ میں حضور نے خطبات اور تقاریر کے علاوہ کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

"اسلام کا اقتصادی نظام" حضورؓ کی وہ معرکۃ الآراء تقریر ہے جو حضور نے 1945ء میں احمدیہ ہوسٹل لاہور میں فرمائی۔ جس میں بہت سے مختلف مذاہب کے ذی علم احباب بھی شریک تھے۔ اس تقریر میں حضور نے قرآن کریم کے پیش کردہ اقتصادی نظام کو بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ اسلام کا پیش کردہ اقتصادی نظام ہی سب سے ارفع اور اعلیٰ ہے اور یہی نظام دنیا میں پائیدار عالمی امن کا ضامن ہے۔ اقتصادی ماہرین نے اس کو پسند کیا ہے اس جلسہ کی صدارت مسٹر رام چند مچندہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ نے کی تھی۔ حضورؓ کی تقریر کے بعد انہوں نے اپنے صدارتی ریمارکس میں کہا:

"مَیں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اِس بات کی خوشی ہے کہ تحریکِ احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر آپ نے اس وقت سُنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضرت امام جماعت احمدیہ نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی ان قیمتی معلومات سے فائدہ اٹھایا ہو گا۔ یہ میری غلطی تھی کہ اسلام اپنے قوانین میں صرف مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے۔ غیر مسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا مگر آج رات حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔"

(از پیش لفظ اسلام کا اقتصادی نظام)

سامعین پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا۔ ایک پروفیسر صاحب تقریر کو سن کر رو پڑے اور بعض طلباء نے جو کمیونزم کے حامی تھے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ اسلام کے اقتصادی نظام کے قائل ہو گئے ہیں اور اب اسے صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ یونیورسٹی کے ایم اے اقتصادیات کے طلباء نے حضور سے درخواست کی کہ اس لیکچر کا انگریزی میں ترجمہ کروا کے اسے ماہرین اقتصادیات کے پاس بھجوایا جائے۔ ان سب کوائف سے ظاہر ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا علم کسبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی موہبت اور عطا ہے۔

علم الحساب

سامعین! علم حساب کتاب کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

”ماسٹر فقیر للہ صاحب..... ہمارے حساب کے استاد تھے..... اُنہوں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور! یہ کچھ پڑھتا نہیں کبھی مدرسہ میں آجاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ شکایت کی تو مَیں ڈر کے مارے چھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قدر ناراض ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ بات سُنی تو آپؑ نے فرمایا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسے چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اس کی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔ پھر ہنس کر فرمانے لگے اس سے ہم نے آٹے دال کی دکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے۔ حساب اسے آئے یا نہ آئے کوئی بات نہیں آخر رسول کریم صلی للہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کونسا حساب سیکھا تھا۔ اگر یہ مدرسہ میں چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سُن کر ماسٹر صاحب واپس آگئے۔

(الموعود انوار العلوم جلد 17 صفحہ 567)

مگر اللہ تعالیٰ نے حساب میں بھی آپ کو اس قدر ملکہ عطا فرمایا تھا کہ تقریروں کے دوران یا کسی سے بات کرتے ہوئے فوراً کروڑوں اور اربوں کا حساب بتا دیتے تھے۔ جو اس قدر درست ہوتا تھا کہ بڑے بڑے حساب دان اور ماہر شماریات بھی دنگ رہ جاتے۔

علم طب

سامعین! آپؓ نے علم طب بھی حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ ریسرچ بھی کرواتے رہتے تھے۔ آپ نے اپنی نگرانی میں قادیان اور ربوہ میں آسان اور سستے علاج کے لئے ”دواخانہ خدمتِ خلق“ قائم فرمایا اور اپنی نگرانی میں بڑے عمدہ نسخے تیار کروائے۔ اس کے علاوہ پرفیومری یعنی عطر سازی میں بھی آپ کو دسترس حاصل تھی۔ ربوہ میں اپنی نگرانی میں ”ایسٹرن پرفیومری کمپنی“ قائم فرمائی۔

جامعہ احمدیہ میں طلبہ کو طب سکھانے کا انتظام فرمایا۔ اس کے علاوہ وقف جدید کے قیام کے ذریعہ دیہات میں طب کو ترویج دی۔

طب کے ساتھ آپ کو شروع سے ہی لگاؤ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو طب کا خاص خیال تھا مجھے جو علم علاوہ قرآن کریم اور حدیث کے حکماء سے پڑھوایا وہ طب تھا۔ فرماتے تھے یہ ہماراخاندانی شغل ہے چنانچہ دو تین ابتدائی کتب حضرت مولوی نور الدین صاحب سے طب کی مَیں نے پڑھیں پھر دوسرے کاموں میں لگ گیا۔ ارادہ ہے کہ اپنے ایک بچے کو علم طب کے ایسے اصول پڑھواؤں کہ طب کا صحیح حصہ قائم رکھا جائے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 128۔127 جدید ایڈیشن)

اِس کے علاوہ حضورؓ نے زینت محل لال کنواں دہلی میں ویدک یونانی دواخانہ قائم فرمایا۔ دواخانہ جاری کرنے سے پہلے حضور نے چند واقفین کو طب یونانی کی تعلیم دلائی اور خود بھی ویدک اور یونانی ادویہ سے متعلق قیمتی مشورے دئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 72 جدید ایڈیشن)

علم تصوف

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کو للہ تعالیٰ نے علم تصوف سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضورؓ نے تصوف کے مسائل دنیا کے سامنے ایک نئے اور اچھوتے انداز میں پیش فرمائے اور صوفیاء کے مقام کو علماءِ ظاہر سے منفرد ثابت فرمایا۔ آپؓ نے دلائل اور شواہد سے ثابت کیا کہ اسلام کی بقا میں صوفیاء کا بہت زیادہ حصّہ ہے۔ تصوف سے جو غیر شرعی باتیں در آئی تھیں ان کو الگ کر کے حقیقی تصوف کو صاف کر کے آپؓ نے پیش کیا۔ چونکہ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیرِ سایہ تربیت پائی تھی جو شریعت اور تصوف کا حسین امتزاج تھے۔ حضور نے تصوف کے موضوع پر بہت سی کتب تحریر فرمائیں اور تقاریر میں تصوف کے مسائل نہایت سادہ اور دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔

اصلاحی و تربیتی تقاریر و تصانیف

امام جماعت احمدیہ کی حیثیت سے افراد جماعت کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا، نوجوانوں کے اخلاق سنوارنا، ان کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا احساس ہونا، موجودہ مغربی تہذیب کی یلغار اور اس سے بچانا، عورتوں کے مسائل و حقوق اور ان کی نگہداشت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام امور ایسے ہیں اور یہ تمام ایسی ذمّہ داریاں ہیں جو امام جماعت احمدیہ کو سر انجام دینا ہوتی ہیں۔ ان تمام ذمہ داریوں سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے بہت سی اصلاحی و تربیتی تقاریر کیں اور کتب تصنیف فرمائیں۔

اِس کے علاوہ افرادِ جماعت کو اندرونِ ملک اور بیرون ملک میں اسلام کے اہم رکن تبلیغ کی طرف خطبات و تقاریر اور کتب کے ذریعہ راغب رکھا تا اسلام احمدیت کی صداقت واضح اور مدلل رنگ میں دنیا کے سامنے پیش ہو۔

غیر مبائعین سے خطاب

سامعین! حضور جب 1914ء میں منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو جماعت دو حصوں میں بٹ گئی۔ غیر مبائعین نے آپؓ پر شدید اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ وہ لوگ جو کل تک آپ کو ہی پسرِ موعود سمجھتے رہے اور مرزا محمود احمد کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے رہے تھے۔ وہی آپؓ کے مخالف ہو گئے۔ اختلاف سلسلہ کے نتیجہ میں غیر مبائعین نے بعد میں احمدیت کے بنیادی عقائد میں بھی بہت سی تبدیلیاں کر لیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مدلل خطبات اور کتب کے ذریعہ ان کا ردّ فرمایا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو اپنے عقائد پر سوچنے پر مجبور کر دیا۔ بعض کو اللہ تعالیٰ نے بیعتِ خلافت کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ تو آغاز میں اکثریت کے دعوے کر رہے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں ایک معمولی اقلیت کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

غیر مذاہب کے متعلق کتب

احمدیت سے قبل اسلام کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ دنیا کے تمام مذاہب اس پر حملہ آور تھے اور کوئی دفاع کرنے والا نہ تھا۔ احمدیت نے اسلام کو نئی زندگی بخشی۔ نہ صرف غیر مذاہب کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے بلکہ دیگر مذاہب پر جارحانہ یلغار کر دی اور ان کے عقائد کا تارو پود بکھیر کر رکھ

دیا۔ ان کو اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرنا مشکل ہو گیا۔ اس میدان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے حسن و احسان کے نظیر نے مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں زبردست جہاد کیا۔ آپؑ نے اپنے خطبات اور تقاریر کے ذریعہ اسلام کی برتری اور دوسرے مذاہب کا بطلان ثابت کیا۔ چنانچہ وہ لوگ جو کل تک اسلام کو اپنا شکار بنائے بیٹھے تھے وہ خود اسلام کا شکار ہو گئے۔

علم نفس

موجودہ زمانہ میں علم نفس کے ذریعہ اسلام کے خلاف ایک رَو پیدا کی گئی ہے اور علم نفسیات کو اسلام پر اعتراضات کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ اس عِلم کے ذریعہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے رکیک حملے کئے گئے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ دوبارہ اُن کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سیاسیات

سامعین! جماعت احمدیہ بنیادی طور پر ایک مذہبی جماعت ہے سیاسیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں مگر جب کبھی متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ اٹھا تو جماعت احمدیہ نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل جب مسلمان سیاسی لیڈر ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشاں تھے اور ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جارہا تھا۔ ان حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کے حقوق کے لئے جو کوشش اور جدوجہد فرمائی وہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ مطالبہ پاکستان کے سلسلہ میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور بھرپور حمایت کا اعلان فرمایا تو اس وقت بعض ہندو اخبارات نے تحریر کیا کہ پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ کابل جیسا سلوک ہو گا تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ہم اس لئے مطالبہ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں کہ مسلمان حق پر ہیں۔ خواہ وہ اس سے بڑھ کر ہمارے ساتھ سلوک کریں۔ ہم ان کے جائز مطالبہ کی حمایت کرتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک خلافت، تحریک موالات، تحریک عدم تعاون، نہرو رپورٹ، آل پارٹی مسلم کانفرنس، گول میز کانفرنس اور قرارداد پاکستان کی منظوری سے لے کر قیام تک ہر مرحلہ پر تحریک پاکستان کی ہر ممکن مدد فرمائی۔ بلکہ قیام پاکستان کے موقع پر جو فسادات ہوئے اس اہم موقع پر قادیان میں ایک لاکھ سے زائد مسلم مہاجرین

کے قیام و طعام کا انتظام فرمایا۔ بعد میں ان کو بحفاظت پاکستان منتقل کرنے کے انتظامات کئے اس سلسلہ میں وزیرِ اعظم ہندوستان نہرو اور گاندھی سے رابطہ رکھا تاکہ مہاجرین کو بحفاظت پاکستان کی سرحد تک پہنچایا جاسکے۔

اس کے علاوہ آپ نے اہلِ کشمیر جو ایک سو سال سے ڈوگرہ حکومت کے مظالم کا شکار تھے اور ان سے جانوروں جیسا سلوک روا رکھا جارہا تھا ان کو بیگار میں پکڑ لے جاتے گھر والوں کو اس کا علم تک نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اہلِ کشمیر کے حقوق کی بحالی کے لئے بہت جدوجہد فرمائی۔ حضور کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں آخر اہلِ کشمیر کو بہت سے حقوق مل گئے (تاریخ احمدیت جلد پنجم جدید ایڈیشن از مولانا دوست محمد شاہد صاحب) اس سلسلہ میں حضور نے اِس سلسلہ میں 40 کے قریب کتب اور رسائل و پمفلٹس لکھ کر شائع کروائے جو حضورؓ کی سیاسی فہم و فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سامعین! اہلِ کشمیر کے حقوق اور دفاع میں حضورؓ کی تصانیف نے بہت پذیرائی حاصل کی اور نامور ادیبوں اور سیاستدانوں نے ان کتب پر ریویو لکھے اور کھل کر حضورؓ کے تبحرِ علمی کی داد دی۔ چنانچہ ”ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل“ کے متعلق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے لکھا۔ ”تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا ہے نہایت عمدہ ہے“

سیٹھ عبد اللہ ہارون ایم اے ایل ایل۔بی لکھتے ہیں:

”میری رائے میں سیاسیات کے باب میں جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان میں کتاب "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" بہترین تصانیف میں سے ہے“

سر ہیون رومر لکھتے ہیں:

”اس چھوٹی سی کتاب کے ارسال کے لئے امام جماعت احمدیہ کی تجاویز مندرج ہیں۔ مَیں تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سائمن کمیشن پر بھی یہی ایک مفصل تنقید ہے۔ جو میری نظر سے گزری ہے مَیں ان تفصیلات کے متعلق کچھ عرض نہ کروں گا۔ جن کے متعلق اختلاف رائے ایک لازمی امر ہے لیکن میں اِس اخلاص مقبولیت اور وضاحت کی داد دیتا ہوں جس سے ہز ہولی نس (امام جماعت احمدیہ) نے آپ کی

جماعت کے خیالات کا اظہار کیا ہے اور ہز ہولی نس کے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے اس امر کے متعلق بلند خیال سے بہت متاثر ہوا ہوں“

سامعین! نہرو رپورٹ کے آنے پر حضورؓ نے اس پر مدلل تبصرہ مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ کے نام سے قسط وار شائع فرمایا پھر کتاب کی صورت میں ہندوستان بھر میں اشاعت کی گئی پھر انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے انگریز افسران اور انگلستان کے سیاستدانوں ممبران پارلیمنٹ کو بھجوائی گئی تا وہ مسلمانوں کے حقوق سے آگاہ ہو سکیں جہاں ہندوستان بھر میں اس کتاب کو سراہا گیا بعض مصنفوں نے حضور کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اس سال 1928ء نہرو رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانی فرقے کے راہنما مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ایک واضح تجویز پیش کی۔“

(قراردادِ پاکستان کا پس منظر صفحہ 36 از ریاض صدیقی۔ کراچی)

تحریک آزادی کے نامور راہنما مولانا محمد علی جوہر صاحب لکھتے ہیں:

”ناشکری ہو گی اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے اپنی خدمات وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے بلند بانگ و درباطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔“

(اخبار ہمدرد دہلی 26/ دسمبر 1227ء)

اس سلسلہ میں ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے خود فرمایا:

”سر فضل حسین صاحب نے مجھے کہلا بھیجا کہ آپ سیاسیات میں کیوں دخل نہیں دیتے۔ مولوی فضل الحق صاحب سابق وزیرِ اعظم بنگال اور عبد اللہ سہر وردی صاحب نے کہا کہ ہم آپ کے سیاسی مرید ہیں اور ڈاکٹر محمود صاحب نے میرے ایک سیاسی رسالہ کا ذکر کر کے کہا۔ مَیں اسے ہر وقت جیب میں رکھتا ہوں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیاسی امور میں بھی ہمیشہ میرا مشورہ ٹھیک ثابت ہوا۔“

"جب دہلی کی خلافت کانفرنس ہوئی تو مجھے بھی اس میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ میں نے ایک رسالہ لکھ کر تقسیم کرانے کے لئے بھیج دیا اور اس میں بعض مشورے اس تحریک کی کامیابی کے لئے دیئے مگر اس وقت کے کارپردازوں نے ان پر توجہ نہ کی اور عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر وفات سے کچھ عرصہ قبل مولانا شوکت علی صاحب مجھ سے ملے تو انہوں نے بتایا کہ فلاں فلاں وجہ سے ہماری تحریک فیل ہو گئی ہے۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نے فلاں فلاں مشورہ آپ لوگوں کو دیا تھا اگر آپ ان پر عمل کرتے تو آج ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ انہوں نے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ مجھے آپ کا وہ رسالہ نہیں ملا۔ سو اللہ تعالیٰ نے سیاسیات میں بھی مجھے راہنمائی کی توفیق دی۔"

(تقریر لدھیانہ 21/مارچ 1944ء از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 267)

فوجی امور میں مہارت

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو عسکری امور میں بھی مہارت عطا فرمائی تھی۔ آپؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! بہترین جرنیل دنیا میں وہی سمجھا جاتا ہے جو اپنی فوج کو عقل کے ساتھ پھیلا سکے .... اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا اور ہر قسم کا علم دیا ہے .... میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر چاہوں تو فوجی نظام پر ایک کتاب لکھ سکتا ہوں اور میں الٰہی علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ بہترین جرنیل وہی ہے جو فوج کو عقل کے ساتھ پھیلا سکتا ہے یعنی بغیر اس کے کہ دشمن کو اپنے کسی کمزور مقام پر حملہ کرنے کا موقع دے وہ اپنی فوج کو پھیلاتا چلا جائے کیونکہ اس طرح دشمن ہمیشہ اس کے نرغہ میں گھر جانے کے خطرہ میں رہتا ہے۔ پس اس کی دانائی یہ ہے کہ وہ اپنے کمزور مقاموں کا دشمن کو پتہ نہ لگنے دے تا دشمن اس پر حملہ نہ کر دے لیکن اپنے لشکر کو پھیلاتا چلا جائے تا دشمن اس کے نرغہ میں گھر جائے"

(خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 30،31)

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے پاکستان کے استحکام کے سلسلہ میں لاہور میں چھ نہایت بصیرت افروز اور معلومات افروز لیکچر دیئے۔ جس میں دو لیکچر فوجی امور پر بھی تھے۔ یکم دسمبر 1947ء کو پاکستان کا مستقبل دفاع اور 10/جنوری 1948ء کو بحری طاقت اور سیاست کے لحاظ سے پاکستان کا دفاع کے عنوان سے دیا۔

ان لیکچرز کو پاکستان کے ارباب حل وعقد نے سراہا اور دانشوروں نے حضور کی خدمت میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ مثلاً ملک عبدالقیوم صاحب پرنسپل لاء کالج نے حضور کی خدمت میں خط لکھا جس کا ایک اقتباس پیش ہے:

"لیکچر میں آپ نے پاکستان کی برّی اور بحری سرحدوں کے غیر محفوظ ہونے کی خوب وضاحت فرمائی ہے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا یہ بھی کلیۃً حقیقت پر مبنی ہے کہ پاکستان کا قابل انتظام زمینی رقبہ ہی ہمارے حق میں ہو سکتا ہے۔.... مَیں آپ کی اس تجویز سے بھی متفق ہوں کہ مشرقی پاکستان سے سمندر کے راستہ جزائر لکادیپ اور مالدیپ کے ذریعہ تعلق قائم کریں۔ اگر ہمارے پاس زمینی راستہ نہ ہو تو راستے میں ایک امدادی اسٹیشن تو ہونا چاہیئے"

(ترجمہ از انگریزی خط تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 408)

بہت سے اخبارات نوائے وقت، اخبار نظام، اخبار زمیندار، اخبار سفینہ، انگریزی اخبار ایسٹرن ٹائمز نے حضور کی تقریر کے اقتباسات درج کر کے آپ کی تقریر کو سراہا۔

ایسٹرن ٹائمز نے 3 دسمبر کی اشاعت میں سارے لیکچر کی تفصیل دی۔ ایک اقتباس پیش ہے:

"پاکستان کے سرحدوں کے تحفظ اور دفاع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ کی یہ رائے تھی کہ وہ لوگ جو سرحد کے ساتھ ساتھ بستے ہیں انہیں فوری طور پر مسلح کر دیا جائے اور انہیں فوجی اسلحہ کے استعمال کی تربیت دی جائے۔ وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ آبادی کے ہر طبقے میں تنظیم وضبط کی روح پیدا کی جائے۔"

کوئٹہ سٹاف کالج میں لیکچر

1948ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ جماعتی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں کوئٹہ تشریف لے گئے وہاں آپؓ نے درس القرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپؓ کو کوئٹہ سٹاف کالج میں ایک لیکچر کی دعوت دی گئی۔ حضور نے پاکستان کے دفاع کے سلسلہ میں وہاں ایک لیکچر دیا جس میں پاکستان کے دفاع کے سلسلہ میں کون سی سرحدی تدابیر اختیار کرنی چاہیئے ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔

غذاء کا مسئلہ

آج دنیا میں بہت سے ممالک غذائی بحران کا شکار ہیں اور لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ مسلم ممالک میں سوڈان کی صورت حال بہت نازک ہے۔ پاکستان سمیت ایشیاء اور جنوبی امریکہ کے ممالک مشکل صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ بعض ممالک اپنی آزادی کو گروی رکھ کر سامراجی طاقتوں سے غذائی امداد حاصل کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"غذا کا مسئلہ دنیا میں کوئی دو سو سال سے مختلف ممالک میں زیرِ بحث چلا آرہا ہے۔ اِس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

"اس دُنیا میں رہنے والوں کے کھانے پینے کے لئے ہر چیز کو اندازہ کے مطابق بنادیا ہے۔"

(حٰمٓ السجدہ:11)

لہٰذا سب کو علم ہونا چاہیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے ۔ایک دفعہ مسٹر کپور جو پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر غذا تھے مجھ سے ملنے کے لئے قادیان آئے اور میں نے قرآنی آیات سے ان کو غذا کا معاملہ سمجھایا تو بہت حیران ہوئے اور خواہش کی کہ یہ آیات مجھے لکھ کر دی جائیں چنانچہ میں نے ان کو لکھوادیں۔"

(تفسیر صغیر صفحہ 629 حاشیہ)

تمام اہلِ علم کو چیلنج دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"آج میں دعوے کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں بلکہ آج سے نہیں بیس پچیس سال سے میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ دنیا کا کوئی فلاسفر، دنیا کا کوئی پروفیسر، دنیا کا کوئی ایم اے، خواہ وہ ولایت کا پاس شدہ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو، خواہ وہ فلسفہ کا ماہر ہو، خواہ وہ منطق کا ماہر ہو، خواہ وہ علم النفس کا ماہر ہو، خواہ وہ سائنس کا ماہر ہو، خواہ وہ دنیا کے کسی علم کا ماہر ہو۔ میرے سامنے آکر قرآن اور اسلام پر کوئی اعتراض کرے تو نہ صرف میں اس کے اعتراض کا جواب دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ

بند کر سکتا ہوں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جس کے متعلق خدا نے مجھ کو معلومات نہ بخشی ہوں اور اس قدر صحیح علم جو اپنی زندگی درست رکھنے یا قوم کی راہنمائی کے لئے ضروری ہو مجھ کو نہ دیا گیا ہو۔"

(دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پُر شوکت اعلان از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 155)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے ظاہری علم کی ایک مثال یوں بیان فرماتے ہیں۔ "حضرت مصلح موعودؓ نے 28/ دسمبر 1908ء کے جلسہ میں اس موضوع پر ایک بڑا پُر مغز خطاب فرمایا کہ "ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں"۔ یہ خیالات ایک انیس سالہ نوجوان کے ہیں۔ حضور نے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ... وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہاں تک یہ آیت ہے۔ سورہ توبہ کی 111-112 آیت۔ دونوں آیات وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تک تلاوت کیں اور اس کے بعد فرمایا: ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہے۔ مرنا ہر ایک انسان کے لیے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ جب اس چند روزہ زندگی کے لیے انسان اس قدر کوشش کرتا ہے اور تدبیریں کام میں لاتا ہے تو کیا اس لامحدود زندگی کے لیے کوئی ضرورت نہیں؟ یعنی اگلے جہان کی زندگی جو لامحدود ہے اس کے لیے کوئی ضرورت نہیں اور کیا ہمیں اس کے لیے کچھ بھی تیاری نہیں کرنی چاہیے۔ بڑا اہم سوال ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ وضاحت کرتے ہیں کہ انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رساں ہو۔ پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی تجارت نہ کرے جس میں لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا نہیں بلکہ غیر محدود نفع ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کر دیں۔ لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کر سکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اَور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہو جائیں۔ ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ

اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کر دیں۔ حضورؓ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کے لیے بعض شرائط بھی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے عبادت کی طرف توجہ کرے۔ نمبر تین یہ کہ حمد و شکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔ نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔ اِن امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کامگار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔" (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 6-7)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ایک موقع پر آپؓ نے نصائح فرمائیں۔ "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے عنوان سے اِلٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی تھی اس میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ عظیم اول کے بعد فاتح اتحادی ممالک نے دولتِ عثمانیہ سے صلح کی جو شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے گئے تھے۔ اس کی بحری وبری و ہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں اور اس پر بعض اَور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔ ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کے لیے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کے لیے یکم اور 2/ جون 1920ء کو الٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔ جمعیت علمائے ہندوستان کے مشہور لیڈر جناب مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے 30/ مئی 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دعوت دی۔ چنانچہ حضور نے 'معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ' کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سید محمد سرور

شاہ صاحب، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعہ بھجوایا۔ حضورؓ نے اپنے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ کی شرائط کے نقائص کی نشاندہی فرما کر اس کے بد اثرات سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش فرمائیں۔ حضور نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ جو تجاویز ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی پیش کی جارہی ہیں یہ ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ حضورؓ نے اپنی طرف سے یہ تجویز فرمائی کہ مسلمان متفق اللسان ہو کر یعنی ایک زبان ہو کر اتحادی حکومتوں پر یہ واضح کر دیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدے میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں (Capitalist) کے مفادات کو مدّ نظر رکھا گیا ہے لہٰذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ اس مضمون میں حضورؓ نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور بہبود کے لیے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ یعنی مؤتمر عالم اسلامی قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد5 صفحہ 10)

آج جو کہتے ہیں یہ جو بنائی ہے کہ مسلمان اکٹھے ہوں وہ بھی فیصلہ نہیں کر سک رہی۔ لیکن یہ تجویز بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دی تھی۔ اس مضمون میں جو حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے آج بھی عمومی طور پر بعض مغربی طاقتوں کا مسلمانوں کی حکومتوں کے ساتھ یہی رویہ اور سلوک نظر آتا ہے۔ اُس وقت جب یہ انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولتیں بھی نہیں تھیں یہ غیر معمولی تجزیہ جو آپؓ نے کیا تھا اور پھر جو مشورے دیے تھے وہ آپؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کی نشاندہی کرتا ہے اور **دنیا کا علم جو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا کیا اور آپؓ کی ذہانت جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔"**

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! پھر فرمایا۔

"آپؓ نے ایک تصنیف 1921ء میں "تحفہ شہزادہ ویلز" کے نام سے فرمائی۔ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے موقع پر ان کو پیش کی گئی۔ اس کا خلاصۃً (مضمون) یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے ولی عہد شہزادہ ویلز دسمبر

1921ء میں ہندوستان کے دورے پر آئے۔ یہ وہی شہزادے ہیں جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم کہلائے اور 1936ء میں چرچ آف انگلینڈ سے اختلاف کر کے تخت سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی ہندوستان آمد کے وقت ''تحفہ شہزادہ ویلز'' کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور حضور کی تجویز کے مطابق جماعت احمدیہ کے بتیس ہزار دو سو آٹھ ممبروں نے ایک آنہ فی کس جمع کر کے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے لاہور میں 27/ فروری 1922ء کو گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایڈریس کے ساتھ یہ کتاب اسلام کے بے نظیر تحفہ کی صورت میں پیش کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس مختصر عالمانہ تصنیف میں حکومت وقت سے وفاداری کے اظہار کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالات اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم، تاریخ اور اس کے قیام کی غرض بیان فرمائی۔ آخر میں سنتِ رسول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک اسلام کا پیغام نہایت مؤثر رنگ میں پہنچا کر اسے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔ شہزادہ ویلز نے حضور کی طرف سے پیش کیے گئے اس تحفے کو قبول کیا اور اپنے چیف سیکرٹری کے ذریعہ اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 7)

اس بارے میں تاثرات یہ ہیں کہ شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے، 1936ء میں انگلینڈ چرچ سے جیسا کہ میں نے بتایا اختلاف کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہو گئے اور انہوں نے اس تحفے کو بڑی قدر کی نگاہ سے اور احترام سے دیکھا اور نہ صرف اپنے چیف سیکرٹری کے توسط سے اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ مارچ 1922ء کو لاہور سے جموں تک کے سفر میں اسے مکمل طور پر مطالعہ کیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور جیسا کہ بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ کتاب پڑھتے پڑھتے بعض مقامات پر ان کا چہرہ گلاب کی طرح شگفتہ ہو جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے ایڈیکانگ نے یہ بھی بتایا کہ وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یکدم کھڑے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے صراحتاً عیسائیت سے بیزاری کا اظہار کیا۔

اخبار ''ذوالفقار'' نے 24/ اپریل 1922ء میں اس کتاب پر ریویو کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم خلیفہ ثانی کے سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے... تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک

کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ اس واسطے اس تحفے کو دیکھ کر ہم عش عش کر اُٹھے۔ اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ دعوتِ اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقے کا کوئی فرد یا موجودہ زمانے کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفے پر کوئی حملہ کرے۔ ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو۔ ہاں بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر سے حالات لکھے ہیں لیکن وہ واقعات امن پسندی اور حکومت کی وفاداری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بدامن اور شورش پسند فرقے کو کبھی خدا دوست نہیں رکھتا اور تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اسی طرح پنجاب کے ایک نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 18/اپریل 1922ء کی اشاعت میں لکھا کہ ”یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔... قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہو سکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔“ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 294) بیرونی دنیا پر بھی اس کتاب نے گہرا اثر ڈالا۔ مغربی ممالک میں تو اس نے تبلیغ اسلام کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ویانا جو آسٹریا کا کیپیٹل (Capital) ہے وہاں کے ایک پروفیسر نے جو تین زبانوں کا ماہر تھا، اسے پڑھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور افسوس کیا کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے ورنہ دنیا بھر میں اس کی اشاعت کرتا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکہ سے لکھا کہ اس کتاب نے امریکہ کو بہت متاثر کیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا امریکہ کے علمی تقاضوں کے مطابق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مغربی ممالک کے علاوہ افریقہ میں بھی اس کا اثر ہوا۔ چنانچہ نیروبی کے اخبار ”لیڈر“ نے لکھا کہ گو میں عیسائی نہیں مگر عیسائیوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور ان کے لٹریچر کو خوب سمجھتا ہوں لیکن جو کچھ مجھے اس کتاب سے حاصل ہوا ہے

اور جو میں نے حظّ اٹھایا ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اس کتاب کا لکھنے والا گو مسلمان ہے لیکن شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سالہا سال تک رہا ہے اور ان کے لٹریچر کو اس نے غور سے پڑھا ہے ورنہ یہ بہت مشکل ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسی پتے کی باتیں اس دھڑلے سے سنائے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو مذہبی بنیاد پر لکھی گئی ہو اور تعصّب سے مبرا رہی ہو۔ اس شان کی یہ پہلی کتاب ہے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 292 تا 294)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

تو امینِ فکر و دانش تو ضائے مہرِ حکمت
ہے فروغِ بزم الفت تری ذاتِ بے گماں سے
تجھے عظمتوں نے پالا تجھے نصرتوں نے چوما
تری گفتگو مزین ہے جمالِ کہکشاں سے
مرے دل کا ذرہ ذرہ تری عظمتوں کا قائل
تری رفعتیں نمایاں ترے روئے ذی شاں سے

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب کے مضمون سے لیا گیا ہے)



﴿35﴾ ﴿مشاہدات۔222﴾

وہ علومِ...باطنی سے پُر کیا جائے گا

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ۔فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ۔لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (الواقعہ:78-80)

یقیناً یہ ایک عزت والا قرآن ہے۔ ایک چُھپی ہوئی کتاب میں (محفوظ)۔ کوئی اسے چُھو نہیں سکتا سوائے پاک کئے ہوئے لوگوں کے۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو ظاہری و باطنی علوم سے نوازا تھا۔ وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ بلکہ ان کا تعارف بھی ایک مختصر تقریر میں بیان کرنا مشکل ہے۔ تاہم آپؓ کے متعلق علامت وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا میں سے علومِ باطنی کے بارے میں مَیں بحرِ زخّار سے چند قطرے آپ سامعین کے سامنے رکھ پاؤں گا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے باطنی علوم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ باطنی علوم سے مراد وہ علومِ مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ کے خاص ہیں۔ جیسے علم غیب ہے، جسے وہ اپنے ایسے بندوں پر ظاہر کرتا ہے جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ظاہر ہو اور وہ ان کے ذریعہ

سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں۔ سو اس شق میں بھی للہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص عنایت فرمائی ہے اور سینکڑوں خوابیں اور الہام مجھے ہوئے ہیں جو علوم غیب پر مشتمل ہیں“

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 579)

مندرج بالا تعریف کے تحت حضرت مصلح موعودؓ نے اللہ تعالیٰ کی توحید، ملائکہ کی حقیقت، نبیوں کے مقام و مرتبہ، حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور دوسرے روحانی امور اور اسی طرح مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی رہنمائی، اسلام کا اقتصادی اور مالی نظام، اسلام کی تاریخ وغیرہ پر تاریخی لیکچرز دیئے، خطباتِ جمعہ کا اِن مواضیع پر ایک انبار ہے جو قیمتی روحانی و علمی سرمایہ خطباتِ محمود کے نام سے ضخیم جلدوں میں جمع ہو رہا ہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

”سولہ سترہ سال کی عمر کا نوجوان جس کی دنیاوی تعلیم یا دینی تعلیم بھی باقاعدہ کوئی نہیں تھی وہ ایسے ایسے نکات بیان کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ توحید کے موضوع پر سترہ سال کی عمر میں آپؓ نے جلسہ میں ایک ایسی تقریر کی جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بالکل نئے نکات نکالے ہیں۔“

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 40)

مارچ 1907ء میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 18 سال تھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان ”محبت الٰہی“ تحریر فرمایا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع بھی ہوا۔ اس مضمون سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی، چھوٹی عمر میں ہی علومِ ظاہری و باطنی سے آپؓ کو پُر کرنا شروع کیا۔ آپؓ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لیے کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ دائمی زندگی کون سی ہے؟ اگلے جہان کی۔ محبت ہی کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے بچتا ہے اور درجات میں ترقی کرتا ہے اور محبت ہی خدا شناسی کا موجب بنتی ہے۔ بدوں محبت انسان کو خدا تعالیٰ کی حقیقت اور حقیقی معرفت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ آپؓ نے فرمایا: پس ضروری ہوا کہ گناہوں سے بچنے کے

لیے اور ترقی درجات کے لیے ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جائیں اور ہم ایک سورج کی طرح ہوں جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اس کے بعد آپؓ نے مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن اس کے بارے میں ہر مذہب کے تصورات جدا ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ ایسی تعلیم اور صفات والا خدا انسان کی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اسلامی تعلیم پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام کا خدا ہی ہر قسم کی خوبیوں اور حسن کا جامع ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ انسان فقط اسی سے محبت کرے اور اسی کی عبادت کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ تو واضح ہے کہ خدا تو سب کا ایک ہی ہے لیکن جو خدا کا نظریہ دوسرے مذاہب پیش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں اسلام خدا کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہی حقیقی نظریہ ہے اور اسی سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کر کے ثابت کیا کہ کسی دوسرے مذہب میں خدا تعالیٰ کی اس قدر صفات بیان نہیں کی گئیں اور نہ اسلام کی بیان کردہ صفات میں کوئی دوسرا مذہب خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے شریک ہے۔ آخر پر آپ نے اسلام کے زندہ خدا کا یہ ثبوت پیش کیا کہ فقط اسلام کا خدا ہی وحی و الہام سے انسان کی آج بھی رہنمائی کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا اور یہی زندہ خدا کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ پھر آپ نے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ اب میں اپنے مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ ان کی تعلیم ناقص ہے۔ انسان ان پر عمل درآمد نہیں کر سکتا۔ بہر حال پھر آپؓ نے لکھا کہ اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام نے یہ بتائی ہے کہ اس میں محبت کرنے والے کو بالکل صاف جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاف جواب نہیں دیتا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس امتحان کے بعد ایک امتحان میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنے والے کے دل میں ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو

کہ جواب کے نہ ملنے سے بپا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اَور بھی چمک اٹھتی ہے اور اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اَور بھی قریب ہو جاؤں اور اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے سبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میرے سبب سے ہے اور درحقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اس کی محبت کے دریا میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ میں محبت الٰہی کے لفظ پر جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر ایک خاص لذت اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہم کو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کے لیے ایک مرہم کا کام دیتی ہے اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالب حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے ان کی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن وجہ سمجھی جاتی اور اس کو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کر سکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانے کے سوا اور کیا کر سکتے۔ خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے۔ جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے مَیں محبت کرتا ہوں ایک ذرّے ذرّے کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنے والے کو بدلہ دے تو اس وقت وہ اپنے دل میں اس محبت کی وجہ سے خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ یعنی انسان خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔'' (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 2 تا 4)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 / فروری 2021ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ آپؓ کے علومِ باطنی کی ایک اور مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''خلافت کے بعد دوسرے سال 1916ء کے جلسہ میں آپؓ نے ''ذکر الٰہی'' کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے نہایت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں ذکر الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کرتے

ہوئے ”ذکر الٰہی سے مراد کیا ہے؟ اس کی ضرورت اس کی قسمیں اور فوائد“ پر روشنی ڈالی۔ آپؓ نے اسی مضمون میں موجودہ دور کے صوفیاء وغیرہ کے ذکر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اُن کا اندازِ ذکر اُن کو رسموں میں مبتلا اور خدا کے قرب سے دور کر رہا ہے۔ آپؓ نے وضاحت فرمائی کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ذکر نماز ہے۔ دوسرا قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان کرنا ہے اور ان کی تکرار اور اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا۔ چوتھا خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی اور تنہائی میں بیان کرنا، غور کرنا اور لوگوں میں بھی اس کا اظہار کرنا۔ اسی تسلسل میں آپؓ نے ذکر الٰہی کو مقبول بنانے کے لیے ذرائع اور ذکر الٰہی کے خاص اوقات بھی بیان فرمائے کہ کیا کیا اوقات ہیں۔ کیا ذریعے ہیں۔ اسی خطاب میں آپؓ نے مقامِ محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نماز تہجد میں باقاعدگی کی تاکید بھی فرمائی اور اس کے التزام واہتمام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتلائے کہ کس طرح ہم باقاعدگی سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے آپؓ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بائیس طریق بیان فرمائے اس جگہ اور آخر میں حضورؓ نے ذکر الٰہی کے بارہ عظیم الشان فوائد بھی بیان فرمائے۔ “

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 3 صفحہ 15-16)(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! حضور ایدہ اللہ تسلسل رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس تقریر کے دوران ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہوئی کہ دورانِ تقریر ایک غیر احمدی صوفی صاحب جو جلسہ میں آئے ہوئے تھے، وہاں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کو رقعہ بھیجا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ جو نکات آپ بیان کر رہے ہیں اس قسم کا تو ایک نکتہ جو ہے صوفیائے کرام دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے کہ جو انسان دس سال اُن کی خدمت کرتا تھا، ان کے ساتھ رہتا تھا تو پھر ایک نکتہ بتاتے تھے۔ آپؓ نے ایک وقت میں ہی سارے نکتے بیان کر دیے۔ آپؓ نے ایک مجلس میں سارے رازوں سے پردہ اٹھا دیا۔ یہ کیا غضب کر دیا آپ نے؟ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 195)

”ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے۔“ پٹیالہ میں آپؓ نے یہ خطاب فرمایا جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ 9/ اکتوبر 1917ء کو پٹیالہ میں یہ تقریر آپؓ نے فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام اور

قرآن کریم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کو صفت ربوبیت کے حوالے سے ثابت کیا۔ حضورؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ہستی کا ثبوت ہیں۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرنے سے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا اور رحیم و کریم ہستی موجود ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سورت فاتحہ جو امّ القرآن ہے اس میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو تمام صفات کا خلاصہ ہیں اور جن پر غور کرنے سے انسان ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ ہر چیز اس کی ربوبیت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس خدا نے جسم کی ربوبیت اور ترقی کے لیے اعلیٰ درجہ کے سامان کیے ہیں اس نے روح کی زندگی کے لیے بھی ضرور سامان کیے ہوں گے جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ۔ (فاطر: 25) ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں جو انسانوں کی تربیت اور روحانی ربوبیت اور ترقی کا سامان کرتے رہے۔

آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہیں دنیا کی تمام اقوام اور زمانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ چونکہ آپؐ کے ذریعہ شریعت کی تکمیل کر دی گئی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرے بعد خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر کے ایسے خدا کے بندے آتے رہیں گے جو لوگوں کو اس شریعت کے مطالب سے آگاہ کر کے انہیں خدا سے ملاتے رہیں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے صفت ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحب کو بھیجا جنہوں نے خدا سے ہمکلام ہونے اور اصلاحِ خلق کرنے کا دعویٰ فرمایا اور خدا کی فعلی تائید آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں ظاہر ہوئی اور زندہ نشانات نے آپؑ کے دعویٰ کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ آخر میں حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کا ثبوت مل رہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور اس کے بتائے

ہوئے طریق پر چل کر ہم آج بھی انہی انعامات اور فوائد کو حاصل کر سکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوئے تھے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 4-5)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ر فروری 2021ء)

سامعین! مَیں آج آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی مناسبت سے تیسرے نمبر پر باطنی علوم کے حوالہ سے آپؓ کی کتاب تقدیرِ الٰہی کو حضور ایدہ اللہ کے الفاظ میں رکھنا چاہوں گا۔ آپ ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"پھر آپؓ کی ایک تقریر "تقدیر الٰہی" پر ہے جو جلسہ سالانہ پر آپؓ نے مسجد نور قادیان میں کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ 1919ء کے جلسہ سالانہ کے موقع کی بات ہے۔ یہ تقدیر الٰہی کا جو مسئلہ ہے یہ نہایت مشکل اور دقیق مسئلہ ہے اس پر آپؓ نے بڑا عارفانہ خطاب فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں نے خدا تعالیٰ سے عاجزانہ طور پر کہا کہ اے خدا! اگر اس مضمون کا سنانا مناسب نہیں تو میرے دل میں ڈال دے کہ اسے نہ سناؤں لیکن مجھے یہی تحریک ہوئی کہ سناؤں۔ گو وہ مضمون مشکل ہے اور اس کے سمجھنے کے لیے بہت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے لیکن آپ لوگ اسے سمجھ لیں گے تو بہت بڑا فائدہ اٹھائیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کے مختلف حوالے بیان کرتے ہوئے اس کے بارے میں یوں فرمایا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اس موضوع پر ایک ایسے جلسہ عام سے خطاب فرمانا جہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، ذہین اور بلید ہر قسم کے لوگ جمع تھے یقیناً کوئی معمولی کام نہ تھا۔ آپؓ نے جس عمدگی سے اس مضمون کو ادا کیا بلاشبہ وہ آپ ہی کا حق تھا۔ خلیفہ رابعؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقریر کیا تھی! علم کلام کا ایک شاہکار تھا۔ مسئلہ قضاو قدر کی اہمیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کرنے کے بعد آپؓ نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا کہ مسئلہ تقدیر پر ایمان اور وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا لازم و ملزوم ہے۔ اس کے بعد آپؓ نے قضاو قدر کے متنازع فیہ نظریات پر بحث فرما کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات میں تطبیق فرمائی اور اس کے بعد مسئلہٴ تقدیر کے نہ سمجھنے کے نتیجہ میں انسان کو جو بڑی بڑی ٹھوکریں لگی ہیں ان کا ذکر فرمایا۔ پھر وحدت الوجود کے عقیدہ کی غلطیاں ظاہر کرتے ہوئے چھ قرآنی آیات سے نہایت لطیف اور ٹھوس دلائل پیش کر کے اس عقیدے کا رڈ فرمایا۔ بعد ازاں اس کی دوسری انتہا کو بھی غلط ثابت فرمایا اور اس خیال کی بدلائل تردید کی کہ خدا گویا کچھ نہیں کر سکتا اور جو کچھ بھی ہے وہ

تدبیر ہی ہے۔ علمِ الٰہی اور تقدیرِ الٰہی کو خلط ملط کرنے کے نتیجہ میں انسانی فکر نے جو ٹھوکریں کھائی ہیں اس کا نہایت عمدہ تجزیہ کر کے اس مسئلہ کو خوب نکھارا ہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: یہ تقریر تقدیرِ الٰہی کے مسئلہ پر ہر پہلو سے بحث کرتی ہے اور مختلف قدیم و جدید اعتراضات کے جوابات بھی اس میں دیے گئے ہیں۔ تقدیر کے ذکر میں آپؓ نے سات روحانی مقامات کا ذکر بھی فرمایا ہے جو تقدیرِ الٰہی کے مسئلہ کو صحیح معنوں میں سمجھ کر اس کے تقاضے پورے کرنے کے نتیجہ میں انسان کو مل سکتے ہیں۔ ''(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 20-21)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ، آپؓ کے باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا کی ایک اور مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''پھر آپؓ کی ایک تقریر ''ملائکۃ اللہ'' یہ ہے جو 28 دسمبر 1920ء کی ہے۔ دو دن بیت النور میں یہ تقریر ارشاد فرمائی۔ ''ملائکۃ اللہ کا یہ مضمون اسلام کے بنیادی اصول اور ایمانیات میں داخل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ مضمون نہایت باریک و دقیق ہے حضور نے اسے نہایت آسان اور بصیرت افروز انداز میں پیش فرمایا ہے۔ حضور نے قرآن کریم کی رو سے ملائکہ کی حقیقت و ضرورت، ان کی اقسام، ان کے فرائض و خدمات کے علاوہ فرشتوں کے وجود پر دلائل اور ان سے متعلق شبہات و اعتراضات کے مفصل و مدلّل جوابات دیے ہیں۔ مضمون کے آخر پر حضور نے فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے آٹھ ذرائع بیان فرمائے ہیں۔''

(تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 15)

یعنی نمبر ایک جس انسان پر جبرئیل نازل ہو اس کے پاس بیٹھنے سے۔ نیک لوگوں اور انبیاء کے ساتھ صحبت صالحین سے، انبیاء کی صحبت سے۔ نمبر دو یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے اور نمبر تین یہ کہ انسان کے قلب میں یہ تحریک ہو کہ عفو اور درگذر کو قائم کرے اور بدظنی کو ترک کرے۔ نمبر چار یہ کہ انسان تسبیح اور تحمید کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ غور سے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔ چھ یہ کہ جو کتابیں ایک ایسے شخص کی لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کو پڑھنے سے۔ اس زمانے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں جو پڑھنی چاہئیں۔ نمبر سات یہ کہ جس مقام پر ملائکہ کا خاص نزول ہوا ہو انسان وہاں جائے۔ بعض شعائر اللہ ہیں، ایسے مقامات ہیں وہاں جانا چاہیے۔ اور نمبر آٹھ یہ کہ خلیفہ کے ساتھ تعلق ہو۔ یہ ساری باتیں آپؓ نے اس میں بیان فرمائیں۔ (ماخوذ از ملائکۃ اللہ انوار العلوم جلد5 صفحہ 556 تا561)

(خطبہ جمعہ فرمودہ19/ فروری2021ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ، آپؓ کی کتاب ''ضرورت مذہب'' کے مضامین کو باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا کے حق میں بطور استدلال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''پھر ''ضرورت مذہب'' یہ بھی آپ کا ایک لیکچر ہے جو آپؓ نے 5/ مارچ 1921ء کو لاہور میں کالج کے بعض طلباء کے سوالوں کے جوابات میں دیا۔ اس کی خلاصۃً تفصیل اس طرح ہے کہ 4/ مارچ 1921ء کو ایک مقدمے میں شہادت کی غرض سے حضرت مصلح موعودؓ لاہور تشریف لے گئے اور 4/ سے 7/ مارچ تک وہاں مقیم رہے۔ 5/ مارچ کو کالج کے بعض طلباء نے حضور سے ملاقات کے دوران مندرجہ ذیل تین سوالات پوچھے۔ اول یہ کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس سے کوئی فائدہ ہے؟ ہاں لوگ اگر اس کو بعض ظاہری فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کر لیں تو بُرا نہیں تو اس پر روشنی ڈالیں۔ دوسری یہ کہ دیگر مذاہب میں بھی بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو پیشگوئیاں کرتے ہیں پھر اسلام کی یہ خصوصیت نہ رہی کہ اس کی کوئی پیشگوئیاں ہوئی ہیں۔ سوم یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ کا پھیلنا ان کی صداقت کا ثبوت نہیں کیونکہ روس میں لینن کو بھی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ حضور نے ان تینوں سوالوں کے نہایت آسان پیرائے میں مدلل جواب ارشاد فرمائے۔ ''ضرورتِ مذہب'' کے نام سے یہ چھپی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ مذہب کی ضرورت کا سوال خدا کی ہستی سے وابستہ ہے۔ اگر خدا ہے تو مذہب کی بھی ضرورت ہے اور خدا کی ہستی کا ثبوت اس کا اپنے بندوں سے کلام کرنا ہے اور اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں حضور نے بتایا کہ انبیاء اور دیگر لوگوں کی پیشگوئیوں میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے علم کی بنا پر پیشگوئیاں کرتے ہیں اور وہ قیاس کا رنگ رکھتی ہیں جبکہ انبیاء کی پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی

ہے۔ مخالف حالات میں ہوتی ہے۔ ان کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں شوکت اور حاکمانہ اقتدار ہوتا ہے۔ اور تیسرے سوال کے جواب میں حضورؓ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے اس ترقی کے بارے میں حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ پہلے سے موجود ہے اور اس کے مطابق ہی ترقی ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہو گا کہ دوسروں کی ترقی بھی ہو رہی ہے اور حضرت مرزا صاحب کی ترقی ان کی صداقت کی علامت نہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 1-2)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! پھر ہستی باری تعالیٰ پر 1921ء میں آپؓ نے ایک تقریر فرمائی..... حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ کے آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب ارشاد فرمائے۔ خدا تعالیٰ کی صفات سے خدا کی ہستی کا ثبوت فراہم فرمایا اور صفات الٰہیہ کی اقسام بھی بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اہل یورپ کے خیالات، زرتشتیوں کے خیالات، ہندوؤں کے خیالات اور آریوں کے تصورات کے بالمقابل اسلام کی خدا تعالیٰ سے متعلق تعلیمات تفصیل سے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضور نے اپنی اس تقریر میں شرک کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے ان کا ردّ بیان فرمایا اور رؤیتِ الٰہی، رؤیت کے مدارج و درجات، اس کے فوائد اور اس رؤیت کے حصول کے طریق و ذرائع بھی بیان فرمائے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 6)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

اسی طرح "احمدیت یعنی حقیقی اسلام"۔ یہ 1924ء کی آپ کی ایک تقریر ہے جو ویمبلے کانفرنس میں تھی۔ اس کتاب کا خلاصہ پڑھا گیا تھا۔ کتاب تو بہت موٹی ہے۔ 250 صفحات کی ہے۔ 1924ء میں یہ ویمبلے کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور دنیا کے تمام مذاہب کے چوٹی کے علماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے بارے میں لیکچر دیں۔ اس میں حضرت مصلح موعودؓ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کانفرنس کے لیے "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کے نام سے 24/ مئی تا 6/ جون دو ہفتے سے بھی کم عرصہ میں ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی۔ پھر اس کا خلاصہ حضرت مصلح موعودؓ کی موجودگی میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ یہ لیکچر ایسا

منفرد اور اچھوتا تھا کہ عیسائیت کے بڑے بڑے لیڈر بھی بے اختیار بول اٹھے کہ بلاشبہ اس مضمون میں جو خیالات بیان کیے گئے ہیں وہ ترتیب اور دلائل اور اپنی خوبی و حسن کے لحاظ سے اچھوتے اور منفرد ہیں۔ چنانچہ اس لیکچر کے ذریعہ خدا نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام دنیائے مذاہب کے بڑے بڑے لیڈروں کو اس طرح پہنچانے کا موقع دیا کہ وہ بھی اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کتاب میں حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام کی حسین تعلیم کی مختلف جہات پر نہایت شاندار انداز میں روشنی ڈالی۔ سب سے پہلے آپ نے سورت صافات کی آیات سے یہ ثابت کیا کہ یہ جو مذہبی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد کی خبر آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید نے دے دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا کہ احمدیت اور حقیقی اسلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ اس کے بعد آپ نے مذہب کے چار مقاصد بیان کیے۔ اس ذیل میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے بارے میں اسلام کا جو تصور ہے اسے کھول کر بیان کیا۔ واضح کیا کہ اسلام انسان سے اپنے خدا کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھنے کی امید کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس شبہ کا ازالہ بھی کیا کہ اسلام اس طرح کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب سے کام ہی نہ لیا جاوے بلکہ سب کام خدا پر چھوڑ دیے جائیں یعنی ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ الزام مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے کہ اسلام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں ہے بلکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اسباب سے بھرپور کام لیا جائے۔ جو ذرائع ہیں ان کو استعمال کیا جائے پھر خدا پر توکّل کیا جاوے۔ توکّل ہرگز ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے۔ توکّل کرنا تو ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے بلکہ اس امر پر یقین کا نام ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ خدا ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ اس وقت صرف اسلام ہی ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جو بھی اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق عمل کرتے ہوئے خدا سے وصال کی تڑپ رکھے خدا ضرور اسے مل جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ

صرف اسلام ہی کرتا ہے کہ اس کی تعلیم پر چل کر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو کہ صفات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں اور جو پہلے خود اپنی ذات پر صفاتِ الٰہیہ کا پر تو ڈالتے اور پھر دوسروں کو اس کا نشان دکھاتے ہیں اور ہستی باری کا کامل عرفان بخشتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لیے کہ لوگ اس کے وجود کو پہچانیں اور شک وشبہ کی زندگی سے پاک ہوں حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا تھا۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اخلاق کی مختلف جہات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم ہی سب سے کامل ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ پھر آپؓ نے اخلاقِ حسنہ کے اصول اور اخلاقِ سیئہ سے بچنے کے ذرائع کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اخلاق کی درستگی کے بارے میں اسلام کی جو تعلیم ہے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تمدن کے بارے میں اسلام کی تعلیم بیان کی ہے اور نہایت لطیف پیرائے میں اخلاق اور تمدن کے فرق کو واضح کیا ہے۔ پھر انسان کے معاشرے میں مختلف لوگوں سے جو تعلقات ہیں وہ کن خطوط پر استوار ہونے چاہئیں، اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر شہریت کے اصول بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حکومت اور رعایا کے فرائض اور حقوق تفصیل سے بیان کیے اور پھر اس مضمون کو مزید وسیع کرتے ہوئے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ حکومتوں کے آپس کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں اور مختلف ملکوں میں تنازعات کے حل کے لیے آپ نے قرآن کریم کے زریں اصول بیان کیے ہیں۔ اور بتایا کہ اگر لیگ آف نیشنز (League of Nations) کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی جائے گی تو وہ کامیاب ہوگی اور وہ نہیں رکھی گئی لٰہذا ناکام بھی ہوئی اور اب یو این او (UNO) بھی اگر اس نہج پر نہیں چلے گی تو وہ بھی ناکام ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ بہرحال کتاب کے آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے حالات مابعد الموت کے بارے میں روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اگلے جہان میں جو ثواب و عذاب ملیں گے ان کی حقیقت کیا ہوگی۔ اس کتاب میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ آپ نے ان تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی مثالیں بھی دی ہیں اور انہوں نے کس طرح اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیے اور حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کی تعلیم کا ان پر کس قدر اثر ہوا کہ ان میں سے بعض نے اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے تمام دنیا میں بسنے والوں کو قبول احمدیت کی دعوت دیتے ہوئے خوشخبری دی ہے کہ ان مصائب کے دُور ہونے کا وقت آ گیا ہے اور اگر اس دَور کے فرستادے کے ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں گے تو وہ دین و دنیا کی فلاح پائیں گے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 8 صفحہ 6 تا 9)

مضمون کے خاتمہ پر جو پریذیڈنٹ تھے انہوں نے مختلف الفاظ میں ریمارکس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبان حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ ایک صاحب حضرت صاحب کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ایک اور صاحب آئے جنہوں نے عرض کیا کہ میں اس مضمون کے سننے کے لیے فرانس سے آیا ہوں۔ میں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اسلام پر بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ اب جبکہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے تو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالاتر مذہب ہے۔ جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے۔ اَور بھی بہت

سارے ریمارکس ہیں۔ پھر مسز شار پلز کہ وہ بھی اس کانفرنس کی سیکرٹری ہیں، اس نے چودھری صاحب سے کہا کہ میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ لوگ آپ کے بڑے مشکور ہیں۔ پھر اسی عورت نے کہا کہ لوگ، عورتیں اور مرد، میرے پاس آتے ہیں اور اس کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ ایک جرمن شخص جو یہاں پروفیسر ہیں انہوں نے جلسہ سے واپسی کے وقت سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضرت صاحب کے حضور مبارکباد عرض کی اور کہا کہ میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بعض اپنی زانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ نہایت نادر خیالات ہیں۔ ایسے خیالات ہر روز سننے میں نہیں آتے۔ وہی جرمن پروفیسر روایت کرتے ہیں کہ بعض جگہ لوگ بے اختیار بول اٹھتے تھے کہ کیا ہی خوبصورت اور سچے اصول ہیں۔ اور خود یہ جرمن پروفیسر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتا تھا کہ یہ موقع احمدیوں کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ (turning point) ہے یعنی ترقی کا مقام ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ اگر آپ لوگ ہزاروں پاؤنڈ بھی خرچ کر دیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہ ہوتی جیسی کہ اس ایک لیکچر کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ بہائی مذہب کی ایک عورت نے لیکچر سنا اور پھر ہمارے ساتھ ساتھ مکان کے قریب تک چلی آئی۔ وہ کہتی تھی کہ میں بہائی خیالات رکھتی تھی مگر اب آج کا لیکچر سن کر میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے زیادہ تر لیکچر سنوں۔ مجھے اگر مہربانی سے بتائیں کہ کب اور کہاں کہاں لیکچر ہوں گے تو میں ضرور آؤں گی۔ ایک عورت نے پیچھے پڑ کے حضور کو اپنے گھر چائے پہ آنے کی دعوت بھی دی۔ ایک صاحب نے یہ بھی کہا کہ ایسا پیارا مضمون تھا کہ حب الوطنی سے بھی زیادہ پیارا تھا۔ (ماخوذ از الفضل 23 اکتوبر 1924ء صفحہ 4-5)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ فروری 2021ء)

سامعین! ابھی ہم اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی زبانی علومِ باطنی کے حوالے سے کچھ مثالیں سن آئے ہیں۔ ہم مَیں اختصار سے اِس حوالے سے چند باتیں کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ آپؓ نے نوجوانوں کی ایک انجمن بنائی جس کا تشحیذ الاذہان نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

تجویز فرمایا۔ اس انجمن کے ذریعہ نوجوانوں کی علمی اور تربیتی ترقی مقصود تھی۔ اسی سال آپؓ نے تشحیذ الاذہان کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ جس کے پہلے شمارے پر مولوی محمد علی صاحب ایم اے (جو بعد میں آپؓ کے شدید مخالف ہوگئے تھے) نے آپ کے مقالہ افتتاحیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد، حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں 14 صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم کا لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اِس مضمون کو پڑھے گی۔ مَیں اس مضمون کو مخالفینِ سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے"

اہلِ لاہور نے جب جماعت احمدیہ کے خلاف اپنے گھناؤنے مقاصد و عزائم کی اشاعت کے لئے "پیغام صلح" اخبار لاہور سے جاری کیا تو آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی اجازت سے اخبار "الفضل" جاری فرمایا۔ جس نے اہلِ پیغام کی تمام سازشیں بے نقاب کردیں اور جماعت احمدیہ کی راہنمائی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ آپ کے قلم سے ایسے ایسے مضامین منصہ شہود پر آئے کہ بڑے بڑے لوگ آپؓ کی قابلیت اور فراست کا اعتراف کرنے لگے اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپ کے متعلق یہ خدائی بشارت تھی کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" آپ نے جب مصلح موعود کا دعویٰ کیا تو اپنی تقریر میں فرمایا:

"اِسی کی طرف میری رؤیا میں اشارہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ خواب میں مَیں بڑے زور سے کہہ رہا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علومِ اسلامی اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اس کی دونوں چھاتیوں سے دودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے"

(الفضل 16 فروری 1944ء)

علم تفسیر

سامعین! قرآنی علوم کی اشاعت کے لئے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دور آخر میں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ اسی خدا تعالیٰ کے زندہ نشان کے طور پر حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش ہوئی تھی۔

"تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ حق کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے"

وہ پسر موعود جب اس دنیا میں آیا اور بچپن سے ہی اس کے دل میں اشاعت دین حق اور قرانی علوم کے حصول کی خواہش موجزن تھی۔ آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا مگر اصل علم تو للہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا اور ایسے ایسے نکات آپ نے بیان فرمائے کہ سلسلہ کے عالم اور غیر از جماعت احباب بھی دنگ رہ گئے۔

اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

”میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ گھنٹی بجی ہے اور اس میں ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک تصویر کے فریم کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس فریم میں ایک تصویر نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آگیا اور اس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور تمہیں قرآن کریم کی تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ تب اس نے سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کر دی وہ سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تک پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں ان سب نے صرف اس آیت کی تفسیر لکھی ہے لیکن میں تمہیں اس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں چنانچہ اس نے ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھادی۔

اس رؤیا کے معنی در حقیقت یہی تھے کہ فہم قرآن کا ملکہ میرے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ملکہ میرے اندر اسقدر ہے کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور میں جس مجلس میں چاہو میں یہ دعویٰ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ سورۃ فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کر سکتا ہوں۔“

(میں ہی مصلح موعود ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 325)

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب سابق لائبریرین خلافت لائبریری تحریر کرتے ہیں:

”1944ء میں خاکسار ایک غیر از جماعت عالم حافظ مہر محمد صاحب صدر مدرِّس جامعہ حنیفہ اچھرہ لاہور سے منطق وفلسفہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ حافظ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ خُلَّت کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آرہا۔ بہت سے علماء اور اساتذہ، صوفیا کرام سے بحث ہوئی ہے مگر تشفی نہیں ہوتی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو للہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاتَّخَذَ ہُ اِبۡرَاھِیۡمَ خَلِیۡلًا

"لیکن حضرت نبی کریم صلی للہ علیہ وسلم کے متعلق خُلّہ کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپؐ افضل الرسل ہیں۔ اس پر مَیں نے اپنی بساط کے مطابق انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کی تسلی نہ ہوئی بلکہ کہا کہ یہ حضرت مرزا صاحب سے استصواب کر کے بتائیں۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی حضور نے فوراً اس کی تشریح مجھے بھجوا دی اور اخبار الفضل میں بھی شائع فرما دی۔ مَیں نے وہ تشریح حافظ صاحب کو سُنائی تو خوشی سے ان کا چہرہ چمک اُٹھا اور کہنے لگے کہ واقعی حضرت مرزا صاحب بہت بڑے عالم ہیں۔ اب میری سمجھ میں یہ مسئلہ آ گیا ہے۔ حافظ صاحب پر حضور کے تبحر علمی کا اتنا اثر ہوا کہ حضور ان دنوں لاہور تشریف لائے تو حافظ صاحب حضور کی زیارت کے لئے مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان واقع ٹمپل روڈ پر حاضر ہوئے اور حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور حضور کی ملاقات سے بہت اچھا اثر لے کر واپس ہوئے۔"

(الفضل 19 / مارچ 1966ء)

حضرت مصلح موعود نے تفسیر صغیر کے نام سے مختصر نوٹ کے ساتھ قرآن کریم کا بامحاورہ ترجمہ شائع فرمایا جو اپنی خوبیوں کے لحاظ سے آپ اپنی مثال ہے۔ یہ ان انوار کی ہلکی سی جھلک ہے جو آپؓ پر للہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی۔ آپ کے علم تفسیر قرآن پر کئی کتب تحریر کی جاسکتی ہیں۔

آپ نے تفسیر نویسی کا چیلنج ان الفاظ میں دیا:

"مَیں ساری دُنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن مَیں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا کا اُستاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض سے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار

اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دُعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں کو ملیامیٹ کر دے گا۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 647)

آپ نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی 17/مارچ 1914ء سے درس القرآن کا آغاز فرمایا جو بعد میں حقائق القرآن کے نام سے شائع ہوا۔ درسوں کا یہ سلسلہ نصف صدی تک چلتا اور انوار کی نہریں بچھاتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کے خطبات، تقاریر اور تصانیف بھی قرآن کریم کے حقائق ودقائق سے لبریز ہیں ربطِ آیات، غیر مسلم مستشرقین کے اعتراضات، عصمت انبیاء، قرآن کی دیگر مذہبی کتب پر برتری، قرآن میں تاریخی انکشافات اور سائنسی معلومات، جدید مسئلہ ارتقا کو قرآن کریم سے ثابت کیا۔ آپ نے تفسیر کبیر کے نام سے 10 ضخیم جلدیں جو 5907 صفحات پر مشتمل ہے شائع فرمائی۔

مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار کو بھی ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کرنا پڑا:

"کان کھول کر سن لو! تم اور تمہارے لگے بندے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم، تمہارے پاس کیا دھرا ہے.... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں مختلف علوم کے ماہر ہیں اور دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں۔"

(ایک خوفناک سازش صفحہ 196)

خوابوں کے ذریعہ علوم

سامعین! ہم اوپر علومِ باطنی کی تعریف میں سن آئے ہیں کہ یہ وہ مخصوص علوم ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے۔ جن میں خوابوں کے ذریعہ علم اور رہنمائی شامل ہے۔

اِس سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

”سو اس شق میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص عنایت فرمائی ہے اور سینکڑوں خوابیں اور الہام مجھے ہوئے ہیں جو علوم غیب پر مشتمل ہیں“

میں دو تین خوابوں کا ذکر کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

امریکہ کی طرف سے انگلستان کو 28 سو جہاز دیئے جانے کی خبر کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”ستمبر 1940ء میں رؤیا میں دیکھا کہ میں انگلستان میں ہوں اور مجھے کہا گیا ہے کہ کیا آپ ہمارے ملک کو دشمن سے بچا سکتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ مجھے جنگی سامانوں اور اپنے کارخانوں کا معائنہ کرنے دو۔ اس کے بعد میں اپنی رائے کا اظہار کر سکوں گا۔ چنانچہ میں نے انگریزوں کے جنگی سامان کا معائنہ کیا اور میں نے کہا اور تو سب کچھ ٹھیک ہے صرف ہوائی جہاز کم ہیں۔ اگر ہوائی جہاز مل جائیں تو انگلستان کو فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ جب میں نے یہ کہا کہ انگریزوں کے پاس صرف ہوائی جہازوں کی کمی ہے اگر یہ کمی پوری ہو جائے تو انہیں فتح حاصل ہو سکتی ہے تو یکدم رؤیا کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ امریکہ سے تار آیا ہے جس میں لکھا ہے:

”برطانیہ کو امریکن گورنمنٹ نے 28 سو ہوائی جہاز بھجوا دیئے ہیں جب یہ تار آتا ہے تو میں نے کہا اب میں انگلستان کی حفاظت کا کام آسانی سے سر انجام دے سکوں گا...... دوسرے تیسرے دن چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب قادیان آئے اور میں نے ان سے اِس رؤیا کا ذکر کیا انہوں نے کئی انگریز حکام کو اس رؤیا کی خبر دے دی اور چوہدری ظفر اللہ خاں نے فون پر بتایا اس وقت تار میرے سامنے پڑی ہے اور اس کے الفاظ ہیں کہ: امریکن حکومت نے برٹش ایمپائر کو 2800 ہوائی جہاز بھجوا دئے ہیں“

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 230،231)

اُمِ طاہر کی وفات کی خبر

”ابھی میری بیوی (اُمِ طاہر) فوت ہوئی ہیں وہ میری نہایت پیاری بیوی تھیں۔ سلسلہ کے کام میں ہمیشہ میرے ساتھ تعاون کرنے والی تھیں 23 سال میرے ساتھ رہیں ان کی وفات سے بارہ سال پہلے خدا تعالیٰ

نے مجھے خبر دی تھی کہ ان کا اپریشن ہو گا اور پھر ان کا ہارٹ فیل ہو جائے گا اسی طرح مجھے بتایا گیا تھا کہ جب وہ فوت ہونگی تو دو عورتیں ان کے پاس ہوں گی۔ وہ جب تک بیمار رہیں ہمیشہ ایک عورت خدمت کے لئے ان کے پاس موجود رہی مگر وفات سے چار پانچ دن پہلے انہوں نے اصرار کر کے ایک اور عورت کو بلوایا اور جب ان کی وفات ہوئی تو ایک عورت ان کے دائیں طرف بیٹھی تھی اور دوسری بائیں طرف۔ "

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 232)

ڈاکٹر مطلوب خان کی زندگی کی اطلاع

"ہماری جماعت کے ایک ڈاکٹر مطلوب خاں گذشتہ جنگ میں وہ میدان جنگ میں گئے ہوئے تھے.... تھوڑا ہی عرصہ کے بعد ان کے بھتیجے نے میرے بھائی میاں شریف احمد صاحب سے ذکر کیا کہ میرے چچا کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ ان کو گورنمنٹ کی طرف سے یہ تار آئی ہے کہ ڈاکٹر مطلوب خاں جنگ میں مارے گئے ہیں۔ ان کے والدین چونکہ انہی دنوں میں مجھے مل کر گئے تھے اور میں نے ان کے بڑھاپے اور کمزوری کی حالت کو خود دیکھا تھا اس لئے مجھے یہ خبر سن کر بہت افسوس ہوا اور میں نے دعا کی کہ "یا الٰہی! ڈاکٹر مطلوب خاں زندہ ہوں"

مگر دعا کرتے وقت مجھے یہ خیال بھی آیا کہ گورنمنٹ کی طرف سے یقینی اطلاع ملنے کے بعد اس دعا کے کیا معنی ہیں؟ مجھے چاہیئے کہ اپنے نفس کو اس دعا سے روکوں مگر پھر بھی میں دعا کرتا گیا اس پر مجھے رؤیا میں دکھایا گیا کہ اطلاع آئی ہے ڈاکٹر مطلوب خاں زندہ ہیں اور تین دن کے بعد زندہ ہوگئے ہیں ..... مرزا شریف احمد سے ذکر کیا انہوں نے اُن کے چچا کو لکھ دیا آخر ڈاکٹر صاحب کا اپنا تار ان کے والدین کو ملا کہ میں زندہ ہوں اس پر سب حیران تھے کہ گورنمنٹ کی اطلاع تھی کہ مارے گئے اور ان کی تار یہ ہے کہ میں زندہ ہوں۔"

(اہالیان لدھیانہ سے خطاب، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 269،270)

مشکلات کے ہجوم میں خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھنے کی تلقین

"میں نے 1913ء میں شملہ کے مقام پر رؤیا دیکھا تھا کہ کوئی بہت بڑا اور اہم کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے راستہ میں بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ ایک فرشتہ میرے پاس آتا ہے اور

مجھے کہتا ہے کہ اس کام کی تکمیل کے راستہ میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوں گی اور شیطان اور ابلیس مختلف طریقوں سے تمہیں ڈرائیں گے اور تمہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیں گے مگر ان کا کوئی خیال نہ کرنا بلکہ جب بھی کوئی ایسی روک دکھائی دے تم یہ کہنا شروع کر دینا کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ، خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 588)

حضور کو زندگی میں بہت سے مخالفین اور منافقین سے واسطہ پڑا مگر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہمیشہ آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔

سامعین! یوں اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئی کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے رؤیا و کشوف سے نوازا اور ساری عمر اللہ تعالیٰ کے الہامات کی روشنی میں آپؓ نے جماعت احمدیہ کی راہنمائی کی اور مخالفین آندھیوں اور طوفان سے آپؓ جماعتِ احمدیہ کو محفوظ و مامون منزل مقصود تک لے گئے۔

مجمعِ علم و عظمت و دولت
صاحبِ عزّ و افتخار آیا
وہ حلیم اور وہ ذہین و فہیم
وہ مدبر وہ بردبار آیا
ہے زبانوں پہ آج صَلِّ عَلیٰ
کہ محمدؐ کا جاں نثار آیا

(اِس تقریر کا آخری حصہ مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب کے مضمون سے لیا گیا ہے)



﴿36﴾ ﴿مشاہدات۔223﴾

وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے
مجتمع ہیں ذات میں تیری دو گونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیِٔ مسعود ہے

سامعین! آج مجھے اپنی تقریر میں پیشگوئی مصلح موعود میں درج ایک علامت **وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا** پر روشنی ڈالنی ہے۔

سامعین!

20فروری1886ء کے اشتہار کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو پیشگوئی موعود بیٹے کے متعلق شائع فرمائی اس میں مصلح موعود کی ایک نشانی یہ بتائی گئی تھی کہ ”وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا“۔ یہ لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے“۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تحریر اس امر کا ایک زبردست ثبوت ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا تھا۔ اگر یہ کلام آپؑ کا یا آپؑ کے افکار کا نتیجہ ہوتا تو آپؑ یہ کبھی تحریر نہ فرماتے کہ اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے۔ کیونکہ اپنی بات کے متعلق کوئی انسان ایسا نہیں کہا کرتا ہمیشہ دوسرے کے کلام کے متعلق ایسا کہا جاتا ہے۔ پس آپؑ کا یہ فقرہ

کہ اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے اس امر کی دلیل ہے کہ اس اشتہار میں آپؑ نے جو کچھ لکھا ہے وہ آپؑ کا کلام نہیں بلکہ خدا کا کلام تھا۔

سامعین! ابو سعید صاحب سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن لندن بیان کرتے ہیں کہ

"لاہور میں میرے قیام کے دوران لاہور جماعت میں ایک دوست مکرم ملک ذکاء اللہ صاحب ہوا کرتے تھے۔ وہ ماہرِ ہینڈ اسکرپٹ(Hand script) تھے۔ ایک روز وہ میرے پاس دار الذکر گڑھی شاہو آئے اور میں 20 فروری کے حوالے سے جماعت لاہور کے ایک جلسہ کے لئے تقریر تیار کر رہا تھا۔ وہ مجھے اِس کام میں مَحو دیکھ کر کہنے لگے۔ مَیں ماہر ہینڈ اسکرپٹ ہوں مَیں نے اِس عظیم الشان موعود بیٹے کے متعلق اِس پیشگوئی کے الفاظ پر بہت غور و خوض کیا ہے اور کرتا بھی رہتا ہوں۔ مَیں جب بھی حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے بریکٹ میں لکھے اِن الفاظ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) پر پہنچتا ہوں تو رک جاتا ہوں اور اپنے subject کے تمام اصول، قواعد و ضوابط کو بریکٹ میں لکھے اِس چھوٹے سے فقرہ پر اپلائی کرتا ہوں تو مَیں حضرت مسیح موعودؑ کو دعائیں دیتا ہوں اور آپ کی سچائی اور صداقت کو سلام کرتا ہوں کہ اِس چھوٹی سی تحریر نے اِس ساری پیشگوئی کے سچے ہونے پر مُہرِ صداقت ثبت کر دی ہے۔ اگر کوئی انسان آئندہ زمانہ کے لئے کوئی خبر خود بنا کر پیش کرے تو وہ قطعًا یہ الفاظ نہیں لکھ سکتا۔ یہ الہامی الفاظ ہیں جن میں اگر کسی فقرے کی مُلہَم علیہ کو سمجھ نہیں آئی تو اُس نے ساتھ اِس کی وضاحت لکھ دی"

تین کو چار کرنے سے مراد

سامعین! چونکہ اس پیشگوئی میں حضرت اقدسؑ کو ایک عظیم الشان لڑکا دیئے جانے کی بشارت دی گئی ہے اور اس کی صفات بیان کرنے کے بعد آپ کو آپ کی ذریتِ طیبہ کی کثرت اور اسے برکت دینے اور کثرت سے ملکوں میں پھیلانے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اس لیے تین کو چار کرنا بھی اولاد ہی سے متعلق ہے اور اس الہام میں تین کو چار کرنے کی نسبت مصلح موعود سے کی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ تین سے چار بنیں گے۔

حضرت نوحؑ سے مشابہت

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت نوح علیہ السلام کی اس بیوی کے بطن سے جو انہوں نے حکم الٰہی کی بناء پر کی تھی تین بیٹے حام، سام اور یافث پیدا ہوئے تھے۔ جو نیکوکار اور متقی ہوئے اور ان سے آپ کی نسل چلی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو شادی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت کی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی کروں گا یہ سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔“

اس میں ایک فارسی فقرہ بھی ہے۔

ہرچہ باید نو عروسے راہماں سامان کنم وآنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

(تذکرہ صفحہ 37-38)

اس مبارک بیوی کے بطن سے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تین فرزند عطا فرمائے جو روز بروز نیکی و تقویٰ میں بڑھتے گئے اور جوان ہوئے۔ عمر پائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل میں برکت دی اور ان تینوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو پہلے سے بشارت دی۔

حضرت اُم المومنینؓ سے روایت ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔

”جب میری شادی ہوئی اور مَیں ایک مہینہ قادیان ٹھہر کر واپس دہلی گئی تو ان ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ایک خط لکھا کہ مَیں نے خواب میں تمہارے تین نوجوان لڑکے دیکھے ہیں۔“

(تذکرہ صفحہ 129 بحوالہ سیرت المہدی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اِنَّ اللّٰہَ بَشَّرَنِیْ فِیْ اَبْنَائِیْ بَشَارَۃً بَعْدَ بَشَارَۃٍ حَتّٰی بَلَّغَ عَدَدَھُمْ اِلٰی ثَلٰثَۃٍ وَ اَنْبَانِیْ بِھِمْ قَبْلَ وُجُوْدِھِمْ بِالْاِلْھَامِ“

(تذکرہ صفحہ 99 بحوالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 182)

اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹوں کے بارہ میں بشارت کے بعد بشارت دی یہاں تک کہ ان کی تعداد تین تک پہنچائی اور مجھے ان کی پیدائش سے پہلے الہام کے ذریعہ ان کی خبر دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس فقرہ میں کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا، آپؑ کو یہ بشارت دی کہ آپ کا ایک چوتھا لڑکا بھی ہو گا جس سے آپؑ کی نسل چلے گی۔ لیکن وہ اس بیوی سے نہیں ہو گا۔ جس کی شادی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت ہوئی ہو گی۔ بلکہ یہ چوتھا لڑکا آپ کے روحانی اہل میں مصلح موعود کے ذریعہ داخل ہو گا۔

حضرت نوحؑ کے لڑکے کو جو اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ کہا گیا تو وہ روحانی لحاظ سے تھا کہ وہ تیرے اس اہل میں جو نجات پائے گا بوجہ غیر صالح ہونے کے شامل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور نے حضور کے دعویٰ کو آپؑ کی زندگی میں قبول نہیں کیا تھا۔ اس لئے وہ بھی اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ کے مطابق روحانی لحاظ سے آپ کے بیٹوں میں شمار نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر مصلح موعود والی پیشگوئی میں بتایا گیا تھا کہ وہ بھی مصلح موعود کے ذریعہ آپ کے بیٹوں میں سے شمار کئے جائیں گے۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بیعت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عالَمِ رویا میں دکھایا کہ "مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے۔ سب لباس سر تا پا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اُس وقت مَیں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔"

(تذکرہ صفحہ 528)

پس مرزا سلطان احمد صاحب کو سیاہ لباس پہنے ہوئے دیکھنے میں تو اس طرف اشارہ تھا کہ وہ اس کشتی میں سوار نہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے تیار کی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسی رویا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتا دیا کہ یہ تو ایک فرشتہ ہے جو لباس پہن کر کھڑا ہے اور حضورؑ نے حضرت اُم المومنینؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ حضرت مرزا

سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور بھی ان تین بیٹوں کی طرح روحانی لحاظ سے آپؑ کے چوتھے بیٹے کہلائیں گے۔ گویا تین، چار ہو جائیں گے۔

چنانچہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 19 فروری 1957ء)

سامعین!

25/دسمبر 1930ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مصلح موعود کا وہ حصہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا" بڑی شان کے ساتھ اُس وقت پورا ہوا جب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس طرح حضورؑ کا چوتھا صاحبزادہ بھی آپؑ کی غلامی میں داخل ہو گیا۔

اگرچہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ہمیشہ ہی حضورؑ کو سچا مسیح و مہدی سمجھتے تھے۔ چنانچہ باضابطہ بیعت سے قریباً دو سال قبل اکتوبر 1928ء میں آپ نے یہ بیان اخبار "الفضل" میں شائع کروایا کہ "مَیں حضرت مرزا صاحب... کے سب دعووں پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے اور راستباز تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے... مَیں دل سے احمدی ہوں"

اس کے علاوہ آپ نے ایک ٹریکٹ "المصلح الخیر" نامی شائع کیا جس میں تحریر فرمایا کہ میری عقیدت حضورؑ کے ساتھ اُس وقت سے ہے جبکہ میری عمر بارہ تیرہ برس تھی۔ مَیں تصدیق کرتا ہوں اور صدق دل سے مانتا ہوں کہ میرے والد صاحب مرحوم کی ہستی ایسی عظیم الشان تھی جو اسلام کے واسطے ایک قدرتی انعام تھا۔ مَیں اپنے والد صاحب کو ایک سچا انسان اور مسیح موعود سمجھتا ہوں اور اپنے آپ کو اس رنگ میں احمدی سمجھتا ہوں۔ میرے والد صاحب مرحوم میری بعض کمزوریوں کی وجہ سے مجھ پر ناراض تھے اور مَیں صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ اُن کی ناراضگی واجبی اور حق تھی اور باوجود اُن کی ناراضگی کے مَیں نے کبھی اخیر تک اُن کے دعاوی اور اُن کی صداقت کی نسبت کبھی کوئی مخالفانہ حصہ نہیں لیا۔

دسمبر 1930ء میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اپنی آخری بیماری میں صاحبِ فراش تھے اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب آپ کے پاس جاتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی سلسلہ احمدیہ کا ذکر بھی آجاتا تھا۔ آخر ایک روز آپ نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو بلایا اور خواہش ظاہر کی کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں عرض کر کے انہیں یہاں لے آئیں تا کہ حضورؓ آپ کی بیعت لے لیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ پیغام سنتے ہی حضرت مصلح موعودؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور جا کر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی چارپائی کے قریب کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ دونوں بھائیوں پر خاموشی طاری تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں کے دل شرم و حیا سے لبریز ہیں۔ آخر کچھ توقّف کے بعد خاکسار نے مرزا صاحب موصوف کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جب آپ بیعت کی خواہش ظاہر فرما چکے ہیں تو اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور بیعت شروع ہو گئی۔ حضورؓ نے دھیمی آواز میں بیعت کے الفاظ دہرائے۔ پھر دعا ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ایک اہم اعتراض یہ بھی تھا کہ آپؑ کے رشتہ دار اور خصوصاً بیٹا آپ کا انکار کرتا ہے۔ مَیں نے متواتر اور اس کثرت سے اس امر میں خدا تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ بیسیوں دفعہ میری سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس وجہ سے نہیں کہ جس کے متعلق یہ اعتراض کیا جاتا تھا وہ میرا بھائی تھا بلکہ اس وجہ سے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا تھا اور یہ اعتراض حضرت مسیح موعودؑ پر پڑتا تھا۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جس شخص نے اپنے باپ کے زمانہ میں بیعت نہ کی ہو اور پھر ایسے شخص کے زمانہ میں بھی بیعت نہ کی ہو جس کا ادب اور احترام اُس کے دل میں موجود ہو اُس کے متعلق یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کر لے گا۔ لیکن کتنا زبردست اور کتنی عظیم الشان طاقتوں اور قدرتوں والا خدا ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو مدتوں پہلے فرما دیا تھا کہ ہم تیرے اوپر کئے جانے والے اعتراضات کا نشان بھی نہیں رہنے دیں گے۔

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

”میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی رنگ میں تین کو چار کرنے والا ہوں۔

اوّل: اس طرح کہ مجھ سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب، مرزا فضل احمد صاحب اور بشیر اوّل پیدا ہوئے اور چوتھا مَیں تھا۔

دوسرے: اس طرح کہ میرے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے تین بیٹے ہوئے اور اس طرح مَیں نے ان تین کو چار کر دیا۔ یعنی مرزا مبارک احمد، مرزا شریف احمد، مرزا بشیر احمد اور چوتھا مَیں۔

تیسرے: اس طرح بھی مَیں تین کو چار کرنے والا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندہ اولاد میں سے ہم صرف تین بھائی یعنی مَیں، مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود پر ایما ن رکھنے کے لحاظ سے آپ کے روحانی بیٹوں میں شامل تھے۔ مرزا سلطان احمد آپ کی روحانی ذریت میں شامل نہیں تھے۔ مگر باوجود اعتقاد کے آپ کے زمانہ میں وہ احمدی نہ ہوئے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رویا سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہدایت مقرر کی ہوئی ہے۔ وہ رویا یہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ

"مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے۔ سب لباس سر تا پا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔"

(تذکرہ صفحہ 488)

آپؑ کا مرزا سلطان احمد کے متعلق یہ کہنا کہ "یہ میرا بیٹا ہے" بتا رہا تھا کہ ان کے لیے آپ کی روحانی ذریت میں شامل ہونا مقدر ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں وہ احمدیت میں داخل نہ ہوئے۔ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کیے کہ وہ میرے ذریعہ سے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود کے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ حالانکہ وہ میرے بڑے بھائی تھے اور بڑے بھائی کے لیے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ بیعت کے بعد انہوں نے خود بتایا کہ مَیں ایک عرصہ تک اسی وجہ سے بیعت کرنے سے رکتا رہا کہ اگر میں بیعت کرتا تو حضرت مسیح موعود کی کرتا یا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی کرتا جن پر مجھے بڑا اعتقاد تھا۔ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر

لوں۔ مگر کہنے لگے، آخر مَیں نے کہا یہ پیالہ مجھے پینا ہی پڑے گا۔ چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے تین کو چار کرنے والا بنا دیا۔ کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعود کی ذریت میں ہم صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہو گئے۔

پھر اس لحاظ سے بھی مَیں تین کو چار کرنے والا ہوں کہ میں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔ 1886ء میں حضرت مسیح موعود نے یہ پیشگوئی کی تھی اور 1889ء میں میری پیدائش ہوئی۔ 1886ء ایک، 1887ء دوم 1888ء تین اور 1889ء چار۔ گویا تین کو چار کرنے والی پیشگوئی میں یہ خبر دی گئی تھی کہ میری پیدائش پیشگوئی سے چوتھے سال ہو گی اور اس طرح مَیں تین کو چار کرنے والا بنوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ 1886ء میں پیشگوئی ہوئی اور 1889ء میں اس پیشگوئی کے مطابق میری ولادت ہوئی۔

(الموعود صفحہ 190)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اِس حوالہ سے فرماتے ہیں۔

”غرض اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مصلح موعود تین کو چار کرنے والا ہو گا یعنی تین تو وہ بھائی ہوں گے اور چوتھے بیٹے کی بشارت دی گئی ہے۔ وہ اُس کے صُلب سے پیدا ہو گا گویا اِس کے ذریعہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائے گی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔“

(خطاب جلسہ سالانہ 1965ء)

سامعین! بعض دوستوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بھی تین کو چار کرنے والی علامت کو حضرت مصلح موعودؓ پر چسپاں کیا ہے جیسے مراکزِ اسلام حوالے سے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور قادیان دارالامان کے بعد ربوہ دارالہجرت کی بنیاد رکھی اور اِسے آباد کر کے یوں تین مراکزِ اسلام کو چار میں تبدیل کرنے والے ٹھہرے۔ جماعتِ احمدیہ کے مشہور ادیب و شاعر مکرم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب نے اپنے منظوم کلام میں تین کو چار کرنے کے حوالے سے فرمایا کہ جن جن برگزیدہ لوگوں کو اپنی اولاد میں سے کسی بیٹے کی پیدائش اور اُن کے عظیم کاموں کی خبر دی گئی وہ حضرت مسیح موعودؑ سے قبل تین تھے یعنی حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ، حضرت زکریاؑ کو حضرت یحییٰؑ اور حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ اور اب اِن تین کو چار کرنے والے حضرت مصلح موعودؓ ہیں۔ آپ اپنے منظوم کلام میں کہتے ہیں۔

حق تعالیٰ کی بشارت سے ملے جن کو پسر
حضرت ابراہیمؑ اول دوم یحییٰ کے پدر
سوم مریمؑ محصنہ جس پر تھی مولیٰ کی نظر
تیری پیدائش نے احمد کو کھڑا ان میں کیا
ہیں یہی وہ تین جن کو چار تُو نے کر دیا
ارضِ ربوہ پر ہیں جب سے آپ جلوہ گر ہوئے

(بتعاون: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿37﴾ ﴿مشاہدات۔247﴾

دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ

اِنَّ فِی اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّھَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ (یونس:7)

یقیناً رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں اور اس میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ایک تقویٰ کرنے والی قوم کے لئے بہت سے نشانات ہیں۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

سامعین! آج مجھے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت **"دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ"** پر گفتگو کرنی ہے۔

سامعین! فارسی میں ہفتہ کے دن کو شنبہ کہتے ہیں۔ فرہنگ آنند راج کے مطابق لفظ شنبہ پہلے شنبد تھا اور اس کے معنی گنبد کے تھے۔ کہا جاتا ہے روایتی ایرانی بادشاہ بہرام گور نے سات مقامات پر سات گنبد بنا رکھے تھے اور ہر گنبد کسی ستارے سے منسوب تھا۔ ہر روز بادشاہ اس ستارے سے منسوب مخصوص پاشاک پہن کر اپنا دن اس دن سے تعلق رکھنے والے گنبد میں بسر کرتا تھا۔ اسی بنا پر ہر دن کو شنبد کہا جاتا تھا جو بعد میں شنبہ ہو گیا۔ شنبہ کو ہفتہ کے دن کے لئے مخصوص کر لیا گیا اور آگے دنوں کو یکشنبہ (اتوار)، دوشنبہ (پیر)، سہ شنبہ (منگل)، چہار شنبہ (بدھ) اور پنجشنبہ (جمعرات) کر دیا گیا۔

سوموار کو اجرام فلکی میں چاند سے منسوب کیا جاتا ہے۔ چین میں پیر کو ہفتہ کا پہلا دن شمار کیا جاتا ہے۔

دوشنبہ یعنی سوموار یا پیر کا دن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ

(مسلم ،کتاب الصیام ،باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام)

اسی میں میری ولادت ہوئی ہے اور اسی میں مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی پیر کے دن ہی ہوا تھا۔

(بخاری ،کتاب الاذان ،باب اھل العلم و الفضل احق بالامانۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات 11 ھجری میں سوموار کے دن ہوئی اور اسی دن خلافت راشدہ کا قیام بھی عمل میں آیا۔

(ابن سعد جلد 2 صفحہ 60)

سامعین! حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے اعمال ہفتہ میں دو دفعہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ :تُعْرَضُ أَعْمَالُ اَلنَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ اَلْإِثْنَيْنِ وَ يَوْمَ اَلْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلاَّ مَنْ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أُتْرُكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا.

لوگوں کے اعمال ہر ہفتے میں دو مرتبہ پیش کئے جاتے ہیں۔ پیر کے دن اور جمعرات کے دن پھر ہر مومن بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ سوائے اس بندے کے اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی دشمنی ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ انہیں چھوڑ دو یا مہلت دے دو یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں۔

(مسلم ،کتاب البر و الصلۃ ،باب النھی عن الشحنا)

سامعین! ایک دوسری روایت میں جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کو کھلنے کا ذکر ذکر ملتا ہے۔

(مسلم،کتاب البر و الصلة،باب النھی عن الشحنا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ الله صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: تُعْرَضُ الاَعْمَالُ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ

(سنن الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو اعمال (بارگاہِ الٰہی میں) پیش کئے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔

سامعین! ابن سعد کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سوموار کے دن ہوئی۔

(ابن سعد جلد 1 صفحہ 200)

ابن سعد کی روایت کے مطابق تحویل کعبہ کا حکم رجب 2 ھجری میں سوموار کے روز عصر کے وقت ہوا تھا۔

(ابن سعد جلد 1 صفحہ 208)

غزوہ بنی مصطلق کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم 2 شعبان 5 ھجری سوموار کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے۔

(ابن سعد جلد 2 صفحہ 60)

حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں اور پودوں کو پیر کے دن پیدا کیا۔

(مسلم،کتاب صفات المنافقین،باب ابتداء الخلق و خلق آدم)

سامعین! اس حدیث کو پیش نظر رکھیں تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جن کے لئے دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ کے الفاظ پیشگوئی میں آئے ہیں۔ وہ اسلام کے درخت کو اکناف عالم میں پھیلانے اور اس کی بڑھوتی میں خاص کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔

دوشنبہ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

سامعین! پیشگوئی مصلح موعود اخبار ریاض ہند امرت سر میں بطور ضمیمہ یکم مارچ 1886ء کو شائع ہوئی اور یہ بھی سوموار یعنی دوشنبہ کا دن تھا۔

”دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ“ کا ایک مفہوم

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”1947ء کے جلسہ سے فارغ ہو کر خاکسار سیّدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ارشاد کے ماتحت بعض تربیتی امور کی سرانجام دہی کے لیے لالہ موسیٰ ٹھہرا۔ وہاں پر مکرمی ماسٹر نعمت اللہ خان صاحب گوہر بھی کسی رشتہ دار کو ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے میری آمد کے متعلق سن کر میری ملاقات کے لیے آ گئے اور فرمانے لگے کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے الہام ”دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ“ المصلح موعود کے لیے بطور علامت کے ہے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش ہفتہ یعنی شنبہ کے دن ہوئی اور آپ خلیفہ بھی ہفتہ کے دن ہوئے اور دوشنبہ یعنی سوموار سے آپ کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ پس آپ کس طرح مصلح موعود ہوئے۔

میں نے کہا کہ آپ نے تو اپنی تشریح سے ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا حضرت محمود مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ جب حضور کی ولادت شنبہ کو ہوئی اور آپ مسند خلافت پر بھی شنبہ کے دن بیٹھے۔ تو یہ دو مبارک ”شنبہ“ ہوئے۔ ایک شنبہ ولادت کا اور دوسرا شنبہ خلافت کا اور یہ دونوں ہی باعث صد مبارک اور پر مسرت ہیں.........

اس پر ماسٹر گوہر صاحب فرمانے لگے کہ لیکن عربی میں جہاں اس پیشگوئی کا ذکر ہے وہاں پر یہ الفاظ ہیں ” یوم الاثنین فواھا لك یا یوم الاثنین“ اور یوم الاثنین سوموار کو کہتے ہیں نہ کہ ہفتے کے دن کو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے مصلح موعود کی دن سوموار ہے نہ کہ ہفتہ۔ میں نے عرض کیا ”یوم الاثنین“ کے لفظ کے اندر دنوں طرح کے مفہوم پائے جاتے ہیں اس کے عام معروف معنے تو سوموار کے دن کے ہیں۔ لیکن اثنین اور یوم کی اضافت کی رو سے اس سے مراد دو امور سے تعلق رکھنے والے دن کے ہیں اور وہ دو امور المصلح الموعود کا تولد اور خلافت ہیں۔ جن کا تعلق شنبہ یعنی ہفتہ سے ہے اور اگر دوسرے تائیدی قرائن مثلاً

مصلح موعود کے اسماء مبارکہ میں سے محمود، فضل، فضل عمر، بشیر ثانی، کلمۃ اللہ، عالم کباب وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات و صفات اور افعال پر نظر ڈالی جائے تو آپ ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

دوشنبہ کے ساتھ مبارک کا لفظ اس لیے بھی بڑھایا گیا ہے کہ ہفتہ کا دن زحل ستارے سے نسبت رکھتا ہے جو آسمان ہفتم کا ستارہ ہے اور ماہرین علم نجوم اسے دوسرے ستاروں کی نسبت سے جلالی اور قہری تجلیات والا ستارہ قرار دیتے ہیں اور قہری حوادث سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اسے منحوس قرار دیتے ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "تحفہ گولڑیہ" کے صفحات 180 تا 183 میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ضمن میں ستاروں کی اس تاثیر کا ذکر فرمایا ہے اور المصلح الموعود کا ایک صفاتی نام "عالم کباب" بھی ہے جس کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں۔

"عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد...... دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی۔ گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وجہ سے اس لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا ہے۔ غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لیے ایک نشان ہوگا بشیر الدولہ کہلائے گا اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہوگا عالم کباب کے نام سے موسوم ہوگا۔"

(تذکرہ صفحہ 563)

بس یہ جلالی شان زحل ستارے کی نسبت سے ظاہر کرتی ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش اور خلافت ہفتہ کے روز ہی مقدر تھی اور چونکہ منجمین کے نزدیک یہ ستارہ نحس سمجھا جاتا تھا اس لیے اللہ تعالی نے مبارک کا لفظ الہام میں رکھا تا کہ یہ ظاہر ہو کہ المصلح الموعود کا وجود جلالی نشان اور قہری نشانات رکھنے کے باوجود بہت ہی بابرکت اور موجب رحمت ہے

میرا یہ بیان سن کر مکرمی ماسٹر گوہر صاحب کہنے لگے کہ اچھا اب معلوم ہوا کہ دوشنبہ سے کیا مراد ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تاویل میں نے آپ کی توضیح کے مطابق کی ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ سیدنا المصلح الموعود کی زندگی کے آئندہ واقعات میں کوئی عظیم الشان نشان سوموار کے دن ظہور میں آجائے۔ چنانچہ الہام "یوم

الاثنین.....‘‘(تذکرہ صفحہ 437) معلوم ہوتا ہے کہ مشابہ کوئی عظیم الشان نشان سوموار کو ظہور میں آئے گا اور تذکرہ صفحہ 114 میں اس طرح مرقوم ہے:

باعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیے گئے اور ان پر لکھا ہوا تھا۔ فتح کا نقارہ بجے پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھائی اور کہا ’’دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری‘‘ جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اس عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی مگر نہایت رعب ناک جیسے سپہ سالار مسلح فتح یاب ہوتے ہیں اور تصویر کے یمین ویسار میں ’’حجۃ اللہ القادر‘‘ اور ’’سلطان احمد مختار‘‘ لکھا تھا اور یہ سوموار کا روز اور 19 ویں ذوالحجہ 1300 ھ تھا۔

اس عبارت سے جو الہامی اور کشفی ہے بہت سے امور ظاہر ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ سوموار کے دن کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی فتح کسی فتح عظیم سے تعلق ہے جو بہت ہی مبارک ہوگی ہو سکتا ہے قادیان کی واپسی کا دن جو فاتحانہ شان سے تعلق رکھتا ہے سیدنا المصلح الموعود کے بابرکت وجود کے ساتھ سوموار کا دن ہی اور ہو اور فتح کا نقارہ سوموار کو ہی بجے۔ واللہ اعلم باسرارہٖ‘‘

(حیات قدسی صفحہ 524-526)

سامعین! مشہور معاند احمدیت مولوی ثناء اللہ امرتسری جن کا دعویٰ تھا کہ سچا جھوٹے کی زندگی میں فوت ہو جاتا ہے اور جھوٹے کو لمبی زندگی عطا کی جاتی ہے۔ اپنی لمبی زندگی سے اپنے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر کے اور ہر روز احمدیت کو نئی شان سے پھولتے پھلتے ہوئے دیکھ کر نہایت حسرت سے 15 مارچ 1948ء سوموار یعنی دوشنبہ کے دن وفات پا گئے۔

(سیرت ثنائی صفحہ 479)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا نشان آپ ہی کے فرزند ارجمند کی خلافت کے دور میں پورا ہوا جس کے لئے مثیل مسیح کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی وفات احمدیت کی سچائی کے لئے ’’دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ‘‘ بن کے ظاہر ہوئی۔

”دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ“ اور نیا مرکز احمدیت

فروری 1986 کی پیش گوئی پسر موعود میں درج ذیل دو علامات اکٹھی بیان ہوئیں:

”وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ“

(تذکرہ صفحہ 110)

سامعین! اس پیشگوئی کے مطابق حضور کے ہاتھوں چوتھے مرکز اسلام کی بنیاد ڈال دی گئی اور تین کو چار کر دیا گیا اور پھر ”دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ“ میں اس کے افتتاح اور مستقل سکونت کے دن کا بھی بتا دیا گیا۔ 20 ستمبر 1948ء کو نئے مرکز کا افتتاح ہوا جو دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا وہ بھی مبارک دن ہے اور پھر حضور 19 ستمبر 1949ء کو مستقل سکونت کے لیے ربوہ تشریف لائے۔ یہ بھی دوشنبہ کا دن جسے نئے مرکز کے لیے مبارک قرار دیا گیا۔ یوں یہ الہام بھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ پورا ہوا اور دو دفعہ دوشنبہ کے الفاظ ہیں اور دو دفعہ یکے بعد دیگرے چوتھے مرکز اسلام کے تناظر میں پورے ہوئے۔

حضرت مصلح موعودؓ 19 ستمبر 1949ء بروز دوشنبہ لاہور سے صبح 10 بج کر 50 منٹ پر مستقل سکونت اختیار کرنے کے لیے نئے مرکز کے لیے عازم سفر ہوئے۔

(روزنامہ الفضل لاہور 23 ستمبر 1949ء)

نئے مرکز سب سے پہلی مستقل مسجد مبارک کا سنگ بنیاد

”دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ“ یہ الہام ایک بار پھر تین اکتوبر 1949ء کو پورا ہوا جب ربوہ کی پہلی مستقل مسجد بیت المبارک کا سنگ بنیاد حضور نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔ اس تقریب کی اہمیت کے پیش نظر پاک و ہند کی جماعتوں اور لندن مشن کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی تا وہ بھی دعا میں شامل ہو جائیں۔ نماز عصر کا وقت سنگ بنیاد کے لیے مقرر تھا۔ حضور نے اسی جگہ نماز پڑھائی اور پھر حضور کی ہدایت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ و صحابیات کرام، خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد و خواتین، واقفین زندگی، امرائے جماعت و ناظران سلسلہ اور مہاجرین قادیان کی نمائندگی میں تین تین اینٹیں رکھی گئیں۔ قادیان مسجد مبارک کی دو اینٹیں بھی بنیاد میں رکھی گئیں۔ ابراہیمی دعاؤں سے حضور نے سنگ بنیاد رکھا۔ احباب بھی حضور کے پیچھے یہ دعائیں دہراتے رہے۔

مسجد مبارک کا نقشہ حفیظ الرحمن واحد صاحب نے تیار کیا جبکہ حضرت قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹی رفیق حضرت مسیح موعود (313) کی نگرانی میں مسجد مبارک اگست 195 ء میں مکمل ہوئی۔ حضورؓ نے 23 اگست 1951ء میں اس میں پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔ کثرت سے احباب جماعت نے سنگ بنیاد کے دن ہی تعمیر کے لیے اپنے وعدے لکھوائے۔

"دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" اور لجنہ اماء اللہ کا قیام

سامعین! لجنہ اماء للہ کی تنظیم کی بنیاد جہاں طبقہ نسواں پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم احسان ہے وہاں اس تنظیم کی بنیاد کا ایک تعلق پیشگوئی مصلح موعود سے یوں بھی ظاہر ہوتا ہے کہ "**دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ**" کے الفاظ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی بنیاد والے دن پر پورے اترے۔ کیلنڈر دیکھیں تو 25 دسمبر 1922ء کو سوموار کا دن یعنی دوشنبہ تھا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 17 فروری 2023ء)

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے
مجتمع ہیں ذات میں تیری دو گونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیِٔ مسعود ہے

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اور یہ جو آتا ہے "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ"۔ اس کے اَور معنی بھی ہو سکتے ہیں مگر میرے نزدیک اس کی ایک واضح تشریح یہ ہے کہ دوشنبہ ہفتے کا تیسرا دن ہوتا ہے۔ دوسری طرف روحانی سلسلوں میں انبیاء اور ان کے خلفاء کا الگ الگ دور ہوتا ہے اور جس طرح نبی کا زمانہ اپنی ذات میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اسی طرح خلیفہ کا زمانہ اپنی ذات میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے غور کرکے دیکھو۔ پہلا دور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ دوسرا دور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ تیسرا دَور میرا ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کا ایک اور الہام بھی اس تشریح کی تصدیق کر رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا تھا اور وہ الہام یہ ہے کہ 'فضل عمر'۔ حضرت عمر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرے نمبر پر خلیفہ تھے۔ پس ''دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ'' سے یہ مراد نہیں کہ کوئی خاص دن خاص برکات کا موجب ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ اس موعود کے زمانے کی مثال احمدیت کے دور میں ایسی ہی ہوگی جیسے دوشنبہ کی ہوتی ہے۔ یعنی اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدمت دین کے لئے جو آدمی کھڑے کئے جائیں گے ان میں وہ تیسرے نمبر پر ہوگا۔ فضل عمر کے الہامی نام میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ گویا کلام اللہ میں يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کے مطابق فضل عمر کے لفظ نے ''دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ'' کی تفسیر کر دی۔ فرمایا کہ مگر الہام میں ایک اور خبر بھی ہے اور خدا تعالیٰ مبارک دوشنبہ ایک ایسے ذریعہ سے بھی لانے والا ہے جو (فرماتے ہیں کہ) میرے اختیار میں نہیں تھا اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے اپنے ارادے سے اور جان بوجھ کر اس کا اجراء کیا ہے۔ یعنی تحریک جدید کا اجراء جسے 1934ء میں ایسے حالات میں جاری کیا گیا جو آپ فرماتے ہیں کہ میرے اختیار میں نہیں تھے۔ گورنمنٹ کے ایک فعل نے جس میں جماعت کے خلاف بعض سخت اقدامات کرنے کے منصوبے تھے اور احرار کی فتنہ انگیزی کی وجہ سے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کا میرے دل میں القاء فرمایا تھا اور اس تحریک کے پہلے دَور کے لئے میں نے دس سال مقرر کئے۔ ہر انسان جب قربانی کرتا ہے تو قربانی کے بعد اس پر ایک عید کا دن آتا ہے۔ چنانچہ دیکھو رمضان کے روزوں کے بعد عید کا دن ہوتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری دس سالہ تحریک جدید ختم ہوگی (اس وقت تک ابھی ختم نہیں ہوئی تھی) تو اس سے اگلا سال (آپ فرماتے ہیں) ہمارے لئے عید کا سال ہوگا۔ اور یہ سال 1944ء میں ختم ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تحریک جدید کے حوالے سے جو پہلے دس سال کی تاریخ تھی اُسے اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو عجیب بات ہے کہ 1945ء کا سال گیارھواں سال ہے اور وہ عید کا سال ہے اور یہ سال پیر کے روز سے شروع ہو رہا ہے اور پیر کا دن دوشنبہ کہلاتا ہے۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 25 صفحہ 49 تا 63 خطبہ بیان فرمودہ 28 جنوری 1944ء)

پس اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں یہ خبر بھی دی تھی کہ ایک زمانے میں اسلام کی نہایت کمزور حالت میں اس کی اشاعت کے لئے ایک اہم تبلیغی ادارے کی بنیاد رکھی جائے گی اور جب اس کا پہلا دور کامیابی سے مکمل ہوگا تو یہ جماعت کے لئے مبارک وقت ہوگا اور حالات نے اب دیکھیں ثابت بھی کر دیا کہ تحریک جدید

کے ذریعہ سے دنیا کے ہر کونے میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ پہنچ رہی ہے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ تحریک جدید کی تحریک بھی اپنی کئی دہائیاں مکمل کر کے دنیا کے ہر ملک میں جہاں بھی احمدیت کا پودا لگ چکا ہے وہاں قائم ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19/ فروری 2016ء)

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر



﴾38﴿ ﴾مشاہدات۔287﴿

وہ فرزند دلبند اور گرامی ارجمند ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے ''وہ فرزند دلبند اور گرامی ارجمند ہو گا''۔

یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور و معروف پیشگوئی بابت پیدائش حضرت مصلح موعودؓ کے ہیں۔ جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے لیکچر بعنوان ''الموعود'' میں نمبر 20-21 پر بیان فرمایا ہے۔ تفصیل میں جانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِن الفاظ کے معانی سامعین کے سامنے بیان کر دوں۔

یہ چار الفاظ ہیں جن کے علیحدہ علیحدہ معانی علمی اُردو لغات، فیروز اللغات اردو اور فیروز اللغات فارسی اردو سے یکجائی طور پر پیش ہیں۔

* لفظِ ''فرزند'' کے تحت لکھا ہے بیٹا، پِسر اور بچہ یا بچی۔

* "دلبند" کے تحت درج ہے۔ پیارا، محبوب اور پسندیدہ۔
* "گِرامی"۔ گ کے نیچے زیر کے ساتھ بمعنی بہت بزرگ، مکرم، معظم، محترم، عزیز، بڑی عزت والا، شریف اور معزز بزرگ۔
* جبکہ "ارجمند" کے معانی یہ ہیں کہ قدر و قیمت والا، ذی مرتبہ، اقبال مند اور ذیشان۔

اور فرزندِ دلبند، گِرامی ارجمند کے یہ معانی ہوں گے کہ اے مسیح موعود! تجھے ایک ایسا بیٹا (پسر) عطا کیا جائے گا جو بہت ہی پیارا اور محبوب ہو گا نیز وہ مکرم و محترم، معظم اور معزز ہو گا اور وہ ارجمند یعنی بہت ذی مرتبہ، اقبال مند اور قدر و قیمت والا ہو گا۔

سامعین! پیشگوئی مصلح موعود کے اِن الفاظ کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے سے قبل ہم اردو اور فارسی میں ان الفاظ کے معانی جان چکے ہیں۔ اِن الفاظ کے روشن اور تابناک معنوں کو مزید سمجھنے کے لئے انگریزی میں معانی کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اِن سے حضرت مصلح موعودؓ کے مقام و مرتبہ مزید بلند و بالا نظر آنے لگتا ہے۔ ان الفاظ کے تحت لکھا ہے:

The son possessing worth or dignity, noble, illustrious, excellent, worthy, honorable, wise, learned, beloved, dear, precious, unequalled, rare, blessed, happy and respectedone.

20 فروری 1886ء کا دن نہ صرف تاریخ احمدیت بلکہ تاریخ اسلام میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور آئندہ آنے والی صدیوں کا کوئی مؤرخِ اسلام اس دن کو نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ اس دن آخری زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عظیم الشان پیشگوئی کا اعلان فرمایا جو چالیس دن متواتر اہل دنیا سے بکلی منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی، تضرع، انکساری اور سوز و گداز سے کی ہوئی دعاؤں کے نتیجہ میں آپؑ پر منکشف ہوئی تھی۔

سامعین! یہ پیش گوئی ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے:

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا

سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے، فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔“

(تذکرہ صفحہ 143 اشتہار 20 فروری 1886ء)

سامعین! اِس پیشگوئی کے الفاظ پر غور کرنے اور اس سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر نظر ڈالنے سے ایک غیر متعصّب انسان یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق آپؑ کے فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہیں۔ اِس پیشگوئی کے الفاظ۔ ”تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔“ اور الفاظ ”فرزند دلبند گرامی ارجمند“ سے صاف ظاہر ہے کہ مصلح موعود اور پسر موعود آپ کے صلبی بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہو گا۔

نیز بشیر اول کی وفات کے بعد یکم دسمبر 1888ء کو سبز اشتہار کے صفحہ 16۔17 کے حاشیہ میں اللہ تعالیٰ کے انزال رحمت کی دو قسمیں ذکر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”سو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔ پس اول اُس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا تا بَشِّرِ الصَّابِرِینَ کا سامان مومنوں کے لئے طیار کر کے اپنی بشریت کا مفہوم پورا کرے سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے غم میں محض للہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا اور یہ بات کھلی کھلی الہام الٰہی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا

بلکہ اس کی موت اُن سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہو گی جنہوں نے محض للہ اس کی موت سے غم کیا اور اُس ابتلا کی برداشت کر گئے کہ جو اُس کی موت سے ظہور میں آیا۔ غرض بشیر ہزاروں صابرین و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اُس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گی اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہو گا۔ یَخْلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیش گوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اِس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔"

اور اسی اشتہار کے صفحہ 21 میں پیشگوئی مندرجہ اشتہار 20 فروری 1886ء کا حوالہ دیکر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اُس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے"

سبز اشتہار کی مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے کہ فقرہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے کے بعد کی عبارت بشیر ثانی اور محمود مصلح موعود کے دو نام ہیں۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ دوسری قسم رحمت کی تکمیل فرمائے گا یعنی وہ آپؑ کا جانشین اور خلیفہ ہو گا اور بشیر اول کی طرح آپؑ کا صلبی بیٹا ہو گا اور 9 سال کے عرصہ میں یعنی 1886ء سے لے کر 1895ء تک کے عرصہ میں بہر حال پیدا ہو جائیگا۔

اس سبز اشتہار کی اشاعت پر ابھی ڈیڑھ ماہ ہی گزرا تھا کہ وہ اولوالعزم مصلح موعود اور پسر موعود، دوسرا بشیر اور مسیح موعودؑ کا حسن و احسان میں نظیر لڑکا 12 جنوری 1889ء میں پیدا ہو گیا اور اشتہار تکمیل تبلیغ

میں بطور تفاؤل اس کا نام آپؑ نے بشیر اور محمود رکھا اور اسے مصلح موعود اور عمر پانے والا قرار دیا اور بعد میں وہی ان تمام ناموں کا حقیقی مصداق ثابت ہوا۔ چنانچہ 1906ء میں آپؑ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ 360 میں تحریر فرمایا۔

”میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اُس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔“

سامعین! اللہ تعالیٰ نے اس نشان کو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان اور فضل اور احسان کا نشان بتایا ہے اور اس نشان کو ”فتح و ظفر کی کلید“ کہا ہے۔ یہ عظیم الشان نشان کیوں عطا ہوا۔ اس کی وجہ بھی اس میں بیان کر دی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ عظیم الشان نشان آپ کی اور اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے دیا تھا۔

فرزند دلبند اور گرامی ارجمند کے اوپر بیان شدہ معنوں کی روح سے یہ تشریح بھی ہو سکتی ہے کہ اوّل یہ کہ تیری نسل بہت ہو گی اور میں تیری ذریّت کو بہت بڑھاؤں گا...... تیری ذریت منقطع نہیں ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔

اور دوسرے یہ کہ:

”مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس اور اعمال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا۔“

یہ دو باتیں ہیں جو قیامت تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامرانی کا درخشاں نشان ہوں گے اور ہمارا علٰی وجہ البصیرت ایمان ہے کہ قومیں قیامت تک اس نشان کی حقانیت کی شاہد ہوں گی اور آخری دنوں تک اس نشان کا ظہور ہوتا رہے گا۔

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس کے متعلق فرمادیا تھا کہ ”اس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دَولت ہو گا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوّری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی وار جمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔“

(اشتہار 20 فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 124، 125)

اس طرح ”سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔“ کو بھی پورا ہوتا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ نشان ایسا ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا زیادہ سے زیادہ کھلتا چلا جائے گا۔ نہ صرف آپؑ کی ذرّیت بڑھتی چلی جائے گی بلکہ جماعت بھی بڑھتی چلی جائے گی اور ایک دن ایسا ہو گا کہ ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذرّیت کی ترقی اور جماعت کے فروغ کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے اور مصلح موعود کے متعلق فرزند دلبند گرامی ارجمند کے الفاظ استعمال کر کے بتایا ہے کہ مصلح موعود آپ ہی کی ذرّیت سے ہو گا۔ پھر یہ الفاظ بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ لڑکا تیرے تخم سے تیری ذرّیت و نسل سے ہو گا۔ اس طرح کوئی شُبہ نہیں رہتا کہ مصلح موعود حضور علیہ السلام کی ذرّیت اور نسل سے ہی ہو گا۔ اور جو صفات اس پیشگوئی میں مصلح موعود کے بیان کئے گئے ہیں وہ آپؑ کے فرزند دلبند گرامی ارجمند سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی ذات میں کلّی طور پر پائے گئے۔

سامعین! اِس سلسلہ میں ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا اور آپ یہی سمجھتے تھے۔ آپ اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' جو روحانی خزائن کی جلد 15 ہے اس کے صفحہ 219 میں فرماتے ہیں کہ:

''محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں'' (یعنی 10 جولائی 1888ء کا جو اشتہار ہے)''اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے اور ایسا ہی دہم جولائی 1888ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے۔ پھر جب کہ اِس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12 جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاوّل 1306ھ میں بروز شنبہ ''(یعنی ہفتہ کے دن)''محمود پیدا ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر ''تکمیل تبلیغ'' موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ 4 میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے

اے فخرِ رُسل قُربِ تو معلومم شد دیر آمدۂ زراہ دُور آمدۂ

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 219)

کہ اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقامِ قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ تو دیر سے آیا ہے اور دور کے راستے سے آیا ہے۔

پھر اپنی کتاب ”سراج منیر“ جو روحانی خزائن کی جلد 12 میں ہے اُس کے صفحہ 36 پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

”پانچویں پیشگوئی مَیں نے اپنے لڑکے محمودؑ کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہو گا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اَب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے“۔

(سراج منیر روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 فروری 2012ء)

سامعین! پھر اِسی خطبہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

”یہ وہ اولوالعزم موعود بیٹا تھا جس نے اپنے دل کی تڑپ کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ آج ہم جب یومِ مصلح موعود مناتے ہیں تو حقیقی یومِ مصلح موعود تب ہی ہو گا جب یہ تڑپ آج ہم میں سے اکثریت اپنے اندر پیدا کرے کہ ہمارے مقاصد بہت عالی ہیں، بہت اونچے ہیں، بہت بلند ہیں جس کے حصول کے لئے عالی ہمتی کا بھی مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اور اپنے اندر اعلیٰ تبدیلیاں بھی پیدا کرنا ہوں گی، پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ سے ایک تعلق بھی جوڑنا ہو گا۔ اسلام کا درد بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا۔ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا درد پیدا کرتے ہوئے اظہار بھی کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بیشمار خوبیوں کے مالک بیٹے کی خوشخبری عطا فرمائی تھی تو وہ یہ گہرا مطلب بھی اپنے اندر رکھتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا تھا کہ تیرا سلسلہ صرف تیرے ہی تک محدود نہیں ہو گا۔ جس مشن کو تو لے کر اُٹھا ہے وہ تیری زندگی تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ تیرا ایک بیٹا جو اولوالعزمی میں اپنی مثال آپ ہو گا، جو اسلام کو دنیا میں پھیلانے کی تڑپ میں تیرا ثانی ہو گا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے بے چین دل رکھتا ہو گا اور پھر اُس بیٹے تک ہی محدود نہیں بلکہ بعد میں بھی اس مشن کو دنیا کے کونے کونے تک لے جانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قدرتِ ثانیہ کا تا قیامت تسلسل جاری رہنے کا بھی وعدہ فرمایا ہے جو اس کام کو آگے بڑھاتا چلا جائے گا اور قدرتِ ثانیہ کو ایسے سلطانِ نصیر بھی عطا ہوں گے جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے قدرتِ ثانیہ جو خلافت کی صورت میں جاری ہے اس کے مدد گار بنیں گے۔

پس آج ہمیں پیشگوئی مصلح موعود جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر دکھائی دیتی ہے وہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس خوبیوں کے مالک بیٹے کی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی تھی اور جس تڑپ اور عزم کے ساتھ اُس بیٹے نے جماعت کو آگے بڑھنے کے راستے دکھائے، ایک خوبصورت نظام عطا فرمایا۔ جماعت کی تربیت کے نظام کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا خوبصورت پیغام پہنچانے کے لئے ایک ایسا نظام مستحکم کر دیا جس کے نتائج ہر روز نئی شان سے پورے ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس نظام کو مزید مستحکم کرنے کے لئے ہر احمدی اپنا کردار ادا کرنے والا بنے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرب ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ ایشیا کے دوسرے ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ افریقہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ یورپ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ امریکہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ آسٹریلیا میں بھی یہ نظام قائم ہے اور جزائر میں بھی یہ نظام قائم ہے۔

پس جہاں جہاں بھی احمدی ایک جماعت قائم کر کے اس نظام کا حصہ بنے ہیں وہاں وہ اس بات کی طرف بھی خاص توجہ دیں کہ صرف اپنی ذات کی اصلاح تک ہم نے محدود نہیں رہنا، اپنی اگلی نسلوں کو بھی سنبھالنا ہے، اُن کے دل میں بھی یہ چیز راسخ کرنی ہے کہ تم نے اس نظام کا حصہ بنتے ہوئے اپنے عظیم مقصد کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہراتے ہوئے توحید کا قیام ہے، اُسے کبھی نہیں بھولنا اور اس کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ اور اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک اس مقصد کو حاصل نہ کر لو۔ اپنی اگلی نسلوں میں یہ روح پھونکنی ہے کہ اس عظیم مقصد کو کبھی مرنے نہیں دینا۔ پس جیسا کہ میں نے کہا آج دنیا کے ہر کونے میں جماعت احمدیہ کا قیام ہے اور قادیان سے اُٹھنے والی آواز دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہے اور اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے میں باوجود نامساعد حالات کے بہت بڑا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تو جب مصلح موعود کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے کرتے ہیں تو اپنے عزم اور اپنے پروگراموں میں ایک ایسی روح پیدا کریں جو

آپ کے جذبوں کی نئے سرے سے تجدید کرنے والی ہو اور اُن خواہشات کو بھی سامنے رکھیں جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی ہیں اور جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ ہر مسلمان ملک کا رہنے والا احمدی یہ کوشش بھی کرے کہ ہم نے اسلامستان قائم کرنا ہے۔ وہ اسلامستان بنانا ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃٌ للعالمین تھے وہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ اسلامستان بنانا ہے جو اپنوں اور غیروں کے حقوق ادا کرتے ہوئے انسانیت کی قدریں قائم کرنے والا ہو تا دنیا کو یہ پتہ چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محسنِ انسانیت تھے اور یہی ایک بہت بڑا کام ہے جو ہم نے دنیا کو بتانا ہے، جو اس دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ ہر اسلامی ملک کو ہم نے یہ باور کرانا ہے۔ یہ ہمارا مقصد ہے۔ یہ باتیں تھیں جن کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے اور یہ وہ مشن ہے جس کی تکمیل کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور یہ کام ہے جو آج جماعت احمدیہ نے کرنا ہے اور ہم نے ہر مسلمان کو، ہر اسلامی ملک کو یہ باور کرانا ہے کہ یہ ہمارے مقاصد ہیں۔ اگر ہماری مخالفت میں یہ لوگ ہماری بات نہیں سنتے تو تڑپ تڑپ کر ان کے لئے دعا کرنی ہے۔ دعا سے تو ہمیں کوئی نہیں روک سکتا کہ یہ اس بات کو سمجھنے والے بن جائیں۔ پاکستان ہو یا سعودی عرب ہو یا مصر ہو یا شام ہو یا ایران ہو یا انڈونیشیا ہو یا ملائیشیا ہو یا سوڈان ہو یا کوئی بھی اسلامی ملک ہو، ان لوگوں کو یہ بتانا ہو گا کہ علیحدہ علیحدہ رہ کر تمہاری کوئی ساکھ نہیں بن سکتی۔ تمہاری ساکھ اُسی وقت بن سکتی ہے اور تمہاری بقا اسی میں ہے، ان ممالک کا رعب تبھی ہے جب وہ ایک ہو کر اسلام کی عظمت کے بارے میں سوچیں گے۔ جب وہ اپنے ملکوں کے اندر بھی اور اپنے ہمسایوں میں بھی فرقوں سے بالا ہو کر سوچیں گے۔ یہ پیغام ہے جو ہم نے ان ملکوں کو بھی دینا ہے۔ آج ہمیں مصر کے لئے بھی کوشش کرنی چاہئے اور شام کے لئے بھی کوشش کرنی چاہئے، لیبیا کے لئے بھی یہ پیغام اُن کے اربابِ حل وعقد کو پہنچانا چاہئے کہ اگر اپنے قبیلوں اور فرقوں کو ہی فوقیت دیتے رہے اور اس کے لئے ظلم کرتے رہے تو خود اپنے ہاتھ سے اپنے ملکوں کو کھوکھلا کرنے والے بنتے رہو گے۔ تمہارے اندر نہ ہی ملکی لحاظ سے اور نہ ہی مسلم اُمّہ کے لحاظ سے کبھی طاقت آئے گی بلکہ کمزوری بڑھتی ہی جائے گی اور غیر تمہیں پھر اپنے پنجے میں لے لیں گے۔ پھر اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے کہ غلامی کی زنجیروں میں بعض ملک جکڑے بھی جاسکتے ہیں۔ پس ان کو یہ پیغام دینا ہے کہ ہوش کرو اور صرف

اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی فکر نہ کرو۔ صرف اپنے قبائل اور فرقوں کی ناجائز طرفداری نہ کرو ورنہ سب کچھ ہاتھ سے کھو بیٹھو گے۔ ملکوں کی انفرادیت قائم رکھنے کی بجائے اسلام کی عظمت کو قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظمت کو قائم کرنے کے لئے جس شخص کو بھیجا ہے اُس کی باتوں پر بھی غور کرو۔

پس یہ عظیم مقصد حاصل کرنے کے لئے موقع کے لحاظ سے، سمجھا کر بھی اور دعاؤں سے بھی ہم نے یعنی ہر ملک میں رہنے والے احمدی نے اپنا کردار ادا کرتے چلے جانا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے گزشتہ سال بھی کہا تھا کہ ہم میں سے ہر احمدی کو دنیا کی اصلاح کی یہ کوشش کر کے مصلح بننے کا کردار ادا کرنے والا ہونا چاہئے تاکہ مصلح موعود کے مقاصد کو جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے دنیا کو لانے کا ایک عظیم منصوبہ ہے اُسے ہم حاصل کر سکیں۔ پس یہ دور جو فساد میں بڑھتے چلے جانے کا دور ہے، جس میں بڑی طاقتوں کی نظریں بھی اسلامی ممالک کے وسائل پر لگی ہوئی ہیں۔ اس میں بہت زیادہ کوشش کر کے ہم احمدیوں کو ہر اسلامی ملک کو بھی اور مسلم اُمّہ کو بھی ہوس پرستوں کی ہوس سے بچانے کے لئے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اقدام کرنے چاہئیں اور اس کے لئے سب سے بڑھ کر جیسا کہ میں نے کہا دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمان ملکوں کے سیاستدانوں اور لیڈروں کو بھی عقل اور سمجھ دے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد سے بالا ہو کر سوچیں۔ علماء جن کو عوام الناس علوم اور روحانیت میں بڑھا ہوا سمجھتے ہیں وہ بھی عقل سے کام لیں اور اپنے مفادات کے بجائے قرآنی تعلیم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے مفادات کی خاطر عوام اور حکمرانوں کو لڑانے کی بجائے تقویٰ سے کام لیں اور جیسا کہ میں نے کہا، اس کا سب سے خوبصورت حل زمانے کے امام کی آواز کو سن کر اس پر عمل کرنا ہے۔ اور اللہ کرے کہ عوام الناس بھی اپنے نورِ فراست کو بڑھانے کی کوشش کریں اور زمانے کے حالات دیکھنے کے باوجود آنکھیں بند کر کے عقل اور حکمت سے عاری باتیں کرنے والوں کی، چاہے وہ علماء میں سے ہوں یا لیڈروں میں سے ہوں، اُن کی اندھی تقلید نہ کریں۔ اللہ کرے کہ ہم جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواہش کا اظہار فرمایا تھا، ایک

خوبصورت اسلامستان دیکھنے والے ہوں اور یہی ایک حل ہے جو دنیا کو فسادوں سے بچا سکتا ہے۔ اللہ کرے دنیا کو عقل آجائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 17 فروری 2012ء)

احمدِ مُرسل کے ثانی حسن میں احسان میں
خوبیاں تجھ سی نہیں ہرگز کسی انسان میں
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے

(کمپوزڈ بائی: فضل عمر شاہد۔ لٹویا)



﴾39﴿ ﴾مشاہدات۔249﴿

مظہر الاول و الآخر مظہر الحق والعلاء

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

نور آتا ہے نور آتا ہے
رحمتِ حق کا ہو رہا ہے ورود
مظہر الحق والعلاء آیا
واہ وا کیا ساعتِ مسعود

سامعین! میری آج کی گزارشات کا عنوان پیشگوئی مصلح موعود کے الفاظ "**مظہر الاول و الآخر مظہر الحق والعلاء**" ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مؤرخہ 5 فروری 1944ء کو ایک مجلس سوال و جواب میں فرمایا۔

"مظہر الاول والآخر خدا تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کی ابتدا ہے اور ساری قوتیں، طاقتیں اور سامان اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے بندہ کو ملتے ہیں۔ علاوہ اس کے خدا ہی ابتدا ہے اور باقی مخلوقات اس کے فضل اور رحم کے ساتھ چلتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں۔ اس کے علاوہ جو سامان انسان کو ملتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں جس کو رحمن کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ رحمان ہے یعنی وہ بغیر کسی محنت کے بغیر کسی مشقت کے ان سامانوں کو مہیا فرما دیتا ہے۔ جس کے ساتھ

انسان اپنا کام کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ رحیم ہے انسان جو کام کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ بھی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یعنی ابتدا بھی خدا ہی کرتا ہے اور آخر انتہا بھی اس کے ساتھ وابستہ واسطہ پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کی مدد کے بغیر تو انسان کام کی نگرانی بھی نہیں کر سکتا۔ انسان اپنے قریب سے قریب رہنے والے کے حالات بھی نہیں جانتا اور اس کے بارے میں بھی غلطی کرتا ہے۔ بعض دفعہ وہ اس کے پاس لمبے عرصہ تک رہتے ہوئے دوست کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ نیک ہے۔ حالانکہ ہوتا وہ بد ہے بعض اوقات وہ اسے بدخیال کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی چھپی ہوئی نیکی ہوتی ہے اور آخر میں جاکر اس پر بات کھلتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب ہے کوئی چھپا ہوا خیال ہو۔ میلان ہو یا جذبہ ہو۔ وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان معنوں میں اول و آخر ہے کہ انسان کے ابتدائی سامانوں کا مہیا کرنا اور اس کی آخری تکمیل کے سامانوں کا مہیا کرنا اس کے اپنے ہاتھ میں ہے جب اللہ تعالیٰ کے پاس بندے اس کے مظہر ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذریعے ایسے علوم ظاہر کرتا ہے۔ جو قوم کی ترقی کے لیے ضروری ہوتے ہیں اور جن کا حاصل کرنا ان کی قوم کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے قوم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کیا فرائض ہیں۔ اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور اس کو کیا کیا مشکلات پیش آئیں گی اور پہلے سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ کس کس رنگ میں وہ ان مشکلات کا مقابلہ کر سکتی ہے یا اس کو کرنا چاہیے یا اس کے نفس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اس کے رشتہ داروں کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اس کے دوستوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟۔ اس کے ملک کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟۔ اس کی سیاسی ذمہ داریاں کیا ہیں؟۔ یہ سینکڑوں معاملات ہوتے ہیں۔ جن کا جاننا کسی قوم کو اپنے مقصد کی طرف چلانے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اگر کوئی قوم ان باتوں کو نہ جانتی ہو۔ تو وہ سیدھی راہ سے بھٹک جاتی ہے۔ جیسے موسیٰ کی قوم 40 سالوں تک مصر کے جنگلوں میں بھٹکتی رہی۔ مظہر الاول ایک بندہ ہوتا ہے جب وہ قوم کے سامنے پروگرام رکھ دیتا ہے اور اس کی قوم اپنا مقصد سمجھ جاتی ہے اور اپنا اسے معلوم ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس راستہ پر چل کر اپنے مقصد کی طرف جانے لگ جاتی ہے۔ ایسا آدمی جو اپنے کام کے لیے راستہ بیان کر دیتا ہے اور سارے طریق بیان کر دیتا ہے اور سارے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ جو اس قوم کی ترقی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ تو وہ مظہر الاول ہو جاتا ہے اور جس طرح سے اللہ تعالیٰ مظہر الاول ہوتا ہے۔ وہ بھی مظہر الاول ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ مظہر الآخر بھی ہے۔ ایسے بندے کا فرض

ہوتا ہے۔ کہ جس طرح ابتدا میں وہ کام کرتا ہے۔ آخر میں بھی اس کو اپنے فرائض کی تکمیل کے لیے بعض کام کرنے ہوتے ہیں۔ بعض انسان ایسے ہوتے ہیں۔ جو خدا کی کامل رحیمیت کا نمونہ نہیں ہوتے۔ ان کو صرف اس غرض کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے سامنے ایک پروگرام رکھ دیں اور اس پروگرام کی تکمیل میں کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ بلکہ اللہ تعالی انہیں اس سے قبل اٹھالیتا ہے اور وہ فوت ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ کئی انبیاء ایسے گزرے ہیں۔ جن کو ماننے والا صرف ایک ہی آدمی ہوتا تھا۔ تو بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جو پروگرام تو اپنی قوم کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ مگر اس کی تکمیل میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پروگرام کی تکمیل کسی آئندہ زمانہ پر چھوڑی جاتی ہے اور بعد میں کوئی آتا ہے جو اس کی تکمیل کرتا ہے۔ مگر کبھی ایسا بندہ ہوتا ہے جو اپنی قوم کے سامنے پروگرام رکھ دیتا ہے اور پھر انتہا کی طرف قدم اٹھانے کے لیے ان کے ساتھ چلتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ گئے۔ اول تو انہوں نے قوم کے سامنے پروگرام رکھا اور پھر فرعون کے ظلم و ستم سے جب ان کی قوم نے مصر کو چھوڑا تو انہوں نے اپنی قوم کا ساتھ دیا۔ کیونکہ ایسا کرنا آپ کی قوم کے لیے ضروری تھا۔ موسیٰ علیہ السلام قوم سے یہ وعدہ کر کے ان کو وہاں لے آئے۔ کہ ان کی وہاں حکومت ہو جائے گی۔ اور پھر وہ خدا کے نظام کو چلا سکیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو مصر سے لے گیا اور سالہا سال تک اپنی قوم کی تربیت کرنے کا موقع دیا۔ وہ اپنی قوم کو صحیح راستہ دکھاتے رہے اور صحیح تعلیم سکھاتے رہے اور ان کی تربیت کرتے رہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم آگے چلنے سے گھبراتی تھی۔ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ آگے چلو۔ تو اس کی قوم نے کہا "اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیشتر اس کے وہ اس ملک میں داخل ہوتے حضرت موسیٰ فوت ہو گئے۔ اس ملک میں داخل ہونا محض ایک انعام تھا۔ اس میں داخل ہونے سے موسیٰ کو کوئی فائدہ نہ تھا۔ کنعان میں داخل ہونے کا تو یہی نتیجہ ہوتا کہ موسیٰ کو کنعان مل جاتا، مال مل جاتا، دولت مل جاتی۔ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے موسیٰ طالب نہ تھے ان کا مقصد محض یہ تھا کہ ان کو اپنی قوم کی تربیت کا ایک حد تک موقع مل جاتا۔ یہ موقع انہیں ملا اگر وہ کنعان میں داخل نہیں ہوئے تو یہ ان کا مقصد نہیں تھا۔ ان کا مقصد تو اپنی قوم کی تربیت کرنا تھی۔ چاہے وہ کنعان میں رہ کر کرتے یا باہر جنگل میں ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کو اپنی قوم کے پاس رہنے کا موقع مل جائے۔ یہ

موقع انہیں مل گیا۔ ان کا بس کام اتنا تھا۔ کہ اپنی قوم میں رہ کر اس کی تربیت کرتے یہ انہوں نے کی۔ کنعان میں نہ جانے سے حضرت موسیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ ان کی قوم کو نقصان پہنچا کہ وہ اس ملک کی بادشاہی سے محروم ہو گئے۔ لیکن موسیٰ کو کنعان کی بادشاہت سے کوئی تعلق نہ تھا اور ان کا کام قوم کی تربیت کرنا تھا۔ وہ کام انہوں نے جنگل میں بھی کر دیا اور اس طرح وہ مظہر الآخر ہو گئے۔ مگر اس رنگ میں نہیں کہ دنیا اس نظارہ کو دیکھ سکتی۔ دنیا سمجھتی ہے کہ موسیٰ آخری عمر میں ناکام رہے۔ لیکن در حقیقت ایک روحانی نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کام کو انہوں نے کنعان میں کرنا تھا وہ انہیں جنگل میں کرنے کا موقع مل گیا۔ مگر مظہر الاول والآخر کا کامل نمونہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھے ہم آپ کے نمونہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ آپ نے ابتدا میں قوم کو مذہبی تعلیم دی۔ اخلاقی تعلیم دی، اقتصادی تعلیم دی، معاشرتی تعلیم دی، عدل و انصاف، امانت و دیانت غرضیکہ ہر قسم کی تعلیم دی۔ پھر خدا نے آپ کو موقع دیا کہ آپ اپنی قوم میں رہے اور عملی طور پر اسے اس راستہ پر چلایا۔ قضا کر کے عدل و انصاف سکھایا۔ اپنی دیانتداری سے ان کو دیانتداری کی تعلیم دی اور ان کے اخلاق کو درست کیا مگر سب نبیوں کو اتنا شاندار موقع نہیں ملا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس عہدہ کا مکمل نقشہ دنیا کو دکھایا۔ اسی طرح چھوٹے پیمانہ پر آپ کے اظلال بھی ہو سکتے ہیں وہ بھی اس رنگ میں اپنی قوم میں مظہر الاول والآخر ہو سکتے ہیں اور خدا کی ان صفات کا نمونہ بن سکتے ہیں۔"

(الفضل 13 جنوری 1947ء)

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الْاَعَادِی

سامعین! حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے مظہر الاول والآخر کے حوالے سے اپنے ایک مضمون "پیش گوئی مصلح موعود کے متعلق جماعت کی بھاری ذمہ داری" میں مؤرخہ 13 فروری 1957ء کو لکھتے ہیں۔

"تیسرا خاص نقطہ اس پیشگوئی میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ

"مظہر الاول والآخر"

"یعنی مصلح موعود خدا کی صفت اولیت اور صفت آخریت دونوں کا مظہر ہو گا۔"

ان مختصر الفاظ میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ مصلح موعود ایسے وقت میں ظاہر ہو گا کہ بعض درمیانی مشکلات اور درمیانی فتنوں کی وجہ سے گویا ایک لحاظ سے کام کی صرف ابتدائی تاریں ہی اس کے ہاتھ میں آئیں گی۔ مگر وہ دن رات کی کوشش اور شب وروز کی جدوجہد کے ذریعہ ان تاروں کو گویا اپنے دائرہ کی انتہا تک پہنچا کر دم لے گا۔ پس یہی صفت احباب جماعت کو بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے کہ جب وہ کسی کام کا آغاز کر کے اس کی اولیت کے مظہر بنے تو پھر جھک کر اور ماندہ ہو کر درمیان میں ہی نہ بیٹھ جائیں بلکہ اسے اس کے کمال تک پہنچا کر دم لیں۔ اسلام کا خدا ادھوری کوشش پر راضی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہر عمل کو اس کے کمال کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ مظہر الاول تو شوق سے بن جاتے ہیں۔ مگر مظہر الآخر بننے سے پہلے ہی تھک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ حالانکہ سچے مومنوں کا یہ کام ہے کہ جب وہ کسی کام کو ہاتھ ڈالیں۔ تو پھر اسے اس کی طبعی انتہا تک پہنچائیں اور کسی درمیانی مشکل سے ہراساں نہ ہوں۔ اس الہامی فقرہ کے ساتھ دوسرا فقرہ یہ ہے کہ

مظہر الحق والعلاء

اس میں یہ اشارہ ہے کہ مومنوں کو ایسا بننا چاہیے کہ ان کی جڑیں تو گہری اور مضبوط ہوں اور ان کی شاخیں آسمان سے باتیں کریں۔"

سامعین! آپؓ تسلسل میں چوتھی علامت "قومیں اس سے برکت پائیں گی" کا ذکر فرماتے ہیں۔ آپؓ کے مضمون کے اِس حصے کا تعلق بھی زیر عنوان مضمون سے ہے اِس لئے اسے بھی میں سامعین کے سامنے بیان کر دیتا ہوں۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں۔

آخری یعنی چوتھی صفت جو اس پیشگوئی میں مصلح موعود کی بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ”قومیں اس سے برکت پائیں گی“

یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیع اور عالمگیر مشن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لیے لائے گئے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود کا مشن آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع میں عالمگیر مشن ہے اور آپ قرآنی شریعت کی خدمت میں ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔ تو پھر لازماً مصلح موعود بھی یہی صفت لے کر آئے گا اور اس کے ہاتھ سے یہ بیج صرف بویا ہی نہیں جائے گا بلکہ زمین کے شکم سے پھوٹ کر سرعت کے ساتھ بڑھنا بھی شروع ہو جائے گا۔ اسلام کے دور اول میں حق و صداقت کا بیج آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے بویا گیا اور حضور ہی کے ہاتھوں سے اس کا چھینٹا روم اور ایران اور مصر اور حبشہ وغیرہ تک پہنچا اور بالآخر خلفاء کے زمانہ میں آکر اس مقدس بیج کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں بے شمار شاداب اور تر و تازہ باغات نصب ہو گئے لیکن اس کے بعد یہ درمیانی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کی ایک پیشگوئی کے مطابق یہ باغات کمزور پڑھنے شروع ہو گئے اور مسلمانوں کی حالت ادبار کی صورت میں بدل گئی۔ مگر جیسا کہ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کا دوسرا سنہری دور مقدر تھا۔ جس کے عالمگیر وسعت کا زمانہ مصلح موعود کے عہد میں شروع ہونا تھا اور دنیا کے کناروں تک قوموں نے اس سے برکت پانی تھی۔ پس مصلح موعود کی اس مخصوص صفت کے ماتحت جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے ہاتھوں میں اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لے کر دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے اور ہر ملک اور ہر علاقہ اور ہر شہر میں پہنچ کر قوموں کو برکت دیتی چلی جائے۔ بے شک اس وقت بھی دنیا کے بہت سے آزاد ممالک میں جماعت احمدیہ کے مبلغ، اسلام کی تبلیغ کے لیے پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر دنیا کی وسیع آبادی کے مقابل پر ان مبلغوں کی تعداد گویا آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ لہذا اب وقت ہے کہ جماعت کے مخلص فدائی زیادہ سے زیادہ تعداد میں آگے آئیں اور ہر چہار اکناف عالم میں پھیل کر دنیا بھر کی قوموں کو برکت دیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ موجودہ رفتار سے اسلام اور احمدیت کے عالمگیر غلبہ کا مقصد ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ایک طرف جماعت کی والہانہ جدوجہد اور دوسری

طرف خدا کی معجز نما نصرت کی ضرورت ہے۔ مجھے اس وقت اپنے بچپن کا ایک شعر یاد آرہا ہے جو میں نے جماعت کی موجودہ رفتار کے پیش نظر اپنی اوائل عمر میں کہا تھا اور اسی پر میں اپنے اس نوٹ کو ختم کرتا ہوں۔ میں نے کہا تھا۔

سخت مشکل ہے کہ اس چال سے منزل یہ کٹے
ہاں اگر ہو سکے پرواز کے پر پیدا کر

سو دوست خدا سے دعائیں کریں وہ ہمیں دکھادے کہ پر نہیں۔ بلکہ پرواز کے پر عطا کرے۔ اور ہمارے ہاتھوں سے دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(الفضل 19 فروری 1957ء)

سامعین! الغرض اگر آسان الفاظ میں پسرِ موعود کی اِس الہامی صفَت کو بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کا ابتدائی دور بھی دیکھا ہو گا اور پھر ترقی کا زمانہ بھی دیکھے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپؓ نے اپنے آخری دور میں اسلام احمدیت کا شاندار غلبہ دیکھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (الضحیٰ) کہ بعد میں اُٹھنے والا ہر قدم پہلے قدم سے بہتر ہو گا۔ یہ وعدہ بڑی شان کے ساتھ آپؓ پر بھی پورا اُترا اور آپؓ پر آنے والا ہر لمحہ گزرنے والے ہر لمحہ سے بہتر تھا۔ احمدیت کی آواز قادیان سے نکل کر دنیا کے کونوں میں پھیلنی شروع ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کا نظارہ پہلی مرتبہ احبابِ جماعت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ قرآن کے مختلف زبانوں میں تراجم ہونے شروع ہوئے۔ جماعت منظم ہوتی ہم نے دیکھی۔ پس مظہر الاول ہونا بتاتا ہے کہ آپؓ سلسلہ احمدیہ کی ابتداء میں ظاہر ہو کر مظہر الآخر بن کر جماعت کو ترقیات اور فتوحات کی فضاؤں میں اُڑتا ہوا دیکھ کر اِس دنیا سے رخصت ہوئے اور کشتی نوح کے الفاظ "لوگ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اِس زمانہ خدا تعالیٰ کا نشان ظاہر ہو گا" اِس امر کی دلیل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اِس کو روک سکے“

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 65)

سامعین! پس حضرت مصلح موعودؓ اِس تخم ریزی کے جلد بعد تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور مظہر الآخر والی صفَت کے ماتحت احمدیت کا بیج ایک پودے کی شکل میں نمودار ہوا اور ایک تناور اور وسیع شاخوں والے درخت میں تبدیل ہوا جس کے نیچے اب کروڑوں روحانی پرندے بسیرا کر رہے ہیں اور قرآنی پیشگوئی اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تو آپؓ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ

”دنیا اپنا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں ...اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں۔ پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اَتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔“

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 614)

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے

مجتمع ہیں ذات میں تیری دو گونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیٔ مسعود ہے

(کمپوزڈ بائی عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)



﴿40﴾ ﴿مشاہدات۔265﴾

اُس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

عرش پر نور سے لکھا گیا نامِ محمود
میرے محمود نے پایا ہے مقامِ محمود

معزز سامعین! خاکسار کو آج پیشگوئی مصلح موعود کی ایک اہم علامت ”اُس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا“ پر اظہار خیال کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اِس علامت کو اپنے معرکہ آراء لیکچر بعنوان ”الموعود“ میں بیان 52 علامات میں سے 28 ویں نمبر پر بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس ترتیب کے ساتھ یہ علامات پیشگوئی میں بیان فرمائیں۔ اُن کے سیاق وسباق کو دیکھ کر بہت سی حکمتیں سامنے آتی ہیں۔ اب اِسی زیر عنوان علامت کو لیں۔ اِس سے پہلے سیاق میں جو علامات بیان ہوئی ہیں وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کے عکس کے طور پر ہیں جیسے مظہر الاول، مظہر الآخر، مظہر الحق اور مظہر العُلا۔ اِن کے بعد 26 ویں علامت میں ذکر ہے کہ وہ ”كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ“ کا مصداق ہو گا۔ جس کا مطلب ہے گویا آسمان سے اللہ تعالیٰ کی صفات کے حامل انسان کا نزول ہوا ہے۔ آپؓ کے اندر تمام صفات باری تعالیٰ کا حلول ہو چکا تھا اور آپؓ قرآنی حکم صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اور ارشاد نبوی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کی عملی تصویر تھے۔

سامعین! ان صفات کا ذکر کر کے پھر اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی میں ذکر فرمایا کہ اُس کا نزول بہت مبارک ہے۔ اُس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہے۔ اِس امر کا امکان موجود تھا کہ لوگ جلال والی صفات سے ڈر جاتے یا خوف کھاتے اِس لئے ساتھ ہی سباق میں فرمایا۔ وہ صرف جلالِ الٰہی کا ہی ظہور نہیں ہو گا بلکہ اپنے اندر جمال یعنی نرمی، محبت اور شفقت بھی رکھتا ہو گا۔ اِس لئے وہ نور ہو گا۔ وہ خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا جائے گا اور وہ اپنی روح اُس میں ڈالے گا۔

سامعین! آج تقریر میں مجھے جلالِ الٰہی کے اردگرد ہی رہنا ہے۔ آئیں! سب سے پہلے جلال کے لغوی معنی جانتے ہیں۔ جلال کے معانی ہیں۔ عظمت، بزرگی، شان و شوکت رعب داب، وجاہت۔ اور تیزی و سختی کے معنی بھی بیان ہوئے ہیں۔ جَلال، اللّٰہ جلَّ جَلَالُہٗ کی ایک صفَت بھی ہے جسے اللہ نے سورۃ الرحمٰن آیت 28 میں ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات جمالی ہیں اور بعض جلالی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کو خلفائے راشدہ کے ساتھ مماثلتوں اور مشابہتوں کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو ہر دو سلسلوں کے خلفائے اوّل اپنے اندر جمالی صفات زیادہ رکھتے تھے۔ دونوں سلسلوں کے دوسرے خلفاء حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ میں آپس کی مماثلتیں زیادہ تھیں اور جلال کا ظہور نمایاں تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں اسلام میں نظام مستحکم ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے دَور میں نظام جماعت نے استحکام پکڑا۔ ذیلی تنظیمیں قائم ہوئیں۔ شوریٰ کا نظام قائم ہوا۔ حضرت عمرؓ نے نظام کے قیام کے لئے بعض سخت فیصلے کئے، بعینہٖ حضرت مصلح موعودؓ نے سخت فیصلوں کے ساتھ نظام جماعت کو راسخ کیا۔

وہ تھا ایک جُہدِ مسلسل کا رسیا
پہاڑوں سے اونچے تھے سب کارنامے
مگر سب سے ارفع یہ تھا کارنامہ
جو محکم کیا تھا مقامِ خلافت

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں خدا تعالیٰ نے ہزارہا کی تعداد میں مبشرات و منذرات اخبار غیبیہ سے قبل از وقت مطلع فرمایا۔ جو دوست و دشمن کے حق میں پوری ہوئیں۔ وہاں اپنی اولاد کے متعلق بھی بشارات ہیں اور خاص طور پر فرمایا کہ میں تجھے اپنے فضل سے ایک لڑکا عطا کروں گا۔ اُس موعود بیٹے کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلّشانہ و عزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا... سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا... اس کے ساتھ فضل ہے، جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ و عظمت و دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والاخر، مظہر الحق والعلاء کان اللّٰہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَقْضِیًّا۔"

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

اس پیشگوئی کے مصداق حضرت فضل عمر مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کے وجود میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ چنانچہ آپ کی خلافت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے دن رات اسلام اور احمدیت کی ترقی ہوئی۔ آپؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں جماعت میں نظام کو قائم فرمایا۔ جماعت کے ہر فرد کی اعلیٰ تربیت کا انتظام فرمایا اور انہیں اعلیٰ اخلاقی معیار پر قائم کرنے کی کوشش فرما کر

اپنے فرض وَيُزَكِّيْهِمْ کو بااحسن وجوہ پورا کیا اور اپنی جماعت کے تمام افراد کو مذہبی و دنیاوی تعلیم کے حصول کی طرف توجہ دلا کر اور قابل امداد لوگوں کو حصول تعلیم کے لئے امداد و وظائف دے کر دینی و دنیاوی تعلیم کے اعلیٰ معیار پر پہنچایا۔ آپؓ نے تعلیم قرآن کو جماعت کے افراد کے لیے لازمی قرار دیا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرما کر يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے فرض کو نہایت خوبی سے پورا فرمایا۔ آپؓ نے فریضہ تبلیغ کو اس قدر شاندار طریق سے سرانجام دیا کہ زمین کے کناروں تک تبلیغ احمدیت کو پھیلایا کہ یورپ، امریکہ، افریقہ، چین، جاپان غرضیکہ دنیا کے تمام بڑے بڑے ممالک میں احمدیت کے مراکز قائم ہوئے اور ان ممالک میں پرچمِ اسلام لہرایا۔ اگر ایک طرف امریکہ و انگلینڈ کے گوری نسل کے لوگوں نے آپ کے ذریعہ سے نور ہدایت حاصل کیا تو دوسری طرف افریقہ کے حبشیوں اور جزائر کے باشندوں نے آپؓ کے فیضان سے شمع ہدایت پر پروانہ وار جمع ہو کر خدائے واحد کے دین کی خاطر اپنی طاقتوں سے بڑھ کر قربانیاں کیں۔ شرک و کفر کی زنجیروں میں جکڑے ہوؤں نے آپؓ کی قوت قدسیہ کے زور سے ان پھندوں سے رہائی پائی اور ضلالت و تاریکی سے نکل کر آستانہ الوہیت پر گرے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے مسیح کی پیشگوئی کے الفاظ اپنی پوری شان کے ساتھ پورے ہوتے چلے گئے اور اہل بصیرت کے لئے اس پیشگوئی کے لفظ لفظ میں دلیل ہے اور آئندہ تا قیامت رہے گی۔ مگر افسوس صد افسوس بعض اپنے ہی دوستوں نے اِس پیشگوئی کے عین مطابق ظہور پانے والے فرزند دلبند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو مصلح الموعود نہ مانا اور ایسی واضح علامات کے ہوتے ہوئے انکار کرتے رہے خصوصاً الفاظ كَاَنَّ اللّٰهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ اور جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا ۔ دیکھیں کہ کس طرح اور کس شان کے ساتھ آپؓ کے ظہور کے ساتھ خدا تعالیٰ کے جلال کا ظہور ہوتا چلا آیا۔ آپؓ کے بچپن کے زمانہ میں ہی طاعون اور زلازل کے خطرناک عذاب خدا تعالیٰ کے مقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مکذبوں پر نازل ہوئے۔ پھر آپؓ کی خلافت کے آغاز میں ہی جنگ عظیم کا شروع ہونا اور دنیا پر ہولناک تباہی کا آنا اور بعد ازاں مختلف اوقات میں خطرناک زلازل سے زمین کا تہ و بالا ہونا یہ سب باتیں بصیرت والی آنکھ اور صاحبِ عقل و دانش انسان کے لئے عظیم الشان دلائل ہیں۔ پھر اور نہیں تو اُس عالمگیر جنگ کو ہی دیکھیں جو آپؓ کے دور میں عذاب بن کر نازل ہوئی جس کے ذریعہ کس طرح

خداتعالیٰ کی قہری تجلّی کا ظہور ہوا۔ کس طرح ملک، ملکوں پر، حکومتیں، حکومتوں کے خلاف اور قومیں، قوموں کے مقابل جنگ میں چڑھائی کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتی رہیں اور اسی تگ و دو میں لکھو کہا جانیں تلف اور بے حساب مال و دولت کا ضیاع ہوا۔ کس طرح خداتعالیٰ شرک وکفر کو روئے زمین سے مٹانے کے لئے اور اپنے نام اور اپنی توحید کو غالب کرنے کے لئے سامان مہیا فرماتا رہا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ خود نازل ہو کر ان مشرکوں اور کافروں کو گردنوں سے پکڑ کر ایک دُوسرے سے جنگ کرتا رہا تا اس طرح سے شرک کا استیصال ہو۔ نیز تمام قومیں جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر خُدا کو چھوڑ چکی تھیں۔ انہیں اس جنگ کے عذاب میں جھونکے تا خداتعالیٰ کا جلال ظاہر ہو اور لوگ توحید کی طرف مائل ہوں۔

معزز سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 20 فروری 2015ء کے خطبہ جمعہ میں اس صفت کے حوالہ سے فرمایا:

”پھر لکھا تھا وہ جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ اس کے متعلق بھی رؤیا میں وضاحت پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ رؤیا میں میری زبان پر تصرّف کیا گیا اور میری زبان سے خداتعالیٰ نے بولنا شروع کر دیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے میری زبان سے کلام فرمایا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور آپ نے میری زبان سے بولنا شروع کر دیا۔ یہ جلال الٰہی کا ایک عجیب ظہور تھا جس کا پیشگوئی میں بھی ذکر پایا جاتا تھا۔ پس یہ بھی ان دونوں میں ایک مشابہت پائی جاتی ہے۔“

پھر اسی خطبہ میں آگے چل کر فرمایا:

”جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا“۔ فرماتے ہیں کہ ”پانچویں خبر یہ دی گئی تھی کہ اس کا نزول جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ یہ خبر بھی میرے زمانے میں پوری ہوئی۔ چنانچہ میرے خلافت پر متمکن ہوتے ہی پہلی جنگ ہوئی اور اب دوسری جنگ شروع ہے جس سے جلال الٰہی کا دنیا میں ظہور ہو رہا ہے۔ شاید کوئی شخص کہہ دے کہ اس وقت لاکھوں کروڑوں لوگ زندہ ہیں اگر ان لڑائیوں کو تم اپنی صداقت میں پیش کر سکتے ہو تو اس طرح ہر زندہ شخص ان کو اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگیں میری صداقت کی علامت ہیں۔ اس کے متعلق میرا جواب یہ ہے کہ اگر ان لاکھوں کروڑوں لوگوں کو جو اس

وقت زندہ ہیں ان جنگوں کی خبریں دی گئی ہیں تو پھر یہ زندہ شخص کی علامت بن سکتی ہے۔ اور اگر اُن کو اِن لڑائیوں کی خبریں نہیں دی گئیں تو پھر جس کو ان جنگوں کی تفصیل بتائی گئی ہے اس کے متعلق جلال الٰہی کا یہ ظہور کہا جائے گا۔" (ماخوذ از الموعود۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 627)"

ذوالجلال خدا اِس علامت کے تحت ہمارے دشمنوں اور معاندوں پر اپنا جلال ظاہر کر کے اسلام احمدیت کی صداقت اُن پر عیاں کرے۔ آمین

تُو نے اے فضلِ عمر ہم کو دیا درسِ حیات
سیفِ حق تیری زباں تیرا قلم شاخِ نبات
جوئے کوثر ہر سخن، سلک دُرّ ہر ایک بات
تھی سراپا تیری ہمتی پیکر عزم و ثبات

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿41﴾ ﴿مشاہدات۔289﴾

وہ نور ہو گا اور خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:36)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **وہ نور ہو گا اور خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ہو گا**

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے پیشگوئی بعنوان "پیشگوئی مصلح موعود" میں درج اِن دو علامات کو اپنے معرکہ آراء لیکچر بعنوان "الموعود" میں نمبر 29اور 30 میں درج فرمایا ہے۔ جہاں تک اِن دو علامات میں بیان الفاظ کا تعلق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اپنے آپ کو نور کہا پھر اللہ کے فرستادے اِس نور سے نور لے کر اور فی ذاتہ نور بن کر اپنے سے تعلق پیدا کرنے والوں کو اِس نور سے منور کرتے ہیں یوں ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتے ہوئے سارا جہاں اِس نور سے جگمگ جگمگ ہونے لگتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں ابرار کے ایک گروہ کا ذکر کر کے بہت سی

برکتوں کے نزول کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک اہم برکت ”نور“ کے نام سے موسوم ہے۔ اِس زُمرہِ ابرار میں ایک حضرت مصلح موعودؓ بھی ہیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ نور ہو گا اور نور آتا ہے نور۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی حقیقت یوں بیان فرمائی ہے۔

”حقیقت میں وہی ایک نور ہے جو اُن کے ہر یک قول اور فعل اور حال اور قال اور عقل اور فہم اور ظاہر اور باطن پر محیط ہو جاتا ہے اور صدہا شاخیں اس کی نمودار ہو جاتی ہیں اور رنگارنگ کی صورتوں میں جلوہ فرماتا ہے۔ وہی نور شدائد اور مصائب کے وقتوں میں صبر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور استقامت اور رضا کے پیرایہ میں اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ تب یہ لوگ جو اُس نور کے مورد ہیں آفات عظیمہ کے مقابل پر جبال راسیات کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور جن صدمات کی ادنیٰ مَس سے ناآشنا لوگ روتے اور چلاتے ہیں بلکہ قریب بمرگ ہو جاتے ہیں ان صدمات کے سخت زور آور حملوں کو یہ لوگ کچھ چیز نہیں سمجھتے اور فی الفور حمایتِ الٰہی کنارِ عاطفت میں ان کو کھینچ لیتی ہے اور کوئی خامی اور بے صبری ان سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ محبوبِ حقیقی کے ایلام کو برنگ انعام دیکھتے ہیں اور بکشادگی سینہ وانشراحِ خاطر اس کو قبول کرتے ہیں بلکہ اس سے متلذّذ ہوتے ہیں۔ کیونکہ طاقتوں اور قوتوں اور صبروں کے پہاڑ ان کی طرف رواں کیے جاتے ہیں اور محبتِ الٰہیہ کی پُرجوش موجیں غیر کی یادداشت سے ان کو روک لیتی ہیں۔ پس اُن سے ایک ایسی برداشت ظہور میں آتی ہے کہ جو خارقِ عادت ہے اور جو کسی بشر سے بلا تائیدِ الٰہی ممکن نہیں اور ایسا ہی وہ نور حاجات کے وقتوں میں قناعت کی صورت میں ان پر جلوہ گر ہوتا ہے سو دنیا کی خواہشوں سے ایک عجیب طور کی بُرودت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ بدبودار چیز کی طرح دنیا کو سمجھتے ہیں اور یہی دنیوی لذات جن کے حظوظ پر دنیا دار لوگ فریفتہ ہیں وبشوق تمام ان کے جویاں اور اُن کے زوال سے سخت ہراسان ہیں۔ یہ اُن کی نظر میں بغایت درجہ ناچیز ہو جاتے ہیں اور تمام سرور اپنا اسی میں پاتے ہیں کہ مولیٰ حقیقی کی وفا اور محبت اور رضا سے دل بھرا رہے اور اُسی کے ذوق اور شوق اور اُنس سے اوقات معمور رہیں۔ اس دولت سے بیزار ہیں کہ جو اس کی خلافِ مرضی ہے اور اس عزت پر خاک ڈالتے ہیں جس میں مولیٰ کریم کی ارادت نہیں اور ایسا ہی وہ نور کبھی فراست کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی قوتِ نظریہ کی بلند پروازی میں اور کبھی قوتِ عملیہ کی حیرت انگیز کارگزاری میں کبھی حلم اور رفق کے لباس میں اور

کبھی درشتی اور غیرت کے لباس میں۔ کبھی سخاوت اور ایثار کے لباس میں، کبھی شجاعت اور استقامت کے لباس میں، کبھی کسی خُلق کے لباس میں اور کبھی کسی خُلق کے لباس میں اور کبھی مخاطبات حضرتِ احدیت کے پیرایہ میں اور کبھی کشوفِ صادقہ اور اعلاماتِ واضحہ کے رنگ میں یعنی جیسا موقع پیش آتا ہے اس موقعہ کے مناسب حال وہ نور حضرتِ واہب الخیر کی طرف سے جوش مارتا ہے۔ نور ایک ہی ہے اور یہ تمام اس کی شاخیں ہیں جو شخص فقط ایک شاخ کو دیکھتا ہے اور صرف ایک ٹہنی پر نظر رکھتا ہے۔ اس کی نظر محدود رہتی ہے اس لئے بسا اوقات وہ دھوکا کھالیتا ہے لیکن جو شخص یکجائی نگاہ سے اس شجرہ طیّبہ کی تمام شاخوں پر نظر ڈالتا ہے اور ان کے انواع اقسام کے پھلوں اور شگوفوں کی کیفیت معلوم کرتا ہے۔ وہ روزِروشن کی طرح ان نوروں کو دیکھ لیتا ہے اور نورانی جلال کی کھینچی ہوئی تلواریں اس کے تمام گھمنڈوں کو توڑ ڈالتی ہیں۔"

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 547-548 حاشیہ در حاشیہ)

سامعین! انہی انوار میں سے ایک نور جو رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا گیا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بھی تھے جو 14 مارچ 1914ء کو ہمارے افق پر طلوع ہو کر نور بکھیرتا اور بہت سوں کو نورِ الٰہی سے منور کرتا ہوا 7 نومبر 1965ء کی رات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

سامعین! نورِ فرقان کو دنیا میں پھیلانے کے لیے، نورِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے اور نورِ توحید و نورِ اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے لیے آپؓ نے جو سعی بلیغ فرمائی وہ کسی بھی اہل نظر سے مخفی نہیں۔ آپؓ کا بچپن سے لے کر وفات تک کا ایک ایک لمحہ الٰہی انوار کی اشاعت کے لیے گزرا۔ آپؓ نے نہ صرف اپنے ملک میں ان انوار کے پھیلانے کا بندوبست کیا بلکہ ساری دنیا میں ان انوار کو غالب کرنے کے لیے ٹھوس بنیادوں پر کام فرمایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے متعدد تحریکات جاری فرمائیں اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہزارہا لوگ جو نورِ قرآن سے محروم اور خدا اور رسولؐ کے انوار سے بے بہرہ تھے۔ ان کے دل ان انوار سے روشن ہو گئے اور وہی جو کبھی کفر و شرک اور دہریت کی ظلمات میں بھٹکتے تھے آج ان

کی یہ حالت ہے کہ نُوۡرُهُمۡ يَسۡعٰى بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ بِاَيۡمَانِهِمۡ کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑ رہا ہے۔

سامعین! نور کے معنوں کی طرف واپس لوٹتے ہوئے اِس امر کا اعادہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نور، اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے جو سراپا نور ہے۔ جس کے معانی نور بخشنے والے کے ہیں۔ وہ اپنے نور سے کائنات کو منور کئے ہوئے ہے اور اپنے بندوں کے چہروں، ذہنوں اور دلوں کو منور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین ایسے وجودوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو نور کہا گیا۔ اِن میں سے ایک اللہ کی اپنی ذات ہے جیسے فرمایا: اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ (النور:36) کہ اللہ نور ہے آسمانوں کا بھی اور زمین کا بھی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

ادھر جب ہم پیشگوئی مصلح موعود کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مصلح موعود کی آمد کو اپنی آمد، آپ کے نزول کو اپنا نزول اور آپ کے ظہور کو اپنا ظہور قرار دیا ہے کیونکہ آپؓ کے ذریعہ سے نورِ توحید کا غلبہ اور جلالِ الٰہی کا ظہور مقصود تھا۔ چنانچہ فرمایا:

”مَظۡهَرُ الۡاَوَّلِ وَالۡاٰخِرِ مَظۡهَرُ الۡحَقِّ وَ الۡعَلَاءِ۔ کَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔“

اِن خدائی الفاظ میں صفاتِ باری تعالیٰ کے ذکر کے بعد خدا کے خود زمین پہ اُترنے کا ذکر ہے جس میں لازمًا اور لازمًا نور کا اُترنا یقینی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے نمبر پر قرآن مجید کو نور کا نام دیا ہے۔ جیسے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ نُوۡرًا مُّبِيۡنًا (النساء:175) کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک کھلی دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (نہایت) روشن نور اُتارا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا...(التغابن:9) کہ پس اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور (یعنی قرآن) پر بھی جو ہم نے اتارا ہے...

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ اَنوار کا دریا نکلا

قرآن مجید کلام اللہ ہے اور مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں کلمۃ اللہ قرار دیا اور آپ کی آمد کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔“

سامعین! پھر علم بھی اک نور ہے اور جیسا کہ کسی نے کہا

اِنَّ الْعِلْمَ نُور مِنْ اِلٰہ
وَ نُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعطیٰ لِعاصی

کہ علم اللہ کی طرف سے ایک نور ہے اور اللہ کا نور گنہگاروں کو نہیں دیا جاتا۔

حقیقی اور سچا اور کامل علم وہی ہے جو قرآن مجید میں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ کہ اس نے اسے اپنے علم پر مشتمل اتارا ہے۔

اور قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو مخزن علوم ہونے کی وجہ سے منبع انوار ہے اور اس کے علوم کی وسعت اور گہرائی تک رسائی اَلْمُطَھَّرُوْن سے ہی خاص ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو اس نور سے بھی پُر فرما دیا۔ جیسا کہ اس نے خود اپنے الہام میں آپ سے متعلق فرمایا:

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا“

سامعین! ہاں ایک سراپا نور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت 175 میں فرمایا۔ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے سورۃ النور کے تعارف میں تحریر فرمایا ہے کہ

”اس تمام ذکر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے نور کے ایک عظیم الشان مظہر کے طور پر پیش فرمایا ہے جس کی بنیادی صفات یہ ہیں کہ وہ نہ مشرقی ہے نہ مغربی بلکہ شرق اور غرب کو برابر اپنے نور سے منور کرے گا اور ایسے چراغ کی طرح ہے جو اور بہت سے چراغوں کو روشن کرے گا۔ اس کے ساتھ صحابہ کرام کے گھروں کا تذکرہ ہے کہ کس طرح ان گھروں میں بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ روشن فرمادیئے۔“

سورۃ النور کی آیت 36 میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک نور کا ذکر فرمایا ہے یہاں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اِس آیت کے فٹ نوٹ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مستفیض ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ کے تحت آخرین میں بھی صحابہ جیسے اوصاف والے لوگ پیدا ہونے کا ذکر ہے لہٰذا حضرت مصلح موعودؓ بھی آنحضورؐ کے طفیل ایک نور تھے اور آپ کے ذریعہ بے شمار لوگ اِس صفَت سے متَّصِف ہوئے اور ابھی بھی ہو رہے ہیں۔

سامعین! زیر بحث عنوان کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ہو گا۔ اِس لفظِ عطر اور ممسوح قابل غور ہیں۔ ع کی زیر کے ساتھ عِطر اُس خوشبو کو کہتے ہیں جو کسی ایک پھول یا مختلف پھولوں کا خلاصہ یا نچوڑ ہو اور ممسوح مَس سے ہے جس کے معانی چھونے کے ہیں تو خدا کی رضامندی کے عِطر سے ممسوح ہو گا کا مطلب یہ گا کہ حضرت مصلح موعودؓ اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی رضا، اُس کی مرضی، اُس کی خوشنودی کی خوشبو سے معطر ہو گا۔

سامعین! اللہ جل شانہٗ نے اپنے محبوب سیدنا محمود المصلح موعودؓ کو 2،3 نومبر 1958ء کی درمیانی شب کو بذریعہ رؤیا بتلایا کہ

”ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں“

اِس میں یہ اشارہ تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ خود تو رضامندی کے عِطر سے ممسوح کئے گئے تھے اور احبابِ جماعت کو بھی نصیحت فرمائی کہ اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے 16 نومبر 1956ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں پُرزور تحریک فرمائی کہ اس دعا کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں چنانچہ ارشاد فرمایا۔

”مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ فقرے اس لیے بتائے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ اگر اپنی دعاؤں میں یہ فقرے کہیں گے تو اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہوا کریں گی۔ گویا یہ دعا کی قبولیت کا ایک القائی نسخہ ہے یعنی ایسا نسخہ ہے جو بندہ نے ایجاد نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے ظاہر کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جو نسخہ خدا تعالیٰ خود بتائے وہ بندہ کے ایجاد کردہ نسخہ سے بہت زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ پس میں نے سمجھا کہ میں جماعت کو بتادوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ عملاً بھی اور دعاءً بھی ان دونوں فکروں کو یاد رکھا جائے کہ ”ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں“

یعنی ایک تو یہ کہ ہر قدم جو ہم دنیا میں اٹھائیں یعنی کوئی کام بھی کریں اس میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر لیں جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کر لیں...... دوسرا فقرہ ہے ”اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں“ یعنی جب کوئی کام کرتے ہیں تو دیکھ لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے یا نہیں.......

”اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے ایک راستہ کھولا ہے۔ اگر جماعت کے دوست اپنی دعاؤں میں ان دونوں فقروں کا استعمال کریں گے تو اُن کی دعائیں پہلے سے زیادہ مقبول ہوں گی۔

حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ میں اس الہامی نسخہ کی اثر انگیز تاثیرات کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ اگر یہ فقرے ہماری جماعت کے دوست پڑھیں گے تو اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔ مَیں نے بعد میں اِن پر غور کیا اور سمجھ لیا کہ اس واقعہ میں دعائیں قبول کرنے کا ایک گر بتایا گیا ہے۔

”ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنی زندگی کے ہر فعل کے وقت خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارا یہ فعل مبارک ہو جائے۔ اب یہ سیدھی بات ہے کہ جو شخص اپنے ہر فعل کے وقت خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتا چلا جائے گا لازماً اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی کیونکہ قدم قدم

سے مراد چلنا تو ہو نہیں سکتا اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ہماری زندگی میں جو بھی نیا کام آتا ہے اس میں ہم خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہم پر اپنی رحمت اور فضل نازل کر اور جو شخص اپنی زندگی کے ہر نئے کام میں خدا تعالیٰ سے دعا کرے گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ لو، کپڑا پہننے لگو تو بسم اللہ کہہ لو، کھانا کھالو تو الحمد للہ کہو، نیا کپڑا پہن لو تو الحمد للہ کہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ کپڑا مجھے پہنایا ہے گویا آپؐ نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے اور بسم اللہ .... خدا تعالیٰ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا موجب ہے اور ہر نئی نعمت کے ملنے پر الحمد للہ کہنا بھی خدا تعالیٰ کو متوجہ کرنے کے مترادف ہے۔ گویا ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور جب ہم اپنے ہر کام میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کریں گے تو لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کہے گا کہ میرا یہ بندہ تو کوئی کام میری مدد کے بغیر نہیں کرنا چاہتا اور وہ لازماً اس کی مدد کرے گا۔ پھر دوسرا فقرہ ہے ”اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں“ اس کو پہلے فقرہ کے ساتھ ملائیں تو اس کے یہ معنی ہو گئے کہ ہم ہر کام میں دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں اور اگر ہر کام کرتے وقت انسان خدا تعالیٰ سے دعا کرے اور ہر کام کے متعلق یہ سوچے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں تو سیدھی بات ہے کہ اس کی کامیابی اور اس کی دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی کام کرے گا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے وہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہو گیا بندے کا کام ہو تو خدا تعالیٰ کہہ بھی سکتا ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ قدم قدم پر دعائیں کرے۔ ہم تھوڑے ہیں اور ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک چڑیا باز کے سامنے ہوتی ہے۔ باز جب چاہے حملہ کر کے اس چڑیا کو مار ڈالے۔ ہمارے بچاؤ کا اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہماری توجہ ہو جائے۔ جیسے قرآنِ کریم میں آتا ہے یعنی تم خدا تعالیٰ کو متوجہ کرتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے جس طرف بھی جاؤ گے ادھر ہی خدا تعالیٰ جائے گا اور وہ تمہاری مدد کے لیے آیا ہوا ہو گا۔

پس دعائیں کریں اور کرتے رہیں اور ہر کام میں خدا تعالیٰ کی رضا تلاش کریں۔ دوست لفظاً بھی یہ دعائیہ الفاظ کہا کریں کیونکہ اس طرح انسان کو یہ تحریک ہوتی ہے کہ جب میں خدا تعالیٰ سے کہہ رہا ہوں کہ میں

تیری رضا کی جستجو کرتا ہوں تو عملاً بھی مجھے اس کی رضا کی جو جستجو کرنی چاہیے اور جب وہ عملاً خدا تعالیٰ کی رضا کی جستجو کرے گا تو لازماً اس کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔"

(الفضل 23 نومبر 1956ء صفحہ 3-5)

تمام قوموں کو جس ذات سے ملی برکت
یہی ہے اہلِ نظر ہاں یہی وہ فضلِ عمر
اسیر نفس ہوئے جس کے فیض سے آزاد
یہی وہ نور ہے جس کی خدا نے دی تھی خبر

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿42﴾ ﴿مشاہدات۔227﴾

نور آتا ہے نور

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ (النور:36)

اللہ نور ہے آسمانوں کا بھی اور زمین کا بھی۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الْاَعَادِی

سامعینِ کرام! مجھے اِس وقت آپ کے سامنے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے وہ ہے ”نور آتا ہے نور“ یہ الٰہی الفاظ اُس عظیم پیشگوئی کے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ الزماں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر اپنے موعود بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بارے میں نازل فرمائی۔ اِس پیشگوئی میں حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق درج باون علامات میں سے ایک علامت ”نور آتا ہے نور“ بھی ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ النور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٌ کے خطاب سے نوازا ہے اور سورۂ مائدہ آیت 16 میں فرمایا: قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ کہ تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آچکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

زِ ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبان محمدؐ

جب دنیا اِس نورِ محمدؐ سے منہ موڑنے لگی اور ظلمات جگہ لینے لگی تو اِن ظلمات اور اندھیروں کو از سرِ نو روشنیوں میں تبدیل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو آسمانی نور دے کر بھیجا اور اپنے الہام میں اُس سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ''تو جہاں کا نور ہے''

آپؑ نے دنیا میں آکر یہ اعلان کیا کہ

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

آپؑ نے یہ بھی کہا:

''اس تاریکی کے زمانے کا نور مَیں ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔''

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 13)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس نور کو مزید پھیلانے اور اِسے چار چاند لگانے کے لئے خدائے عزو جل سے اپنے کام میں مدد و نصرت چاہتے ہوئے رحمت کا ایک نشان مانگا۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی اشاعتِ انوارِ الٰہی کی اس شدید خواہش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ آپؑ کی متضرعانہ دعاؤں کو سنا اور اپنے الہام میں آپؑ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی ... دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول

بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔"

(اشتہار 20/ فروری 1886ء)

سامعین! چنانچہ پیشگوئی کے عین مطابق 12/ جنوری 1889ء کو "نور آتا ہے نور" کا مصداق وہ موعود لڑکا پیدا ہوا جسے خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا تھا۔ جو خود بھی نور تھا اور اس زمانہ کے نور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی اور روحانی ہر دو لحاظ سے تعلق ہونے کی وجہ سے نورٌ علی نورٍ کا مصداق تھا۔ جو زندہ رہنے والا، اسلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچانے والا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپؐ کی عظمت کو بلند کرنے والا تھا۔

"نور آتا ہے نور" کے مبارک الہامی الفاظ میں نور کے مسلسل اور بلا انقطاع ظاہر ہوتے چلے جانے کی طرف بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ یعنی اس نور کا ایک دفعہ ہی نہیں بلکہ کئی مرتبہ ظہور ہو گا اور ہوتا چلا جائے گا اور ایک کے بعد دوسرا نورانی وجود ظاہر ہو کر نورِ توحید، نورِ اسلام، نورِ قرآن اور نورِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا بھر میں اشاعت اور غلبہ کا موجب بنے گا۔

چنانچہ 26/ مئی 1908ء کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی اور وہ نور ظاہری طور پر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور جماعت مادی لحاظ سے کچھ عرصہ کے لیے تاریکی میں چلی گئی۔ شدید بے چینی و اضطراب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ اب کیا ہو گا؟ تب سورۃ النور میں مذکور آیت استخلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ اور پیشگوئی مصلح موعود میں دیے گئے وعدۂ رحمت کے عین موافق حضرت مولوی حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ذریعہ نورِ خلافت دنیا میں ظاہر ہوا اور آپؓ کے ذریعہ سے وہ خوف جو عارضی ظلمات کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا جاتا رہا۔

پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے وفات پائی تو جماعت ایک دفعہ پھر مادی طور پر تاریکی میں چلی گئی۔ اُدھر جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے جن کی وجہ سے اس تاریکی میں اور بھی اضافہ ہوا۔ مگر اس موقع پر بھی "نور آتا ہے نور" کا الہام بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ

المسیح الثانیؓ کے نورانی وجود کے نتیجہ میں یہ تاریکیاں بھی چھٹ گئیں۔ پھر آپؓ کی وفات کے بعد حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ذریعہ جماعت مومنین نے انوارِ خلافت سے فیض حاصل کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں مومنین سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ جب بھی ان پر خوف وحزن کی حالت آئے گی وہ ان کے سینوں کو نورِ خلافت سے منور کر کے ہر قسم کی ظلمات سے پاک کر دے گا اور ان کے خوف کے حالات کو امن سے بدل دے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ النور میں فرمایا:

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ ان کے لیے اُسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ (النور:56)

سامعین! پھر ایسا ہی واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات پر ظہور میں آیا اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے ذریعہ خلافت رابعہ کے ظہور سے خوف کے اندھیرے دُور ہوئے اور انوارِ اسلام کی عالمگیر اشاعت کی آسمانی مہم میں غیر معمولی تیزی آئی۔ اور آپؒ کی جب وفات ہوئی تو "نور آتا ہے نور" کے خدائی وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کو خلافت کے منصب جلیلہ پر متمکن فرما کر اپنے نور کی ایک اور تجلّی کو ظاہر فرمایا اور اشاعتِ انوارِ اسلامی اور اشاعتِ انوارِ قرآنی اور اشاعتِ انوارِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر مبارک آسمانی مہم نئی بلندیوں کو چھوتے ہوئے نہایت کامیابی سے آگے بڑھنے لگی اور مسلسل بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2011ء)

ایسا کیوں نہ ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما رکھا تھا کہ لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ کہ اگر نور ایمان دنیا سے اٹھ جائے اور دنیا ظلمات میں گھر جائے تو بھی

ابنائے فارس میں سے کچھ ایسے وجود کھڑے ہوں گے جو الٰہی تائید سے ثریا سے ایمان کو واپس لائیں گے اور اس نور کے ذریعہ سے کفر اور الحاد کی ظلمات کافور ہوں گی۔

سامعینِ کرام! مَیں اب آپ حاضرین کے سامنے حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحب مبلغ سلسلہ کا ایک دلچسپ مضمون اختصار کے رکھتا ہوں جس میں آپؓ موصوف نے مختلف اہلِ مذاہب اور قومیتوں کو نور آتا ہے نور عنوان کے تحت مخاطب ہو کر بتایا ہے کہ آپ کے ہاں جس شخص کا انتظار ہے وہ شخص حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے اور وہ پیشگوئی کی دیگر شرائط کے ساتھ نور کا لبادہ بھی اوڑھے ہوئے ہے۔ سب سے اوّل آپ اہل پیغام سے یوں مخاطب ہیں۔

اہل پیغام سے خطاب

اے اہل پیغام! وہ دن یاد کرو جب تمہارے بزرگ مغربی تعلیم کے حصول میں مصروف تھے اور اپنی زندگی کا ایک مقصد یہ سمجھتے تھے کہ اپنے ہم وطنوں کو بھی مغربی تعلیم و تہذیب کا ہی سبق دیں گے۔ حتیٰ کہ بعض نے اس میں یہاں تک غلو کیا کہ خود دینِ اسلام کے متعلق ہی انہیں شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ وہ کون تھا جس نے اس وقت انہیں ضلالت کے سمندر میں غرق ہونے سے بچا لیا۔ کیوں ان کی زندگی کا رنگ بدل گیا۔ اگر ایک پولوس کی طرح ساری دنیا میں چکر لگاتا رہا تو دوسرا پطرس کہلایا۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں ایک مسیح آیا تھا جس کے دم سے مردے زندہ ہوتے تھے۔ لیکن افسوس تم نے اپنے محسن اور مرشد سے گستاخی کی اور اس کی شان کو نہ سمجھا اور اس کو اس کے مرتبہ سے گرا دینے کا ہی مشورہ کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم نے اس کے لختِ جگر کے بغض کو دین قرار دے لیا۔ **اس کے در و دیوار پہ نور برسا اور خدا نے کہا کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ مگر افسوس! تم نے اس کے کپڑوں کی قدر نہ کی۔ اس کے موعود پسر کو تو بھلا کیا ڈھونڈنا تھا۔ اے نادانو! اگر تم دنیا کی بادشاہت ہی چاہتے تھے تو کم سے کم اپنے مقدس راہنما کے کپڑوں کو ہی تلاش کرتے شاید ان کی برکت سے تمہاری آنکھیں بھی کھل جاتیں اور تم اس نور کر دیکھ لیتے۔**

خدا نے کہا تھا نور آتا ہے نور۔ وہ اپنے گھر آیا مگر افسوس اس کے اپنوں سے اسے قبول نہ کیا۔ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ یَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی

پھونکوں سے اس نور کو بجھا دیں مگر یاد رکھیں کہ اللہ اپنے نور کو کامل کرے گا خواہ کافر کتنا ہی بُرا مناتے رہیں۔

اے قادیان سے نکل جانے والو! تمہارے منہ کی پھونکیں عجیب ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ تم لوگوں کو قادیان بلاتے تھے۔ مگر اب موقعہ بے موقعہ تم دنیا میں یہ اعلان کرتے پھرتے ہو کہ قادیان مت جاؤ۔ کیونکہ اب وہاں کلمہ گو لوگوں کو کافر کہا جاتا ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ خود خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ کہا تھا۔

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔

اے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجدد کہنے والو! مسئلے مسائل اور بحثیں تو ابتدائے آفرینش سے ہوتی ہی رہی ہیں اور تم نے خود اس کا تیس سال تک تجربہ کر لیا ہے۔ کتابیں لکھتے لکھتے تمہاری قلمیں گھس گئیں اور بال سفید ہو گئے۔ مصلح موعود کی مخالفت میں تقریریں کرتے کرتے تمہاری زبانیں خشک ہو گئیں اور تمہارے گلے بیٹھ گئے۔ دعائیں کرتے کرتے تمہارے ناک گھس گئے اور تمہارے ماتھے سیاہ ہو کر گڑھے بن گئے۔ نتیجہ کیا ہوا۔ دیکھ لو! خود تمہارے اپنے گھروں میں تمہارے اپنے بچے پیدا ہوئے اور اس عرصہ میں وہ جوان بھی ہو گئے مگر تم ان پر وہ اسلامی رنگ نہ چڑھا سکے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ ہے اس سے اندازہ لگا لو کہ باہر کی دنیا میں تم اور تمہاری کتابیں بھلا کیا کر سکتی ہیں..... حضور نے اپنے بچوں کے لئے بہت دعائیں کیں اور گریہ وزاری سے کیں ان سب کا جواب جو علاوہ تمہیں معلوم ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تیری ساری مرادیں پوری کر دے گا اور پھر یہ الہام ہوا ”خدا نے تیری ساری باتیں پوری کر دیں“۔ پھر کہا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں اپنے موعود لختِ جگر کے حق میں پوری نہ ہوئی ہوں۔

بیشک تم اسے بچہ کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لو اور بڑھتی ہوئی حسد کی آگ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرو۔ واقعی وہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچہ ہے اور ہو بہو وہی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اسی کے حسن و احسان کا نظیر ہے۔ مسیحؑ ناصری کو بھی اس زمانہ کے اکابر نے یہی کہا تھا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ

صَبِیًّا۔ مگر اے دنیا کے عالمو اور فقیہو! تم نے دیکھا۔ یہ بچہ کس طرح جلد جلد بڑھا اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا۔ اس کی کتابیں دیکھ لو۔ تقریر سن لو۔ کام دیکھ لو۔ بات کر لو۔ دعاؤں کا اثر معلوم کرو۔ اس کے تو تم خود بھی شاہد ہو کہ وہ کس طرح اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوا اور یقیناً اس سے تو ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ جیسا خدا نے فرمایا تھا۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پا چکا ہے۔ اگر ہٹ دھرمی سے انکار ہی کرو تو آؤ! مَیں تمہیں دنیا کے ہر گوشہ کے اخبارات کے کٹنگ دکھادوں جن میں اس کے طفیل اسلام اور احمدیت کا نام پہنچا اور اس نازک وقت میں بھی وہاں بموں کے دھماکوں اور دھوئیں کے بادلوں میں اس نور اللہ کے عَلَم بردار دنیا کے تمام براعظموں میں تاریکی اور ظلمت کو دور کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آؤ! ضد کو چھوڑ دو۔ آکے دیکھو تو سہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لختِ جگر دل کا بہت حلیم ہے۔ آزما تو دیکھو۔ یوسف کے بھائیوں کا حال تمہیں معلوم ہے۔ ان سے بہتر نمونہ دکھاؤ تا تمہارے ساتھ بہتر سلوک ہو تم سمجھتے تھے کہ تمہارے قادیان کو چھوڑ دینے کے ساتھ ہی یہاں کی عمارتیں ٹوٹ پھوٹ جائیں گی اور نعوذ باللہ سلسلہ درہم برہم ہو کر سب کچھ عیسائیوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا اور اس طرح گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یکسر الصلب کی غلط ثابت ہو جائے گی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ یہاں آکے دیکھو تو سہی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکانات کس قدر وسیع ہو چکے ہیں۔ مسجد مبارک ہی کو دیکھ لو کیسی وسیع اور خوبصورت بن گئی ہے۔ یہ وہی مسجد ہے جو ہر قسم کی برکتوں کا مرکز ہے۔ آؤ اور اس میں آکر سجدہ کرو۔ تا خدا تمہارا سینہ کھولے اور دلائل عقلیہ کی خشک منطق کے علاوہ رؤیا اور کشوف کے ذریعہ بھی تمہیں انشراح صدر عطا ہو۔ رؤیا اور کشوف سے استہزاء نہ کرو اور استخفاف کی نظر سے نہ دیکھو۔ کیونکہ خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا تھا۔ یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ۔ اپنی روح میں سوز و گداز پیدا کرو۔ اگر یہاں نہیں آسکتے تو اپنی اپنی جگہ ہی خدا کے حضور جھک جاؤ اور اس سے ہدایت کے طالب ہو۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں اور سنو! قسم دیتا ہوں کہ ضرور ایسا کرو۔

آریوں اور ہندوؤں سے خطاب

سامعینِ کرام! مکرم مولانا آریوں اور ہندوؤں سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں۔

اے آریو اور ہندوؤ! مصلح موعود کا وجودِ باجود تم پر ایک بھاری حجت ہے۔ یہ وہ رحمت اور قربت کا نشان ہے۔ جو خدا نے دکھایا ہے یہ تمہارے لئے ایک کھلی نشانی ہے۔ تا تم یقین لاؤ کہ خدا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ آپؑ نے دعویٰ کیا کہ اسلام سچا ہے اور یہی ایک زندہ مذہب ہے اور باقی سب باطل ہیں۔ تم نے انکار کیا۔ مخالفت کی اور نشان مانگا جب حضرت مسیح موعود جَرِیُ اللّٰهِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ نے تمہیں مصلح موعود کی بشارت دی تو تم نے ہنسی اڑائی اور ٹھٹھا کیا۔ غالباً اندر من تھا جس نے کہا۔ نو سال کی میعاد اتنی لمبی ہے کہ کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو ہی جائے گا۔ یہ کیا نشان ہے؟ مگر اس نادان نے یہ نہ سوچا کہ جس قسم کے عظیم الشان بیٹے کی بشارت ہے وہ تو نو صدیوں میں بھی مل جائے تو نشان ہے۔ لیکھرام نے گستاخی کی اور کہا کہ اگر اسلام کا خدا کہتا ہے کہ پسرِ موعود سخت ذہین و فہیم ہو گیا تو آریوں کے خدا نے اسے الہام کیا ہے کہ وہ سخت غبی ہو گا۔ پھر اس بے باک دیدہ دہن نے یہاں تک تحدی سے پیشگوئی کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ذریت کو زمین کے کناروں تک تو کیا شہرت ہو گی صرف قادیان میں بھی اکثر لوگ نہیں جائیں گے اور تین سال کے اندر اندر تو قطعی ان سب کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اے قادیان کے آریو اور اے پنجاب اور ہندوستان کے ہندوؤ! اب بتاؤ کیا تمہارے خدا کی کوئی بات بھی سچی ثابت ہوئی۔ کیا لیکھرام نے جو کچھ کہا تھا وہ ایک گندہ جھوٹ نہیں نکلا۔ یقیناً اس نے خدا پر افتراء کیا۔ سو اس نے اس کی سزا پائی۔.... اسلام کا خدا یقیناً سچا ہے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ اسی طرح ہوا۔ پس کیا تمہارے لئے یہ ایک کھلی ہوئی نشانی نہیں۔ کیا مسیح موعود خدا کے سچے اوتار نہیں۔ سُن اور یاد رکھ کہ وہ کرشن ہیں اور آپ کی مہما گیتا میں بھی لکھی گئی ہے۔ آ! اور اس کے فرزند دلبند گرامی ارجمند کے چرنوں میں بیٹھ کہ وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے تجھے تیری صدیوں کی بیماریوں سے صاف کرے۔

اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم مسیح موعودؑ کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل واحسان سے کچھ انکار ہے جو خدا نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔

اگر تم سچے ہو۔ اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔

یہودیوں سے خطاب

اے یہودیو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں غلامی سے چھڑایا تھا اور تمہاری تکالیف اور مصائب کو ختم کر کے تمہیں نئی زندگی عطا فرمائی تھی۔ اب تم دیکھتے ہو کہ اس زمانہ میں تم پر پھر شدید مصائب کا زمانہ آیا ہے جرمنی میں جو سلوک تم سے کیا گیا اور ہو رہا ہے۔ وہ میں سمجھتا ہوں کہ پرانے مصری مظالم سے کسی طرح کم نہیں۔ بلکہ اس سے خبہت بڑھ کر ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ خداوند خدا نے تمہیں یہ فرمایا تھا کہ بادشاہ تیرے مربی ہوں گے اور ان کی بیویاں تیری دایہ ہوں گی۔ وہ تیرے سامنے مونہہ کے بل زمین پر گریں گے اور تیرے پاؤں کی خاک چاٹیں گے۔ مگر آہ! اب وہی یعقوب کا گھرانہ خود مونہہ کے بل گرا پڑا ہے اور ہر کس و ناکس کے پاؤں کی خاک چاٹتا پھرتا ہے۔ لیکن اے بنی اسرائیل! تیرا حال حوال کچھ بھی ہو۔ تو آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ جو ابوالانبیاء ہے اور بنی نوع انسان کے سب سے بڑے حصہ کے احترام اور اتحاد کا نقطہ مرکزی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موسوی شان اس بات کی مقتضی ہے کہ تجھ کو بھی آپ کے وافر روحانی فیض سے حصہ ملے اگر تو حقیقی نجات چاہتی ہے تو پھر اس خداوند خدا کی طرف توجہ کر جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور موسیٰ علیہم السلام کا خدا ہے۔ اسی خدا نے پھر دنیا کی ہدایت کے لئے ایک ابراہیمؑ، ایک یعقوبؑ اور ایک موسیٰؑ پیدا کیا ہے۔ چاہیے کہ تو اس کی آواز سنے۔

اے اسرائیل! تو سمجھتی ہے کہ خداوند کی بچائی ہوئی قوم ہے۔ سو کون ہے تیری مانند؟ لیکن یہ بھی یاد رکھ کہ محض اپنے مونہہ کی باتوں سے کوئی قوم خدا کی چنندہ قوم نہیں بن سکتی۔ مصر کے فراعنہ خدا بنتے تھے۔ مگر تو نے دیکھا کہ وہ نہ بن سکے۔ آج جرمن قوم تیرے سامنے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ خدا کی چنندہ قوم ہے اور خود تجھ پر اس نے وہی مظالم کا سلسلہ توڑ رکھا ہے جن کا تو مصر میں شکار تھی۔ آ! تو اس سے پہلے خدا کی گود میں بیٹھ جا۔ کہ تیرا جرمنوں سے زیادہ حق ہے۔ دیکھ کہ ابراہیمؑ کا بیٹا آج پھر دنیا میں موجود ہے۔

ہاں پھر وہی فرقان موجود ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کو دیا گیا تھا۔ اس فرقان کا اسرائیل کے سب سے زیادہ مقدس دن سبت کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ تو کہتی ہے کہ خدا نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔ پس سبت کے معاملہ میں تو سرکشی نہ کیجیو۔ **حضرت مصلح موعود کی پیدائش کو خوشخبری خدا نے ہفتہ کے دن دی۔ 20 فروری 1886ء کو ہفتہ کا دن تھا اور پھر ہفتہ کے دن ہی یعنی 12 جنوری 1889ء کو وہ نور آسمان سے اترا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔**

اے ہمارے نبیوں کے باپ ابراہیمؑ کی اولاد ! اے یعقوبؑ کے گھرانے ! اے موسیٰؑ کی نام لیوا قوم !۔ آ! قادیان آجا اور اس آسمانی شہادت سے فائدہ اٹھا۔ جو اس وقت زندہ موجود ہے۔ آ اور اپنی غلامی کی زنجیروں کو توڑ دے کہ وہ تم سے اسیروں کی رستگاری کا موجب ہے۔ آ۔ آ۔ اور اس کے قدموں کو چوم کہ دوسری قومیں جلد سے جلد اس سے برکت پا رہی ہیں۔

عیسائیوں سے خطاب

اے مسیح ناصری کی قوم !تُو بھی سن کہ حضرت مسیحؑ نے تجھے یہ کہا تھا کہ اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے۔ پھر اسے کہا تھا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے۔ لیکن دیکھ کہ آج تو کس طرح دنیا کے مال اور دولت اور حکومت کی خاطر آپس میں لڑ رہی ہے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہی ہے۔ سوچ اور سمجھ کہ تو کیا کر رہی ہے۔ آ کہ میں تجھے پھر وہی نظارہ دکھاؤں جو دو ہزار سال پہلے مسیح اور اس کے شاگردوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ دیکھ کہ مصلح موعود کے گرد کس طرح سچائی کے پروانے گرتے ہیں اور گرتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا۔ "نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے۔ راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کرتے۔ نہ جوتیاں نہ لاٹھی۔ کیونکہ مزدور اپنی خوراک کا حقدار ہے" مگر چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح مگر مسیح کے شاگردوں سے بہت زیادہ تعداد میں مصلح موعود کی آواز پر لوگ لبیک کہہ کر اپنی زندگیوں کو اور مال کو وقف کر رہے ہیں۔ تا خدا کی آواز کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنے گھروں اور رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدا ہو جائیں اور وہ مسیح کی طرح ان سے کہہ رہا ہے۔ جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ

میرے لائق نہیں اور جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ اے مریم کے بیٹے کو پوجنے والو! اپنے گریبان میں مونہہ ڈال کر دیکھ۔ کہ کیا بُرا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے نہیں ہر گز نہیں۔ اچھا درخت ہی اچھا پھل لاتا ہے۔ لیکن جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا۔ وہ کاٹا اور آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اے عیسائیو! تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہو گا۔ کہ تمارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گے اور تمہارے جوان رویا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے مگر بات کیا ہے کہ آخری دن تو آگئے۔ مگر تم میں ایسی نبوت کرنے والے کوئی موجود نہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آسمانی انوار بارش کی طرح برسنے لگے اور لوگوں کو رؤیا اور کشوف اس قدر ہوئے کہ جن کا کوئی عدد شمار نہیں اور دیکھ لو کہ مصلح موعود کے انکشاف کے ساتھ ہی نوجوانوں نے کثرت سے رویا دیکھے اور بڈھوں نے خواب پر خواب۔ حتیٰ کہ دنیا کے حرامکار اور روحانی اندھے یہ کہنے لگ گئے کہ رؤیا اور خواب کوئی چیز ہی نہیں۔ حالانکہ اوپر آسمان پر عجیب کام اور نیچے زمین پر نشانیوں پر نشانیاں دکھائی جارہی ہیں۔ یہاں تک کہ جس طرح تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ خدا مسیح کی آمد ثانی کے وقت خون اور آگ اور دھوئیں کا بادل دکھائے گا اور سورج تاریک اور چاند خون ہو جائے گا۔ آج ہماری آنکھوں کے سامنے موجودہ جنگ نے ان الفاظ کو حرف بحرف پورا کر دیا ہے اور کسی کو شک کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سینکڑوں ہزاروں سال پہلے کے لکھے ہوئے نوشتے تو پورے ہو جائیں۔ مگر مسیح موعود کا دنیا میں ظہور نہ ہوا ہو۔ یہ زمانہ یقیناً مسیح کا زمانہ ہے۔ آؤ عیسائیو ادھر آؤ! نور حق دیکھو! راہ حق پاؤ۔ مثیل مسیحؑ اور اس کے حسن واحسان کا نظیر اور اس کا لخت جگر ہم میں زندہ موجود ہے۔ **وہ نور ہے۔ خدا نے اس کے متعلق فرمایا۔ نور آتا ہے نور وہ اپنے گھر آیا مگر افسوس اس کے اپنوں نے اسے قبول نہ کیا۔ اے عیسی مسیح کے ماننے والو! تم نور کے فرزند بنو اور تاریکی سے باہر نکل آؤ۔**

محمود اس وقت دنیا کا نور ہے جو اس کی پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ رہے گا۔ کیونکہ مقدس باپ نے اپنے بیٹے کے لئے یہ دعا مانگی تھی۔

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا

دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک فَسُبحَانَ مَنْ یَّرَانِی

یورپ کو پیغام

اے ساکنان یورپ! آج سورج تم پر تاریک ہے اور چاند خون ہے اور تم خون آگ اور دھوئیں کے بادلوں میں گھرے ہوئے ہو۔ آؤ! اب بھی وقت ہے اپنے دل کی کھڑکیوں کو کھول دو۔ کسی انسان کو خدا نہ بناؤ اور دولت کی پوجا نہ کرو کہ خدا کے سورج کی روشنی اور اس کے اپنے چاند کا نور مشرق میں جلوہ گر ہے۔ **آنکھیں کھولو اور اس نور کو پہچان کر اپنی حقیقی روح کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔** اے عیسیٰ بن مریم کی قوم! تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ آنے والے کے نام سے غیر قومیں امید رکھیں گی۔ کیا یہ بات عیسیٰ علیہ السلام میں پائی جاتی ہے؟۔ کیا اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے واسطے بھیجا گیا ہے؟ کیا اس نے اپنے شاگردوں کو ہدایت نہ کی تھی کہ تم ان گمشدہ بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہ جانا؟۔ پھر وہ کس طرح ان الفاظ کا مصداق ہو سکتا ہے۔ لیکن مصلح موعود کے متعلق خدا نے فرمایا تھا کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ پس دیکھو کہ وہ کس طرح غیر قوموں کو امید کا پیغام دے رہا ہے۔ پھر یہ بھی تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ سب قومیں اس کے سامنے جمع ہوں گی۔ کیا مسیح کے زمانہ میں کبھی ایسا ہوا۔ یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ آج کل کا زمانہ ہے۔ جب کہ ساری دنیا ایک شہر کی صورت اختیار کر گئی ہے اور ہوائی جہازوں اور ٹیلیفونوں اور ٹیلی ویژن کے ساتھ تمام روکیں اور فاصلے مٹا دیئے گئے ہیں اور دنیا کی تمام قومیں جمع ہو گئی ہیں اور ریڈیو کے ذریعہ سب کو اسی طرح آواز سنائی جا سکتی ہے۔ جیسے کہ تمام قوموں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ مصلح موعود کا کام یہ رکھا گیا تھا کہ وہ خدا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ پس قادیان دنیا کا مرکز ہے اور جو آواز یہاں سے اٹھائی جائے گی وہ چاروں طرف گونجے گی اور منارہ کی طرح اونچی ہوتی جائے گی۔ حتیٰ کہ سب سے بلند ہو کر دنیا پر غالب آجائے

گی۔ کیونکہ خداوند نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ پس اے دنیا کے فرزندوں اور مادہ پرست قومو! اس آواز کو سنو جو پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح

نیز بشنو از زمین آمد امام کامگار

آؤ اور اس آسمانی مائدہ سے فائدہ اٹھاؤ کہ یہ صرف آج کی روٹی ہی نہیں جسے تم مانگا کرتے ہو۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش کا عظیم الشان مائدہ ہے اور یاد رکھو کہ انسان صرف روٹی سے ہی نہیں جی سکتا۔

اے عہد نامہ جدید کے فلسفیو! تم یہ مانتے ہو۔ کہ کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر تمہارے درمیان رہا اور تمہیں یہ بھی یاد ہے کہ خداوند خدا تمہارے خدا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے اور یہ کہ تم اُن کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں میں خداوند سب کا خالق ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ پس مسیح ہو یا اس کی ماں کوئی انسان خدا نہیں بن سکتا۔ ہاں جس طرح مسیح خدا کا کلام تھا اسی طرح مصلح موعود کلمۃ اللہ ہے اور خدا نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے اور اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے۔ وہ مجسم ہے اور خدا نے اس کا نام فضل رکھا ہے اور بے شک وہ سچائی سے معمور ہے اور وہ ہمارے درمیان اس وقت زندہ موجود ہے۔ آؤ اور اس سے آسمان کا فلسفہ پڑھو اور زندہ خدا کے کلام کی حکمتیں سیکھو۔ آؤ کہ پھر یہ دن نہ رہیں گے۔ وہ روحانی خزانے مفت لٹا رہا ہے۔ آؤ اور اپنی جھولی کو بھر لو۔

اے دنیا کے حکمرانو! اس میں شک نہیں کہ دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں تمہیں حاصل ہیں۔ زمین کے گوشے گوشتے میں تمہاری رسائی ہے۔ پہاڑوں اور جنگلوں کو تم نے روند ڈالا ہے۔ سمندر کی تہہ کے موتی تمہارے ہیں اور اوپر ہوا میں پرواز کرنا بھی تمہیں خوب آتا ہے۔ غرض دنیا کی سب کلوں اور حکمتوں سے تم واقف ہو اور ہم قادیان میں رہنے والے تمہاری نظر میں حقیر اور بیوقوف ہیں۔ مگر کیا خدا نے دنیا کی حکمت کو بیوقوفی نہیں ٹھہرایا۔ آؤ! قادیان آؤ کہ یہ مقدس ہستی خدا کے رسول کی تخت گاہ ہے اور آج یہاں مصلح

موعود کے طفیل آسمانی بادشاہت کے دروازے کھلے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ خدا نے دنیا کے بیوقوفوں کو چن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے اور خدا نے ہم جیسے دنیا کے کمزوروں کو چن لیا ہے کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے۔ وہ قادر ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان۔ مورخہ 20 فروری 1945ء صفحہ 2-4)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"پیشگوئی میں پسرِ موعود کی جو بنیادی صفت اور خاصیت بتائی گئی ہے وہ یہ ہے۔ "نور آتا ہے نور" باقی تمام خواص اس مرکزی نقطہ کے گرد گھومتے ہیں۔ گزشتہ باون برس تک ہم نے انوارالٰہیہ کو اس پاک نفس پر بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھا اور خود ہم نے مشاہدہ کیا کہ وہ انوار کبھی اخبارِ غیبیہ کے رنگ میں، کبھی علوم و معارف کی صورت میں اور کبھی اخلاقِ فاضلہ کے پیرایہ میں اس پر اپنا پرتَو ڈالتے رہے تھے۔ وہ نظرِ احدیت کا منظور تھا۔ جس پر فضلِ ربانی کا عظیم الشان سایہ تھا اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا تھا کہ قادرِ مطلق کا نور اس کی صحبت میں، اس کی توجہ میں، اس کی ہمت میں، اس کی دعامیں، اس کی نظر میں، اس کے اخلاق میں، اس کی خوشنودی میں، اس کے غضب میں، اس کی رغبت میں، اس کی نفرت میں، اس کی حرکت میں، اس کے سکون میں، اس کے نُطق میں، اس کی خاموشی میں، اس کے ظاہر میں اور اس کے باطن میں ایسے بھرا ہوا تھا۔ جیسے ایک مصفّٰی شیشہ ایک نہایت عمدہ اور اعلیٰ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ہم میں سے بہتوں نے اس کے فیضِ صحبت سے اور اس سے دلی تعلق پیدا کر کے وہ نورانی برکات حاصل کیں۔ جو مجاہدات شاقہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتیں اور اس سے ارادت اور عقیدت کا تعلق پیدا کرنے سے ہم میں سے بہتوں کی ایمانی حالت نے ایک دوسرا ہی رنگ پکڑا جس سے ان میں نیک اخلاق ظاہر کرنے کی طاقت پیدا ہو گئی اور نفس امّارہ پر زوال آ گیا اور جن خوش بختوں کو اس کی طویل صحبت میسر آئی وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا پاک وجود اپنی ایمانی قوتوں میں اخلاقی حالتوں میں، انقطاع عن الدنیا اور توجہ الی اللہ میں، محبت الٰہی میں، شفقت علی العباد میں، وفا، رضا اور استقامت میں اس عالی مرتبہ

پر تھا جس کی نظیر آج کی دنیا میں ملنی ممکن نہیں۔ غرضیکہ اس کی نورانیت اس سے تعلق رکھنے والوں کے دلوں کو ہر وقت اور ہر آن منور کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔"نور آتا ہے نور" اور خدا شاہد ہے کہ پسرِ موعود کے شامل حال ایک عظیم الشان نور تھا۔"

(خطاب جلسہ سالانہ 1965ء)

سامعین! بس ہم سب کو اِس نور کے تکمیل کے لئے ہمیں ہر وقت یہ دعا کرتے رہنا چاہئیں۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اے ہمارے رب! ہمارے نور کو کمال تک پہنچا اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی جو کبھی خدا کے منکر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے اب دن میں سینکڑوں مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ان کی زبانیں ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی ہیں۔ لیکن جہاں یہ نور دنیا میں ظاہر ہوا وہاں بہت سے لوگوں نے اس نورِ خدا کو بجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے منصوبوں میں ناکام رہے۔ کیونکہ اس نے فرمایا تھا:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (التوبہ:32)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے کے سوا دوسری ہر بات سے انکار کرتا ہے خواہ کفار کو کتنا ہی برا لگے۔

خود حضورؓ نے جب اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تو آپؓ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ

"دنیا اپنا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں... اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں۔ پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اَتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک

اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 614)

اور وَاشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا کا نظارہ ہم جب تک دنیا ہے بڑی شان سے دیکھتے رہیں گے۔ اِن شاء اللہ

مبارک کہ وہ نُور آتا ہے نُور
ہو جس سے جلالِ خدا کا ظہور



﴿43﴾ ﴿مشاہدات۔239﴾

خدا اُس میں اپنی روح ڈالے گا

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

عرش پر نور سے لکھا گیا نامِ محمود
میرے محمود نے پایا ہے مقامِ محمود

سامعینِ کرام! آج مجھے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت **"خدا اُس میں اپنی روح ڈالے گا"** پر کچھ کہنا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "الموعود" میں اِس علامت کو، پیشگوئی کی باون علامات میں سے 31ویں نمبر پر رکھا ہے۔ روح ڈالنے سے مراد خدا الہامات و کشف اِس شخص پر نازل کرے گا اور یوں یہ شخص یعنی حضرت مصلح موعودؓ اپنے اللہ سے آئندہ زمانہ میں رونما ہونے والی خبروں کی اطلاع پا کر بیان کرے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ آخری زمانے میں علومِ غیبیہ کے دروازے کھلنے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے اور اسی کامل انسان پر علومِ غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے، ان کے خدا مُردے

اور خود وہ تمام پیرو مردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہر گز ممکن نہیں ہر گز ممکن نہیں ہے۔

نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے اور مردار کھانے میں کیا لذت! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کِس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے، اسلام اس وقت موسیٰؑ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ ہمیشہ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے"

(ضمیمہ انجام آتھم)

مسیح محمدیؑ کے مبارک زمانہ میں کلام الٰہی کے کثرت سے نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے اِس میں سے آپؑ کے موعود بیٹے نے بھی وافر حصہ پایا اور یہ بشارت سنائی کہ "ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے"۔ نیز فرمایا:

"میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا"

(الوصیت)

چنانچہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پوری شان سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی ذات مقدس میں پورا ہوا اور حضور کو عہدِ طفولیت سے لے کر زمانہٗ وفات تک اس رنگ میں الہام و کلام سے نوازا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدا نما زمانہ گویا پلٹ آیا اور زندہ خدا پر پھر سے زندہ ایمان اور زندہ عرفان پیدا ہو گیا اور "تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ" کا وعدہ حقیقت بن کر سامنے آیا۔

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح اس اعلان کے لئے وقف تھی کہ اسلام زندہ مذہب ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلال و تمکنت کے تخت پر ابدی زندگی پانے والے زندہ رسول ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضور کی غلامی میں خدا کا الہام و کلام آج

بھی جاری و ساری ہے۔ چنانچہ حضور نے 1924ء میں انگلستان کی مذاہب عالم کانفرنس (ویمبلے کانفرنس) میں اپنے ذاتی مشاہدات و تجربات کی بناء پر یہ منادی فرمائی:

”اے بھائیو اور بہنو! اسلام کہتا ہے کہ یہ خیال ہے کہ خدا کے کلام کا سلسلہ بند ہو گیا ہے درست نہیں وہ اب بھی اسی طرح بولتا ہے جس طرح پہلے بولتا تھا۔ وہ اب بھی اسی طرح اپنے بندوں کو یاد کرتا ہے جس طرح پہلے یاد کرتا تھا بلکہ اس نے اپنی طرف ہدایت دینے کے لئے کلام کا سلسلہ بھی دعا کے سلسلہ کی طرح وسیع کیا ہوا ہے۔.... خدا کے کلام سے مراد وہ تشریح نہیں ہے جو آج کل لوگ سمجھتے ہیں۔ یعنی کوئی خیال نیک ان کے دل میں زور سے پڑ جائے تو وہ اُسے الہام الٰہی قرار دے لیتے ہیں بلکہ بعض لوگ ناواقفیت کی وجہ سے اس قدر ترقی کر گئے ہیں کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ کبھی خدا تعالیٰ کا کلام الفاظ میں نازل نہیں ہوا بلکہ نبیوں کے دلی خیالات کا نام ہی کلام الٰہی رکھ لیا گیا ہے۔ اسلام اس امر کا ہرگز قائل نہیں بلکہ اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ الہام الٰہی الفاظ میں نازل ہوتا ہے اور اُسی طرح بندے سے ہمکلام ہوتا ہے جس طرح کہ ایک انسان دوسرے انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ ایسی ہی آواز پیدا ہوتی ہے جس طرح کہ انسانوں کے کلام میں پیدا ہوا کرتی ہے اور اسی طرح انسان آواز کو سنتا ہے جس طرح کہ وہ روزمرہ کلام سنتا ہے صرف فرق یہ ہے الہامی آواز نہایت شاندار ہوتی ہے اور اس کے اندر رعب ہوتا ہے اور باوجود رعب کے اس کے اندر ایسی لذت اور راحت ہوتی ہے کہ انسان پر ایک ربودگی کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ وہ گویا اوپر کی طرف کھینچا گیا ہے اور کوئی بڑی طاقت اس پر مستولی ہو گئی ہے تب کوئی لطیف کلام اس کے کانوں پر ڈالا جاتا ہے جسے وہ سنتا ہے یا اس کی زبان پر نازل کیا جاتا ہے جسے وہ پڑھتا ہے یا لکھا ہوا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے وہ یاد کر لیتا ہے مگر اس تمام عرصہ میں اس پر ایک حالت ربودگی طاری رہتی ہے تاکہ اس امر کا ثبوت رہے کہ یہ سب اس کا وہم اور خیال نہیں ہے بلکہ ایک بالائی طاقت کی طرف سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے.... اللہ تعالیٰ پُر ہیبت اور ساتھ ہی دل کش آواز میں لفظوں میں کلام نازل کرتا ہے جسے اس کے بندے اسی طرح سنتے ہیں جس طرح دوسرے کلاموں کو اور اس میں کسی وہم یا خیال کا گمان نہیں

ہو سکتا خدا تعالیٰ کے فضل سے راقم مضمون (یعنی حضرت مصلح موعودؓ) بھی اس کا تجربہ کار ہے اور اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہے کہ خدا کا کلام الفاظ میں نازل ہوتا ہے محض خیال کے طور پر نہیں"

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ 75-77)

سامعین! اس بطلِ جلیل کا عظیم الشان دعویٰ اپنے ساتھ حقائق و شواہد کا ایک زبردست سلسلہ رکھتا ہے جو نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے چنانچہ مَیں اِس وقت آپ حاضرین کے سامنے حضور رضی اللہ عنہ کے ایمان افروز اور حقائق و معارف سے لبریز الہامات پیش کرنے جارہا ہوں جو عربی، اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں میں وقتاً فوقتاً آپؓ پر نازل ہوئے۔ ان الہامات کا ایک حصہ بے شمار غیبی خبروں پر مشتمل ہے جن میں سے بعض رونما ہو کر حقیقت کا روپ ڈال چکے ہیں اور کچھ آئندہ جب ہمارا خدا چاہے گا رونما ہوں گے اور اسلام کی صداقت، کلام اللہ کے مرتبہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وصداقت کا چمکتا ہوا نشان ثابت ہوں گے۔ ان شاء اللہ

سامعین! حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ الفضل ربوہ سالانہ نمبر دسمبر 1965ء میں اوپر بیان شدہ چار زبانوں میں حضرت مصلح موعودؓ کے 83 الہامات اور غیبی خبریں تحریر کی ہیں۔ اُن میں وقت کی رعایت سے چند ایک مَیں آپ حاضرین کے سامنے رکھنے جارہا ہوں۔ جس سے ثابت ہو گا کہ کس شان سے "ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے" آپؓ کی ذاتِ بابرکات میں پوری ہوئی۔ پہلے عربی الہامات پیش ہیں۔

عربی الہامات

(1) اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (الفضل 8 مارچ 1944ء)

یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھے گا۔ یہ پندرہ سولہ سال کی عمر اور قریباً 1904ء-1905ء کا الہام ہے۔ جسے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے الہامات کی کاپی میں بھی رقم فرمالیا تھا۔ اس الہام میں حضور کے منصب خلافت اور مقام مصلح موعود کی طرف لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اور اسی کی بناء پر آپؓ نے غیر مبائعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

مانںنے والے مرے بڑھ کے رہیں گے تم سے
یہ قضا وہ ہے جو بدلے گی نہ تدبیروں سے

(2) لِیُمَزِّقَنَّھُمْ (ضمیمہ الفضل 28 مارچ 1914ء صفحہ 12)

اشتہار "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" یعنی ہم ان کو پارہ پارہ کر دیں گے۔ یہ الہام منکرین خلافت سے متعلق ہے جو خدا کے فضل سے نصف صدی سے پورا ہو رہا ہے۔

(3) اَللّٰھُمَّ اِھْتَدَیْتُ بِھَدْیِكَ وَآمَنْتُ بِمَسِیْحِكَ (الفضل 13 دسمبر 1914ء صفحہ 7)

یعنی اے اللہ! میں نے تیری رہنمائی سے سیدھا راستہ پایا ہے اور میں تیرے مسیح پر ایمان لایا ہوں۔

(4) یَانَارُکُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا (الفضل۔ جنوری 1917ء صفحہ 8 کالم 2)

عہد خلافت ثانیہ میں مخالفتوں کے لاکھوں طوفان اٹھائے گئے مگر اس الہام کے مطابق احمدیت کے مقدس کپتان نے اس آسمانی قافلہ کو صحیح سلامت ساحل مراد تک پہنچا دیا۔

(5) اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ عَلٰی نَھْجِ الصَّلَاحِ وَالْعِفَّةِ (الفضل 6 جنوری 1921ء)

یعنی اے رب! وہ زیادہ سے زیادہ آئیں صلاح وعفت کے رستوں پر۔ سالانہ جلسوں پر شامل ہونے والوں کی نسبت یہ الہام ہے سو شمع احمدیت کے پروانے ہر سال مرکز احمدیت میں پہلے سے زیادہ ذوق وشوق سے جمع ہوتے اور اس الہامی دعا کے مورد بنتے ہیں۔

(6) قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (الفضل دسمبر 1925ء)

یعنی کہہ دے میری نمازیں، قربانیاں، زندگی اور عزت سب رب العالمین خدا کے لئے ہے۔ حضورؓ جولائی 1924 میں سفر یورپ کی تیاری کے لئے استخارہ کر رہے تھے اس دوران میں ان کلمات مقدسہ کا نزول ہوا۔ چنانچہ یہ سفر خالصۃً لوجہ اللہ کیا گیا تھا غیر معمولی فتوحات وترقیات کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور انگلستان اور دوسرے بلاد مغربیہ میں دھوم مچ گئی۔

(7) اُکُلُھَا دَائِمٌ وَظِلُّھَا (الفضل 5 جون 1942ء صفحہ 4)

یعنی اس کا پھل اور سایہ دائمی ہے۔ اس الہام میں اسلام کے دائمی اثمار اور جنت دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

(8) مَوتُ حَسَنٍ مَوۡتٌ حَسَنٌ فِی وَقۡتٍ حَسَنٍ (الفضل 18 نومبر 1942ء۔ صفحہ 5)

یعنی حسن کی موت بہترین موت ہو گی اور ایسے وقت میں ہو گی جو بہتر ہو گا۔ حضرت سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تشریح میں فرمایا:

"اس الہام میں مجھے حسن رضی اللہ کا بروز کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کے ساتھ تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کو پورا کرے گا اور میرا انجام بہترین انجام ہو گا اور جماعت میں کسی قسم کی خرابی نہ ہو گی۔" (تفسیر کبیر سورۂ فلق)

(9) اَنَا المَسِیۡحُ المُوۡعُوۡدُ مَثِیۡلُہٗ وَخَلِیۡفَتُہٗ (الفضل یکم فروری 1944ء)

یعنی میں مسیح موعود ہوں اس کا مثیل و خلیفہ۔ پیشگوئی مصلح موعود سے متعلق آسمانی انکشاف کے دوران بذریعہ خواب یہ الفاظ حضورؓ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے۔

(10) اِعۡمَلُوۡا آلَ دَاوٗدَ شکراً (الفضل 7 مارچ 1944ء صفحہ 3)

یعنی اے آلِ داؤد! تم اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ اس کے احکام پر عمل کرو۔

(11) یَدُاللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ (الفضل 21 اپریل 1944ء صفحہ 1 کالم 2)

خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یہ خوشخبری 1944ء کے جلسہ مصلح موعود (بمقام دہلی) میں پوری ہوئی۔

(12) وَاجۡعَلۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطَانًا نَصِیۡرًا (الفضل 29 اپریل 1944ء صفحہ 1)

اور اپنی جناب سے مجھے زبردست غلبہ بخش۔

(13) اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاعَہٗ وَاَطۡلَعَ شُمُوۡسَ طَالِعِہٖ (الفضل 3 اگست 1944ء)

یعنی اللہ تعالیٰ اس کی بقاء کے دن لمبے کرے اور اس کی قسمت کے سورجوں کو چڑھائے۔ یہ دعائیہ الفاظ اپنے اندر دو پیشگوئیاں رکھتے ہیں۔ (1) دعویٰ مصلح موعود کے بعد حضور کو برکتوں اور سعادتوں سے معمور ایک لمبی زندگی عطا ہو گی۔ (2) آپ کا نام اور آپ کے برکات رہتی دنیا تک قائم رکھے جائیں گے۔ چنانچہ اس الہام کے بعد بڑے ہلاکت آفریں فتنے پیدا ہوئے۔ قادیان سے ہجرت کرنا پڑی اور آپ کو قاتلانہ

حملوں سے شہید کر دینے کی سازشیں ہوئیں مگر مخالفینِ حق کی ساری کوششیں اکارت گئیں اور آپ اس الہام کے مطابق 21 برس تک زندہ رہے۔ بحالیکہ آپ کے بردار اصغر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ اور قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ آپ کی زندگی میں ہی انتقال فرما گئے۔ جہاں تک پیشگوئی کے دوسرے پہلو کا تعلق ہے ہر آنے والا دن اس کی سچائی پر گواہی دے رہا ہے اور دیتا رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

(14) اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ (الفضل 5 نومبر 1944ء صفحہ 3)

یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ خدا کی معیت کے روح پرور نظاروں کا خلافت ثانیہ میں خصوصاً اور اس کے بعد عموماً کوئی شمار نہیں۔

(15) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ (الفضل 6 جنوری 1945ء۔ صفحہ 1 کالم 4)

حضور کو آخر 1914ء میں حج کے دوران بذریعہ رؤیا دکھایا گیا کہ "آسمان پر ایک روشنی پیدا ہوئی اور نہایت موٹے اور نورانی الفاظ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ لکھا گیا ہے۔"

(الحکم 14/7 جنوری 1913ء)

(16) فَاِنۡ کَانَ فِی الۡاِسۡلَامِ حَقٌّ فَاظۡھِرۡ (الفضل 10 جون 1947ء صفحہ 3)

اگر اسلام میں حق ہے تو اسے ظاہر فرما دے حضور نے اس کی توجیہہ یہ بیان فرمائی کہ موجودہ سیاسی کشمکش میں مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہو گی چنانچہ 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

(17) اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا (الفضل 18 اگست 1947ء، صفحہ 1)

یعنی تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو پھر واپس لے آئے گا۔ (قادیان سے ہجرت اور واپسی کی پیشگوئی)

(18) اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ (الفضل 26 نومبر 1947ء)

یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھا راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔

(19) فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡھِمۡ (الفضل 9 جولائی 1952ء صفحہ 5)

جب آپ نے مجھے وفات دے دی تو آپ ہی اُن پر نگران تھے۔ اس الہام میں واضح لفظوں میں خبر دی گئی تھی کہ حضورؓ کا وصال طبعی موت سے ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(20) تاجُ الْمَدِیْنَۃِ نُزِلَ عَلیٰ رَأْسِی (الفضل 20 اکتوبر 1954ء)

مدینہ کا تاج میرے سر پر اترا (یعنی خلافت اور منصب مصلح موعود کا آسمانی تاج)

اردو الہامات

(1) "راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو" (تقدیر الٰہی صفحہ 16)

یہ الہام سیدنا مصلح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے پہلے نازل ہوا اور اس کے چند گھنٹے کے بعد حضورؓ دنیا سے رحلت فرما گئے۔

(2) شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل (الفضل 21 مارچ 1914ء صفحہ 7 کالم 3)

قیام خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

(3) مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت تم پر خلافت کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

(منصب خلافت صفحہ 33)

الہام میں گو خطاب قادیان کی غریب جماعت کی طرف ہے مگر ان برکات کا دائرہ پوری جماعت پر وسیع ہے چنانچہ اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آج دنیا کے مسلمانوں میں خلافت کا نظام صرف اسی جماعت میں قائم ہے۔ فالحمد للہ علی احسانہٖ

(4)

چل رہی ہے نسیم
جو دعا کیجئے قبول ہے آج

(الفضل 18 ستمبر 1917، صفحہ 1)

(5) خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ مجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہو گا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہو گا۔ (الفضل 8 اپریل 1915ء صفحہ 5 کالم 2)

(6)

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

(الفضل 24 اپریل 1935ء صفحہ 7)

(7) فرمایا "ہمیں الہام ہوتے ہیں کہ اسلامی حکومتیں دنیا میں قائم کی جائیں گی۔"

(الفضل 4 اپریل 1936ء صفحہ 4)

اس خبر کے بعد سراسر ناموافق اور نامساعد حالات و ماحول کے باوجود پاکستان، انڈونیشیا، الجزائر، سوڈان، تیونس وغیرہ مسلمان حکومتیں معرض وجود میں آئیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔

(8) "میں تیری مشکلات کو دور کر دوں گا اور تھوڑے ہی دنوں میں تیرے دشمنوں کو تباہ کر دوں گا۔"

(الفضل 30 جولائی 1937ء)

(9) "سوچو جو شخص آنے کو تھا وہ تو آچکا۔" (الفضل 27 اپریل 1944ء صفحہ 6)

(10) "روز جزا قریب ہے اور راہ بعید ہے۔" (الفضل 27 اپریل 1944ء صفحہ 6)

اس میں بتایا گیا ہے کہ غلبہ اسلام کے دن اگرچہ قریب ہیں مگر جماعت اپنے فرائض کی ادائیگی کے اعلیٰ معیار تک ابھی نہیں پہنچ سکی۔

(11) "اے خدا! میرے دشمن سے انتقام لے۔" (الفضل 29 اپریل 1944ء صفحہ 2)

(12) "اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔"

(الفضل 29 اپریل 1944ء صفحہ 3)

(13) "بہت سی برکتوں کے سامان کروں گا۔" (الفضل 25 جون 1944ء صفحہ 2)

(14) "وہ بدخواہ تھا یا بدکن تھا (یہ لفظ بھول گیا کہ بدخواہ تھا یا بدکن مگر اس کا مفہوم یہی تھا کہ شرارت کا اظہار ہوتا تھا) میرے لئے بھی اور سب کے لئے بھی۔" (الفضل 13 جولائی 1944ء۔ صفحہ 2)

(15) "مظفر بخت" (الفضل 3 اگست 1944ء)

(حضورؓ کا ایک آسمانی خطاب)

(16)

”جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب
پاؤں کے نیچے سے میرے پانی بہادیا“

(الفضل 18 اگست 1949ء صفحہ 5)

ربوہ کی بے آب و گیاہ وادی اس الہام کی صداقت کا زندہ و تابندہ نشان ہے۔

(17) ”سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا۔“

(الفضل 29 مارچ 1951ء صفحہ 3)

1953ء کی تحریک میں خاص طور پر پورا ہو چکا ہے۔

(18)

”میں آپ سے کہتا ہوں کہ اے حضرت لولاک
ہوتے نہ اگر آپ تو بنتے نہ یہ افلاک
جو آپ کی خاطر ہے بنا آپ کی شے ہے
میرا تو نہیں کچھ بھی یہ ہیں آپ کی املاک“

(الفضل 27 جنوری 1952ء۔ صفحہ 4)

(19) ”آؤ ہم مدینہ والا معاہدہ کریں“ (الفضل 4 اگست 1956ء۔ صفحہ 2)

جماعت کو بقائے خلافت کے لئے ہر ممکن قربانی دینے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

(20) ”ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے رہتے ہیں۔“

(الفضل 6 نومبر 1956ء صفحہ 3)

ایک جامع الہامی دعا جو سورہ فاتحہ کا لطیف ترین اور نفیس ترین خلاصہ ہے۔

فارسی الہامات

(1)"وائے برعلمے کہ برباد کند عالم را" (الفضل 21 فروری 1943ء۔ صفحہ 1)

یعنی افسوس اُس علم پر جو علم رکھنے والے کو تباہ کر ڈالے

(مشہور کانگریسی لیڈر مسٹر گاندھی کے خطرناک انجام کی خبر دی گئی ہے جو عدم تشدد (آہنسا) کے پیامبر ہونے کا ادعا رکھنے کے باوجود تشدد کا شکار ہو گئے۔

(2)

"عاقلاں را پیر کامل جاھلاں را راہنما"

(الفضل 26 مارچ 1960ء۔ صفحہ 1)

(ترجمہ) وہ عاقلوں کے لئے پیر کامل اور جاہلوں کے لئے خضرِ راہ ہے۔ اس الہامی مصرعہ میں قرآن مجید کی قوت قدسی اور تاثیراتِ روحانیہ کی طرف اشارہ ہے۔

انگریزی الہامات

(1)

"LOVE CREATES LOVE"

(منہاج الطالبین صفحہ 97)

یعنی محبت محبت کو کھینچتی ہے۔

(2)

"HEARKEN I TELL THEE IN THY EARS THAT THE EARTH WOULD BE SHAKEN FOR THREE TO ONE THEY DO NOT CARE FOR ME FOR A THREAD. THREE TO ONE"

(لیکچر "ذکر الٰہی" فرمودہ 27 دسمبر 1916، طبع اول صفحہ 4-5)

یعنی سنو! میں تمہارے کان میں ایک بات بتاؤں اور وہ یہ کہ زمین میں زلزلہ بپا ہو گا۔ کیونکہ لوگ میرے کلام کو بالکل چھوڑ چکے ہیں اور میں اس بات پر شرط لگانے کے لئے بھی تیار ہوں کہ اگر کوئی میرے مقابلہ میں ایک چیز پیش کرے تو میں اس کے مقابل تین گنا پیش کر دوں گا۔ لوگ میری اتنی بھی پرواہ نہیں کرتے جتنی تاگے کی۔ (1908ء-1909ء کا الہام جو پہلی جنگ عظیم کے سیاسی اور ملکی زلزلے کی صورت میں پورا ہو گیا۔)

(3)

"ABDICATED"

(الفضل 4 جون 1940ء صفحہ 4)

انگریزی زبان میں یہ لفظ ابتداء میں فقط اصولی یا باقاعدہ دستبرداری کے معنوں میں استعمال کیا جاتا تھا لیکن بعد کو اس کا اطلاق فرائضِ منصبی سے عملاً محرومی پر بھی کیا جانے لگا۔ یہ الہام ان ہر دو معنیٰ میں متعدد بار پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ لیوپولڈ (شاہ بیلجیئم) کیر دل (شاہ رومانیہ) بورس (شاہ بلغاریہ) رضا شاہ پہلوی (شاہ ایران) مہاراجہ ہری سنگھ۔ (والئی جموں وکشمیر) اور نظام حیدر آباد دکن جیسے سابق حکمران اس کی عبرت انگیز مثالیں ہیں۔

جس بات کو کہے کہ یہ کروں گا میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

دعا بدرگاہ رب الوریٰ

بالآخر رب الوریٰ کی درگاہ عالی میں عاجزانہ دعا ہے کہ اے ہمارے پیارے محسن آقا اور آسمانی شہنشاہ! جس طرح تو نے اپنے فضل سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہد مبارک، دور "مصلح موعود" کے ذریعہ ممتد فرما دیا اور پھر مصلح موعود کے زمانہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور اب پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں لمبا فرما دیا اسی طرح اپنے زندہ نشانات اور زندہ برکات کا دریائے فیض ہمیشہ جاری رکھ تا کہ تیرے عاجز اور کمزور اور

ناتوان بندے جو ہر لحہ تیری رہنمائی کے محتاج ہیں تیرے الہام وکلام کی دولت ونعمت سے کبھی محروم نہ رہیں جیسا کہ تیرے پاک مسیح موعودؑ نے بھی تیرے حضور التجا کی تھی کہ۔

ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اے میرے مولا اس طرف دریا کی دھار
اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہوگیا ہے بے نشاں
اک نظر کہ اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار

(اس تقریر کی تیاری میں مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم کے ایک مضمون الفضل 19 دسمبر 1965ء سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اللھم اغفرلہ)



﴾44﴿ ﴾مشاہدات۔232﴿

خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف:157)

میری رحمت وہ ہے کہ ہر چیز پر حاوی ہے۔

تم مرے قتل کو نکلے تو ہو پر غور کرو
شیشے کے ٹکڑوں کو نسبت بھلا کیا ہیروں سے
مجھ کو حاصل نہ اگر ہوتی خدا کی امداد
کب کے تم چھید چکے ہوتے مجھے تیروں سے
حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں مَیں یاد رہے
وہ بچائے گا مجھے سارے خطا گیروں سے

سامعینِ کرام! آج میری گزارشات کا عنوان ہے۔ **خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا**

سامعین! یہ مبارک الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُس پیشگوئی کے ہیں جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؑ کو ایک موعود فرزند کی پیدائش کی خبر دی تھی۔ اِس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے اِس موعود فرزند کی باون علامات بیان فرمائیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "الموعود" میں زیرِ عنوان علامت کو 32واں نمبر دیا ہے

(انوارُ العلوم جلد 17 صفحہ 531)

سامعین! اِس علامت کو اگر آسان فہم معنوں میں مثال دے کر سمجھایا جائے تو سب سے بڑھ کر ماں کا اپنے بچے پر سایہ ذہن میں آتا ہے۔ ہم عمومی طور پر بچوں کو دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ "اللہ آپ پر اپنے ماں باپ کا سایہ تادیر سروں پر رکھے۔ یہ سایہ محبت اور عاطفت کا سایہ ہو سکتا ہے اور بُرائیوں، بدیوں سے نجات کے سایہ کے علاوہ مشکلات و مصائب سے محفوظ رہنے کا سایہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ سایہ کے مفہوم

میں ایک اہم بات سایہ کی طرح ساتھ ساتھ چلنا بھی ہے جس کو پرچھائیں بولتے ہیں اور زیر عنوان مضمون میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ خدا کے سایہ کا مفہوم انہی معنوں میں ہے۔ لغات میں سایہ لفظ کے نیچے پناہ، آڑ، بچاؤ اور حمایت بھی لکھا ہے۔ ماں کو رحیمیت کے حوالے سے گو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ کے اوصاف میں ماں سے کہیں بڑھ کر اپنی مخلوق سے رحم، پیار، محبت اور شفقت کا سلوک مضمر ہے۔ جس کے ساتھ خدا کا سایہ رحمت و شفقت ہو اور وہ اللہ کے سایہ تلے پلے اور بڑھے تو اُس سے بڑھ کر خوش قسمت انسان اور ہو نہیں سکتا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی تمام زندگی اپنے خالق، اللہ کے سایہ رحمت، شفقت اور عاطفت تلے بسر کی۔

سامعین! میرے اِس مضمون سے ناانصافی ہو گی اگر میں آپؓ کی زندگی کے ابتدائی حالات آپ حاضرین کے سامنے نہ رکھوں کہ کس طرح آپؓ اللہ کے سایہ عاطفت میں بڑھے۔ خدا کا سایہ انگ انگ آپؓ کے ساتھ رہا اور آپؓ جلد جلد بڑھے اور دنیا کے کونوں تک اپنا نام رقم کروایا۔

آپؓ کو بچپن سے ہی مختلف الانواع بیماریوں نے آگھیر رکھا تھا۔ صحت دن بدن گر رہی تھی۔ آنکھیں سخت خراب رہتی تھیں۔ لیکن پھر بھی آپؓ بظاہر ان مایوس کن حالات سے بچ کر ترقی کی راہوں پر گامزن رہے اس لئے کہ خدا کا سایہ آپ کے سر پر تھا۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے پڑھائی ناقص تھی، آنکھوں کی خرابی کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن خدا کا سایہ آپ کے سر پر تھا۔ خدا نے خود آپ کو پڑھایا اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا۔ آپ اپنی عمر میں ترقی کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ چوبیسویں سال میں جب آپ پہنچے اور 14 مارچ 1914ء کو جب کہ ہر چہار طرف سے تاریک و تار بادل مہیب صورت میں اُمڈ آئے تھے۔ پیغامی اکابر کی ریشہ دوانیاں زوروں پر تھیں۔ جماعت کا اتحاد ختم ہونے کو تھا۔ مخلصینِ جماعت پریشان تھے اور دعاؤں میں مصروف تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی بے تاب التجاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے مخالفت کے ان مہیب طوفانوں اور تاریک و تار بادلوں میں سے ایک نور ظاہر فرمایا۔ جس نے محض خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت کے قلوب کو طمانیت اور سکینت سے معمور کر دیا۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ منجدھار میں پھنسی کشتی سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچ گئی۔ ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ خدا کا سایہ اس کے سر پر تھا اور وہ لوگ جو یہ کہتے تھے کہ کل

کے بچہ کو خلافت سپرد کر دی ہے۔ خدا نے اپنی زبردست قدرت اور شوکت کے اظہار کے لئے اس وقت اس بچہ کو چُنا اور اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کرتے ہوئے اس کو مقامِ خلافت پر لا کھڑا کیا اور اس طرح وہ پودا جو اس وقت نحیف تھا اس خدا کی عطا کی ہوئی توفیق اور نصرت سے ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جس کی شاخیں مغرب میں بھی ہیں اور مشرق میں بھی شمال میں بھی ہیں اور جنوب میں بھی اور جس کے شاداب اور گھنے سایہ سے ایک دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے یہ صرف اس لئے ہوا کہ اس کل کے بچہ پہ خدا کا سایہ تھا اور آج ہم انہی کا پھل کھا رہے ہیں۔

سامعین! 1953ء کا سال وہ تھا جب قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ شر پسند مُلّاؤں کی فتنہ فساد کی بھڑکائی ہوئی آگ کے باعث ملک میں پہلی مرتبہ مارشل لاء کا نفاذ ہوا۔ دراصل فسادات بھی حکومت ہی کے بعض اعلیٰ اور ذمہ دار افراد کے ایماء پر ان کی ذاتی اغراض پورا کرنے کے لئے شروع کئے گئے تھے۔ اُس وقت پنجاب بھر میں احمدیوں کی جائیدادوں کو لوٹا جا رہا تھا اور انہیں شہید کیا جا رہا تھا۔ جب بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ کم از کم لاہور میں تو شاید کوئی احمدی بھی زندہ نہیں بچے گا، ایسے میں حضرت مصلح موعودؓ نے ربوہ سے ایک پُر جلال اعلان فرمایا جو اخبار ”فاروق“ لاہور میں 4/مارچ 1953ء کو شائع ہوا۔ حضورؓ نے فرمایا:۔

”انشاء اللہ فتح ہماری ہو گی۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا کہ **خدا نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو! کہ وہ میری مدد کو آ رہا ہے وہ میرے پاس ہے اور مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے“۔**

حضورؓ کی اس پیشگوئی کو ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ 6/مارچ 1953ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ ہو گیا اور معاندین احمدیت کے منصوبے خاکستر ہو گئے اور وہ گرفتاریوں سے بچنے کے لئے جگہ جگہ چھپنے لگے۔ یوں حضرت مصلح موعودؓ کا یہ اعلان جو الٰہی تصرّف سے آپؓ کی زبان پر جاری ہوا تھا لفظ بلفظ پورا ہوا۔

ان دنوں روزنامہ ”الفضل“ محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا تھا اور مکرم شیخ خورشید احمد صاحب نائب مدیر تھے جن کے قلم سے حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں ایک واقعہ ماہنامہ ”احمدیہ گزٹ“ کینیڈا فروری 1998ء کی زینت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مارشل لاء کے نفاذ کے

چند ہی دن بعد حضرت مصلح موعودؓ نے ”الفضل“ کے ایک اداریے پر شدید ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے الفضل کے سارے سٹاف کو معطل کر کے اگلی صبح سے پہلے پہلے ربوہ پہنچنے کا حکم دیا۔ ہم استغفار کرتے ہوئے ربوہ جانے کی تیاری کرنے لگے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد لاہور سے باہر جانے کے تمام راستے بند تھے چنانچہ اجازت نامے حاصل کئے گئے اور رات کی ٹرین میں سوار ہو کر صبح ربوہ پہنچ گئے۔

جب حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؓ نے ناراضگی سے پوچھا: ”تنویر صاحب! آپ نے اتنا سخت مضمون کیوں لکھا؟ کیا آپ کو اور آپ کے عملہ کو علم نہیں کہ جماعت کی پالیسی کیا ہے؟ اس کی وجہ سے اگر جماعت کو کوئی نقصان پہنچا تو کون ذمہ دار ہو گا؟“

تنویر صاحب نے سب کی طرف سے معافی چاہی اور کچھ دیر بعد ڈرتے ڈرتے یہ بھی عرض کیا کہ مخالفین تو دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کے متعلق اتنی بدزبانی کرتے ہیں کہ ہمارا خون کھولنے لگتا ہے، اسی حالت میں میری قلم سے کچھ سخت الفاظ نکل گئے اور میں صدقِ دل سے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔

یہ سن کر حضورؓ کے چہرہ پر ہلکا سا تبسم ظاہر ہوا اور حضورؓ نے فرمایا خیر جو غلطی آپ سے ہو گئی وہ تو ہو گئی، آئندہ اپنے غصے کو قابو میں رکھا کریں ..... پھر فرمایا: میری اطلاع کے مطابق آپ لوگوں کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے، اگر میں آپ کو معطل نہ کرتا اور فوری طور پر ربوہ پہنچنے کا حکم نہ دیتا تو آپ اس وقت حوالات میں پہنچ چکے ہوتے۔ اطلاع یہ ہے کہ حکومت پنجاب اخبار ”زمیندار“ کو بند کر رہی ہے اور اپنے خیال میں توازن برقرار رکھنے کی خاطر ”الفضل“ کی اشاعت پر بھی پابندی عائد کر رہی ہے۔ اس لئے آپ لوگ جلد کراچی روانہ ہو جائیں اور وہاں جا کر پندرہ روزہ ”المصلح“ کو سنبھال لیں اور اس کو روزنامہ بنانے کی اجازت لیں تاکہ احمدی جماعتوں سے ہمارا رابطہ قائم رہے۔

حضورؓ کے ارشاد نے ہماری آنکھیں کھول دیں اور ہمارے قلوب روحانی لذّت محسوس کرتے ہوئے **اس یقین سے بھر گئے کہ واقعی پیشگوئی مصلح موعود کے عین مطابق ”خدا کا سایہ“ حضورؓ کے سر پر تھا۔**

سامعین! آئیں! خدا کے سایہ کے حوالے سے ایک اور واقعہ ملاحظہ کریں۔ 1934ء میں یہ فتنہ احرار برپا ہوا اور ان نام نہاد مخالفینِ اسلام نے احمدیت پر بھرپور حملہ کیا اور متحدہ ہندوستان کے ایک سرے سے

دوسرے سرے تک مخالفت وعداوت کی آگ لگادی۔ اس وقت بھی خدا نے اپنا سایہ اپنے پیارے کے سر پر رکھا اس کی مدد کی اس کو عزت دی۔ اور اس کے دشمنوں اور مخالفوں کو ناکام کر کے تحریک جدید کے آغاز کے ذریعے جماعت کی ترقی ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔

احمدیت اس تحریک کے ذریعہ سے دنیا کے طول وعرض میں پھیلنی شروع ہوئی۔ مشرق ومغرب کی تمام وسعتیں اب اس کی جولانگاہ تھیں۔ تثلیث کے مراکز میں بھی اس کے مناد پہنچ گئے۔ حتی کہ 1947ء آیا جب تقسیمِ ہند کے نام سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اِن مہیب حالات میں خدا کا سایہ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ساتھ دِکھنے کو ملا۔ اِن حالات میں آپؓ نے پاکستان میں ربوہ کے نام سے جماعت کے ایک نئے مرکز کی بنیاد رکھی۔ جو اب ایک بارونق شہر بن گیا ہے اور دنیا کے کناروں سے شمع احمدیت کے پروانے جمع ہوتے ہیں۔ ربوہ ہمارے امام موعود کی اولوالعزمی اور شجاعت کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ اس چیز کا زندہ جاوید ثبوت ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہے اور اس کے طفیل ساری جماعت کے سر پر ہے۔

سامعین کرام! آئیں! اب خود اُس عالی مرتبہ شخصیت کی زُبانِ مبارک سے ”خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا“ پر بعض مثالیں سن کر حظ اُٹھائیں اور اپنے ایمانوں کو جلا بخشیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 28 دسمبر 1944ء کو جلسہ سالانہ سے ”الموعود“ کے عنوان سے جو معرکہ آراء خطاب فرمایا اُس میں مذکورہ نشان کے حوالہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس الہام کی صداقت میں متواتر میری حفاظت اور نصرت کی ہے اور مَیں اس یقین پر قائم ہوں کہ جب تک میرا کام باقی ہے اُس وقت تک کوئی شخص مجھے مار نہیں سکتا۔ میرے ساتھ متواتر ایسے واقعات گزرے ہیں کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ان کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا۔ مثلاً:

☆میری عادت ہے کہ میں گرم گرم چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تا کہ گلا درست رہے کہ اسی دوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی حضرت صاحب تک پہنچادیں کیونکہ حضور کو تقریر کرتے کرتے ضعف ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک نے دوسرے اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وہ پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کر دی یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اتفاقاً کسی شخص کو خیال آگیا اور اس نے احتیاط کے طور پر ذراسی ملائی چکھی تو اس کی

زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور مَیں خدانخواستہ اسے چکھ لیتا تو اور کچھ اثر ہوتا یا نہ ہوتا اتنا تو ضرور ہوتا کہ تقریر رُک جاتی۔

☆ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک دیسی عیسائی آیا جس کا نام میتھیوز تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ یہاں سے جب وہ ناکام واپس لَوٹا تو اُس کا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور اُس نے اسے قتل کر دیا۔ اُس نے سیشن کورٹ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرا ارادہ اپنی بیوی کو ہلاک کرنے کا نہیں تھا بلکہ میں مرزا صاحب کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک جگہ کسی مولوی کی تقریر سنی جس کے بعد فیصلہ کیا کہ میں قادیان جا کر مرزا صاحب کو مار ڈالوں گا۔ چنانچہ میں پستول لے کر قادیان گیا۔ اتفاقاً اس روز جمعہ تھا اور بہت لوگ اکٹھے تھے۔ اس لئے مجھے ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ دوسرے دن وہ پھیرو چیچی چلے گئے تو میں پستول لے کر ان کے پیچھے پیچھے پھیرو چیچی گیا۔ مگر وہاں بھی ان کے دروازہ پر ہر وقت پہرہ دار بیٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے میں واپس آ گیا۔ گھر آ کر میرا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور میں نے اسے مار ڈالا۔ یہ سارا واقعہ اس نے عدالت میں خود بیان کیا۔ حالانکہ ہمیں کچھ علم نہیں تھا۔

☆ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ احرار کی شورش کے ایام میں مَیں ایک دن اپنی کوٹھی دارالحمد میں تھا کہ افغان لڑکا آیا۔ میرے چھوٹے بچے اندر آئے اور بتایا کہ ایک لڑکا باہر کھڑا ہے اور وہ ملنا چاہتا ہے۔ مَیں باہر نکلنے ہی والا تھا کہ میں نے شور کی آواز سنی اور پھر مجھے اطلاع دی گئی کہ یہ لڑکا قتل کے ارادہ سے آیا تھا مگر عبدالاحد صاحب نے اسے پکڑ لیا اور اس سے ایک چھرا بھی انہوں نے برآمد کر لیا ہے۔ مَیں نے عبدالاحد صاحب سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح پتہ لگ گیا کہ یہ قتل کے ارادہ سے آیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ لڑکا پٹھان تھا اور ہم پٹھانوں کی عادات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ باتیں کرتے کرتے اس نے اپنی ٹانگوں کو اس طرح ہلایا کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس نے چھرا چھپایا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے ہاتھ ڈالا تو چھرا نکل آیا۔

میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ اُس جیل خانہ میں قید تھا جہاں مَیں افسر لگا ہوا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں پہلے دھرم سالہ تک ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں قادیان گیا اور پکڑا گیا۔

☆چوتھا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اُمّ طاہر کے مکان کی دیوار پھاند کر ایک شخص اندر کودنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پولیس والے چونکہ ہمارے خلاف تھے اس لئے انہوں نے یہ کہہ کر اُسے چھوڑ دیا کہ یہ پاگل ہے۔

☆پانچواں واقعہ کل ہی ہوا ہے۔ ہمارے گھر میں دودھ رکھا ہوا تھا کہ میری بیوی کو شبہ پیدا ہوا کہ کسی نے دودھ میں کچھ ڈال دیا ہے۔ چنانچہ اس شبہ کی وجہ سے انہوں نے کہہ دیا کہ اس دودھ کو استعمال نہ کیا جائے۔ ایک دوسری عورت جسے اس کا علم نہیں تھا یا اس نے خیال کیا کہ یہ محض وہم ہے اس نے وہ دودھ پی لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اب تک متواتر قیئیں آ رہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شبہ کیا گیا تھا وہ درست تھا۔

لیکن باوجود اس کے کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کئی کوششیں کیں اور ہر رنگ میں انہوں نے زور لگایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ خدا کا سایہ میرے سر پر ہوگا اس لئے وہ ہمیشہ میری حفاظت کرتا رہا اور اس وقت تک کرتا رہے گا جب تک وہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے اپنی تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔

الغرض خدا کی جماعت کے اِس رہنما اور اس للہی جماعت کے خلاف جب کبھی بھی ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ اسے صفحۂ عالم سے مٹا دیا جائے۔ تو خدا خود عرش سے اُترا اور ستم رسیدہ بندوں کی خود دستگیری فرمائی۔ بپھرے ہوئے طوفانوں کا رُخ ناگہانی طور پر پھر گیا۔ مشکلات اور مصائب کے بادل چھٹ گئے اور خدا کی طرف سے مقرر کردہ جماعتِ احمدیہ کا یہ رہنما خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اپنی جماعت کو لے کر آگے سے آگے بڑھتا اور بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ نظارے کئی بار دیکھے اور ہمیشہ ہی خدا کی نصرت و مدد نے ہمارا دامن تھامے رکھا ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ ہمیں ایک ایسے خدا نما وجود کی قیادت کی سعادت حاصل تھی جس کے متعلق خدا نے عرش سے یہ اعلان فرمایا کہ ”خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔“

سامعین! اب تقریر کے آخر پر حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم مؤرخ احمدیت کے ایک مضمون سے خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا کے عنوان پر ایک واقعہ پیش ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

”10 مارچ 1954ء کو مسجد مبارک ربوہ میں جب حضورؓ نماز عصر پڑھا کر واپس جانے لگے تو اچانک ایک اجنبی نوجوان نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ چاقو کا یہ وار حضور کی گردن پر شہ رگ

کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ درمیان میں آ گئے۔ نمازیوں نے کافی جدوجہد کے بعد حملہ آور کو قابو کر لیا اور اس کوشش میں بعض لوگ بھی زخمی ہوئے۔ حضورؓ بہتے خون کے ساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا جس سے حضور کے تمام کپڑے تربتر ہو گئے۔ ابتدائی مرہم پٹی ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی اور زخم کو صاف کر کے ٹانکے لگا کر سی دیا۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح معائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوا دو انچ گہرا اور شہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔ تب انہوں نے قریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کر کے باہر ٹانکے لگا دیئے۔ اس تمام عرصہ میں حضرت باہوش تھے اور آپؓ کی زبان پر تسبیح و تحمید جاری تھی۔ آپؓ نے حملہ ہونے کے فوراً بعد مسجد سے نکلتے ہی ہدایت فرمائی کہ حملہ آور کو صرف قابو کیا جائے لیکن اُسے مارا نہ جائے۔

بعد ازاں تحقیق کے نتیجہ میں یہ حقیقت بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ یہ حملہ پاکستان اور اسلام کی دشمن طاقتوں کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ تھا جس کے پیچھے بعض غیر ملکی عناصر بھی کارفرما تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور صرف چند مہینوں کے اندر آپ مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے۔ جو ایک خارق عادت نشان ربّ ذوالجلال کا تھا۔ خدا کی قادرانہ تجلی نے اس سانحہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے سب چھوٹے مبشر بھائیوں سے لمبی عمر دی اور لاتعداد کامیابیوں اور نصرتوں سے معمور گیارہ برس تک مزید عمر بخشی اور پھر زندگی کے آخری سانس تک اپنے سایہ رحمت و شفقت میں رکھا۔ اس دوران آپ نے پاکستان کے طول و عرض میں بہت سے سفر کئے بلکہ یورپ کا للّٰہی اور نشریاتی دورہ بھی کیا اور یورپین احمدی مشنوں کی عالمی کانفرنس کی بھی کامیاب صدارت فرمائی۔ اسی دور میں حضورؓ کے قلم سے تفسیر صغیر شائع ہوئی جس نے دنیائے تفسیر میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ یہ منفرد تصنیف بہت سی لغوی، معنوی اور روحانی عجائبات کا نفیس مرقع بلکہ انسائیکلوپیڈیا تھی جس پر پاکستانی پریس نے بھی خوب داد تحسین دی۔

اسی زمانہ میں مرکز میں ضیاء الاسلام پریس قائم ہوا اور روزنامہ الفضل کراچی کی بجائے ربوہ سے جاری ہو گیا۔ اسی عرصہ میں تعلیم الاسلام کالج، دفتر انصاراللہ مرکزیہ، فضل عمر ہسپتال، یادگاری مسجد، ایوان محمود و دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، جامعہ احمدیہ اور نصرت گرلز ہائی سکول کی شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ وقف جدید جیسی انقلاب آفریں تحریک کی بنیاد پڑی۔ اشاعتی ادارہ 'ادارۃ المصنفین' کا قیام عمل میں آیا۔ یتیموں اور مسکینوں کے لئے دارالاقامہ بھی انہی ایام کی یادگار ہے۔ اسی طرح مسجد نور راولپنڈی کی شاندار عمارت پایہ تکمیل کو پہنچی۔

بیرون پاکستان جماعتی سرگرمیوں پر طائرانہ نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سنہری گیارہ سالوں میں (1954ء سے نومبر 1965ء تک) سوئٹزرلینڈ، لائبیریا، فلپائن اور آئیوری کوسٹ میں جماعت احمدیہ کے نئے مشن قائم ہوئے۔ مالٹا کے ایک انجینئر نے احمدیت قبول کر کے اپنے ملک میں احمدیت کا عَلم لہرایا۔ دنیا بھر میں اشاعتی لٹریچر میں زبردست اضافہ ہوا۔ چنانچہ اس دوران قرآن مجید کے مقبول جرمن ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ ڈینش ترجمہ قرآن کا حصہ اول شائع ہوا۔ چند زبانوں میں تراجم قرآن کا مسودہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

علاوہ ازیں تحریک جدید کے مبلغین کی کوششوں سے برما، لائبیریا، فلپائن، ہمبرگ، دارالسلام (تنزانیہ)، کمپالا، جنجہ (یوگنڈا)، ٹانگانیکا، سیرالیون، اکرا (غانا)، رنگون (برما) اور فجی میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر ہوئی۔ اس طرح دنیا بھر میں تیرہ مراکزِ توحید کا غیر معمولی اضافہ ہوا۔"

(مصلح موعود نمبر، روزنامہ الفضل ربوہ 17 فروری 2012ء)

سامعین! قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ ربوہ پر اس حادثہ کی وجہ کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"دشمن نے اپنی طرف سے تو گویا مجھے ختم ہی کر دیا تھا لیکن کہتے ہیں جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور رحم کے ساتھ دشمن کے ارادوں کو ناکام کر دیا۔

بہرحال ایک بلا آئی اور چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اس سے محفوظ رکھا۔ مگر میں اس موقع پر یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو بھی واقع ہوا۔ حملہ کرنے والے کی نیت بہرحال مجھے مارنے کی اور نہ

صرف مجھے مارنے کی بلکہ احمدیت کو مارنے کی تھی اور یہ میرا مذہبی فرض ہے کہ اس موقع پر مَیں یہ دنیا کو بتادوں کہ احمدیت کا میری زندگی پر انحصار نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہؑ آئے اور فوت ہوگئے۔ دشمن نے سمجھا کہ اب احمدیت ختم ہوگئی۔ لیکن اس کا یہ خیال غلط نکلا اور احمدیت قائم رہی اور ترقی کرتی چلی گئی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے سمجھا کہ احمدیت حضرت خلیفہ اوّل کی وجہ سے قائم ہے۔ لیکن آپ بھی وفات پاگئے اور سلسلہ پھر بھی ترقی کرتا چلا گیا۔ پھر سلسلے کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں دی۔ دشمن نے گمان کیا کہ بھلا یہ بچہ کیا کرسکے گا۔ آج نہیں تو کل یہ جماعت تباہ ہوجائے گی۔ لیکن وہ بچہ آج بوڑھا ہو رہا ہے مگر احمدیت کا قدم جوانی کی طرف گامزن ہے۔ پس احمدیت کی ترقی کا تعلق یا انحصار کسی انسان پر نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ جس نے بہرحال بڑھنا اور ترقی کرنا ہے اور اس کی شاخیں زمین سے آسمان تک پہنچتی چلی جائیں گی۔“

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے 1924ء کے سفر یورپ کے دوران ایک نظم رقم فرمائی تھی۔ اس پُر معارف کلام میں عارفانہ اور متوکّلانہ شان کے ساتھ اِس حملے کی پیشگوئی فرمادی تھی کہ

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اسے
وہ ہے اغیاروں میں مَیں اس یار کے یاروں میں ہوں
جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے عدُو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پاروں میں ہوں

(کمپوزڈ بائی: فائقہ بشریٰ)



﴾45﴿ ﴾مشاہدات۔262﴿

وہ جلد جلد بڑھے گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

نظیرِ پدر حُسن و احسان میں ہو گا کروں گا عطا اُس کو مَیں عمر و دولت
بڑھے گا وہ طِفلِ ذکی جلدی جلدی غلاموں، اسیروں کو بخشے گا عزت

سامعین! آج مجھے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت "وہ جلد جلد بڑھے گا" پر گفتگو کرنی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے معرکہ آراء لیکچر بعنوان "الموعود" میں پیشگوئی مصلح موعود کی 52 علامات کو ترتیب کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپؓ نے اس ترتیب میں "وہ جلد جلد بڑھے گا" کو 33ویں نمبر پر تحریر فرمایا ہے۔ ان الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے "خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا" اور "اور وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا" کے درمیان رکھ کر حفاظتِ الٰہی کی ضمانت دی ہے اور کہا ہے وہ ہر لحاظ سے جلد جلد بڑھے گا۔ یہ بڑھوتری عمر کے لحاظ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ عمر اور سال و ماہ تو سب کے لئے برابر ہوتے ہیں اور ہر انسان کی عمر سب انسان کے لیے یکساں بڑھتی ہے۔ پھر یہ دیکھنا اور سوچنا ہو گا کہ جلد جلد بڑھنے سے کیا مراد ہے۔ ہم اکیڈمی تعلیم میں دیکھتے ہیں کہ بعض ہونہار بچے اپنی خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر ایک سال میں دو دو کلاسز پاس کر کے یا ایک کلاس سے Move over ہو کر اگلی کلاس میں ترقی کر جاتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ تو صحت کے اعتبار سے بھی ٹھیک نہ رہتے تھے۔ آنکھوں کی تکلیف آپؓ کو رہتی تھی اور تعلیمی اعتبار سے بھی آپ کمزور تھے مگر خداداد علم و ذہانت، صلاحیتوں اور استعدادوں کے

پیش نظر آپ روحانی دنیا میں بھی بڑی تیزی سے اور جلد جلد آگے بڑھے اور مادی لحاظ سے بھی ہر میدان میں جلد جلد بڑھے۔ ان دونوں اعتبار سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یوم مصلح موعود کے حوالہ سے دیئے گئے اپنے متعدد خطبات میں بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ جیسے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 19 فروری 2016ء میں فرمایا۔

''پسرِ موعود کی پیشگوئی میں یہ بات ہے کہ ''وہ جلد جلد بڑھے گا''۔ اس طرح (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے) رؤیا میں دیکھا کہ میں بعض غیر ملکوں کی طرف گیا ہوں اور پھر میں نے وہاں جا کے اپنے کام کو ختم نہیں کر دیا بلکہ میں اَور آگے جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ میں نے رؤیا میں کہا کہ اے عبد الشکور! اب میں آگے جاؤں گا اور جب سفر سے واپس آؤں گا تو دیکھوں گا کہ تو نے توحید کو قائم کر دیا ہے، شرک کو مٹا دیا ہے اور اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو دلوں میں راسخ کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو اللہ تعالیٰ نے کلام نازل فرمایا اس میں اسی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یعنی تبلیغ کے کاموں کو آگے بڑھانے والا ہو گا اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی بھی یقیناً حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بڑی شان سے پوری ہوئی ہے۔ اسی طرح آپ کی اس طویل رؤیا میں پیشگوئی مصلح موعود سے ملتی جلتی بہت سی باتیں ہیں جو مختلف پیرائے میں آپ کو رؤیا میں دکھائی گئیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 25 صفحہ 71)

بہر حال اب میں رؤیا کے حوالے سے بیان کرنے کے بجائے حضرت مصلح موعود نے واقعات کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا جو تطابق بیان کیا ہے کہ آپ کے زمانے سے اور اب اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے جو واقعات ہوئے وہ کس طرح اس سے مطابقت رکھتے ہیں ان کا مختصراً ذکر کروں گا۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے یہ بچہ ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کے مقام پر مجھے کھڑا کیا۔ اس کی طرف بھی پیشگوئی میں اشارہ کیا گیا تھا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ پھر آپ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں حضرت امّاں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کمرے میں نماز کے انتظار میں ٹہل رہا تھا اور یہ کمرہ مسجد کے ساتھ تھا تو مجھے مسجد سے اونچی اونچی آوازیں بھی آئیں جن میں سے ایک شیخ رحمت اللہ

صاحب کی آواز مَیں نے پہچان لی جو یہ کہہ رہے تھے کہ ایک بچے کو آگے کر کے جماعت کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ایک بچے کے لئے یہ فساد برپا کیا جا رہا ہے۔ تو آپؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوئی کہ وہ بچہ کون ہے۔ آخر مسجد میں جا کر میں نے ایک دوست سے پوچھا کہ وہ بچہ کون ہے؟ تو وہ دوست ہنس کر کہنے لگے کہ وہ بچے تم ہی ہو۔ فرماتے ہیں کہ مخالفین کا یہ قول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کی تصدیق کر رہا تھا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ آپ فرماتے ہیں خدا نے مجھے اتنی جلدی بڑھایا کہ دشمن حیران رہ گیا کیونکہ چند ماہ قبل مجھے بچہ کہنے والے چند ماہ کے بعد ہی مجھے ایک شاطر تجربہ کار کہہ کر میری برائی کر رہے تھے۔ بالکل الٹ گئے وہ۔ گویا بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں سے سلسلہ میں رخنہ ڈالنے والوں کو شکست دلوا دی۔ فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ لوگ مجھے بچہ سمجھتے تھے اور باوجود اس کے کہ میں واقعہ میں بچہ ہی تھا اللہ تعالیٰ نے پچیس سال کی عمر میں ایک حکومت پر قائم کر دیا اور حکومت بھی ایسی جو روحانی حکومت تھی۔ جسمانی حکومت میں تو بادشاہ کے پاس تلوار ہوتی ہے، طاقت ہوتی ہے، جتھہ ہوتا ہے، فوجیں ہوتی ہیں، جرنیل ہوتے ہیں، جیل خانے ہوتے ہیں، خزانے ہوتے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے پکڑ کر سزا بھی دیتا ہے لیکن روحانی حکومت میں جس کا جی چاہتا ہے مانتا ہے اور جس کا جی چاہتا ہے انکار کرتا ہے اور طاقت کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکومت روحانی پر ایسی حالت میں کھڑا کیا جب خزانے میں صرف چند آنے تھے، چند پیسے خزانے میں رہ گئے تھے اور خزانے پر ہزارہا روپیہ کا قرض تھا اور پھر خدا تعالیٰ نے یہ کام ایسی حالت میں سپرد کیا جب جماعت کے ذمہ دار افراد تقریباً سب کے سب مخالف تھے اور یہاں تک مخالف تھے کہ ان میں سے ایک نے مدرسہ ہائی سکول کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہم تو جاتے ہیں لیکن عنقریب تم دیکھو گے کہ ان عمارتوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گا۔ پس ایک پچیس برس کا لڑکا جس کے لئے تمام ظاہری اسباب مخالفت میں کھڑے تھے، نہ خزانہ، نہ تجربہ کار کام کرنے والے اور میدان دشمن کے قبضے میں تھا اور وہ خوشیاں منا رہا تھا کہ عنقریب یہاں عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ جس کو حکومت دی گئی ہے اس کے دن تنزل اور ادبار میں بدل جائیں گے۔ وہ ذلت و رسوائی دیکھے گا۔ ایک انسان غور کر سکتا ہے کہ ایسے حالات میں قوم کا کیا حال ہو سکتا ہے۔ مگر وہ دن گیا اور آج کا دن آیا۔ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ جماعت کی جو تعداد اس وقت تھی جب وہ میرے سپرد کی گئی آج خدا تعالیٰ

کے فضل سے اس سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے۔ جن ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچ چکا تھا آج اس سے بیسیوں گنا زیادہ ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچ چکا ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ جس خزانے میں صرف اٹھارہ آنے تھے آج لاکھوں روپے اس خزانے میں موجود ہیں۔ فرماتے ہیں کہ آج میں اگر مر بھی جاؤں تب بھی خزانے میں لاکھوں روپے چھوڑ کر جاؤں گا۔ اس سلسلہ کی تائید میں اس سے بہت زیادہ کتابیں چھوڑ کر جاؤں گا جو مجھے ملیں یعنی لٹریچر میں اور مَیں سلسلہ کی خدمت کے لئے اس سے بہت زیادہ علوم چھوڑ کر جاؤں گا جو مجھے اس وقت ملے تھے جب خدا نے مجھے خلافت کے مقام پر کھڑا کیا تھا۔ پس وہ خدا جس نے کہا تھا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا اس کی وہ پیشگوئی ایسے عظیم الشان رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ دشمن سے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 19 فروری 2016ء)

سامعین! پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ 20 فروری 2015ء میں وہ جلد جلد بڑھے گا کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ کے ہی ایک خطاب کا حوالہ پیش فرماتے ہیں کہ:

”وہ جلد جلد بڑھے گا“۔ (فرماتے ہیں) ”جب مَیں خلیفہ ہوا اس وقت ہمارے خزانے میں صرف چودہ آنے کے پیسے تھے اور اٹھارہ ہزار کا قرض تھا۔ یہاں تک کہ مَیں نے اپنے زمانہ خلافت میں جو پہلا اشتہار لکھا اور جس کا عنوان تھا ”کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے؟“ اس کو چھپوانے کے لئے بھی میرے پاس کوئی روپیہ نہ تھا۔ اس وقت ہمارے نانا جان کے پاس کچھ چندہ تھا جو انہوں نے مسجد کے لئے لوگوں سے جمع کیا تھا۔ انہوں نے اس چندے میں سے دو سو روپیہ اس اشتہار کے چھپوانے کے لئے دیا اور کہا کہ جب خزانہ میں روپیہ آنا شروع ہو جائے گا تو یہ دو سو روپیہ ادا ہو جائے گا۔ غرض وہ روپیہ ان سے قرض لے کر یہ اشتہار شائع کیا گیا۔ مگر اس وقت جب جماعت کے سرکردہ لوگ میرے مخالف تھے۔ جب جماعت کے لیڈر میرے مخالف تھے۔ جب جماعت کا خزانہ خالی تھا۔ جب صرف چودہ آنے کے پیسے اس میں موجود تھے۔ (چودہ آنے کا مطلب ہے ایک روپیہ میں سولہ آنے ہوتے ہیں۔ پورا ایک روپیہ نہیں تھا۔ آجکل

کے حساب سے ستاسی اٹھاسی پیسے۔) اور جب اٹھارہ ہزار کا انجمن پر قرض تھا۔ جب انجمن کی اکثریت میرے مخالف تھی۔ جب انجمن کا سیکرٹری میرا مخالف تھا۔ جب مدرسے کا ہیڈ ماسٹر میرا مخالف تھا۔ میرے یہ الفاظ ہیں جو مَیں نے خدا کے منشاء کے ماتحت اس اشتہار میں شائع کئے کہ 'خدا چاہتا ہے کہ جماعت کا اتحاد میرے ہی ہاتھ پر ہو اور خدا کے اس ارادے کو اب کوئی نہیں روک سکتا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ان کے لئے صرف دو ہی راہ کھلے ہیں یا تو وہ میری بیعت کر کے جماعت میں تفرقہ کرنے سے باز رہیں یا اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اس پاک باغ کو جسے پاک لوگوں نے خون کے آنسوؤں سے سینچا تھا اکھاڑ کر پھینک دیں۔ جو کچھ ہو چکا ہو چکا مگر اب اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کا اتحاد ایک ہی طریق سے ہو سکتا ہے کہ جسے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے ورنہ ہر ایک شخص جو اس کے خلاف چلے گا تفرقہ کا باعث ہو گا۔" فرمایا کہ "پھر میں نے لکھا کہ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہو سکتی اور سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی میری خلافت میں فرق نہیں آ سکتا۔ جیسے نبی اکیلا ہی نبی ہوتا ہے اسی طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلے کو قبول کرے۔ خدا تعالیٰ نے جو بوجھ مجھ پر رکھا ہے وہ بہت بڑا ہے اور اگر اس کی مدد میرے شامل حال نہ ہو تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے اس پاک ذات پر یقین ہے کہ وہ ضرور میری مدد کرے گی۔ غرض طرح طرح کی مخالفتیں ہوئیں۔ سیاسی بھی اور مذہبی بھی۔ اندرونی بھی اور بیرونی بھی مگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ مَیں جماعت کو اور زیادہ ترقی کی طرف لے جاؤں۔" (ماخوذ از "مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں"۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 219 تا 221)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 20 فروری 2015ء)

سامعین کرام! پھر حضور ایدہ اللہ نے اپنے ایک اور خطبہ جمعہ فرمودہ 22 فروری 2019ء میں جلد جلد بڑھنے کی یوں تشریح فرمائی:

"اس زمانے میں دینی سرگرمیاں اور جوش اور ذہنی وروحانی نشوونما یہ بتا رہی تھی کہ پیشگوئی کے الفاظ کہ وہ جلد جلد بڑھے گا کے مصداق بننے والے آپؓ ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی دینی جوش کو محسوس فرمایا۔ چنانچہ آپؑ نے ایک موقع پر فرمایا کہ "میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 26)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں۔ یقیناً یہ دعا اس لئے ہوئی اور یہی کرتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اسے وہی بیٹا بنادے جس کی خبر دی گئی تھی اور اس پر اپنے فضلوں کی بارش کو تیز تر کر دے اور تمام خوشخبریاں اس کے حق میں پوری ہوں۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے جو سیرت لکھی ہے اس میں ایک جگہ آپ خلیفۃ المسیح الرابعؒ لکھتے ہیں کہ "خلافت اولیٰ کی ابتدا میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی عمر 19 سال کی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت آپؓ اپنی عمر کے 26ویں سال میں داخل ہو چکے تھے۔ اس نوعمری میں آپؓ کی تقریر و تحریر کا جو رنگ تھا اس کے چند نمونے، کہتے ہیں مَیں پیش کرتا ہوں۔ آپ کے خیالات اور افکار میں ایک بزرگ مفکر کی سی پختگی آ چکی تھی۔ آپ کے الفاظ اثر اور جذب اور خلوص اور گداز میں گوندھے ہوئے تھے۔ کلام تصنُّع سے ناآشنا تھا اور تحریر تکلّف سے پاک تھی۔ تقریر میں ایک طبعی روانی تھی اور تحریر سلاست کا ایک بہتا ہوا دریا تھی۔ دونوں ہی قرآنی علوم اور عرفان کے پانی سے لبریز اور دل و دماغ کو بیک وقت سیراب کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 19 سال کی عمر میں آپؓ نے جو پہلی تقریر کی اس کے متعلق ایک صاحب علم و فضل بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"ایک اَور واقعہ جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضور رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر ہے۔ یعنی (مولوی صاحبؓ کے زمانے میں تو زندہ تھے،) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی تقریر ہے جو حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے

صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رخ جانب شمال تھا۔ اس تقریر کے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ مولوی شیر علی صاحب لکھتے ہیں۔ اوّل عجیب بات یہ تھی کہ اُس وقت آپؓ کی آواز اور آپؓ کی ادا اور آپؓ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی، جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جدا ہوئے تھے، یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسر موعودؓ کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے آنسو جاری ہو گئے اور اُن آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔ اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح آپ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 22 فروری 2019ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ خطبہ جمعہ 21 فروری 2020ء میں اِسی مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"آپؓ فرماتے ہیں "بھلا کس شخص کی طاقت تھی کہ وہ 1886ء میں آج سے پورے اٹھاون سال قبل اپنی طرف سے یہ خبر دے سکتا کہ اس کے ہاں نو سال کے عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ وہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پھیلائے گا۔ وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی قربت اور اس کی رحمت کا وہ ایک زندہ نشان ہو گا۔ یہ خبر دنیا کا کوئی انسان اپنے پاس سے نہیں دے سکتا تھا۔ خدا نے یہ خبر دی اور پھر اسی خدا نے اس خبر کو پورا کیا اس انسان کے ذریعہ" (آپؓ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ اس خبر کو پورا کیا اس انسان کے ذریعہ) "جس کے متعلق ڈاکٹر یہ امید نہیں رکھتے

تھے کہ وہ زندہ رہے گا یا لمبی عمر پائے گا۔‘‘یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی شروع کی جو صحت کی حالت تھی وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر امید نہیں رکھتے تھے کہ زندہ رہے گا بھی کہ نہیں۔ بہر حال پھر آگے آپؓ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ’’میری صحت بچپن میں ایسی خراب تھی کہ ایک موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اسے سِل ہو گئی ہے۔ کسی پہاڑی مقام پر اسے بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شملہ بھجوا دیا مگر وہاں جا کر مَیں اداس ہو گیا اور اس وجہ سے جلدی ہی واپس آ گیا۔ غرض ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی اس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اس لیے زندہ رکھا کہ اس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔ پھر مَیں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لیے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ مَیں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔‘‘ یہ چیلنج آپؓ نے اس زمانے میں دیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں ’’لیکن مَیں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لیے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام

منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 21 فروری 2020ء)

سامعینِ مکرم! پھر حضور انور ایدہ اللہ اس پیشگوئی کے 125 سال مکمل ہونے پر خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء میں اِس مضمون کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”بہر حال یہ پُر شوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعود کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد جلد بڑھا؟ کس طرح اُس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا؟ مشن قائم کئے، مساجد بنائیں۔ آپ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے، مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی، دنیا کے چونتیس پینتیس ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآنِ کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا۔ مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ ڈھانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اُس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآنِ کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی اپنے اس بیٹے کو جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد تھا، مصلح موعود ہی سمجھا۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہوا ہے ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ بار بار سُنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود

ہی ہیں۔ اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں''۔

(الحکم جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء جلد 42 شمارہ 31 تا 40 صفحہ 80 کالم نمبر 3)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو اس وقت تک اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہرایا جب تک خدا تعالیٰ نے آپ کو بتا نہیں دیا۔ یہ ایک لمبی رؤیا ہے جس کے بارہ میں آپؓ نے فرمایا کہ اس میں کشف اور الہام کا بھی حصہ ہے (جو آپؓ نے دیکھی تھی) اُس کے آخر میں آپؓ نے فرمایا کہ: ''مَیں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔''

(دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پر شوکت اعلان انوار العلوم جلد 17 صفحہ 161)

اور آپؓ نے یہ رؤیا دیکھ کے 1944ء میں بیان کیا۔

اب مَیں بعض غیر از جماعت احباب جو ہیں اُن کی آپ کے بارے میں کچھ شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

''ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خان صاحب فاروقی نے قیامِ پاکستان سے قبل ''اظہارِ حق'' کے عنوان سے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ ناقل) اطلاع ملتی ہے کہ ''مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذرّیت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعے سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔'' اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو (وہ آگے لکھتے ہیں) کہ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اُس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے) انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی۔ بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اُس وقت اکثریت نے حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا۔ لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر

الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے''۔(یہ غیر از جماعت لکھ رہے ہیں)۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ ''خود مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نور الدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطے تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دوگنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی''(یہ انہوں نے بیان دیا)۔

(''اظہار الحق''صفحہ 16 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 286،287)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 18 فروری 2011ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پیشگوئی مصلح موعود کے 100 سال پورا ہونے پر منعقدہ جلسہ 23 فروری 1986ء میں فرمایا:

''اس دنیا کی اصلاح کے لئے بکثرت احمدیوں کی ضرورت ہے جو مصلح موعود کی صفات سے آراستہ ہوں جو ان تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں جو مصلح موعود کو عطا کئے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کو خدا نے یہ مضمون ایک رویا کے ذریعے سمجھایا جب آپ کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہوا دکھایا گیا بلکہ بتایا گیا کہ ایک جماعت تیرے پیچھے اسی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہی ہے مگر وہ جماعت پیچھے رہتی چلی جارہی ہے اور فاصلے دونوں کے درمیان بڑھتے چلے جارہے ہیں یہاں تک کہ مصلح موعود ایسی تیز رفتاری کے ساتھ اس موعود مقام تک پہنچتے ہیں کہ وہ ساتھی جو پیچھے بھاگ رہے تھے وہ بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔''

سامعین! 76 سال کی عمر میں جو قوموں کی زندگی میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ آپؓ کے کارہائے نمایاں اتنے واضح اور روشن ہیں کہ اپنے کیا، غیروں نے بھی آپؓ کے دور کی بے پناہ ترقیات اور

فتوحات کا اعتراف کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کی آواز گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی دورِ مبارک میں قادیان سے نکل کر یورپ کا دروازہ کھٹکھٹا چکی تھی مگر آپؓ کے دور میں جو چار چاند اس آواز کو لگے۔ اُس کے کیا کہنے؟۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج یہ ترقیات کا سفر خلافت خامسہ کے دور میں جو بڑی تیزی سے اگلے مورچوں کی طرف بڑھ رہا ہے یہ سب اُس مضبوط بنیاد کا مرہونِ منت ہے جو حضرت مصلح موعود نے ڈالی تو غلط نہ ہو گا۔ جماعتی و ذیلی تنظیموں کی بنیادیں آپؓ نے ڈالیں۔ شوریٰ کا نظام آپؓ نے جاری فرمایا۔ ذیلی تنظیموں کے اجتماعات آپؓ نے کروانے شروع کئے۔ دنیا کے کناروں تک اسلام احمدیت کی آواز آپؓ کے دور میں پہنچی۔ مبلغین کرام بڑی تیزی کے ساتھ بیرونِ ملک روانہ ہونے لگے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور میں بدر اور الحکم جاری ہو چکے تھے مگر الفضل اور دیگر جرائد قادیان اور ربوہ کے بعد دیگر ممالک سے بھی جاری ہونے لگے۔ ربوہ کی تعمیر و ترقی کا سہرا ابھی حضورؓ کے سر پر ہی ہے۔ الغرض جس میدان میں بھی حضورؓ نے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ہاتھ ڈالا وہ کام یا وہ مشن تیزی سے جلد جلد آگے بڑھا اور آسمان کی رفعتوں کو چھونے لگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن ترقیات کے جواب میں شکر کا مکمل حق ادا کرنے والا بنائے تا لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ کے وعدے کے ہم حق دار بنتے رہیں۔ آمین

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴾46﴿ ﴾مشاہدات۔224﴿

(وہ)اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا (مریم:97)

یقیناًوہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن کے لئے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔

وہ ہو اسیروں کا بھی رَستگار
ہے اُن کے لئے مژدہ کردگار
لگا جلد بڑھنے وہ ماہِ مبیں
جو سب پیشگویاں تھیں پوری ہوئیں

سامعین! مجھے آج آپ حاضرین سے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت **(وہ)اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا** پر گفتگو کرنی ہے۔

لفظ رَستگار کا صحیح تلفظ اور اسیر کے معانی

سامعین! اصل مضمون کی طرف آنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زیر عنوان میں رَستگار کا تلفظ اور معانی بتادیئے جائیں۔ محترم شیخ محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ تحریر کرتے ہیں کہ

1. یہ لفظ رَستگار۔ را کے زبر سے ہے۔ را کے پیش سے اسے رُستگار بولنا یا لکھنا غلط ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے۔ رستن۔ رہا ہونا۔ نجات پانا۔ رَست۔ ماضی۔ گار۔ علامت اسم فاعل بمعنی والا یا لائق۔ پس رَستگار بمعنی چھوٹنے والا یا چھوٹنے کے لائق۔

2. رُستن را کے پیش سے بمعنی اُگنا۔ اس سے رُستگار نہیں آتا۔ البتہ رَستن خیز اور رُستن خیز (رہا ہونا۔۔ اٹھنا) بمعنی قیامت دونوں طرح درست ہے۔ لیکن رَستگار را کے زبر سے ہی درست ہے نہ کے پیش سے۔

(الفضل،7 جنوری 1966ء۔ روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

یہاں اسیروں کی رَستگاری کے مضمون کو آسان فہم بنانے کے لئے اسیر کے معانی بھی جاننا ضروری ہے۔ اسیر عربی زبان میں اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو جنگ میں مغلوب ہو کر فاتح دشمن کے ہاتھ میں لگ گیا ہو اور دشمن کو اختیار ہو کہ وہ اس سے جیسا سلوک چاہے کرے۔ جہاں اور جیسے چاہے رکھے جو کام اس سے چاہے لے کیونکہ جو شخص اپنے کسی قومی یا اخلاقی جرم کی پاداش میں قید خانہ میں ڈالا جاتا ہے اُسے مسجون کہتے ہیں جو سِجَن سے مُشتق ہے۔

سامعین!

20 فروری 1886ء کی پیشگوئی جو عُرفِ عام میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم ہے جس کے اصل اور حقیقی مصداق سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس پیشگوئی کی 52 علامات میں سے جس علامت پر مجھے فی الوقت روشنی ڈالنی ہے اس کی طرف پیشگوئی کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ "اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا"

سامعینِ کرام! ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمان باوجود بہت بڑی تعداد میں ہونے کے مغلوب ہو جائیں گے اور عیسائی ان پر غالب آجائیں گے۔ صحابہ کرام نے یہ بات سن کر دریافت فرمایا کہ حضورؐ! مسلمان باوجود کثیر التعداد ہونے کے مغلوب ہو جائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں! لیکن یہ کثرت ایسی ہی ہوگی۔ جیسے سیلاب کے سامنے خس و خاشاک! پھر فرمایا کہ جب صلیب کا غلبہ ہو جائے گا۔ تو مسیح موعود آکر صلیب کو توڑ دے گا اور اسلام کو دوبارہ زندگی مل جائے گی اور مغلوب ہو جانے کے باوجود غالب آجائے گا اور مسلمان اس کے ذریعہ نجات پائیں گے۔

(صحیح البخاری،کِتَاب الْمَظَالِمِ، بَابُ كَسْرِ الصَّلِيبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيرِ)

قرآن شریف میں اِن امور کا ذکر حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ (الانبیاء:97)اور وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰھُمْ جَمْعًا(الکھف:100)کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اِس پیشگوئی کے مطابق سولہویں صدی عیسوی تک اسلام اپنے کمال عروج اور شان و شوکت کو پہنچ گیا تھا کہ مکہ مکرمہ اس کا مرکز تھا اور غرب و شرق میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں پانچ وقت بلند و بالا میناروں سے گونجتی تھیں اور ساری زمین وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا کا مصداق بنی ہوئی تھی اور نورِ خدا ایسے رنگ میں چمک رہا تھا کہ یورپ، ایشیا و افریقہ سب ہی منور تھے اور اسلام کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ اہل مشرق کا مذہب ہے یا اہل مغرب کا اور دنیا لَا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ کی عملی تصویر نظر آتی تھی۔
لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کچھ ایسا تغیر مسلمانوں پر آنا شروع ہوا کہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک سب اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے مغلوب ہوگئے اور یورپ کی عیسائی حکومتیں اِن پر مسلط ہو گئیں۔ دنیا میں ہندوستان کیا، اور انڈونیشیا کیا جن کا سوادِ اعظم مسلمان تھا۔ مگر یہ ملک بھی عیسائیوں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ براعظم افریقہ بھی انیسویں صدی کے آخر تک اسیر اہلِ مغرب ہو گیا تھا۔ کسی جگہ بیلجیئم قابض تھا۔ کسی جگہ فرانس، کسی جگہ پر جرمن، کسی جگہ پر اٹلی اور کسی جگہ پر انگریزنے قبضہ جما لیا تھا اور یہ سب ممالک یکے بعد دیگرے اسیر فرنگ ہو گئے اور براعظم افریقہ پچاس ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کا سونا، لوہا، پیتل اور دیگر دھاتیں یورپ کو جانے لگیں تھیں اور اس کے لاکھوں باشندے غلام ہو کر امریکہ و یورپ و مشرق بعید میں یورپین اقوام کی کھیتی باڑی کرنے کے لئے بکھر گئے۔

سامعین! جہاں تک اسیروں کی رَستگاری کا تعلق ہے اس میں روحانی اسیر اور جسمانی اسیر کی رَستگاری مراد ہے۔ مَیں اپنی تقریر میں پہلے روحانی اسیروں کی رہائی کا ذکر کروں گا پھر جسمانی اور مادی اسیروں کی رہائی کا ذکر ہو گا۔

روحانی اسیروں کی رہائی

روحانی معنوں میں اسیری سے رَستگاری کو اگر مختصر الفاظ میں بیان کرنا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ معاشرہ جس طرح بدعات، رسومات، لغویات اور غیر اسلامی تعلیمات میں جکڑا پڑا ہے اور مسلمان ہونے کے باجود وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ شادی بیاہ، فوتیدگی یا دوسرے مواقع پر بجالائی جانے والی بدعات و رسومات نہ کیں تو

معاشرہ میں ناک کٹ جائے گی اور لوگ کیا کہیں گے گویا اللہ کے مقابل پر یا اللہ کے سوا بدعات اور رسومات کو خدا بنالیا ہے تو اِسے رسومات اور بدعات کی اسیری کہیں گے اور اِن سے آزاد کروانا روحانی رَستگاری کہلائے گی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے 52 سالہ مبارک اور تاریخ ساز دور میں اپنے خطبات، خطابات، تقاریر اور درس و تدریس کے ذریعہ احباب و خواتین کی مسلسل رہنمائی فرمائی، تحریکات کیں، بعض اوقات اِن کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور اپنی شبانہ روز دعاؤں سے احبابِ جماعت کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ ذیلی تنظیموں کا جال بھی اِسی اسیری سے رہائی اور خلاصی دلوانے کے لئے پھیلایا۔ لہذا آپؓ اِن روحانی معنوں میں اسیروں کی رَستگاری کا مؤجب ٹھہرے۔ اِس اہم امر کی طرف آپؓ **کا لقب** "مصلح موعود" دلالت کرتا ہے جس کے معانی اصلاح کرنے کے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ آپؓ نے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اور غلطی کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے رکھا اور احبابِ جماعت نے بھی کمال درجہ کی اطاعت کا مظاہرہ کرکے نہ صرف اپنی اصلاح کی بلکہ اپنے اہلِ خانہ کی تعلیم و تربیت عین اُن اصولوں اور ارشادات کے مطابق کی جو حضرت مصلح موعودؓ نے گاہے بگاہے جماعت کے سامنے رکھے۔ جب تمباکو کی ممانعت کی بات مخلصین جماعت نے اپنے پیارے امام کی زبان سے سنی تو اپنے حُقّے توڑ ڈالے۔ جب سنیما گھروں میں فلموں کی ممانعت کی بات ہوئی تو نوجوانوں نے فلمیں نہ دیکھنے کی قسم کھالی اور شادی بیاہ پر سادگی اختیار کرنے کی بات پر وفا شعار عورتوں نے اپنی بچیوں کو نہایت سادگی سے بیاہ کر باقی ماندہ رقم کو تحریکِ جدید میں دے دیا اور یوں اِن لا یعنی، فضول اور غیر اسلامی حرکات و سکنات کی اسیری سے رہائی پائی اور حضرت مصلح موعودؓ روحانی معنوں میں اسیروں کی رَستگاری کا مؤجب ٹھہرے۔ اِسی جہاد کو بعد میں آنے والے خلفاء نے جاری رکھا۔

اسیر نفس ہوئے جس کے فیض سے آزاد
یہی وہ نور ہے جس کی خدا نے دی تھی خبر

سامعین! اور جہاں تک مسلمانوں سے باہر دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیوں کی اسلام کے خلاف یلغار کا تعلق ہے اُس میں یہ برملا کہا جاسکتا تھا کہ عیسائی پادری مسلمانوں کو بڑی تعداد میں بپتسمہ دے کر اپنا اسیر بنا

رہے تھے اور عیسائی پادری فتح کے نقارے بجاتے ہوئے یورپ سے افریقہ، ایشیا اور مشرق بعید کا رُخ کر چکے تھے اور چند ہی دہائیوں میں مغرب کی ترقی یافتہ عیسائی طاقتوں نے ایشیا، افریقہ اور مشرقِ بعید کے بیشتر علاقوں کو اپنے زیر نگیں لا کر اور وہاں کے کروڑوں باشندوں کی آزادی سلب کر کے انہیں خود اپنے وطنوں میں سیاسی لحاظ سے اسیر بنا رکھا تھا اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کر رہے تھے کہ بیسویں صدی عیسائیت کے غلبہ کی صدی ہوگی۔ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی حرم کعبہ میں بھی جا داخل ہوگی۔ اس ضمن میں برصغیر کے مشہور و معروف امریکی مناد ڈاکٹر جان ہنری بیروز کے بلند بانگ دعاوی کے دو اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے عیسائی منادوں کے عزائم کا با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر بیروز عیسائیت کو پانی سے تشبیہ دے کر غلبہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک لیکچر میں کہتا ہے:

”عیسائی تہذیب کا پانی عرصہ دراز سے یورپ اور امریکہ کی بلند و بالا سرزمین میں جمع ہو رہا تھا اور اب وہ پانی ایک طوفانی دریا کی شکل میں افریقہ کے پیاسے صحراؤں اور ہندوستان کے میدانوں کی طرف نیز عیسائیت کی وسعت پذیر سلطنتوں کے دیگر نئے مفتوحہ علاقوں کی طرف زور و شور کے ساتھ بہہ نکلا ہے۔ ہم میں سے بعض کے نزدیک اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا شور حزقیل نبی کے اس مکاشفہ کے از سر نو پورا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس میں اسے ایک مقدس دریا دکھایا گیا تھا۔ یہ مقدس دریا اب آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ مشرقی ممالک (یعنی افریقہ) کا رخ بھی کرے گا حتی کہ سمندروں کے کڑوے پانیوں کو بھی میٹھا کر دکھائے گا۔“

(بیروز لیکچر صفحہ 23)

پھر اسی لیکچر میں کہتا ہے۔

”وہ تمام ترقی جو انیسویں صدی میں عیسائیت کو نصیب ہوئی ہے وہ بہت سے مسیحیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنی مقدر ہیں۔“

(بیروز لیکچر صفحہ 23)

یہ ممکن ہے اسیروں کے جہاں میں رستگار آئیں
مگر محمود کی فرمانروائی پھر نہ آئے گی

بہاریں اَور بھی آتی رہیں گی اِس گلستاں میں
مگر بلبل کی یہ رنگیں نوائی پھر نہ آئے گی

سامعین! ان تکلیف دہ حالات میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے والدِ محترم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بنیادوں پر غلبہ اسلام کی عظیم الشان عمارت تعمیر کرنی شروع کی اور عیسائیت کو ہندوستان کی سرزمین میں شکست فاش دے کر اقوام شرق و غرب تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کا عزم لے کر مبلغین کے ساتھ کامیاب یلغار کی کہ عیسائی منادوں کو لینے کے دینے پڑ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اِس اولوالعزم فرزند یعنی حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اللہ کی مدد اور تعاون سے کایا پلٹ کر رکھ دی اور عیسائیت کی طرف بہتا ہوا دریا کا رُخ یکلخت اسلام کی طرف بہنے لگا۔ اُس وقت چرچ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عیسائیت کی تبلیغ کا جو کام عالمی سطح پر وہ عیسائی سلطنتوں کی سرپرستی اور بے پناہ مادی وسائل کے بل پر انجام دے رہا ہے اس پر پانی پھیرنے کے لئے ایک چھوٹی سی جماعت کے سرفروش مجاہد انتہائی کسمپرسی کے باوجود اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ وہ نہتے اور تہی دست ہوتے ہوئے بھی زمین کے کناروں تک جا پہنچیں گے اور نہ صرف یہ کہ کہیں بھی عیسائیت کے قدم جمنے نہیں دیں گے بلکہ اقوامِ عالم کی سعید روحوں کو احمدیت کا والہ وشیدا بنا کر اسیری سے ان کی روحانی رَستگاری کا موجب بنتے چلے جائیں گے۔

سامعین! جہاں تک ساری دنیا کے روحانی اسیروں کو رہائی دلا کر انہیں احمدیت کی عافیت بخش حِصار میں لانے کا تعلق ہے اس کے لئے بے شک مالی وسائل اور افرادی قوت کا ہونا ضروری ہے لیکن اس اہم اور عظیم الشان کام کی انجام دہی کا دارومدار مالی وسائل اور افرادی قوت سے کہیں بڑھ کر کارکنوں کے جذبہ اخلاص و وفا اور خدمت و فدائیت پر ہے۔ جان و مال، وقت، عزت و آبرو اور عزیز و اقارب کو قربان کرنے کے جذبۂ بے پناہ کے بغیر حق کو دنیا میں غالب کرنے کا انتہائی کٹھن کام انجام دیا ہی نہیں جا سکتا۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم الشان کارنامہ ہی یہ ہے کہ آپؓ نے اپنی خداداد قوت قدسیہ کی مدد سے افرادِ جماعت میں قربانی کے جذبہ کو اس شان سے ابھارا کہ وہ خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے پر

آمادہ ہو گئے۔ جماعت کے نوجوانوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو نبھاتے ہوئے آپ کی آواز پر خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل سے کام نہیں لیا اور یوں دنیا بھر کے اسیروں کی رستگاری کی راہ ہموار کرتے چلے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے عیسائی مناد عیسائیت کے غلبے کے اعلانات کرتے دکھائی دیتے تھے اور اب مغربی دنیا کے اخبارات عیسائی ممالک میں احمدی مبلغین کی آمد اور احمدیہ مشنوں کے قیام کو خطرہ کی گھنٹی قرار دے کر عجیب وغریب خدشات کا اظہار کرنے لگے۔ انہوں نے یہاں تک لکھا کہ یہ جماعت اور اس کی سرگرمیاں چرچ کے لئے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جیسے 1980ء میں سوئٹزرلینڈ کے اخبار Freldenker میں ایک مضمون نگار نے لکھا:

”آج اسلام جن ہتھیاروں سے حملہ آور ہے۔ وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نرم ونازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خمدار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہمارے زمانہ میں اسلام کا حملہ ان مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیش قدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں کچھ ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اسے روکنا آسان نہیں ہے۔ ان دونوں براعظموں میں اسلام کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے اپنے پاؤں جماتی چلی جارہی ہے اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وہ صورت حال ہے جو عیسائی مشنوں کے کام کو مشکل اور ان کی زندگی کو تلخ کرنے کا موجب بنی ہوئی ہے۔ مزید برآں اسلام اپنی ان کامیابیوں پر جو اسے افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دوسری طرف پوری دلیری کے ساتھ عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے وہ اس طرح کہ یہاں ہمارے درمیان اس کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ کلیسیا اس صورت حال پر بہت پریشان ہے اور اسے وہ اپنے لئے ایک چیلنج تصور کرتا ہے۔“

حضرت مصلح موعودؓ کا قائم کردہ اشاعت احمدیت کا مستحکم نظام اس وقت سے مسلسل ترقی کرتا چلا آرہا ہے اور اب خلافتِ خامسہ میں 220 سے زائد ممالک میں ایسا مستحکم ہو گیا ہے جس پر قرآن کریم میں درج شجرہ طیبہ کی مثال پورا اُترتی اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ والی آیات میں بیان مومنوں کی علامات کے یہ لوگ وارث ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کے آخری ایام 1965ء تک صرف 45 سے زائد ممالک میں احمدیت کا نور پھیلا تھا۔

سامعینِ کرام! اِس ساری صورتِ حال اور احمدیت کی طرف بڑی تیزی سے بہتی کامیابی کی کشتی کو دیکھ کر انگلستان کے رسالے "ایسٹرن ورلڈ" نے اپنے دسمبر 1961ء کے شمارہ میں لکھا:

"اندریں حالات اس بات کا امکان ہے کہ احمدیت بھی مستقبل میں اسی طرح نمایاں طور پر پھولے پھلے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلامی دنیا مغرب کی لادین ثقافت کے زیر اثر آجانے کی وجہ سے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے احمدیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تحریک اسلام کو اس طور سے پیش کرتی ہے کہ جو دنیائے جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ پھر وہ اسلام کی آخری فتح کے بارہ میں نہایت درجہ پُراعتماد ہیں۔ ایسی صورت میں احمدیت ان نئی نسلوں کے لئے دلکش اور جاذبِ نظر ثابت ہو سکتی ہے جو اصلاح احوال کے پیش نظر نئے انداز فکر کی تلاش میں سرگرداں ہیں"

دنیاوی اسیروں کی رہائی

سامعین! اب مَیں اسیروں کی رَستگاری کے دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں اور وہ ہے جسمانی یا دنیاوی اسیروں کی رہائی کا پہلو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں حضرت مصلح موعودؓ لاکھوں لاکھ روحانی اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوئے وہاں اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعہ کروڑوں کروڑ جسمانی اسیروں کی رَستگاری کا سامان بھی کر دکھایا۔

1945ء میں دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر افریقہ اور ایشیا کے ممالک مغربی طاقتوں کے غلبہ و تسلط سے آزاد ہونے لگے اور اسی جنگ نے اسیروں کی رہائی کے سامان پیدا ہونے کی بنیاد رکھ دی اور اس طرح وہاں کے کروڑوں باشندوں کو جو صدیوں سے مغربی طاقتوں کے سیاسی اور جسمانی طور پر اسیر چلے آرہے تھے رَستگاری ملتی چلی گئی۔ سب سے پہلے برصغیر جو مصلح موعود کا مولد و مسکن تھا آزاد ہوا اور بھارت و پاکستان کی دو آزاد خود مختار مملکتیں معرض وجود میں آئیں۔ اس کے بعد ایشیا میں یکے بعد دیگرے برما، سیلون، انڈونیشیا، ملایا وغیرہ آزاد ہوئے۔ اُدھر افریقہ میں آزادی کی ایسی زبردست رو چلی کہ ایک دو نہیں بلکہ دو درجن سے زائد ملکوں میں سے مغربی طاقتوں کے اقتدار کی صف لپٹ کر رہ گئی۔ چنانچہ الجیریا، لیبیا، مصر، سوڈان، تیونس، مراکش، ماریطانیہ، سینیگال، گنی، سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، کیمرون، چاڈ، سنٹرل افریقین ری پبلک، کانگو، ٹانگانیکا، یوگنڈا، کینیا، صومالیہ، گیمبیا، زنجبار، آئیوری کوسٹ، ٹوگولینڈ، ڈاہومی، مالی، آئر

وولٹا، نائیجر، اتھوپیا(یہ بھی اٹلی سے آزاد ہوا) صومالی لینڈ، گابان، مالاگیسی یکے بعد دیگرے آزادی سے ہمکنار ہوتے چلے گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو بھی میرے ذریعہ سے پورا کیا اول تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ ان قوموں کو ہدایت دی جن کی طرف کسی کو کوئی توجہ ہی نہیں تھی اور وہ نہایت پست حالت میں تھیں وہ اسیروں کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔“

(الموعود صفحہ 155)

سامعین! آپؓ نے اس سیاہ رنگ کے بسنے والے براعظم کو اسلام کی سنہری شعاعوں سے منور کرنے کے لئے سعی فرمائی۔ افریقہ کے یہ افریقن باشندے اسیروں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے اور کسی افریقن کی مجال نہ تھی کہ وہ ”سفید آدمی“ کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ مگر اسیروں کے رُستگار محمود کے عہد میں اِن کو دنیاوی اسیری سے رہائی دلوا کر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسیری میں لاکر حمدِ الٰہی کے ترانے گانے لگے۔ مغربی طاقتوں نے بادشاہتوں کے نظام سے جمہوریت کی طرف سفر اختیار کر کے اسیری سے رہائی پائی۔ الغرض ایک عظیم الشان انقلاب کے ذریعہ ان علاقوں میں عیسائی طاقتوں کا سیاسی اقتدار ختم ہونے سے عیسائیت کا اثر و نفوذ زائل ہونے لگا اور حضرت مصلح موعودؓ کے قائم کردہ مشنوں کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہوتی چلی گئی۔ بالخصوص افریقہ سے عیسائیت کی رخصتی کے حوالے سے مشہور امریکی سیاح مسٹر ولارڈ پرائس نے افریقہ کا وسیع دورہ کے بعد اپنی کتاب Incredible Africa page 190 میں عیسائیت کے لئے وہاں پیدا ہونے والے خطرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

”برخلاف اس کے (یعنی عیسائیت کے روبہ زوال اثر کے برعکس) اسلام افریقہ میں عیسائیت کی نسبت تین گنا زیادہ تیز رفتاری سے پنپ رہا ہے۔ باہر کے کسی مذہب کو قبول کرنے کا سوال ہو تو اہل افریقہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ وہ اس بارہ میں (احمدیوں) کی طرف رجوع کریں جن کا بجز اپنے مذہب کی اشاعت کے افریقہ کے ساتھ اور کوئی مفاد وابستہ نہیں۔ یورپین آباد کاروں کے متعلق ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیں بائبل تو

دیتے رہے لیکن ساتھ کے ساتھ اس کے عوض میں ہمیں ہماری زمینوں سے محروم کرتے رہے۔ عیسائی منادبلی گراہم نے افریقہ کے دورہ سے واپس آکر وہاں عیسائیت کے زوال کی پیشگوئی کی ہے اور کہا ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب افریقہ میں عیسائیوں کو جان بچانے کے لئے غاروں اور زمین دوز خفیہ مقامات میں پناہ لینی پڑے گی۔"

یوں حضرت مصلح موعودؓ کے قائم کردہ مشنوں اور آپؓ کے بھیجے ہوئے مبلغین کے ذریعہ کروڑوں سیاسی اسیروں کی رستگاری عمل میں آئی تا وہاں غلبہ اسلام کی راہ بہتر رنگ میں اَور تیزی سے ہموار ہو۔ خود یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کے عقائد باطلہ سے بیزاری کی ایک ایسی زبردست رو چلی کہ وہاں سے عیسائیت کی صف لپیٹ کر رہ گئی۔ اب مغرب میں جو کبھی عیسائیت کا گڑھ کہلاتا تھا لوگ محض برائے نام عیسائی کہلاتے ہیں ورنہ عیسائیت پر سے ان کا ایمان اٹھنے لگا ہے اور لوگوں نے گرجوں میں عبادت کے لئے آنا ترک کرنا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے گرجوں کی عمارتیں ویران اور غیر آباد ہونے کے باعث بڑی کثرت سے فروخت ہو رہی ہیں اور کئی چرچ مساجد میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال پر ہالینڈ کے شہر دی ہیگ سے شائع ہونے والے ایک اخبار ہیونگلی (Zwingli) نے اپنی 26 ستمبر 1968ء کی اشاعت میں ایک پروٹسٹنٹ مناد ڈاکٹر جے۔ ایف۔ وی۔ وورڈن (Dr.J.F.V. Woerden) کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

"کیا اب سے پچاس سال بعد ایک چرچ بھی باقی رہ جائے گا؟ موجودہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو گردو پیش رونما ہو رہے ہیں۔ مَیں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں .... کلیسیائی نظام ڈگمگاتا ہوا نظر آرہا ہے اور اس میں تزلزل کی یہ کیفیت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔"

سامعین! اِس کے علاوہ پاکستان کی آزادی ہو یا فلسطین کی آزادی کا معاملہ ہو۔ کشمیری مظلوم لوگوں کا مسئلہ ہو یا عرب ریاستوں کی آزادی کا قصہ ہو ہر جگہ ہر معاملہ میں آپؓ نے مخلصانہ اور بارآور کوششیں فرمائیں۔ آپؓ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"غرض کشمیر کے لوگوں کو جو کچھ ملا وہ میری جدوجہد کے نتیجہ میں ملا"

حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں پاکستان اور کشمیر کی آزادی میں جماعت احمدیہ کی قربانیوں اور کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے حکیم احمد دین صاحب صدر جماعت المشائخ سیالکوٹ لکھتے ہیں:

"اس وقت تمام جماعتوں میں سے احمدیوں کی قادیان جماعت نمبر اول پر جارہی ہے وہ قدیم سے منظم ہے... قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے اس کا ہاتھ بہت کام کرتا تھا۔ جہاد کشمیر میں مجاہدین آزاد کشمیر کے دوش بدوش جس قدر احمدی جماعت نے خلوص اور درد دل سے حصہ لیا ہے اور قربانیاں کی ہیں ہمارے خیال میں... کسی دوسری جماعت نے... ابھی تک ایسی جرأت اور پیش قدمی نہیں کی۔"

(رسالہ قائداعظم بابت ماہ جنوری 1949ء)

سامعین! آج تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم جہاد کے خلاف ہیں اور کشمیریوں کے خلاف ہیں لیکن جو کوششیں حضرت مصلح موعودؓ نے کی تھیں مَیں ان کے بارہ میں کچھ بتاتا ہوں۔ تحریک آزادی کشمیر آپؓ نے شروع کی تھی کیونکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا سہرا آپؓ کے سر پر ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے مسلم لیڈر سر ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر سر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی، سید حبیب مدیر اخبار "سیاست" وغیرہ شامل ہوئے اور ان سب کے مشورہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اس کمیٹی کا صدر چنا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشمیری مسلمان جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم تھے ان کو آزادی دلوائی گئی۔ مسلم پریس نے حضرت مصلح موعودؓ کے ان شاندار کارناموں کا اقرار کیا اور آپؓ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:

"جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا۔ انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔"

(اخبار سیاست 18/ مئی 1933۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

سامعین! عبد المجید سالک صاحب تحریک آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"شیخ محمد عبداللہ (شیر کشمیر) اور دوسرے کارکنان کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کارپردازوں کے ساتھ ... اعلانیہ روابط رکھتے تھے اور ان روابط ... کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریک کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنان کشمیر طبعاً ان کے ممنون تھے۔"

(ذکر اقبال صفحہ 188۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

سید حبیب صاحب جو ایک معروف صحافی تھے اور اخبار "سیاست" لاہور کے ایڈیٹر تھے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبر بھی تھے جب حضرت مصلح موعودؓ نے کمیٹی سے استعفیٰ دیا تو انہوں نے اپنے اخبار میں 18 مئی 1933ء کی اشاعت میں لکھا کہ

"میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور مولوی برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی۔ اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا، انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ (حضرت) مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصراً یہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی۔"

(الفضل 28 مئی 1933۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون / جولائی 2008ء۔ صفحہ 323)

سامعین کرام! ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 فروری 2015ء میں حضرت مصلح موعود کی اپنی تحریرات کی روشنی میں حضور کے ہی الفاظ میں پیشگوئی کی اس علامت کو بیان فرمایا ہے۔

"وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا"۔ ایک پیشگوئی یہ بھی کی گئی تھی کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو میرے ذریعہ سے پورا کیا۔ اول تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے

میرے ذریعہ سے ان قوموں کو ہدایت دی جن کی طرف مسلمانوں کو کوئی توجہ نہیں تھی اور وہ نہایت ذلیل اور پست حالت میں تھیں۔ وہ اسیروں کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔ نہ ان میں تعلیم پائی جاتی تھی۔ نہ ان کا تمدن اعلیٰ درجے کا تھا۔ نہ ان کی تربیت کا کوئی سامان تھا۔ جیسے افریقن علاقے ہیں کہ ان کو دنیا نے الگ پھینکا ہوا تھا اور وہ صرف بیگار اور خدمت کے کام آتے تھے۔ ابھی مغربی افریقہ کا ایک نمائندہ (وہاں آپ جلسے میں تقریر فرمارہے ہیں۔ اس جلسے میں مغربی افریقہ کے ایک نمائندے نے تقریر بھی کی تھی۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ) آپ لوگوں کے سامنے پیش ہو چکے ہیں۔ اس ملک کے بعض لوگ تعلیم یافتہ ہیں لیکن اندرون ملک میں کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو کپڑے تک نہیں پہنتے اور ننگے پھرا کرتے تھے اور ایسے وحشی لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے ذریعہ ہزارہا لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہاں کثرت سے عیسائیت کی تعلیم پھیل رہی تھی اور اب بھی بعض علاقوں میں عیسائیوں کا غلبہ ہے لیکن میری ہدایت کے ماتحت ان علاقوں میں ہمارے مبلغ گئے اور انہوں نے ہزاروں لوگ مشرکوں میں سے مسلمان کئے اور ہزاروں لوگ عیسائیت میں سے کھینچ کر اسلام کی طرف لے آئے۔ اس کا عیسائیوں پر اس قدر اثر ہے کہ انگلستان میں پادریوں کی ایک بہت بڑی انجمن ہے جو شاہی اختیارات رکھتی ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے عیسائیت کی تبلیغ اور اس کی نگرانی کے لئے مقرر ہے۔ اس نے ایک کمیشن اس غرض کے لئے مقرر کیا تھا کہ وہ اس امر کے متعلق رپورٹ کرے کہ مغربی افریقہ میں عیسائیت کی ترقی کیوں رک گئی ہے۔ اس کمیشن نے اپنی انجمن کے سامنے جو رپورٹ پیش کی اس میں درجن سے زیادہ جگہ احمدیت کا ذکر آتا ہے اور لکھا ہے کہ اس جماعت نے عیسائیت کی ترقی کو روک دیا ہے۔ غرض مغربی افریقہ اور امریکہ دونوں ملکوں میں حبشی قومیں کثرت سے اسلام لا رہی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان قوموں میں تبلیغ کا موقع عطا فرما کر مجھے ان اسیروں کا رستگار بنایا ہے اور ان کی زندگی کا معیار بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔“

پھر فرمایا کہ ”اسیروں کی رستگاری کے لحاظ سے کشمیر کا واقعہ بھی اس پیشگوئی کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے اور ہر شخص جو اِن واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ

اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہی کشمیریوں کی رستگاری کے سامان پیدا کئے اور ان کے دشمنوں کو شکست دی۔"

(ماخوذ از "الموعود"۔انوار العلوم جلد 17 صفحہ 614-615)

سامعین! الغرض پیشگوئی مصلح موعود کی "اسیروں کی رستگاری" کی علامت اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہری اور باطنی ہر دو پہلوؤں کے اعتبار سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے اندر پوری ہوئی اور آئندہ بھی اُس وقت تک پوری ہوتی چلی جائے گی جب تک کہ پوری نوع انسانی کو روحانی اسیری سے رستگاری نصیب نہ ہو جائے۔ جب وہ وقت آئے گا تو دنیا دینِ واحد پر آجمع ہو گی۔ اس وقت نوع انسانی کا ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ انقلاب عظیم خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی پیشگوئی کے بموجب آپ کے فرزندِ موعود سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے قائم کردہ عالمگیر نظام اور انتھک مساعی کا ثمرہ ہو گا۔ اِن شاء اللہ

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿47﴾ ﴿مشاہدات۔267﴾

وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

تمام قوموں کو جس ذات سے ملی برکت
یہی ہے اہلِ نظر ہاں یہی وہ فضلِ عمر

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔"وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مصلح موعود کی 52 علامات میں سے 35 ویں نمبر پر بیان ہوئی ہے۔ اِس کے سیاق و سباق میں یعنی 34 اور 36 کو اگر اس علامت کے ساتھ مَلا کر پڑھیں تو مضمون زیادہ اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے لیکچر "الموعود" میں 34 نمبر پر یہ علامت بیان فرمائی کہ "وہ اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہو گا" اور نمبر 36 پر بیان فرمایا کہ "قومیں اُس سے برکت پائیں گی"۔ (الموعود صفحہ 72) اب مفہوم یوں ادا ہو گا کہ حضرت مصلح موعودؓ شرک و بدعات سے بگڑی قوموں کو آزاد کروائیں گے جس سے آپؓ کو زمین کے کناروں تک شہرت ملے گی اور آپؓ کے مبارک وجود سے قومیں برکت پا کر اسلام احمدیت کی حقیقی تعلیم سے آشنا ہوں گی۔

سامعین! اصل مضمون کی طرف آنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے کناروں کی تشریح کر دی جائے۔ دنیا کے بعض ایسے مقامات ہیں جن کو دنیا کا کنارہ کہا جاتا ہے۔ وہاں مخصوص جگہوں پر The end of the earth یا Date Line کے بورڈز لگے ہوئے ہیں جیسے ناروے، فجی، پُرتگال وغیرہ۔

پھر آبادی کا ہر وہ حصہ جہاں سے آگے سمندر رہی سمندر رہے وہ دنیا کا کنارہ کہلا سکتا ہے۔ جیسے امریکہ، رشیا، فن لینڈ، مختلف جزائرز اور جاپان وغیرہ۔ ویسے بھی کنارے یا کناروں سے مراد دنیا کا چپہ چپہ مراد ہو سکتا ہے جہاں آپؓ نے شہرت پانی تھی، وہاں رسومات اور بدعات کی دلدل میں پھنسے اسیروں کو رہائی دلوانی تھی اور قوموں نے آپؓ کے مبارک وجود سے برکتیں حاصل کرنی تھیں۔

سامعین! آج یہ علامت کہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی جس طرح حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے وجودِ باجود میں حیرت انگیز رنگ میں پوری ہوئی۔ اس کے ثمرات دیکھ کر اور اخبارات و رسائل میں پڑھ کر دل بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے لبریز ہو جاتا ہے۔

اگر اُس دَور کا احاطہ کریں جب حضورؓ نے جماعت کی قیادت کی اہم ذمہ داریاں سنبھالیں اور پھر جس طرح اپنوں اور غیروں نے قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالیں، مخالفتیں کیں اور مشکلات و مصائب کے طوفان بپا کئے۔ اِن مشکل ترین حالات اور مادیت و دہریت کے غلبہ کے دَور میں آپؓ نے اسلام احمدیت کی تبلیغ و اشاعت کا بیڑہ اُٹھایا اور اس زور کے ساتھ آپؓ نے تبلیغِ اسلام کی کہ اپنے وفادار ساتھیوں کے ساتھ دُنیا میں ایک جال بچھا دیا اور اپنے 52 سال دورِ خلافت میں حیرت انگیز خوشکن نتائج بر آمد ہوئے کہ آپؓ نے دنیا کے کونے کونے میں شہرت پائی۔ قوموں نے آپؓ کے وجود سے برکتیں حاصل کیں اور دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہوا کہ اپنے اور غیر ان حیرت انگیز کامیابیوں کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ مصر کے رسالہ الفتح نے یوں خراج تحسین پیش کیا۔

”جو شخص بھی اِن لوگوں کے حیرت زدہ کارناموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا اجہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے۔ صرف وہی ہیں جو اس راہ میں اپنے اموال اور جانیں خرچ کر رہے ہیں۔“

(الفتح 20 جمادی الثانی 1371ھ از الفضل 18 فروری 1955ء)

سامعین! دنیا کے کونے کونے میں شہرت پانے کا اگر مختصر جائزہ لیں تو آپؓ کے بابرکت دَور میں جہاں جہاں احمدیت پھیلی اُن میں جن کو برملا طور پر دنیا کا کنارہ کہا جا سکتا ہے اُن میں سپین (پُرتگال) انگلستان،

ماریشس، انڈونیشیا، فجی، جاپان اور امریکہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، جرمنی، گھانا، سیر الیون، نائیجریا، برما، سنگاپور، ملایاوغیرہ ممالک شامل ہیں جہاں آپؓ کے دور میں مبلغین کرام نے احمدیت کے جھنڈے گاڑے۔ آپؓ کے دور میں ایک رپورٹ کے مطابق 284 مساجد قائم ہو چکی تھیں جہاں پانچ وقت اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے صحراؤں میں

اسی طرح 35 ممالک میں 100 کے قریب حضرتِ محمودؓ کے ایاز یعنی مبلغین کرام مستعدی کے ساتھ خدمتِ دین بجالارہے تھے جن کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے اِس وعدہ کو پورا ہوتے ہم میں سے اکثر نے دیکھا کہ

”مَیں تیرے خالص اور دلی مُحبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور اِن کے نفوس و اموالِ میں برکت دوں گا“

سامعین! پیشگوئی میں آپؓ کے متعلق لکھا تھا کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ آپؓ کے مبارک دَور میں چودہ زبانوں میں تراجم ہو کر شائع ہوئے جن میں انگریزی، ڈچ، جرمن ملائی، گورمکھی، لوگنڈا اور سواحیلی وغیرہ زبانیں شامل ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور نے ایک جلسہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے مخالفوں اور حریفوں کو مخاطب ہو کر کہا تھا:

”کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کرسکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے، قرآن کا علم ہے.... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے.... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔“

(”ایک خوفناک سازش“ مصنف مولوی مظہر علی مظہر۔ صفحہ 195-196 روزنامہ الفضل۔ 17 فروری 2003ء صفحہ 13)

سامعین! اس پیشگوئی کے تمام الفاظ تبلیغ دین اور خدمتِ اسلام پر ہی دلالت کرتے ہیں۔ پس زمین کے کناروں تک شہرت پانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ موعود زمین کے کناروں تک خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچائے گا اور نہ صرف پہنچائے گا بلکہ اس بناء پر وہ یگانہ روزگار ہوگا اور دُنیا اس امر کو تسلیم کرے گی کہ یہ عظیم الشان کارنامہ اس برگزیدہ فرزند ارجمند کے ہاتھوں سرانجام پایا ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں جتھے اور برادریاں یہ کام کر دکھانے سے عاجز ہوں گی اور اپنے عجز کا خود اقرار کریں گی۔ گویا محض شہرت ہی نہیں بلکہ وجہ شہرت امتیازی نشان کی حامل ہوتے ہوئے اس موعود کی علامتوں میں سے ایک عظیم الشان علامت ہوگی۔ اب اس شہرت کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک وہ کہ جو ذاتی طور پر صرف آپؓ کی ذات کو دنیا میں حاصل ہوئی اور دوسری وہ جو بحیثیت جماعت کا امام ہونے کے آپؓ کو ملی۔ جماعت کا امام ہونے کے لحاظ سے جو شہرت حاصل ہوئی۔ اس کا کچھ اندازہ جماعت احمدیہ کے ان مشنوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں اور جن کی تفصیل قدرے اوپر بیان کر آیا ہوں۔

اخبار آگرہ۔ 21 اگست 1923ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

”اب فرقہ احمدیہ کے سردار حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہیں۔ تھوڑے ہی زمانہ میں مذہبِ احمدیہ دور دراز ممالک میں جا پہنچا ہے اور جا بجا اپنی بنیادوں کو مستحکم کرتا چلا جاتا ہے۔ ہر ملک میں اس مذہب کے مبلغ موجود ہیں۔“

مشہور مستشرق سر فرانسس ینگ ہسبنڈ صدر سوسائٹی فار پروسوئنگ دی سٹڈی آف ریلیجینز انگلینڈ نے کتاب ”ڈان اِن انڈیا“ میں لکھا:

”زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ہندوستان میں مسلمانوں میں ایک اصلاحی اور مذہبی تحریک اٹھی ہے۔ 1890ء کے قرب وجوار میں ہی یہ تحریک معرضِ وجود میں آئی۔ اس کی بناء مرزا غلام احمد صاحب نے جیسا کہ انہوں نے خود اس کا اظہار کیا ہے، الٰہی منشاء اور حکم کے تحت ڈالی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مہدی موعود ہیں۔ جن کے آنے کی خبر پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور وہ وہی مسیح ہیں جس کی آمد ثانی کی انجیل میں بھی پیشگوئی موجود ہے۔ آپؑ کے متبعین کے نزدیک اس تحریک کو اسلام سے وہی

نسبت ہے جو آغاز کار عیسائیت کو یہودیت سے تھی لیکن احمدیت شجر اسلام کی محض ایک کونپل یا شاخ نہیں بلکہ یہ بذاتِ خود اسلام کا دوسرا نام ہے۔ اس کے بانی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ کوئی نئی کتاب یا شریعت لے کر آئے ہیں۔ ان کا دعویٰ صرف یہ تھا کہ وہ اسلام اور اس کی تعلیمات کو اسی شکل میں پھر پیش کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ وہ اس بات پر ایمان لے آئیں کہ مسیح کی روح ان میں حلول کر گئی ہے۔ انہوں نے صرف یہ دعویٰ کیا کہ میں مسیح کی خوبو اور اس کے اوصاف لے کر اس دنیا میں مبعوث ہوا ہوں۔

اگرچہ وہ قادیان جیسے غیر معروف اور چھوٹے سے گاؤں کے رہنے والے تھے اور اسی گمنام جگہ میں رہ کر وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ منکشف فرمایا کہ تین سو سال کے اندر اندر تمام مغربی ممالک اسلام کی آغوش میں آجائیں گے اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے نہایت قلیل تعداد میں رہ جائیں گے۔

ابتدا ہی سے ان کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن پھر بھی وہ تحریک جس کی بنا پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے ڈالی تھی رفتہ رفتہ بڑھتی جارہی ہے۔ اس تحریک کے موجودہ امام مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے اور یورپ، ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ممالک میں جماعت احمدیہ کی شاخیں ہیں۔"

("Dawn in India"by sir Frances young Husband President society for promoting the study of Religions England)

سامعین! اخبار ڈیلی کرانیکل نیروبی مشرقی افریقہ نے لکھا۔

"جہاں تک مشنریز کی آمد و رفت کا تعلق ہے۔ "امام" (حضرت امام جماعت احمدیہ) کے مبلغین نے ہوا کا رخ بالکل پھیر کر رکھ دیا۔ پہلے عیسائی مشنری مغرب سے مشرق کی طرف جارہے تھے۔ اب مبلغین اسلام مشرق سے مغرب کی طرف جارہے ہیں۔ اسلام کے یہ سپاہی آج کل یورپ میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کے وسیع انتظامات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ یہ تمام مبلغین جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کے موجودہ امام اور پیشوا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا یہ دعویٰ ہے

کہ تمام وہ صداقتیں جو فرداً فرداً دیگر مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ قرآن میں موجود ہیں۔ امام کے مبلغ پہلے ہی سے فرانس، برطانیہ، اٹلی، سپین، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ وغیرہ میں موجود ہیں۔ وہ یورپ میں تبلیغ اسلام کی نئی مہم کا آغاز کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔"

(Daily Chronical Nairobi 5th July 1948)

سامعین! 1924ء میں لندن میں ویمبلے نمائش کے موقع پر تمام مذاہب کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس موقع پر جماعت کی طرف سے متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ حضور خود انگلینڈ تشریف لے جائیں اور مذاہب کی اس عظیم الشان کانفرنس میں اسلام کی برتری پر لیکچر فرماویں۔ چنانچہ حضور 12 جولائی 1924ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بنفسِ نفیس انگلینڈ تشریف لے گئے۔ اس موقع پر انگلستان کے اخبارات میں حضور کا جو تذکرہ ہوا۔ وہ بھی حضور کی شہرت کا باعث ہوا۔

چنانچہ مشہور اخبار "ٹائیمز آف لندن" نے لکھا:

اس وقت سر تھیوڈور ماریسن جو ڈرہم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔ کرسیِ صدارت پر متمکن ہوئے۔ سلسلہ احمدیہ کے امام حضرت مرزا محمود احمد صاحب کو جو مسیح موعود کے خلیفۂ ثانی کے لقب سے ملقب ہیں۔ انٹروڈیوس کیا۔ جنہوں نے فرمایا کہ میں اپنے ملک میں دس یا بارہ ہزار کے مجمع میں چھ چھ گھنٹے تک بولنے کا عادی ہوں۔ لیکن چونکہ مجھے لکھے ہوئے مضامین پڑھنے کی عادت نہیں۔ اس لئے میں اجازت چاہتا ہوں کہ میرے سیکرٹریوں میں سے ایک میرا مضمون پڑھ کر سنائے۔

"قادیان کا گاؤں جو پنجاب میں واقع ہے اور اس سلسلہ کا مرکز ہے۔ دنیا کے اطراف سے زائرین کھینچ رہا ہے۔ قریباً پندرہ صد آدمی مختلف ممالک سے وہاں آباد ہونے کے لئے چلے گئے ہیں اور قریباً تین صد آدمی روزانہ امام کے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ مسیح موعود نشانات اور معجزات کے ذریعہ خداتعالیٰ کی ہر ایک صفت کا مظہر تھے اور آپ کے موجودہ جانشین نے محض خدا کے فضل سے کئی موقعوں پر اس کے شیریں کلام کو سنا اور اپنی ذات میں یا اپنے ذریعہ دوسرے لوگوں میں خداتعالیٰ کی صفات کے ظہور کا تجربہ کیا۔"

(Times of London 24 April 1924)

کرسچن ہیرلڈ اینڈ سائنز آف آور ٹائیمز نے ”مشرق کا ایک مقدس انسان مغرب میں “کا عنوان دے کر لکھا:

”ان لوگوں میں جو مذہبی کانفرنس میں شمولیت کے لئے آئے ہیں۔ ایک وجود جو نہایت ہی موجب دلچسپی ہے۔ خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کا ہے۔ یہ سلسلہ ایک اسلامی تحریک ہے۔ جو پچاس سال ہوئے انڈیا میں شروع ہوئی۔ خلیفۃ المسیح پینتیس سال کی عمر کے ہیں۔ آپ کا چہرہ ہاتھی دانت کی طرف سفید ہے۔ جس کے ساتھ گھنی سیاہ داڑھی ان کی خوبصورتی اور دلکشی اور بھی بڑھا دیتی ہے۔ وہ ایک زبردست وفد لیکر آئے ہیں۔

یہ خلیفۃ المسیح کا پہلا تجربہ ہے۔ جو ذاتی طور پر انہوں نے مغربی تہذیب کے متعلق کیا ہے اور جو کچھ لندن میں دیکھا ہے۔ اس سے متعجب ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آج کل کے موسم کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

”میں اس سردی اور بارش سے ذرا نہیں گھبرایا۔ انہوں نے مزید فرمایا۔ ہم یہاں کام کرنے کے لئے آئے ہیں۔ بارش اور بادل کے باوجود ہم کام پر پوری توجہ دیں گے۔“

(Christen Harald Signes of our Times 24 September 1924)

سامعین! اخبار ڈیلی ایکسپریس ”مشرق سے مقدس انسان“ کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ:

”ان نہایت ہی شاندار اجتماعوں میں سے جو لنڈن میں کبھی ہوئے ایک وہ شاندار اجتماع تھا جو کل امپیریل انسٹیٹیوٹ میں مذاہب کانفرنس کے افتتاح کے لئے منعقد ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نہایت ہی ممتاز صورت ہز ہولی نیس خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تھی جو کہ اسلامی سلسلہ احمدیہ کے امام ہیں۔ خلیفۃ المسیح برف کی مانند سفید دستار باندھے ہوئے تھے اور آپ کے ہمراہ تیرہ سیکرٹری تھے جو ہندوستان سے آپ کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کی پگڑیاں سبز رنگ کی تھیں۔“

(Daily Express 23 September 1924)

سامعین! ایک مخالف اخبار جماعت احمدیہ کا ذکر کر کے لکھتا ہے، قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ قرآن کریم کے مختلف سات زبانوں میں جو ترجمے ہو رہے تھے وہ بھی پایہ تکمیل کو پہنچ گئے ہیں۔

فرانس، اٹلی، سوئٹزرلینڈ، شمالی اور جنوبی امریکہ، افریقہ، مصر، فلسطین، عراق، ایران، جزائر شرق الہند وغیرہ میں بھی مبلغ متعین ہیں۔ سن رہے ہیں ہمارے علمائے کرام!....ان کا حریف اتنی دور نکل گیا ہے کہ تعاقب کے لئے بہت ہمت چاہئے۔"

(احراری اخبار زمزم 3 جنوری 1947ء از روزنامہ الفضل ربوہ۔ 19 فروری 1963ء)

انگلستان کا دورہ مکمل کرنے کے بعد حضور 18 نومبر 1924ء کو واپس بمبئی روانہ ہوئے۔ حضور کے بمبئی میں ورودِ مسعود پر بمبئی کے سب سے کثیر الاشاعت اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا:

"حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ جو کل اپنے لمبے سفر انگلستان سے واپس تشریف لائے ہیں ہمارے نمائندہ نے ان سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات نہایت ہی دلچسپ اور نئی روشنی دینے والی ثابت ہوئی۔ اس نئی اسلامی جماعت کے امام ایک ذی علم اور روشن دماغ نوجوان ہیں اور انگریزی خوب روانی سے بول لیتے ہیں"

("Times of India:19th November 1924)

اب میں جماعتی شہرت کو لیتا ہوں۔ حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو دعویٰ فرمایا تھا کہ ان کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا وہ بہت شان کے ساتھ پورا ہو چکا ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں جماعت احمدیہ کے مشن قائم ہیں اور دنیا میں کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں پر خدائے واحد کا مقدس پیغام نہ پہنچا ہو اور یہی سب سے بڑی شہرت ہے کہ آپ کے خدام دنیا کے ہر ملک میں خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہندوستان سے باہر صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ تھا مشن لنڈن۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد کے زمانہ میں مختلف ممالک میں تیس کے قریب مشن قائم ہوئے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے یہ الفاظ کہ "وہ زمین کے کناروں تک شُہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔" حضرت مصلح موعود کے وجود بابرکت کے ذریعے پوری شان سے پورے ہو چکے ہیں۔ اہل بصیرت کے لئے یہ ایک کھلا نشان ہے۔

کہ عطرِ رضا سے وہ ممسوح ہے
وہ سارے زمانے کا ممدوح ہے
ہے فضلِ خدا اس پہ سایہ فگن
وہ روحِ زمانہ وہ فخرِ زمن

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ایک بات اس میں یہ تھی کہ "زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا" اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں بڑی شان سے پوری ہوئی اور دنیا میں بہت سارے مشن کھلے۔ بلکہ بعض مشن بعد میں بند بھی ہوئے۔ آپ کے زمانے میں سیلون، ماریشس، سماٹرا، سٹیریٹس سیٹلمنٹس (Straits Settlements)، چین، جاپان، بخارا، روس، ایران، عراق، شام، فلسطین، مصر، سوڈان، ابی سینیا، مراکو، چیکو سلواکیہ، پولینڈ، رومانیہ، یونائیٹڈ سٹیٹس، ارجنٹائن، یوگو سلاویہ۔ تقریباً کوئی 35-34 ممالک میں مشن کھلے اور تبلیغ اسلام پھیلی اور فرمایا کہ ہزاروں مسیحی میرے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ اس طرح میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کی جو تبلیغ ہے وہ ساری دنیا پر حاوی ہو جاتی ہے۔" (ماخوذ از الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 611)

(خطبہ جمعہ 20 فروری 2009ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ 21 فروری 2020ء میں فرماتے ہیں:

"جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آج دنیا گواہ ہے کہ اس موعود بیٹے نے دنیا کے کناروں تک شہرت پائی ہے اور بیرونِ ہندوستان یا بیرونِ قادیان دنیا کا ہر مشن آپؓ کی سچائی کا ثبوت ہے۔ بہت سارے مشن دنیا میں حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں قائم ہوئے تھے اور وہی سلسلہ، اسی نظام کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے۔"

پس مصلح موعود کی اس مخصوص صفت کے ماتحت جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں میں اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لے کر دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے اور ہر ملک اور ہر علاقہ اور ہر شہر میں پہنچ کر

قوموں کو برکت دیتی چلی جائے۔ بے شک اس وقت بھی دنیا کے بہت سے آزاد ممالک میں جماعت احمدیہ کے مبلغ اسلام کی تبلیغ کے لئے پھیلے ہوئے ہیں مگر دنیا کی وسیع آبادی کے مقابل پر ان مبلغوں کی تعداد گویا آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں لہذا اب وقت ہے کہ جماعت کے مخلص فدائی زیادہ سے زیادہ تعداد میں آگے آئیں اور ہر چہار اکناف عالم میں پھیل کر دنیا بھر کی قوموں کو برکت دیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ موجودہ رفتار سے اسلام اور احمدیت کے عالمگیر غلبہ کا مقصد ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ایک طرف جماعت کی والہانہ جدوجہد اور دوسری طرف خدا کی معجز نما نصرت کی ضرورت ہے۔

سخت مشکل ہے کہ اس چال سے منزل یہ کٹے
ہاں اگر ہو سکے پرواز کے پَر پیدا کر

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴾48﴿ ﴾مشاہدات۔268﴿

وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ O وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ O (الرحمٰن:27-28)

ہر چیز جو اس پر ہے فانی ہے۔ مگر تیرے رب کا جاہ و حشم باقی رہے گا جو صاحبِ جلال و اکرام ہے۔

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہو مرادوں والے پُرنور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

معزز سامعین! آج مجھے پیشگوئی مصلح موعود میں درج علامات میں سے آخری علامت **"تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا"** پر اپنا اظہارِ خیال کرنا ہے۔

حاضرین! ہم عمومی طور پر اپنی روزمرہ گفتگو میں جب کسی انسان کے اٹھائے جانے کا ذکر کرتے ہیں تو ہم بالعموم سمجھتے ہیں کہ وہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ سورۃ آل عمران میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا ذکر ملتا ہے یعنی روحانی رفعتیں آپؑ کو ملیں۔ اس پیش گوئی میں "نفسی نقطہ آسمان" کا ذکر ہے۔ لہذا سب سے قبل اس کے معنی جاننے ضروری ہیں۔ مکرم مسعود احمد خان دہلوی صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے آپ کے ذریعے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو زمین کے کناروں تک وسیع کر کے اور اطراف و جوانبِ عالَم میں آپؓ کے ہاتھوں اسلام کو پھیلا کر اور صداقتِ اسلام پر آپؓ سے بیش بہا کتب اور قرآن مجید کی بے مثل تفسیر لکھوا کر اور آپؓ کے حق میں تائید و نصرت اور فتح و ظفر کے عظیم الشان نشان ظاہر فرما کر اس بات کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیا کہ یہ پیش گوئی آپؓ ہی کے حق میں پوری ہوئی ہے اور آپؓ ہی اس پیشگوئی کے اصل اور حقیقی مصداق ہیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ آپؓ کی

ولادت کے روز سے ہی پیش گوئی کی علامتوں کے پورا ہونے پر ایمان رکھتے ہوئے دلی یقین اور بصیرت کے ساتھ آپؓ کو مصلح موعود کے منصب پر فائز مانتی چلی آرہی ہے۔ آپؓ پر خدا تعالیٰ نے پانچ اور چھ جنوری 1944ء کی درمیانی شب ایک رؤیا میں الہام خاص کے ذریعے یہ منکشف فرمادیا کہ آپ ہی اس عظیم الشان پیشگوئی کے مصداق اور مصلح موعود ہیں۔

یہ اس لیے ہوا کہ خود پیش گوئی کے الہامی الفاظ میں یہ صراحت موجود تھی کہ جب پیش گوئی کی ایک ایک علامت آپؓ کے وجود میں پوری ہو جائے گی یعنی دنیا دیکھ سکے گی کہ خدا نے آپؓ کو شُکوہ اور عظمت اور دولت عطا کی ہے اور آپؓ پیش گوئی کے عین مطابق صاحب شُکوہ اور عظمت و دولت ہیں۔ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں زمین کے کناروں تک آپؓ کے جاری کردہ پروگرام اور نظام کے ماتحت اسلام کا پیغام پہنچ رہاہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت آشکار اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہو رہاہے۔ قومیں آپؓ سے برکت پاکر اسیری سے رہائی پارہی ہیں اور آپؓ کا نام ایک عظیم روحانی مصلح کی حیثیت سے زمین کے کناروں تک اس درجہ مشہور و معروف ہو چکاہے کہ اغیار بھی آپؓ کے انقلاب انگیز کارناموں پر حیرت زدہ ہو کر آپؓ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور وہ سابق اسیر جنہیں آپؓ کے طفیل رَستگاری نصیب ہوئی ہے دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک آپؓ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کر رہے ہیں تو اس وقت خدا تعالیٰ خود آپؓ پر یہ انکشاف کرے گا کہ آپؓ ہی اس پیشگوئی کے اصل مصداق اور مثیلِ مسیح موعود ہیں۔ فی الوقت ہم علی الخصوص پیش گوئی میں بیان کردہ اس صراحت پر ہی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تا کہ یہ امر واضح ہو کہ آپ کا پیش گوئی کی جملہ علامتوں کے پورا ہونے کے بعد خدائی انکشاف کی بنا پر 1944ء میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کرنا بھی پیش گوئی کے عین مطابق تھا اور اس لحاظ سے آپ کا یہ اعلان بھی پیش گوئی کی عظمت کو دنیا پر ایک نئے رنگ میں آشکار کرنے کا موجب بنا۔

آئیں! پہلے پیشگوئی کے الفاظ پڑھ اور سن لیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے ایک اولو العزم فرزند کے پیدا ہونے کی نہایت پُر شکوہ الفاظ میں بشارت دی اور فرمایا۔

”وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری اور باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ۔ كَاَنَّ اللهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا ظہور بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور، جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا“

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

سامعین! اس پیش گوئی میں اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کو واضح اور بیّن علامات اور اس کے ذریعے رونما ہونے والے عالمگیر انقلاب کا ذکر کرنے کے بعد بتایا ہے کہ جب یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو پھر وہ مصلح موعود اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ پیش گوئی کے یہی وہ آخری الفاظ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ مصلح موعود خدائی انکشاف کی بنا پر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان ان سب باتوں کے پورا ہونے کے بعد کرے گا اور اس لیے کرے گا کہ خدا نے اسی طرح چاہا ہے اور یہ اس کی طرف سے ایک فیصلہ شدہ امر ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں ”نفسی نقطہ آسمان“ سے کیا مراد ہے۔ اور ”اس کی طرف اٹھائے جانے“ کے الفاظ کس مفہوم کے حامل ہیں تو پیش گوئی کے زیر نظر فقرہ کا اصل مفہوم خود بخود واضح ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم سب سے پہلے اس امر کو لیتے ہیں کہ ”نفسی نقطہ آسمان“ سے کیا مراد ہے۔ اس کے لیے ہمیں کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ ”نفسی نقطہ آسمان“ کی تشریح

بیان فرمادی ہے۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ "نفسی نقطہ آسمان" سے مراد روحانی علو و ارتفاع کا وہ مرتبہ ہے جو اہل اللہ میں سے کسی صاحبِ حال کو عند اللہ حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف "سرمہ چشم آریہ" میں سید ولد آدم، افضل الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مرتبہ و مقام جس تک رسائی کسی غیر کے لیے ہرگز ممکن نہیں قوسِ الوہیت اور قوسِ عبودیت کے مرتبہ کے مشترک وتر میں اس وسطی نقطہ سے عبارت ہے جو دائرہ قوسین کا نقطہ مرکز ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ مقام اہل اللہ کی اصطلاح میں "نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ" کہلاتا ہے۔ یہ وتر مشترک دوسرے بے شمار نقاط پر مشتمل ہے جو وسطی نقطہ وتر سے فیضیاب ہونے کے باعث دوسرے ارباب صدق وصفا کے "نفسی نقطہ ہائے آسمان" کا درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

"اب جاننا چاہیے کہ دراصل (قوسِ الوہیت اور قوسِ عبودیت کے وتر مشترک میں) اسی نقطہ وسطی کا نام حقیقت محمدیہ ہے جو اجمالی طور پر جمیع حقائق کے عالَم کا منبع واصل ہے اور د حقیقت اسی ایک نقطہ سے خطِ وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے اور اِسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویّت ساریہ ہے جس کا فیضِ اقدس اس سارے خط کو تعین بخش ہو گیا ہے۔ عالم جس کو متصوفین اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا اول اور اعلیٰ مظہر جس سے وہ علی وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے یہی نقطہ درمیانی ہے جس کو اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ کا نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اول کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کی طرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسماء الٰہیہ کی طرف نسبت واقعہ ہے۔ غرض سرچشمہ رموز غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علتِ غائی اور ہر ایک زیر و بالا کی لمیت یہی ہے جس کے تصور بالکُنہ و تصور بکنہ سے تمام عقول وافہام بشریہ عاجز ہیں۔"

(سرمہ چشم آریہ، حاشیہ صفحات 268-271)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جمیع مخلوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی ارفع واعلیٰ اور فہم وادراک سے بالا مقام کو واضح فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام اہل اللہ کی اصطلاح میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ کہلاتا ہے اور اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کی برکت سے دوسرے ارباب صدق وصفا کو تعلق باللہ کے لحاظ سے جو روحانی مرتبہ مقام حاصل ہوتا ہے وہ ان میں سے ہر ایک کا اپنا نفسی نقطہ کہلاتا ہے۔ اس وضاحت کی روشنی میں اگر پیشگوئی مصلح موعود کے آخری فقرہ کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ اس میں پسرِ موعود کے اپنے نفسی نقطہ آسمان سے مراد وہ روحانی مقام ہے جو عند اللہ پسرِ موعود کو حاصل ہے اور اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے یا مرتفع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب پیش گوئی مصلح موعود کی تمام علامات اور اس کے کارنامے ظہور پذیر ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ خود اس پر اس کا مرتبہ ظاہر کر دے گا اور اسے بتادے گا کہ وہ خود ہی مصلح موعود ہے اور عند اللہ اس مرتبہ ومقام پر فائز ہے کہ اس کے وجود کی برکت سے دنیا میں ایک روحانی انقلاب برپا ہو رہا ہے، چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ذریعہ دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہو چکا۔ آپؓ کی شہرت زمین کے کناروں تک پھیل گئی اور آپؓ اس طور سے روحانی اسیروں کی رَستگاری کا موجب ثابت ہو چکے کہ مشرق ومغرب کی قومیں آپ سے برکت پانے لگیں تو خدا تعالیٰ نے 1944ء کے شروع میں آپؓ پر انکشاف فرمایا کہ فی الحقیقت آپؓ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے اصل اور حقیقی مصداق ہیں۔ چنانچہ اس خدائی انکشاف کے بعد آپؓ نے 1944ء کے دوران ہوشیار پور، لاہور، لدھیانہ اور دہلی میں جلسے منعقد کر کے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ 12 مارچ 1944ء کو لاہور کے مقام پر منعقدہ جلسے میں آپؓ نے اس امر کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

”خدا تعالیٰ نے ایسے غیب سے سامان پیدا کر دیے ہیں کہ ہماری جماعت آپ ہی آپ مختلف ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے اور وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ پیش گوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی کس شان کے ساتھ پوری ہوئی اور چونکہ

اکثر علامات جو اس بیٹے کی بتائی گئی تھیں وہ سالہا سال سے پوری ہو رہی تھیں اس لیے جماعت ہمیشہ مجھے یہ کہا کرتی تھی کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں۔ مگر میں نے اس امر کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور مَیں نے کہا کہ جب تک خدا مجھے آپ یہ اطلاع نہ دے کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں اس وقت تک میرا اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دے کر دعویٰ کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ یہی حالت ایک لمبے عرصہ تک رہی یہاں تک کہ اس سال 1944ء کے شروع میں پانچ اور چھ جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتادیا کہ میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی میرے ذریعہ ہی شرک کو مٹایا جائے گا اور میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا خصوصًا مغربی ممالک میں جہاں توحید کا نام مٹ چکا ہے وہاں میرے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ توحید کو بلند کرے گا اور شرک اور کفر کو ہمیشہ کے لیے مٹادیا جائے گا تب جبکہ خدا نے مجھے یہ خبر دے دی میں نے اس کا دنیا میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آج مَیں اس جلسہ میں اُسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں نمبر 13 ٹیمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیش گوئی کا مصداق ہوں اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہو گی۔"

(الفضل 18 فروری 1958)

پس اگرچہ اس عظیم الشان پیشگوئی کی علامات 1889ء میں آپؓ کی ولادت کے وقت سے ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں اور پھر برابر ہوتی ہی رہیں یہاں تک کہ زمین کے کناروں تک آپؓ کی شہرت پھیل گئی اور آپؓ کے ذریعہ اسلام چار دانگ عالم میں پھیلنا شروع ہو گیا اور قومیں اسلام میں داخل ہو کر آپؓ سے برکت حاصل کرنے لگیں۔ اس کے باوجود آپ اپنی زبان سے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کرنے سے احتراز فرماتے رہے بالآخر حسب پیشگوئی ان سب علامتوں کے پورا ہونے کے بعد وہ وقت آن پہنچا جب خدا نے آپؓ کو آپؓ کے نفسی نقطہ آسمان کی طرف مرتفع کر کے ایک رؤیا میں اپنے الہام خاص سے اطلاع دی

کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں، اس خدائی انکشاف پر آپؓ نے اپنی پیدائش کے پورے 55 سال بعد جگہ جگہ جلسے منعقد کر کے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا اور اس طرح پیشگوئی کا یہ حصہ بھی بڑی شان اور آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا کہ ”تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا“۔ اس لحاظ سے آپؓ کا پیش گوئی کی علامات کے مسلسل پورا ہونے کے باوجود ایک طویل عرصہ کے بعد خدائی انکشاف کی بنا پر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمانا خود ایک عظیم الشان نشان ہے اور ہمارے لیے ایک نئے رنگ میں ازدیادِ ایمان کا موجب ہے۔

(الفضل مصلح موعود نمبر 1965ء)

سامعین! حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب مرحوم نے نفسی نقطہ آسمان کی یوں تشریح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”ان الہامات کا آخری جملہ ”تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا“ ”وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا“ صاف صاف بتا رہا ہے کہ پہلی ساری باتیں پوری ہو جانے کے بعد یہ مرحلہ آئے گا۔ مصلح موعود جلد جلد بڑھے گا اور وہ اسیروں کی رَستگاری کا موجب بنے گا۔ اسے زمین کے کناروں تک شہرت حاصل ہو گی اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ جب علم الٰہی کے مطابق یہ سب کچھ پورا ہو چکے گا اور مصلح موعود کے بارے میں ان امور کے متعلق تقدیرِ الٰہی پوری ہو چکے گی تب یہ مرحلہ آئے گا کہ مصلح موعود کو اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ یہ بات اسی طرح وقوع پذیر ہو گی یعنی آسمانی نوشتہ ہے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔

اس حصہ پیشگوئی میں بتایا گیا ہے کہ مصلح موعود کا نفسی نقطہ بہت بلند اور روحانی نقطہ ہے اسی لیے لفظ آسمان اور اٹھایا جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بھی قابل ذکر امر ہے کہ اس الہام میں یہ نہیں فرمایا کہ مصلح موعود اپنے نفسی نقطہ کی طرف خود اٹھے گا بلکہ فرمایا ہے کہ اسے اپنے نفسی نقطہ کی طرف اٹھایا جائے گا گویا مصلح موعود کا اپنے نفسی نقطہ کی طرف اٹھایا جانا غیر معمولی صورت میں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص سے ہو گا اور محض خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو گا الہامی الفاظ ”وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا“ میں صراحت ہے کہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ایک اٹل حقیقت ہو گا۔ اس میں انسانی دخل نہ ہو گا۔

نفسی نقطہ روحانی مقام ارتقا کا نام ہے

نفسی نقطہ سے کیا مراد ہے؟ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر نیک انسان کا ایک روحانی مقام ہے جس طرح فرشتوں میں سے ہر فرشتے کا ایک مقام ہے فرمایا وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (الصافات:164) انسان کا یہ روحانی مقام اس کا نفسی نقطہ ہوتا ہے۔ گویا یہ اس کی روحانی استعداد کی پہنچ یا پرواز کا نام ہے مصلح موعود کے کارنامے نمایاں ہیں۔ اس کا جلد جلد بڑھنا سب کی نظروں کے سامنے ہوگا۔ اس کا اسیروں کو رَستگاری کا موجب بننا بھی سب کو نظر آئے گا۔ اس کا زمین کے کناروں تک شہرت پانا بھی ایک مشہود امر ہوگا اور اس سے قوموں کا برکت پانا بھی ایک نمایاں امر ہوگا۔ ہاں مصلح موعود کا بلند تر روحانی مقام نظروں سے اوجھل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آخر اپنے غیر معمولی فضل سے اس کے اس مقام کو بھی عیاں کر دے گا اور اس کی بلندی لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی۔

سامعین! یہ ایک عجیب راز ہے کہ جب مصلح موعود کے متعلق الہامی کلمات کے نشانات نمایاں طور پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات بابرکات میں پورے ہو گئے اور اپنوں اور بیگانوں نے محسوس کر لیا کہ پیشگوئی میں مذکورہ علامات متحقق ہو چکی ہیں۔ آپؓ جلد جلد بڑھے آپؓ بیشتر روحانی اور بعض جسمانی اسیروں کی رَستگاری کا بھی موجب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے نام کو زمین کے کناروں تک شہرت دے دی۔ آپؓ کے شاگرد اور مبلغ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے اور قومیں آپؓ سے برکت پر برکت پانے لگیں۔ جب یہ سب باتیں پیش گوئیوں کے اندازکے مطابق کافی نمایاں حد تک پوری ہو گئیں تب آپؓ پر نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلتے وقت ایک دشمن کی طرف سے قاتلانہ حملہ ہوا جس سے آپ کے نفسی نقطہ کی رفعت کا اظہار ہوا اور فضل عمر والی مشابہت ظہور پذیر ہوئی۔

اس مرحلے سے گزرنے کے بعد الٰہی مصلحت کے ماتحت آپؓ پر طویل بیماری کا دور آیا۔ جو الہام الٰہی ”کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ“ (اشتہار یکم دسمبر 1888ء) کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ اسی اندھیرے کے آخر کار دور کیے جانے کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی تھی۔

آپؑ فرماتے ہیں

بشارت دی کہ ایک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس ماہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ ایک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے ایک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

یہ بشارت در حقیقت اس دعا کی قبولیت کا اعلان ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمود کی آمین مطبوعہ سات جون 1897ء میں بایں الفاظ فرمائی تھی۔

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہو مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سوچنے والوں کے لیے ایک نشان

میرے نزدیک اِس طویل بیماری کا بھی آپؓ کے نفسی نقطہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی لمبی بیماری میں اللہ تعالیٰ کی متعدد حکمتیں تھیں۔ جماعت کے لیے مقامِ توحید کی طرف کامل توجہ کرنے نیز علمی اور عملی استقامت کا سبق ملتا رہا۔ کمزوروں کا امتحان ہوتا رہا اور دشمنوں کے کامل بغض کا اظہار ہوتا رہا۔ ان کی گالیوں سے شانِ محمود کی رفعت ہوتی رہی۔ علاوہ ازیں ان حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اس لمبے ابتلا پر صبر کے باعث اللہ تعالی آپؓ کو آپؓ کے نفسی نقطہ یا بلند روحانی مقام تک پہنچانا چاہ رہا تھا.... گویا ایک رنگ میں مصلح موعود کے پیشگوئی میں اس دَورِ ابتلا کی طرف

اشارہ پایا جاتا تھا اور اس کے نتیجہ میں مصلح موعود کے نفسی نقطہ یعنی بلند مقام پر اٹھائے جانے کا ذکر موجود ہے۔ گویا یہ دَورِ ابتلا بھی صبر و شکر کے اعلیٰ وصف کے باعث حضرت مصلح موعود کی ایک دلیل صداقت رہا اور اس میں سوچنے والوں کے لیے ایک کھلا نشان ہے۔ اس بیماری کی وجہ سے ایک خاص گروہ نے اپنے بغضِ محمود میں حد سے تجاوز کر گیا اور دل آزاری ان کا مشغلہ بن گیا۔ یہ امر خود مصلح موعود کی بلندی درجات کا ذریعہ بن گیا۔ لوگ گالیاں دیتے رہے اور خدا کے فرشتے دعائیں کرتے رہے۔

محبین اور مخلصین کو اس موقع پر صدقہ و خیرات کرنے کی توفیق کے علاوہ دردمندانہ تضرعات اور خشوع و خضوع سے بھری ہوئی دعاؤں کا موقع ملتا رہا دنیا بھر کے اہل ایمان حضرت مصلح موعود کی شفاو صحت یابی کے لیے دعائیں کرتے رہے اور حضور کے مراتب کی بلندی اور فیوض کے دوام کے لیے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا رہے۔ یہ سب امور مل کر حضرت مصلح موعودؓ کو نفسی نقطہ کے اونچے مرتبہ پر لے جا رہے تھے۔ پھر خود حضور کا شدید ترین احساس کہ مَیں عملی خدمت اسلام نہیں کر رہا اور بھی آپؓ کے مقام کو بلند کر رہا تھا۔ غرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ لمبی بیماری آپؓ کو آپ کے روحانی نفسی نقطہ کی طرف اٹھانے کا ذریعہ ہے اور یہ آپؓ کے مصلح موعود ہونے پر فی ذاتہ ایک دلیل ہے۔"

مٹا کر اپنی ہستی راہِ حق میں
جہاں کو اُس نے بخشی زندگانی
یہی مدِ نظر تھا ایک مقصد
برائے دینِ احمد جانفشانی
رہی نصرت خدا کی شاملِ حال
گزاری زندگی با کامرانی
ہمیں داغِ جدائی آج دے کر
ہوا حاضر حضورِ یارِ جانی

جو اس نے ”نور“ بھیجا تھا جہاں میں
ہوا واصل بہ ربِ جاودانی
وہ جس کے قلب و روح و تن مبارک
مبارک آمدن۔ رفتن مبارک

(کمپوزڈ بائی: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)



﴾49﴿ ﴾مشاہدات۔233﴿

وہ اولوالعزم ہو گا

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ (الاحقاف:36)

پس صبر کر جیسے اُولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے بارہ میں جلد بازی سے کام نہ لے۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

سامعین کرام! آج مجھے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت **"وہ اولوالعزم ہو گا"** پر کچھ کہنا ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو اولوالعزم ثابت کرنے سے پہلے ضروری معلام ہوتا ہے کہ اولوالعزم کے لغوی معانی سے مَیں اپنے سامعین کو آگاہ کروں۔ اولوالعزم کہتے ہیں۔ صاحبِ ہمت، بلند ارادہ رکھنے والا، فراخ حوصلہ شخص۔ اسی طرح بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کو اولوالعزمی اور بڑی ہمت کے کاموں کو عزم الامور کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں بھی عزم یا اولوالعزمی کا ذکر ہے وہاں صبر، تقویٰ، معاف کرنے اور توکل علی اللہ کا بھی ساتھ ہی ذکر ملتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران:187) اور فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ۔ (الاحقاف:36)۔ اِسی طرح سورۃ لقمان آیت 18، سورۃ الشوریٰ آیت 44 اور سورۃ آل عمران آیت 160 میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے ظاہر ہے کہ اولوالعزمی کا تعلق سخت، مشکل، کٹھن، تکلیف دہ، مہیب اور خطرناک اَدوار سے ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات میں صبر کرنے کو عزم الامور قرار دیا ہے اور اس صفت کو رسولوں کی صفَت کہا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”اولوالعزمی کی خارق عادت سیرت جو خاص اس وجود میں ظاہر ہوئی کسی دوسرے میں ہمیں نظر نہیں آتی۔ جب آپ مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو جماعت کے اکابر کا بڑا حصہ آپ کا ساتھ چھوڑ بیٹھا تھا اور خزانہ خالی تھا مگر اس اولوالعزم وجود نے اپنے قادر وتوانا خدا پر کامل بھروسہ رکھا اور اس کا دل ایک لمحہ کے لیے بھی گھبرایا نہیں اور وہ نہ مایوس ہوا اور دنیا نے اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ کا ایک ظلّی معجزہ دیکھا اور جب وہ اپنے مولا کو پیارا ہوا تو دنیا کے طول و عرض میں لاکھوں دل اس کی یاد میں تڑپے اور لاکھوں روحیں اس کی بلندی درجات کے لئے دعائیں کرتی ہوئیں اپنے رب کے حضور جھکیں اور اپنے پیچھے آنے والوں کے لیے بھرا ہوا خزانہ اور ایک ایثار پیشہ قوم چھوڑ گیا۔ ربوہ کی سرزمین کا ذرہ ذرہ جسے اس نے اپنے آنسوؤں اور خون سے سینچا اس کی اولوالعزمی پر گواہ ہے اور ہم سب شاہد ہیں کہ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم تھا۔“

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ 21دسمبر 1965ء)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو مختلف جگہوں پر تین دفعہ اولوالعزم کے لقب سے نوازا جیسے ”**وہ اولوالعزم** ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔“ (اشتہار 12 جنوری 1885ء)۔ پھر ایک جگہ فرمایا”جس کا نام محمود ہوگا اور اپنے کاموں میں **اولوالعزم نکلے گا**“(تتمہ اشتہار 10 جولائی 1888ء) اور تیسری بار فرمایا۔ ”خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا، یَخۡلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ“

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 463 حاشیہ)

مَیں نفسِ مضمون کے حوالے سے اپنی گفتگو کا آغاز ایک کمزور صحت رکھنے والے 19 سالہ نوجوان مگر اولوالعزم انسان کے اُس عہد سے کرنا چاہوں گا جو آپؓ نے اپنے شفیق باپ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر یوں کیا تھا۔

”اگر سارے لوگ بھی آپؑ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔“

سامعین! ذرا غور کریں ایسے وقت جس میں تمام غمزدہ ہوں جس میں انسان کو بسا اوقات کچھ نہیں سوجھتی۔ ایک والدہ بھی ہو اور چھوٹے بھائی بہنوں کی ذمہ داریاں اس پر آن پڑی ہوں۔ وہ نوجوان ہاں وہی جو اولوالعزم محمود تھا اپنے شفیق باپ کے سرہانے اس کی لاشِ مبارک پر کھڑے ہو کر جو اقرار کرتا ہے وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

یہ عزم، یہ علّوِ ہمت، یہ استقلال اور عین اُس موقع پر جب انسانی حواس معطل ہو جاتے ہیں، جب انسان کے افکار اُس کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں، جب مستقبل تاریک نظر آتا ہے، جب انسان اپنے آپ کو بے سہارا پاتا ہے، ان حالات میں محمود کا یہ عزم دیدنی ہے اور آج جب ہم آپؓ کی زندگی کے بیتے ہوئے سالوں پر نظر دوڑا کر یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ آپؓ نے اپنے ابا مرحوم کے سرہانے پر کیا ہوا وعدہ کبھی نہ بھلایا۔ آپؓ نے اس وعدہ کو اپنی پوری طاقت اور پوری حجت اور پورے عزم سے نبھایا جس سے اس وعدہ کی شان اور اس عزم کی رفعت ہماری نظروں میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ پھر دوسری طرف دشمن اعتراضات کے تیروں سے زخمی دلوں پر نمک پاشی کر رہے تھے۔ ایک تو محبوب باپ کی وفات اور پھر دشمن کے بڑھتے ہوئے وار، طعنوں کے تیر، تمسخر واستہزاء کے جگر کو پاش کر دینے والے کلمات جو بہادر سے بہادر انسان کی کمر ہمت توڑ دیتے ہیں مگر ان شدید دشمنوں کے مقابل پر اس نازک ترین لمحہ پر اگر ہمیں نہایت کامیابی سے سینہ سپر ہوتا ہوا کوئی شخص نظر آتا ہے تو یہی 19 سالہ نوجوان جس نے **”محمود اور محمدی دشمنوں کا مقابلہ“** کے عنوان پر ایک مفصل اور دندان شکن مضمون ان اعتراضات کے جواب میں لکھ کر شائع کیا جو دشمنوں کے مقابل ایک نقارا تھا۔ ایک طبل جنگ تھا اور اس عزم اور ارادہ کا پہلا اظہار جو آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر کیا۔

سامعین! آج مَیں اپنی تقریر میں اِسی عہد کو بنیاد بنا کر نفسِ مضمون کو آگے بڑھاتا ہوں۔ آپؓ نے جس عزمِ صمیم اور پختہ ارادے سے پیشگوئی مصلح موعود کو اپنے اوپر اطلاق کرتے ہوئے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا وہ اپنی ذات میں آپؓ کے اولوالعزم ہونے کا ثبوت ہے۔ آپؓ لاہور کے جلسہ میں فرماتے ہیں۔

''میں اس واحد اور قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے بھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور میں نمبر 13 ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہو گی۔''

(الفضل قادیان مورخہ 15 جنوری 1958ء صفحہ 4)

یہ وہ دل دہلا دینے والی قسم ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کھائی اور اپنے آپ کو پیش گوئی مصلح موعود کا مصداق قرار دیا۔ اس کے بعد بھی آپؓ نے بار بار حلفیہ موکد بعذاب اپنے اعلان کا تکرار فرمایا جس سے شک و شبہ کے بادل چھٹ گئے۔ ظن اور گمان جاتے رہے اور حضور کا عالی مقام روشن نظر آنے لگا۔ اس حلف نے ان تمام لوگوں پر اتمامِ حجت کر دی جن کے قلم یہی لکھتے رہے اور جن کی زبانیں یہی کہتی ہیں کہ پیش گوئی کے مصداق نے خود اپنے آپ کو اس کا مستحق قرار نہیں دیا۔ چنانچہ مولوی عبد الرحمن صاحب مصری اپنی کتاب شانِ مصلح موعود پر رقم طراز ہیں :

''چونکہ میاں صاحب خود اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق ماننے میں متردّد ہیں اس لیے آپ اس پیش گوئی کا مستحق نہیں ہو سکتے ۔''

اور اُن پر بھی اتمامِ حجت ہو گئی جن کا یہ دعویٰ تھا کہ الہامی دعویٰ اور حلفیہ بیان پیش ہونے پر سر تسلیم خم کر لیں گے۔ چنانچہ اخبار پیغام صلح میں کہا گیا:

''ہمیں حضرت مرزا محمود احمد صاحب کے موعود لڑکا ماننے میں کوئی عذر نہیں اور نہ ہمیں مسیح موعود کے لڑکوں میں کسی لڑکے کی جانشینی کا کوئی سوال ہے۔ صرف اس موعود لڑکے کے متعلق حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں یہ علامت بتائی کہ وہ قرب اور وحی سے مخصوص کیا جائے گا۔ سو وحی اور مامور ہونے کا ہمیں انتظار ہے۔ کسی بات سے انکار نہیں۔''

(پیغام صلح 29 مارچ 1914ء)

اور خواجہ کمال الدین صاحب نے لکھا:

”کم از کم میں اپنے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس حلف کے بعد مجھ پر حرام ہو گا کہ میں حضرت میاں صاحب کے عقائد کے خلاف کچھ کہوں یا میں قبول کر لوں یا میں دعاؤں میں لگ جاؤں گا۔ بہر حال میں خاموش ہو جاؤں گا۔ اگر وہ مصلح موعود ہیں تو حلفاً یہ بیان کریں کہ آیا الہاماً یہ ان کو اطلاع ملی کہ وہ وہی فرزند ہیں جس کا اشارہ سبز اشتہار میں ہے۔“

(اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب صفحہ 73)

سامعین! یہ وہ شاندار پیش گوئی ہے جس میں آنے والے موعود کی ایک علامت اولوالعزم ہونا بیان کی گئی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ علامت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم پائی گئی۔ آپؓ نے کبھی غیر معمولی اور خطرناک حالات میں بھی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ طوفان اور آندھیاں آئیں آپؓ کا قدم استوار رہا۔ مصائب کے پہاڑ ٹوٹے مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ مخالف اپنی پوری طاقتوں سے حملہ آور ہوئے مگر ہمیشہ اولوالعزم محمود کے مقابلہ میں ناکام رہے اور خدا کے مسیح موعود کا موعود خلیفہ ہمیشہ کامیاب رہا۔ دشمن نے ہر ہتھیار آزمایا مگر خدا کے جری کو بیدار، ہوشیار، چوکس، چاک و چوبند اور اولوالعزم پایا۔ مخالف سے مخالف حالات میں آپ کاروانِ احمدیت کو منزل مقصود کی طرف لے کر چلتے رہے۔ ان غیر معمولی حالات میں آپؓ کو کام کرنا پڑا۔ جس بے سروسامانی میں آپؓ کو اتنے عظیم الشان مقصد کے لیے جماعت احمدیہ کی رہبری کرنی پڑی۔ جن نامسائد حالات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ کِن خفیہ اور اعلانیہ خطرناک تحریکوں کا آپؓ کو مقابلہ کرنا پڑا۔ کن خوفناک اور ہیبت ناک سازشوں کو بے نقاب کرنا پڑا۔ یہ تو ایک بہت لمبا سلسلہ ہے جس کی ایک ایک کڑی شاہد ناطق ہے کہ آپ وہ اولوالعزم ہیں جن کا خدا کے کلام میں وعدہ تھا۔

سامعین! ایک وہ عہد تھا جو آپؓ نے اپنے والد کی میّت کے سرہانے کیا تھا۔ ایک وہ وقت بھی آیا جب حضرت خلیفۃ المسیح الأول رضی اللہ عنہ کی وفات پر جماعت کے سرکردہ لوگ خزانے کو لوٹ کے جماعت سے نہ صرف الگ ہو گئے بلکہ حضرتِ محمود کے خلاف محاذ بھی بنالئے اور دل بھر کے خوب مخالفت کی اور

کہا یہ بچہ ہے کیا چلائے گا جماعت کو۔ چند دنوں کی بات ہے جب قادیان کی عمارتیں کوڑیوں کے بھاؤ بکیں گی اور وہاں اُلو بولا کریں گے۔

سامعین! یہ اولوالعزم نوجوان جائے حسد بن گیا۔ وہ جو آپ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے آپؓ کے ارادوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہ اس ہونہار نوجوان کی پروان سے سہم گئے۔ انہیں اس کے عزم و ارادہ میں آہنی قوت نظر آئی۔ نفرت نے محبت کی جگہ لینی شروع کی۔ وہ جو جماعت میں معزز تھے، اکابر تھے، کرتا دھرتا تھے۔ جو اپنی خطرناک اسکیموں کو اپنے دلوں اور دماغوں میں پرورش دے رہے تھے۔ آپؓ کے راستہ میں روک بننے لگے۔ آپؓ کا تقوی طہارت، آپؓ کی ہر دلعزیزی، آپؓ کی بلند اخلاقی ان لوگوں کے لیے سوہانِ روح بن گئی۔

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہم خیالوں کی اندرونی سازشیں، خلافت کے سلسلہ کو ختم کر دینے کی کوششیں، جماعت کو ورغلانے کے ارادے، یہ ماحول انتہائی خطرناک تھا۔ جماعت کے کرتا دھرتا ایک طرف تھے۔ وہی جو جماعت کی کلیدی آسامیوں پر فائز تھے، جو بارسوخ تھے، ذی اثر تھے، ذی ثروت تھے، صاحب تجربہ تھے، واقفیت وسیع تھی، تعلقات عام تھے اور ایک طرف نوجوان جو 25 سال کی عمر کو پہنچ چکا تھا پہاڑوں سے زیادہ مضبوط عزم و ارادہ کو لے کر ان خیالات کی تردید کر رہا تھا۔ ضرورتِ خلافت اور خلافت کی اہمیت بیان کر رہا تھا۔ اُدھر یہ ارادہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بعد انجمن ہی مطاع کل قرار پائے اور اِدھر یہ ایمان کہ الٰہی سلسلوں میں خلافت راشدہ کا قیام ہی ترقی کا ضامن ہوتا ہے۔ اور یہی یہ آہنی عزم رکھنے والا ”اولوالعزم محمود“ ان حالات میں نہ ڈگمگایا۔ وہ صداقت کے عَلَم کو لے کر خلافت کے قیام اور اس کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتا رہا اور خلیفہ کے انتخاب کے ساتھ ہی احمدیت ایک دفعہ پھر دنیا کے سامنے زندہ ہو کر پیش ہوئی۔ دشمن جو سمجھتا تھا کہ اب خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد یہ شیرازہ بکھر جائے گا اور سلسلہ نیست و نابود ہو جائے گا، غلط ثابت ہوا۔ یہی وہ ”اولوالعزم محمود“ ہے جو اقتدار کے بتوں سے ٹکرایا۔ صداقت کے اظہار کے لیے سینہ سپر رہا۔ خلافت کا دوبارہ قیام آپؓ کا وہ زریں کارنامہ تھا جو نسلوں تک آپ کے **”اولوالعزم محمود“** ہونے پر شاہد ناطق رہے گا۔

آپؓ نے فرمایا:

’’اب میں یقین رکھتا ہوں کہ دنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ ہو گی اور قیامت تک کوئی ایسا زمانہ نہ گزرے گا جس میں میرے شاگرد نہ ہوں گے۔ کیونکہ آپ لوگ جو کام کریں گے وہ میرا ہی کام ہو گا۔‘‘ (منصبِ خلافت) اور فرمایا۔ ’’کاش! میں اپنی موت سے پہلے دنیا کے دور دراز علاقوں میں صداقت احمدیہ کو روشن دیکھ لوں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ...بِبَعِيْدًا‘‘

(رسالہ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے)

پھر فرمایا:

’’اس وقت دشمن کہہ رہا ہے کہ اب احمدیت گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آگے سے بھی زیادہ اسے ترقی دے اور اسلام کے شیدا خوش ہو جائیں۔ کساب خزاں کے بعد بہار آنے والی ہے اور مسیح موعود کے وعدوں کے پورا ہونے کے دن آ گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اور اس کے اوّل خلیفہ کی دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا اور اسلام کی مصیبت کو دور کر دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کے لیے میرے دل میں ڈالا ہے کہ میں اسلام احمدیت کی اشاعت کے لیے خاص جدوجہد کروں۔‘‘

(شکریہ اور اعلان ضروری صفحہ 8)

سامعین! جماعت احمدیہ میں خلافتِ ثانیہ کے قیام کے بعد احمدیت کے پروانے **’’اولوالعزم محمود‘‘** کے گرد جمع ہو کر مصروف کار ہو گئے۔ احمدیت اکنافِ عالم میں پھیلنے لگی۔ نامساعد حالات کے باوجود سلسلہ کا نظام مضبوط ہوا۔ حاسد حسد میں جلتے ہوئے علیحدہ رہے۔ جماعت سے علیحدہ ہونے والوں نے احمدیت کو یورپ میں پیش کرنا سمّ قاتل خیال کیا۔ مگر ’’اولوالعزم محمود‘‘ کے ذریعہ آج یورپ اسلام اور احمدیت کے فیوض سے متمتع ہو رہا ہے اور ان میں ایسے خدامِ اسلام پیدا ہو رہے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ پر جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ انہی حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

ہوتا تھا کبھی میں بھی آنکھ کا تارا
بتلاتے تھے ایک قیمتی دل کا مجھے پارہ

دنیا کی نگاہ پڑتی تھی جن ماہ وشوں پر
وہ بھی مجھے رکھتے تھے دل و جاں سے پیارا
تھوڑی سی بھی تکلیف میری ان پہ گراں تھی
کرتے نہ تھےاک کانٹے کا چبھنا بھی گوارا

سامعین! ہاں ہاں وہی محبت کرنے والے دل مخالفت میں مشغول ہو گئے۔ ایک شفیق باپ کے سایہ عاطفت سے محروم بیٹا ان محبت بھرے دلوں کی محبت سے بھی محروم ہو گیا۔ وہ ہاتھ جنہوں نے اس کے سر کو سہارا دینا تھا کھینچ لیے گئے۔ وہ ہمدردیاں جنہوں نے اسے ڈھارس دینی تھی مفقود ہو گئیں اور عملاً اس وقت آپ کو بے یار و مددگار ایک لق و دق صحرا میں پھینک دیا گیا۔ مگر ان نامساعد حالات میں، ان حوصلہ شکن حالات میں کیا وہ نوجوان گھبرا گیا؟۔ کیا اس کے حوصلے پست ہو گئے۔؟ کیا اس کے عزم میں پستی پیدا ہو گئی۔؟ کیا اس کے پائے استقلال میں ذرا بھی جنبش آئی؟۔ ہر گز نہیں! اس نوجوان کے ارادے جواں رہے۔ اس کی ہمت نے اس کا ساتھ دیا۔ کاش! کوئی اس مسموم فضا کا تصور کر سکے کہ کس طرح **محمود** کے دل کو انہوں نے زخمی کرنے کی کوشش کی؟ کس طرح قدم قدم پر مشکلات کے پہاڑ اس کی راہ میں کھڑے کرنے کی کوششیں ہوئیں؟۔ آپ نے خود بیان فرمایا:

صفحہ اول سے مٹایا کیوں مجھے احباب نے
کیوں مرے دشمن ہوئے کیوں مجھ سے ہے کین و نقار
جو کوئی بھی ہے وہ مجھ سے برسر پرخاش ہے
ہر کوئی ہوتا ہے آ آ کر میری چھاتی پر سوار
ابر باراں کی طرح آنکھیں ہیں میری اشک بار
ہے گریباں چاک گر میرا تو دامن تار تار
دشت فرقت میں ہوں تنہا رہ گیا با حالِ زار
چھوڑ کر مجھ کو کہاں کو چل دیے اغیار و دیار

لیا کیوں پدری وفاداری نہ کیوں چھوڑی
نگاہِ دوستاں میں مَیں مقہود رہتا ہوں

اِن کٹھن حالات میں آپ اپنے ساتھیوں کو یہ تلقین کرتے رہے۔

پھر آزماؤ اپنے ارادوں کی پختگی
پھر تم دلوں کی طاقتوں کا امتحان کرو
دل پھر مخالفانِ محمدؐ کے توڑ دو
پھر دشمنان دین کو تم بے زباں کرو
پھر ریزہ ریزہ کر دو سب قصرِ شیطنت
نام و نشاں مٹا کے انہیں بے نشاں کر دو

سامعین! پھر مستریان مباہلہ کا فتنہ اُٹھا مگر ''اولوالعزم محمود'' کامیاب ہوا اور مخالف اتنا ذلیل کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے انکار تک پہنچے۔ کشمیر کے مظلوم مسلمان، جانوروں کی طرح زندگی گزار رہے تھے ان کے مقابلہ میں کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے آپؓ کی کارگزاری آپؓ کے عزم اور بلند ہمتی کی زریں مثال ہے اور آخر ان لوگوں کو بہت سے حقوق ملے۔

فتنہ احرار

ہاں چودھویں صدی کا بہت بڑا فتنہ جس کی پشت پر حکومتِ وقت تھی۔ جن کے ہاتھوں میں لوگوں کی نبضیں تھیں۔ اپنی پوری طاقت سے عہدِ انگلشیہ میں ''اولوالعزم محمود'' اور اس کی جماعت پر حملہ آور ہوا۔ وہ یہ دعویٰ لے کر اٹھے کہ اب احمدیت کو مٹا دیں گے اور تین سال کے اندر اندر کوئی احمدی صفحہ زمین پر نظر نہ آئے گا۔ احمدیہ جماعت پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ ایک طوفان تھا جو ہر طرف سے اُمڈا چلا آرہا تھا جس میں احمدیت کو بہالے جانے کی تیاری تھی۔ حاکم ان کے ہمنوا تھے اور افسر اُن کے ساتھی۔ مگر ان تمام مشکلات اور مصائب کے مقابلہ میں ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے

پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ وہ مردانہ واران طوفانوں سے ٹکرایا۔ جب بھی احرار نے حملہ کیا ”محمود“ کو بیدار پایا اور دشمن ناکام ہوتا گیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپ نے خود فرمایا تھا کہ احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

سامعین! الغرض ہر فتنہ اپنی پوری طاقت سے حضورؓ سے ٹکرایا مگر طوفانوں کی موجوں سے مقابلہ کرتا ہوا خدا کا اولوالعزم محمود و مصلح موعود آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ اِن حالات میں احمدیت پھیلتی اور ترقی کرتی رہی کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق ہندوستان ایک انقلاب عظیم کا شکار ہوا۔ جماعت احمدیہ تقسیمِ ہند کے موقع پر اپنے مرکز سے ہجرت کرنے پر جب مجبور ہوئی تو یہ سمجھا جانے لگا کہ اب سلسلہ قائم نہ رہ سکے گا۔ اب یہ قدم جم نہ سکیں گے۔ اب اشاعتِ اسلام کا مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔ مگر پھر اولوالعزم محمود نے اپنے رب کی مدد و نصرت سے وادیٔ غیر ذی زرع آباد کی۔ اللہ نے ویران اور بنجر زمین پر آبادی کے سامان کیے اور پہاڑوں میں اذانیں گونجنے لگیں۔ پھر سے اشاعتِ اسلام کے دروازے کھل گئے۔ پھر وہی قادیان والا ماحول پیدا ہو گیا پس یہ کمال آہنی ارادوں والے قابل صد تفاخر وجود اولوالعزم محمود کی کارگزاریوں کا نتیجہ تھا اور آج اپنے اور پیرائے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج دنیائے احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا اور آج اسلام اور احمدیت دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی ہے۔ آج مختلف قومیں ”محمود“ مصلح موعود کے ذریعہ برکت پا رہی ہیں اور اسلام کی عظمت و برتری کا سکّہ اقوام عالم میں بیٹھ رہا ہے۔ دشمن بھی مصروف کار ہے۔ وہ اپنی طاقتوں کو مجتمع کر رہا ہے۔ مگر کون انہیں بتائے کہ ”محمود“ تو اولوالعزم ہے۔ فتح کی کنجی اسے دی گئی ہے اور اس سے خدا کا وعدہ ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

آپؓ خود زمامِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اعلان فرمایا کہ:

”مجھے انسانوں کے خیالات کی پرواہ نہیں **خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے کامیاب کرے گا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ کامیاب ہوں گا اور میرا دشمن مجھ پر غالب نہ آ سکے گا۔** مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے پوشیدہ در پوشیدہ حکمتوں کے ماتحت جن کو میں خود بھی نہیں سمجھتا ایک پہاڑ بنایا ہے۔ پس وہ جو مجھ سے ٹکراتا ہے اپنا سر پھوڑتا ہے۔ میں نالائق ہوں اس سے مجھے انکار نہیں۔ میں کم علم ہوں اس سے میں ناواقف نہیں۔ میں گنہگار ہوں اس کا مجھے اقرار ہے۔ میں کمزور ہوں اس کو میں جانتا ہوں۔ لیکن میں

کیا کروں کہ میرے خلیفہ بنانے میں خدا نے مجھ سے نہیں پوچھا اور نہ وہ اپنے کاموں میں میرے مشورے کا محتاج ہے۔ میں اپنے ضعف کو دیکھ کر خود حیران ہو جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کیوں چنا اور میں اپنے نفس کے اندر ایک بھی ایسی خوبی نہیں پاتا جس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا مستحق سمجھا گیا۔ مگر باوجود اس کے اس میں کوئی شک نہیں کہ **مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مقرر فرمایا ہے اور وہ میری ان راہوں سے مدد فرماتا ہے جو میرے ذہن میں بھی نہیں ہوتیں۔** جب کُل اسباب میرے خلاف تھے۔ جب جماعت کے بڑے بڑے لوگ میرے خلاف اعلان کر رہے تھے اور جن کو بڑا خیال کرتے تھے وہ سب میرے گرانے کے درپے تھے۔ اس وقت میں حیران تھا لیکن سب کچھ میرا ربّ آپ کر رہا تھا۔ اس نے مجھے اطلاعیں دیں اور وہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور میرے دل کو تسلی دینے کے لیے نشان پر نشان دکھایا۔ امور غیبیہ سے مجھے اطلاع دے کر اس بات کو پایہ ثبوت کو پہنچایا کہ جس کام پر میں کھڑا کیا گیا ہوں وہ اس کی طرف سے ہے۔"

(القول الفصل صفحہ 57)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"یہ سارے دشمن خائب و خاسر رہے اور ان کے جیتے جی ان کی حاسد نظروں کے سامنے مسیح موعود علیہ السلام کو رحمت کا نشان عطا ہوا، "اسی کے موافق" جو آپؑ نے اپنے رب سے مانگا تھا۔ پس بڑی حسرت ناک نگاہوں سے دشمن نے اسے جلد از جلد بڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ وہ جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوا۔ جو اس سے ٹکرایا پاش پاش ہو گیا اور وہ جس سے ٹکرایا اسے پاش پاش کر دیا۔ گنگ ہو گئیں وہ زبانیں جو کہتی تھیں کہ ہم قادیان کی بستی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ ہاں مگر جب اس نے کہا کہ میں دشمن کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دیکھتا ہوں تو دشمن کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ شدید مخالفتوں کے طوفان اس کی اولوالعزمی سے ٹکرا کر پراگندہ ہو گئے اور آہِ رسا کے اثر سے عناد کے آلاؤ ٹھنڈے پڑ گئے۔ اس کے دشمنوں نے خود اس کے وطن میں اسے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی مگر اس کے رب نے اس کی زمین کو وسیع تر کر دیا اور وہ اسلام کا عَلم ہاتھوں میں تھامے اور قرآن کے تراجم سینے سے لگائے

مشرق اور مغرب، کالوں اور گوروں کو برکت دیتا دیس بدیس قریہ بقریہ پھرا اور اسلام کے شرف اور کلام اللہ کے مرتبہ کو کُل عالم پر ظاہر کر دیا۔ یہاں تک کہ زمین کے کناروں تک شہرت پا گیا۔"

(خطابات طاہر، تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت صفحہ 71)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں اِس عظیم اولوالعزم شخص کو خراج تحسین پیش فرمایا ہے۔ آپ خطبہ جمعہ 20 فروری 2009ء فرماتے ہیں:

"پھر اولوالعزم ہونے اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کے بارہ میں غیروں کی شہادت ہے۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی ایک مشہور صحافی ہیں ان کی شہادت ہے۔ انہوں نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ "اکثر بیمار رہتے ہیں"۔ حضرت مصلح موعودؓ بچپن سے ہی بیمار تھے خود انہوں نے لکھا ہے کہ مَیں بچپن سے ہی بہت کمزور تھا آنکھوں کی بیماری تھی۔ پڑھ نہیں سکتا تھا۔ آنکھیں اتنا ابل جاتی تھیں کہ نظر ہی کچھ نہیں آتا تھا۔ استاد میری شکایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کرتے تھے بلکہ ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب نے شکایت کی کہ اس کو حساب نہیں آتا، یا اس کو پڑھنا نہیں آتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس کے ٹال دیا کرتے تھے کہ ہم نے اس سے کوئی کاروبار نہیں کروانا اور نوکری نہیں کروانی اور حضرت خلیفہ اولؓ سے پوچھا کرتے تھے کہ کیوں آپ کیا کہتے ہیں؟ وہ کہتے تھے۔ نہیں بالکل ٹھیک ہے۔ بہرحال جو ظاہری دنیاوی تعلیم تھی وہ کسی قسم کی آپ نے نہیں لی بلکہ دینی تعلیم بھی حضرت خلیفہ اوّل کی مطب میں بیٹھ کر صرف لیکچر میں سنا کرتے تھے۔ تو یہ ہے علوم ظاہر و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اس بارہ میں خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں۔ کہ "اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں"۔

(اخبار "عادل" دہلی۔ 24/ اپریل 1933ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’پس یہ وہ اولوالعزم موعود بیٹا تھا جس نے اپنے دل کی تڑپ کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ آج ہم جب یومِ مصلح موعود مناتے ہیں تو حقیقی یومِ مصلح موعود تب ہی ہو گا جب یہ تڑپ آج ہم میں سے اکثریت اپنے اندر پیدا کرے کہ ہمارے مقاصد بہت عالی ہیں، بہت اونچے ہیں، بہت بلند ہیں جس کے حصول کے لئے عالی ہمتی کا بھی مظاہرہ کرنا ہو گا اور اپنے اندر اعلیٰ تبدیلیاں بھی پیدا کرنا ہوں گی، پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ سے ایک تعلق بھی جوڑنا ہو گا۔ اسلام کا درد بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا۔ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا درد پیدا کرتے ہوئے اظہار بھی کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بیشمار خوبیوں کے مالک بیٹے کی خوشخبری عطا فرمائی تھی تو وہ یہ گہرا مطلب بھی اپنے اندر رکھتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا تھا کہ تیرا سلسلہ صرف تیرے ہی تک محدود نہیں ہو گا۔ جس مشن کو تو لے کر اُٹھا ہے وہ تیری زندگی تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ تیرا ایک بیٹا جو اولوالعزمی میں اپنی مثال آپ ہو گا، جو اسلام کو دنیا میں پھیلانے کی تڑپ میں تیرا ثانی ہو گا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے بے چین دل رکھتا ہو گا اور پھر اُس بیٹے تک ہی محدود نہیں بلکہ بعد میں بھی اس مشن کو دنیا کے کونے کونے تک لے جانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قدرتِ ثانیہ کا تاقیامت تسلسل جاری رہنے کا بھی وعدہ فرمایا ہے جو اس کام کو آگے بڑھاتا چلا جائے گا اور قدرتِ ثانیہ کو ایسے سلطانِ نصیر بھی عطا ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے قدرتِ ثانیہ جو خلافت کی صورت میں جاری ہے اس کے مددگار بنیں گے۔

پس آج ہمیں پیشگوئی مصلح موعود جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر دکھائی دیتی ہے وہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس خوبیوں کے مالک بیٹے کی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی تھی اور جس تڑپ اور عزم کے ساتھ اُس بیٹے نے جماعت کو آگے بڑھنے کے راستے دکھائے، ایک خوبصورت نظام عطا فرمایا۔ جماعت کی تربیت کے نظام کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا خوبصورت پیغام پہنچانے کے لئے ایک ایسا نظام مستحکم کر دیا جس کے

نتائج ہر روز نئی شان سے پورے ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس نظام کو مزید مستحکم کرنے کے لئے ہر احمدی اپنا کردار ادا کرنے والا بنے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرب ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ ایشیا کے دوسرے ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ افریقہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ یورپ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ امریکہ میں بھی یہ نظام قائم ہے۔ آسٹریلیا میں بھی یہ نظام قائم ہے اور جزائر میں بھی یہ نظام قائم ہے۔

پس جہاں جہاں بھی احمدی ایک جماعت قائم کر کے اس نظام کا حصہ بنے ہیں وہاں وہ اس بات کی طرف بھی خاص توجہ دیں کہ صرف اپنی ذات کی اصلاح تک ہم نے محدود نہیں رہنا، اپنی اگلی نسلوں کو بھی سنبھالنا ہے، اُن کے دل میں بھی یہ چیز راسخ کرنی ہے کہ تم نے اس نظام کا حصہ بنتے ہوئے اپنے عظیم مقصد کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہراتے ہوئے توحید کا قیام ہے، اُسے کبھی نہیں بھولنا اور اس کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا ہے اور اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک اس مقصد کو حاصل نہ کر لو۔ اپنی اگلی نسلوں میں یہ روح پھونکنی ہے کہ اس عظیم مقصد کو کبھی مرنے نہیں دینا۔ پس جیسا کہ میں نے کہا آج دنیا کے ہر کونے میں جماعت احمدیہ کا قیام ہے اور قادیان سے اُٹھنے والی آواز دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہے اور اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے میں باوجود نامساعد حالات کے بہت بڑا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تو جب مصلح موعود کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے کرتے ہیں تو اپنے عزم اور اپنے پروگراموں میں ایک ایسی روح پیدا کریں جو آپ کے جذبوں کی نئے سرے سے تجدید کرنے والی ہو اور اُن خواہشات کو بھی سامنے رکھیں جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی ہیں۔ اور جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ ہر مسلمان ملک کا رہنے والا احمدی یہ کوشش بھی کرے کہ ہم نے اسلامستان قائم کرنا ہے۔ وہ اسلامستان بنانا ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃٌ للعالمین تھے وہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ اسلامستان بنانا ہے جو اپنوں اور غیروں کے حقوق ادا کرتے ہوئے انسانیت کی قدریں قائم کرنے والا ہو تا دنیا کو یہ پتہ چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محسنِ انسانیت تھے اور یہی ایک بہت بڑا کام ہے جو ہم نے دنیا کو بتانا ہے، جو اس دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے...... ہم میں سے ہر احمدی کو دنیا کی اصلاح کی یہ کوشش کر کے مصلح بننے کا

کردار ادا کرنے والا ہونا چاہئے تا کہ مصلح موعود کے مقاصد کو جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے دنیا کو لانے کا ایک عظیم منصوبہ ہے اُسے ہم حاصل کر سکیں۔"

(خطبہ جمعہ 17 فروری 2012ء)

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے
تو مسیحی نفس بھی اور روح الحق بھی تو
اور اولوالعزمی بھی تیری ذات میں موجود ہے

(اِس تقریر کی تیاری میں الفضل میں شائع ہونے والے ایک مضمون از ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴾50﴿ ﴾مشاہدات۔240﴿

وہ بشیر الدولہ ہو گا،وہ عالَم کباب ہو گا

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھاہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہوکر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہوکر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے

سامعینِ کرام! آج مجھے جس اہم موضوع پر لَب کُشائی کرنی ہے وہ پیشگوئی مصلح موعود کی دو علامات **وہ بشیر الدولہ ہو گا،وہ عالَم کباب ہو گا** ہے

صُحفِ آسمانی و احادیث اور صلحائے امت کی پیشگوئیوں میں جہاں موعود اقوام، مسیح موعود، مہدی معہود اورامام آخر الزماں کا تذکرہ کیاگیاہے وہاں اس کے ساتھ ہی اس کی آسمانی بادشاہت کے وارث ایک عظیم الشان بیٹے کی پیشگوئی بھی موجود ہے۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام الٰہی منشا کے ماتحت 1886ء میں چلہ کشی کے لیے ہوشیار پور تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پسرِ موعود کی مہتم بالشان پیشگوئی سے نوازا۔

پسر موعود کی پیشگوئی اس شان کی تھی کہ اس کی علامات کے بارے میں الہامات کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہااور اللہ تعالیٰ نے اس موعود بیٹے کی کئی علامات اس کی پیدائش کے بعد بھی عطا کیں۔ بعد میں عطا ہونے

والی علامات میں سے دو علامات کا تذکرہ اس وقت مَیں اپنی تقریر میں کروں گا۔ یہ دو علامات اور پسرِ موعود کے الہامی نام **بشیر الدولہ اور عالمِ کباب**، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1906ء میں عطا ہوئے جب حضرت صاحبزادہ مرزابشیر الدین محمود احمد صاحب سترہ سال کے ہو گئے تھے اور آپؓ جماعت میں اپنی علمی وانتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے معروف ہو چکے تھے۔

بشیر الدولہ اور عالمِ کباب کے الہامات

سامعین!

19؍فروری 1906ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ

"منظور محمد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے تب خواب سے حالتِ الہام کی طرف چلی گئی اور یہ معلوم ہوا: "بشیر الدولہ"۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے کہ بشیر الدولہ کے لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایسا لڑکا میاں منظور محمد کے پیدا ہو گا جس کا پیدا ہونا موجب خوشحالی اور دولتمندی ہو جائے اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ وہ لڑکا خود اقبال مند اور صاحبِ دولت ہو لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کب اور کس وقت یہ لڑکا پیدا ہو گا۔ خدا نے کوئی وقت ظاہر نہیں فرمایا۔ ممکن ہے کہ جلد ہو یا خدا اس میں کئی برس کی تاخیر ڈال دے۔"

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 510-511)

7؍جون 1906ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا جس کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:

"بذریعہ الہامِ الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے دو نام ہوں گے۔(1) بشیر الدولہ (2) عَالَمِ کباب"

یہ ہر دو نام بذریعہ الہامِ الٰہی معلوم ہوئے اور اِن کی تعبیر اور تفہیم یہ ہے:

(1) بشیر الدّولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہو گا۔ اُس کے پیدا ہونے کے بعد (یا اُس کے ہوش سنبھالنے کے بعد) زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی اور گروہِ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آئے گی۔

(2) عالَم کباب سے یہ مراد ہے کہ اُس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی بُرائی بھلائی شناخت کرلے دُنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی۔ گویا دُنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اِس وجہ سے اس لڑکے کا نام عالَمِ کباب رکھا گیا۔ غرض وہ لڑکا اِس لحاظ سے کہ ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لیے ایک نشان ہو گا۔ بشیر الدولہ کہلائے گا اور اِس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہو گا عالَمِ کباب کے نام سے موسُوم ہو گا۔"

(تذکرہ صفحہ 533-534)

اسی طرح 19، جون 1906ء کو بذریعہ الہامِ الٰہی آپ کو مذکورہ بالا بیٹے کے 9 ناموں کے بارے میں بتایا گیا جس میں بشیر الدولہ اور عالَمِ کباب کے نام بھی شامل ہیں۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 537)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی کے حاشیے میں اس بیٹے کے ناموں میں لکھا ہے۔

"(1) بشیر الدولہ۔ کیونکہ وہ ہماری فتح کے لیے نشان ہو گا.....(3) عالم کباب"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد نمبر 22 صفحہ 109 حاشیہ)

سامعین! مذکورہ بالا الہامات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ لڑکا جس کے صفاتی نام بتائے جارہے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے بشیر الدولہ یعنی باعثِ اقبال وبشارت دینے والا اور فتح کا نشان ہو گا اور مخالفین کے لیے قیامت کا نمونہ ہو گا اور اس کے دور میں دنیا میں زلازل آئیں گے اور جنگیں ہوں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دعویٰ مصلح موعود

اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1944ء میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا کہ مَیں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں جس کی پیشگوئی 20، فروری 1886ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمائی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پسرِ موعود کی پیشگوئی کی 52 علامات کا ذکر فرمایا اور ان 52 علامات کو اپنی ذات پر چسپاں فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے 47 ویں اور 48 ویں علامت یہ بیان فرمائی کہ

"وہ عالم کباب ہو گا۔ یعنی اس کے زمانہ میں بڑی بڑی جنگیں ہوں گی۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم بھی میرے زمانہ خلافت میں ہوئی اور اب دوسری جنگ بھی میرے زمانہ میں ہو رہی ہے۔

اڑتالیسویں وہ بشیر الدولہ ہو گا۔ یعنی جس حکومت میں وہ ہو گا خدا اس حکومت کی فتح کی خبر اسے دے گا۔"

(دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پُر شوکت اعلان از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 167)

منظور محمد کے بیٹے کی وضاحت

سامعین! ضمناً یہاں ایک امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ بشیر الدولہ اور عالم کباب کے الہامی نام جو عطا ہوئے ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں منظور محمد صاحب کے بیٹے کے لیے بیان کیے ہیں۔ ان کا تو بیٹا نہیں تھا تو یہ پسرِ موعود کے صفاتی نام کس طرح ہو سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الہامات کے آغاز میں ہی یہ تحریر فرما دیا تھا کہ

"معلوم نہیں منظور محمد کے لفظ سے کس طرف اشارہ ہے...اور یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ وہ لڑکا خود اقبال مند اور صاحبِ دولت ہو۔"

(تذکرہ ایڈیشن جلد چہارم صفحہ 510-511)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر الدولہ اور عالمِ کباب کی تشریح میں فرمایا:

''بشیر الدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہو گا... غرض وہ لڑکا اس لحاظ سے ہماری دولت اور اقبال کی ترقی کے لیے ایک نشان ہو گا بشیر الدولہ کہلائے گا اور اس لحاظ سے کہ مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہو گا عالم کباب کے نام سے موسوم ہو گا''

(تذکرہ ایڈیشن جلد چہارم صفحہ 533-534)

اس تشریح سے بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ علامات اس مہتم بالشان پیشگوئی کا حصہ ہیں جو پسر موعود کی بابت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کی اور منظور محمد سے مراد آپ علیہ السلام کا ہی بابرکت وجود ہے جو کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر اور عاشقِ صادق ہیں۔ پیشگوئیوں میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں بھی استعارات کا استعمال ہوا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی خواب قرآن میں درج ہے۔ سورج چاند ستارے دیکھے تو اس سے مراد والدین اور بھائی تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے محلات کی کنجیاں خواب میں دیکھیں کہ وہ آپؐ کو تھمائی گئی ہیں لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں قیصر و کسریٰ کی فتوحات ملیں۔ وہ خواب تو سچا نکلا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے دور میں پورا ہوا۔

بشیر الدولہ ، عالمِ کباب اور اس کے ساتھ جو علامات الہام ہوئی ہیں یہ سب وہ علامات ہیں جو 20ء فروری 1886ء والی پیشگوئی میں مختلف انداز میں بیان ہو چکی ہیں۔ مثلاً 20ء فروری والی پیشگوئی میں بشیر کی صفت کا ذکر ہے۔ کلمۃ اللہ کا ذکر ہے۔ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت کے نام سے یاد کیا گیا۔ جلال الٰہی کے ظہور کا موجب بھی قرار دیا گیا۔ اسی طرح اس پیشگوئی میں مخالفین کی تباہی کا بھی تذکرہ ہے۔ اس لحاظ سے یہ دونوں علامات بشیر الدولہ اور عالم کباب اس پسرِ موعود کی علامات کی تشریح و تسلسل ہے جو 20ء فروری والی پیشگوئی پسرِ موعود میں بیان کی گئی ہیں۔

بشیر الدولہ کی علامت کا ظہور

سامعین! بشیر الدولہ کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ

☆...وہ موجب خوشحالی اور دولت مندی ہو گا۔

☆...وہ اقبال مند اور صاحب دولت ہو گا۔

☆...وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہو گا۔

☆...اس کی پیدائش کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی اور گروہِ کثیر ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آئے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے دعویٰ کے وقت بشیر الدولہ کی تشریح میں فرمایا:

☆...''وہ بشیر الدولہ ہو گا یعنی جس حکومت میں وہ ہو گا خدا اس کی حکومت کی فتح کی خبر اسے دے گا۔''

بشیر الدولہ کی مذکورہ علامات کو ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات میں دیکھتے ہیں تو بڑی شان کے ساتھ انہیں پورا اُترتا ہوا دیکھتے ہیں۔ آپ کی ذات جماعت کے لیے موجب خوشحالی اور باعث اقبال ثابت ہوئی۔ بشیر الدولہ کا الہام 1906ء میں ہوا۔ یہ وہ سال ہے جب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے محض 17 سال کی عمر میں تشحیذ الاذہان جیسا علمی رسالہ قادیان سے نکالا اور اس کے علمی معیار کا اعتراف اپنوں اور غیروں سبھی نے کیا۔ یہ سہ ماہی رسالہ تھا اور اس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عطا کردہ ہے۔

ایڈیٹر الحکم حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے تشحیذ الاذہان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''رسالہ تشحیذ حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حق بات ہے کہ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر کی زبان اور قلم میں بھی وہی شان جلوہ گر ہے جو ہم سب کے آقا اور محبوب مسیح و مہدی کی زبان اور قلم میں تھی''

(الحکم 21، فروری 1909ء)

ہفتہ وار نیّرِ اعظم مراد آباد نے لکھا:

''بلا مبالغہ اسلامی رسالوں میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہیے۔ مذہب اسلام کو اس کے اجرا سے بہت مدد ملے گی۔''

(تشحیذ الاذہان جلد اوّل نمبر 2 صفحہ ج)

پندرہ روزہ رسالہ البیان لکھنؤ نے لکھا:

”مارچ1906ء سے یہ رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ماہوار اردو زبان میں شائع ہوتا ہے... مضامین زور دار ہیں اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک پیشوائے مذہب کے گھر سے شائع ہوتا ہے اور امام وقت کے صاحبزادے اس کو ایڈٹ کرتے ہیں۔“

(تشحیذ الاذہان جلد اوّل نمبر2 صفحہ ج-د)

مولوی محمد علی صاحب نے تبصرہ کیا کہ

”اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت اقدسؑ کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔

صاحبزادہ صاحب کی... دین کی یہ ہمدردی اور دین کی حمایت کا یہ جوش... ایک خارق عادت بات ہے... وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا؟... اے بدقسمت لوگو! غور کرو! کیا مفتری کی اولاد جو اس کے زمانہ میں پرورش پائے ایسی ہوا کرتی ہے؟“

(ریویو آف ریلیجنز مارچ1906ء صفحہ 117)

بس الہام بشیر الدولہ کے سال میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے ایسا علمی کارنامہ سرانجام دیا کہ جس سے وہ جماعت کے لیے صاحبِ اقبال اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ٹھہرے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے صدر انجمن احمدیہ کا قیام فرمایا تو آپ کو مجلس معتمدین کا ممبر مقرر فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر محض 17 سال تھی۔ جماعت کی ترقی کے لیے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی اپنا کردار ادا کیا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دورِ خلافت میں بھی جماعت کی حمایت اور سربلندی کے لیے تن من دھن کی بازی لگائی۔ انجمن انصاراللہ کی بنیاد 1911ء میں ڈالی۔ اسی طرح 1913ء میں اخبار الفضل جاری فرمایا۔

1914ء میں آپؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور تقریباً 52 سالہ دَورِ خلافت میں آپؓ جماعت کے لیے بشیر الدولہ ثابت ہوئے۔ جماعتِ احمدیہ کے لیے فتوحات کے دروازے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے کھولے جو کہ ایک لمبی داستان ہے۔

آپؓ نے 1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا قیام فرمایا۔ 1919ء میں ہی دارالقضاء کا نظام جاری کیا۔ 1922ء میں مجلس مشاورت کے باقاعدہ نظام کا اجرا فرمایا۔ آپؓ نے جماعت کو ذیلی تنظیموں میں تقسیم کیا اور لجنہ اماء اللہ 1922ء مجلس خدام الاحمدیہ 1938ء اور مجلس انصاراللہ 1940ء میں قائم فرمائی۔ تقسیم ہندوستان کے بعد پاکستان میں 1948ء میں نئے مرکز احمدیت ربوہ کا قیام آپ کا ایک عظیم کارنامہ تھا۔ تبلیغِ اسلام اور تربیت کے نظام کے لیے تحریک جدید 1934ء میں اور وقف جدید 1957ء میں قائم فرمائی۔ غیر ممالک میں شوکتِ اسلام دکھانے اور دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے 1924ء اور 1955ء میں آپؓ نے یورپ کے سفر اختیار فرمائے۔

اسلام، قرآن، فلسفہ، تربیت، فقہ، سیرت، سیاسیات، اخلاقیات، اسلامی عقائد، جماعتی علم الکلام اور متفرق موضوعات پر 225 سے زائد کتب ورسائل تصنیف فرمائے۔ آپ کی تفسیر کبیر، تفسیر صغیر کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے پر بیّن ثبوت ہیں۔

سامعین! آپؓ کے عہدِ مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی اور افریقہ، امریکہ، یورپ اور جزائر میں اسلام کا پیغام پہنچا اور احمدیت کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ قائم ہوئیں۔ آپؓ نے فدائین اور سرفروش واقفین اور مبلغین کی ایک کثیر تعداد تیار کر دی جو دنیا بھر میں پھیل گئے اور دنیا کو الٰہی بشارت دینے کا سبب بنے۔ الغرض آپ کے بشیر الدولہ ہونے کی داستان بہت طویل ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بشیر الدولہ کی یہ بھی تشریح فرمائی کہ جس حکومت میں وہ ہوگا خدا اس کی حکومت کی فتح کی خبر اسے دے گا۔ چنانچہ آپ نے دو حکومتوں (1) انگریزوں کے دور میں 1947ء تک کا وقت گزارا اور اس دور میں جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم لڑی گئیں۔ دونوں جنگوں میں انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کو فتوحات نصیب ہوئیں۔ تحریکِ پاکستان میں بھی آپ نے بشیر الدولہ کا کردار ادا کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت سی پیشگوئیاں جن کا تعلق زلزلہ عظیمہ اور جنگوں اور جماعتی ترقی کے ساتھ تھا وہ آپ کی پیدائش کے بعد یا آپ کے عہد خلافت میں پوری ہوئیں۔ اس لحاظ سے بھی آپ بشیر الدولہ ٹھہرے۔

عالَمِ کباب کی علامت کا ظہور

پسر موعود کی علامت "عالَمِ کباب" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کے مطابق یہ ہے کہ

☆... آپ کے پیدا ہونے کے بعد دنیا پر سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

☆... مخالفوں کے لیے قیامت کا نمونہ ہو گا۔ اس لیے عالم کباب سے موسوم ہو گا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے پسر موعود کی 47ویں علامت عالم کباب کو ٹھہرایا اور فرمایا کہ

☆... اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے زمانے میں بڑی بڑی جنگیں ہوں گی۔

یوں یہ علامت اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی کے ظہور سے تعلق رکھتی ہے جس کا ایک ظہور تو من حیث المجموع پوری دنیا کے ساتھ ہے کہ جنگ و جدال سے بہت تباہی آئے گی اور زلزلے آئیں گے اور دوسری طرف جماعتی مخالفین کو بھی شرمندگی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ہر لحاظ سے یہ علامت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے وجود میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

دنیا میں بڑی بڑی آفتیں، زلزلے، جنگیں اس دَور میں مسلط ہوئیں اور عالمگیر جنگیں بھی ہوئیں اور تاریخ میں معروف جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم دونوں حضرت مصلح موعودؓ کے عہد میں لڑی گئیں۔ آپؓ نے فرمایا۔ "وہ عالَمِ کباب ہو گا یعنی اِس کے دَورِ حیات میں ایسی عالمگیر تباہیاں آئیں گی جو سب کو بھون کر رکھ دیں گی"

(سوانح فضلِ عمر جلد 1 صفحہ 54)

زلزلوں کا آنا

زلزلوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قہری تجلی کا ظہور اس دور میں کیا تا کہ لوگ اپنے خالق اور اس کے مامور کو پہچان سکیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ یہ پیشگوئی 1905ء

میں ہندوستان میں پوری ہوئی جب زلزلہ نے تباہی مچادی اور بیس ہزار سے زائد افراد اس زلزلے کے نتیجہ میں ہلاک ہوئے۔

1906ء میں ایکواڈور، تائیوان اور چلّی میں زلزلے آئے جس سے ہزاروں ہلاکتیں ہوئی۔ 1907ء میں تاجکستان میں زلزلے سے 15000 افراد ہلاک ہوئے۔ 1908ء میں اٹلی میں آنے والے زلزلے نے تباہی مچائی اور 80 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1915ء میں اٹلی میں پھر زلزلہ آیا 30 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1923ء کے زلزلے نے جاپان میں تباہی مچادی اور ایک لاکھ چالیس ہزار افراد لقمہ اجل بنے۔ 1927ء میں چین میں تباہ کن زلزلہ سے چالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1929ء اور 1930ء ایران میں زلزلوں سے تباہی ہوئی۔ 1934ء نیپال / بہار میں زلزلہ سے بارہ ہزار سے زائد لوگ ہلاک ہوئے۔ 1935ء میں بلوچستان میں آنے والے زلزلہ نے تباہی مچائی اور کوئٹہ شہر تباہ ہوا۔ تیس سے ساٹھ ہزار افراد کی ہلاکت کا ذکر ملتا ہے۔ 1939ء میں چلّی میں زلزلہ سے 28 ہزار افراد اور ترکی میں 32 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ 1945ء میں بلوچستان میں پھر زلزلہ آیا اور چار ہزار سے زائد لوگ مارے گئے۔ 1950ء میں تبت آسام میں زلزلہ سے بہت جانی نقصان ہوا۔ بڑے زلزلوں کی یہ ایک مختصر جھلک تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں آئے۔

جنگ وجدال

آپؓ کے زمانے میں بڑی بڑی جنگوں کا ہونا بھی عالم کباب ہونے کی نشانی تھی۔ چنانچہ بیسویں صدی میں دنیا میں بہت سی جنگیں لڑی گئیں جن میں دو جنگیں تو عالمی نوعیت کی تھیں۔ جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم۔ جنگ عظیم اوّل اس وقت شروع ہوئی جب آپؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور جنگ عظیم دوم اس وقت جاری تھی جب آپؓ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ گویا آپؓ کے عہد کے ساتھ جنگوں کا ہونا ایک بڑی علامت تھی۔ اسی طرح آپ کی وفات سے دو ماہ پہلے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ ہوئی۔ یوں عالم کباب ہونے کی پیشگوئی اس رنگ میں بھی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ ان جنگوں کے علاوہ دنیا بھر میں مختلف خطوں میں بیسویں صدی میں جنگیں لڑی گئیں جن میں لاکھوں لوگ مارے گئے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ صرف اشارۃً بعض جنگوں کا ذکر درج ذیل ہے۔

روس اور جاپان کے درمیان جنگ 1904-1905ء میں ہوئی۔ 1911-1912ء میں اٹلی اور ترک ریاستوں کے درمیان جنگ شمالی افریقہ میں ہوئی۔1914ء سے 1918ء کے درمیان جنگ عظیم اوّل ہوئی۔ اس جنگ میں جرمنی، ہنگری، آسٹریا اور ترکی نے اتحادیوں کے خلاف جنگ کی جن میں فرانس، برطانیہ، روس، اٹلی، جاپان اور امریکہ شامل تھے۔اس جنگ میں اتحادیوں کو فتح ملی۔اس جنگ میں 85ء لاکھ فوجی اور ایک کروڑ تیس لاکھ سویلین مارے گئے۔1918ءسے 1920ء میں روس اور پولینڈ کی جنگ ہوئی اس میں ہزاروں فوجی اور سویلین ہلاک ہوئے۔1932ء تا 1935ء کے دوران بولیویا اور پیراگوئے کے درمیان شدید جنگ ہوئی جسے Chaco War کہتے ہیں۔ایک لاکھ سے زائد لوگ اس میں مارے گئے۔1935ء تا 1936ء میں اٹلی اور ایتھوپیا کی جنگ ہوئی۔1936ء تا 1939ء سپین میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جس میں اٹلی اور جرمنی کی حمایت سے باغیوں نے جنگ کی اس میں پانچ لاکھ سے زائد جانوں کا نقصان ہوا۔

1937ء تا 1945ء چین اور جاپان کی جنگ میں بہت جانی نقصان ہوا۔ روس اور فن لینڈ کے درمیان 1939ء اور 1940ء میں جنگ ہوئی اور پھر 1939ء سے 1945ء تک دنیا میں جنگ عظیم دوم لڑی گئی۔ یہ جنگ جرمنی، اٹلی اور جاپان نے اتحادیوں کے خلاف لڑی جس میں امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس اور ان کے اتحادی شامل تھے۔اس جنگ میں چار سے پانچ کروڑ انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔1944-1945ء تک یونان کی خانہ جنگی میں بھی شدید جانی نقصان ہوا۔عرب اسرائیل جنگ جو 1948ء اور پھر 1956ء اور 1967ء میں ہوئی اور آج تک متنازعہ خطہ ہے اس میں لاکھوں جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔1950-1953ء میں کوریا کی جنگ جو کہ شمالی اور جنوبی کوریا کے درمیان ہوئی اور بڑی بڑی طاقتوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا اس میں 25ء لاکھ سے زائد لوگ مارے گئے۔ویتنام کی جنگ جو 1954ء سے 1975ء تک جاری رہی یہ کمیونسٹوں اور امریکہ کے درمیان جنگ تھی۔ اس جنگ میں پچاس لاکھ سے زائد جانوں کا نقصان ہوا۔یوں حضرت مصلح موعودؓ کے عہد کا عالَم کباب ہونا ایک بہت بڑی داستان ہے۔

مخالفین کے لیے قیامت کا نمونہ

عالم کباب کی علامت میں یہ بات بھی داخل تھی کہ آپؓ اپنے مخالفین کے لیے قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ مخالف خواہ اندرونی ہوں یا بیرونی ہر دو مخالفتوں کے وقت آپؓ کوہِ وقار بنے رہے اور مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تائید الٰہی سے مخالفین کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھی گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ کا سارا عہد اندرونی اور بیرونی مخالفتوں اور سازشوں سے معمور ہوا ہے اور آپؓ نے ان تمام مخالفتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آغاز خلافت میں منکرینِ خلافت کے فتنہ کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپؓ ان کے لیے عالم کباب بنے رہے۔ اسی طرح کئی اور اندرونی فتنوں کا سامنا تیس کی دہائی اور پچاس کی دہائی میں آپؓ نے کیا اور مخالفین ناکام ہوئے۔

بیرونی مخالفتوں کی داستان بھی بہت طویل ہے۔ کئی مخالفتوں میں آپؓ کے مخالفین کو حکومتی پشت پناہی بھی حاصل تھی لیکن آپؓ کے وجود کے سامنے وہ مخالفین خس و خاشاک کی طرح ہَوا میں اُڑ گئے۔ 1934ء میں احرار نے کئی قوتوں کے ساتھ مل کر قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی بَڑھ ماری لیکن آپؓ ایک طرف تو جماعت کو حوصلہ دیتے ہوئے ان کے لیے بشیر الدولہ ثابت ہوئے تو دوسری طرف فرمایا کہ میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ یہ زمین نکلتی ہوئی سب نے مشاہدہ کی اور ایسے میں آپؓ نے تحریک جدید کی بنیاد رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام اور الٰہی بشارات کو دنیا بھر میں پھیلانے کی مضبوط بنیاد رکھی جس کے افضال کا مشاہدہ آج ہم دنیا بھر میں کر رہے ہیں۔ 1953ء میں بھی مخالفین نے جماعت کے خلاف مخالفت کا پہاڑ کھڑا کرنے کی کوشش کی اور مخالفانہ شورش بپا کی لیکن ایسے حالات میں بھی مخالفین کی مخالفت ان کے اوپر پڑی اور جماعت حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں سرخرو ہو کر شاہراہِ ترقی پر گامزن رہی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ سیدنا محمودؓ کے جاری کردہ منصوبوں اور سکیموں اور آپؓ کے مشن کی تکمیل کے لیے زیادہ وسعت کے ساتھ سعیٔ پیہم کر رہی ہے اور اس کے نیک نتائج کا مشاہدہ ہر احمدی ہر روز ہر خطے میں کرتے ہوئے پسرِ موعود کی علامات کے پورا ہونے پر گواہ بنتا

ہے۔ الغرض پیشگوئی پسرِ موعود کی مذکورہ بالا دونوں علامات بشیر الدولہ اور عالم کباب بڑی شان کے ساتھ سیّدنا محمود کی ذات میں پوری ہوئیں۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(تیار شدہ: ایم ایم طاہر)



﴿51﴾ ﴿مشاہدات۔255﴾

وہ شادی خان ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

عرش پر نور سے لکھا گیا نامِ محمود
میرے محمود نے پایا ہے مقامِ محمود

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے **وہ "شادی خان" ہو گا**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام 22 جنوری 1886ء کو چلہ کشی کے لئے ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ اس چلہ کشی کے نتیجہ میں آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے جماعت کے شاندار مستقبل اور پسرِ موعود کی پیشگوئی سے نوازا ۔جس کو آپؑ نے ایک اشتہار کی صورت میں شائع فرما دیا۔ اس اشتہار میں پسرِ موعود کی پیشگوئی کے علاوہ مسیح موعودؑ کے خاندان میں خواتین مبارکہ کے آنے کی پیشگوئی بھی کی گئی جن سے آپ کی اولاد نے پھیلنا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً 1886ء میں آپؑ کی ذریت کے بارہ میں خبر دی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ

"تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہو گی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں

گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔"

(تذکرہ صفحہ:145)

الٰہی نوشتوں اور پیشگوئی پسرِ موعود کے مطابق حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بطنِ مبارک سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو 12 جنوری 1889ء کو وہ عظیم الشان فرزند عطا کیا جس نے پیشگوئی کے مطابق حسن و احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کا نظیر بننا تھا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ولادت باسعادت قادیان کی مقدس بستی میں ہوئی۔ پسرِ موعود کی پیشگوئی اور بعد میں بھی اس موعود بیٹے کے بارے میں متعدد علامات کا انکشاف اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ پر کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو 8 جون 1906ء کو الہاماً بتایا گیا کہ

اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام اور ہیں۔ "ایک شادی خان کیونکہ وہ جماعت کے لئے شادی کا موجب ہوگا۔"

(تذکرہ صفحہ 616)

الٰہی خبر کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 28 جنوری 1944ء کو مسجدِ اقصیٰ قادیان میں خطبہ جمعہ کے دوران اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا اور جلسہ سالانہ قادیان 1944ء کی تقریر فرمودہ 28 دسمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے مصلح موعود ہونے کی تفصیلات بیان فرمائیں اور مصلح موعود کی 52 علامتوں کا تذکرہ کیا۔ حضور کی یہ تقریر "الموعود" کے نام سے کتابی صورت میں 1961ء میں شائع ہوئی۔ مصلح موعود کی 52 علامتیں بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 45 ویں علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ **"شادی خان"** ہوگا۔

(الموعود صفحہ 75)

حضرت مصلح موعودؓ کو **"شادی خان"** کا لقب دیا گیا اس سے جہاں یہ مراد ہے کہ آپؓ کا وجود باجود جماعت کے لئے خوشی اور شادمانی کا موجب بنا وہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لقب زیادہ شادیاں کرنے کے بارہ میں بھی اشارہ دیتا ہو۔ حضرت ام طاہرہ مرحومہ کی وفات کے بعد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ معالج

خصوصی حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت ام طاہر کی سیرت و سوانح پر ایک مضمون لکھا جو روزنامہ الفضل 12 مارچ 1944ء کے صفحہ اول پر شائع ہوا۔ آپؓ اپنے مضمون کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

"میرے کان دو الہامی لفظوں سے آشنا ہیں۔ یعنی شادی خان، عالَمِ کباب۔ یہ ہر دو الفاظِ ربانی مصلح موعود حضرت محمود کی شان میں ہیں۔ شادی خان کا لقب جو خدائے علیم وبصیر نے اپنی حکمت کے ماتحت عطا فرمایا۔ ہوسکتا ہے کہ حضور والا نے ایک سے زیادہ شادیاں کرنی تھیں۔ اس لئے پیار کے رنگ میں شادی خان نام رکھ دیا ہو۔ لیکن اس کا بھی امکان ہے کہ کوئی خاص شادی کرنی تھی جس کی وجہ سے یہ لقب دیا گیا ہے اور میرا ذوق اسی طرف جاتا ہے کیونکہ حضور والا کی پہلی شادی تو حضور کے والد بزرگوار جَرِیُ اللّٰہِ فی حُلُلِ الْاَنْبِیَاءِ نے اپنے منشاء مبارک سے فرمائی۔ جس طرح دوسرے صاحبزادگان کی فرمائی.....اور ظاہر ہے کہ کسی فرد کی ایک شادی ہونے سے اس کا نام شادی خان نہیں رکھا جاسکتا جیسا کہ دوسرے صاحبزادگان کا نام شادی خان کا لقب الہامی طور پر نہیں ہے۔ پس یہ لقب میرے نزدیک دو وجوہ سے ہوسکتا ہے۔ یا تو تین کو چار کرنے والا کی پیشگوئی کے ماتحت چار تک بیویاں کرنے کی وجہ سے یعنی جب بھی تعداد تین تک گری اسے چار کر دیا گیا یا پھر کسی خاص شادی کرنے کی وجہ سے شادی خان کا نام پیار کے طور پر دیا گیا۔"

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ نے خاص شادی سے مراد حضرت ام طاہر سے شادی ہونا قرار دیا ہے۔

(الفضل 12 مارچ 1944ء)

اِس مبارک شادی سے موعود منادی سیدنا طاہر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جیسا عظیم وجود تولد ہوا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی پہلی شادی حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء مبارک پر حضرت ام ناصر سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ بنت حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ سے ہوئی۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مخلص اور فدائی صحابی تھے جو 313 صحابہ میں شامل ہیں۔ اس کے بعد آپؓ نے خدائی بشارات اور دینی مصلحتوں کے تحت بھی شادیاں کیں۔ آپؓ کی ازواج کی تعداد سات ہے۔ جن کا مختصر تعارف مَیں آپ حاضرین کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ ان سے حضرت مصلح موعودؓ کو کثیر اولاد عطا ہوئی جن میں سے دو صاحبزادے اور

ایک نواسے مسندِ خلافت پر بھی فائز ہوئے۔ آپ کا وجود کئی لحاظ سے الٰہی کلمات کا مَورد بنا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے رشتہ کی تجویز خود حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو پہلا پوتا آپ کے بطن سے ملا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی والدہ ہونے کا اعزاز بھی رکھتی ہیں۔

حضرت سیدہ ام ناصر محمودہ بیگم صاحبہؓ

آپ کا نکاح اکتوبر 1902ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ساتھ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھایا۔ نکاح کی تقریب کے لئے قادیان سے ایک قافلہ رڑکی گیا وہاں حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ تعینات تھے۔ اکتوبر 1903ء میں تقریب رخصتانہ آگرہ میں منعقد ہوئی جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو حضرت ام ناصرؓ سے کثیر اولاد سے نوازا۔ تین بچے بچپن میں وفات پا گئے۔ باقی بچوں کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

2۔ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؓ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؓ والدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

3۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم سابق وکیل اعلیٰ تحریک جدید

4۔ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب مرحوم

5۔ مکرمہ صاحبزادی امۃ العزیز بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب مرحوم

6۔ مکرم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب مرحوم

7۔ مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب مرحوم

8۔ مکرم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب مرحوم

9۔ مکرم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب مرحوم

آپؓ کو حضرت مصلح موعودؓ کی 55 سالہ رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ 31 جولائی 1958ء کو مری میں آپ کی وفات ہوئی۔ یکم اگست کو ربوہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت اُمُّ المؤمنینؓ کے قرب میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ ایک عرصہ تک صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے طور پر خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ تقویٰ شعار، باوقار اور سلسلہ کے لیے بڑھ چڑھ کر قربانی کرنے والی خاتون تھیں۔ اخبار الفضل کے اجراء کے وقت اس کے ابتدائی سرمایہ میں آپ کا بھی حصہ شامل تھا۔

حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہؓ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دوسرا نکاح 31 مئی 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی دختر نیک اختر حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہؓ سے ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھا۔ صاحبزادہ میاں عبد الحئی صاحب اپنی بہن کی طرف سے ولی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بچوں سے نوازا:

1۔ محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم

2۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم میاں عبد الرحیم احمد صاحب مرحوم

3۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب مرحوم

حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ جواں عمر میں ہی مورخہ 10 دسمبر 1924ء کو انتقال کر گئیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کی وفات پر حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے بارہ میں فرمایا:

”عورتوں پر خصوصیت سے میری اِس بیوی کا احسان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات کے بعد میرا منشا نہیں تھا کہ میں عورتوں میں درس دیا کروں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امۃ الحئی نے مجھ کو رقعہ لکھا (اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی) کہ مولوی صاحب مرحوم اپنی زندگی میں ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میاں سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں۔ اس لئے مَیں

اپنے والد صاحب کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں۔ وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے۔ اب آپ اس کو جاری رکھیں وہ رقعہ ہی تھا جس کی بناء پر میں نے عورتوں میں درس دینا شروع کیا اور وہ رقعہ ہی تھا جس کی وجہ سے میرے دل میں ان سے نکاح کا خیال پیدا ہوا۔ پس اگر اس درس کی وجہ سے کوئی فائدہ عورتوں کو پہنچا ہو تو یقیناً اس کے ثواب کی مستحق بھی مرحومہ ہی ہے .... بلکہ حق تو یہ ہے کہ عورتوں میں خطبہ، لیکچرز سوسائیٹیاں اور ہر ایک خیال جو عورتوں کے متعلق ہو سکتا ہے اس کی محرک وہی ہیں۔ ‘‘

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ: 489)

ایک دوسرے مقام پر حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے شمائل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو پڑھنے اور پڑھانے کا بہت شوق تھا اور علم پڑھانے کا ملکہ موجود تھا۔ فرمایا کہ ”امۃ الحئی کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی پھولوں سے ان کی خوشبو جمع کرتا ہوا چلا جائے۔ ‘‘

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ: 191)

حضرت ام طاہر سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ

حضرت مصلح موعودؓ نے 7 فروری 1921ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے مخلص اور قدیم ساتھی حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ کی دختر نیک اختر حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کو اپنی زوجیت کا فخر بخشا، خطبہ نکاح حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ نے پڑھایا۔ مہر ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا۔ 21 فروری 1921ء کو تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ 23 فروری 1921ء کو دعوت ولیمہ ہوئی۔ حضورؓ کو اس نکاح کی تحریک اس لئے ہوئی کہ سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سے ہوا تھا۔ مگر جب صاحبزادہ صاحب وفات پا گئے تو حضورؑ نے گھر میں اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ یہ رشتہ ہمارے ہی گھر میں ہو تو اچھا ہے۔

آپ کے بطن سے حضرت مصلح موعودؓ کو جو اولاد عطا ہوئی ان میں دو بچے صاحبزادہ مرزا طاہر احمد اور صاحبزادہ مرزا اطہر احمد جو بچپن میں وفات پا گئے۔ باقی بچوں کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب مرحوم۔ (محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ مرحومہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خوش دامن تھیں)

2۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ مرحومہ اہلیہ محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم

3۔ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

4۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ اہلیہ محترم ناصر محمد سیال صاحب

حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ گنگارام ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھیں۔ مورخہ 5 مارچ 1944ء کو وہیں وفات پائی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اسی روز پہلے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی میں آپؓ کا جنازہ پڑھایا اور پھر میت قادیان لے جائی گئی۔ جہاں اگلے روز حضرت مصلح موعودؓ نے جنازہ پڑھایا اور احاطہ خاص بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی وفات پر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک یادگار اور معرکہ آرا مضمون تحریر فرمایا جو کہ 12 جولائی 1944ء کے الفضل میں شائع ہوا۔ 14 اپریل 1944ء کے الفضل میں آپ کے عظیم فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا مضمون بھی شائع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے متعدد بار اپنے خطبات اور مختلف مواقع پر اپنی عظیم والدہ کے محاسن کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ کے نام پر ”مریم شادی فنڈ“ کا بھی اجراء فرمایا۔

مریم شادی فنڈ کی تحریک کا محرک آپ کی والدہ کے احسانات کو یاد رکھنا بھی تھا۔ آپ نے خدمت خلق کی تحریک سے پہلے اپنی والدہ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا۔

”مَیں شکر نعمت کے طور پر اپنی والدہ مرحومہ کا تذکرہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ غریبوں کی بہت ہمدرد تھیں اور بہت مہربان وجود تھیں ہمیشہ انہوں نے مجھے بھی غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے کی تربیت دی۔ ان کی اس نیکی کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی خاطر میں آج ایک اعلان کرنے والا ہوں۔ پہلے تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کو بھینسیں رکھنے کا بہت شوق تھا اور بھینسیں رکھتی بھی تھیں تو خود ہی ان کا دودھ بھی دوہا کرتی تھیں اس میں سے مکھن نکالتی تھیں اور بہت سے غریب آدمی باہر آتے تھے اور وہ توقع رکھتے تھے

ان کو بھی لسی مل جائے تو اس لسی کے ساتھ مکھن کی ایک ڈلی بھی ساتھ رکھ دیا کرتی تھیں اور اس طرح سے آپ نے مجھے سمجھایا کہ اس طرح غریبوں کی ہمدردی کرنی چاہئے۔ غریب بچیوں کے جہیز کا انتظام کیا کرتی تھیں اور بہت سی ایسی بچیاں تھیں یا دوسری غریب جن کے جہیز کا آپ نے ہمیشہ انتظام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزاء دے۔"

(الفضل 29 اپریل 2003ء)

حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ کا وجود جماعت میں خصوصاً خواتین کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ دینی خدمات کے لئے اور خواتین کی تنظیم قائم کرنے کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کئے رکھی اور لجنہ اماء اللہ کی قیادت فرمائی اور تاریخی خدمات کی توفیق پائی۔ غرباء کے لئے شفقت و محبت اور ہمدردی آپ کا نمایاں وصف تھا۔ ان کی غمی و خوشی میں شرکت فرماتیں۔

حضرت سارہ بیگم صاحبہ

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کی حرم رابع حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مولانا عبد الماجد صاحب بھاگلپوری تھیں۔ حضور کی حرم ثانی حضرت امۃ الحئی بیگم کی وفات سے عورتوں کی تعلیم و تربیت میں ایک خلا پیدا ہو گیا تھا۔ اس عظیم مفاد کی خاطر آپؓ نے نکاح کا ارادہ فرمایا چنانچہ 12 اپریل 1925ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے مسجدِ اقصیٰ قادیان میں اپنا نکاح حضرت سارہ بیگم صاحبہ سے پڑھایا۔ حضرت سارہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے تین بچوں سے نوازا:

1۔ مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب مرحوم

2۔ مکرمہ صاحبزادی امۃ النصیر بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم پیر معین الدین صاحب مرحوم

3۔ مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب مرحوم

آپ مرحومہ کا انتقال جو اس سالی میں ہی 13 مئی 1933ء کو قادیان میں ہو گیا۔ اس وقت حضرت مصلح موعود راولپنڈی میں دورہ پر تھے۔ آپؓ قادیان تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی حرم سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کے ذکر خیر میں ایک تفصیلی مضمون تحریر فرمایا۔ جو "میری سارہ" کے عنوان سے الفضل میں شائع ہوا۔ اس میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے بارہ میں تحریر فرمایا:

"سارہ بیگم کی زندگی کا اگر خلاصہ کیا جائے تو وہ ان تینوں لفظوں میں آجاتا ہے۔ پیدائش، پڑھائی اور موت، انہوں نے ہوش سنبھالتے ہی پڑھنا شروع کیا اور شادی سے پہلے پڑھائی تو غالباً علم کی خاطر ہو گی لیکن شادی کے بعد ان کی پڑھائی فقط دین کی خدمت کی خاطر تھی۔ دنیا میں لاکھوں عورتیں پڑھ رہی ہیں۔ ہزاروں ایم۔ اے، بی۔ اے موجود ہیں لیکن سارہ بیگم کی پڑھائی اور ان کی پڑھائی میں ایک فرق تھا۔"

"سارہ بیگم نیک نیتی سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوشش کرتے ہوئے فوت ہوئیں اور جو اس طرح جان دیتا ہے وہ شہید ہوتا ہے اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی آخر الزماں کے قول کے مطابق زچگی کی بیماری سے وفات دے کر ظاہراً بھی شہادت کا مرتبہ عنایت فرمایا ہے۔ پس وہ زندہ ہیں اور ان کے نیک کام جاری رہیں گے کیونکہ وہ جو خدا تعالیٰ کے لئے بوجھ اٹھاتا ہے اور اسی کام میں جان دیتا ہے خدا تعالیٰ اس کے کام کو مٹنے نہیں دیا کرتا۔ بعض لوگ اپنی حیات سے دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور بعض موت سے۔ یہی خدا کی سنت ہے جو قدیم سے چلی آئی ہے۔"

"اے مخلص باپ کی مسکین بیٹی! خدا کی تجھ پر رحمتیں ہوں تو نے اس دنیا میں لوگوں کے لئے زندگی بسر کی۔ خدا تعالیٰ اگلے جہان کو تیرے لئے خوشی کی جگہ بنا دے، تیرے گناہ مٹ جائیں اور تیری نیکیاں بڑھیں۔"

حضرت امِّ وسیم سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ مرحومہ

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کی حرم خامس حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ تھیں۔ آپ جماعت میں ام وسیم کے نام سے معروف ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بزرگ صحابی حضرت سیٹھ ابو بکر یوسف صاحبؓ آف جدہ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ یکم فروری 1926ء کو آپ کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ سے ہوا۔ نکاح کا اعلان ایک ہزار روپے حق مہر پر حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ نے کیا۔ آپ کو حضرت

مصلح موعودؓ کی 38 سالہ رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے بطن سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں سے نوازا۔

1۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ناظر اعلیٰ قادیان

2۔ مکرم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب مرحوم

مورخہ 5 دسمبر 1963ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ اگلے روز حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور چار دیواری بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت ام ناصر کے پہلو میں آپ کی تدفین ہوئی۔

آپ کا وجود بھی ان خواتین مبارکہ میں شامل تھا جو خدائی وعدہ کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک خاندان میں داخل ہوئیں اور یوں ذریت طیبہ کا حصہ بنیں۔

حضرت سیدہ مرحومہ نے ایک متموّل گھرانے میں پرورش پانے کے باوجود بہت سادہ طبیعت پائی تھی۔ آپ بہت تقویٰ شعار، مخلص اور منکسر المزاج خاتون تھیں بالخصوص غرباء کے ساتھ بہت محبت وشفقت کا سلوک روا رکھتی تھیں اور علالت طبع کے باوجود اکثر اوقات ان کے گھروں میں بھی تشریف لے جاکر ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ آپ کی وفات پر آپ کے شمائل کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

”انہیں یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کا رب انہیں جدہ سے اٹھا کر قادیان لے آیا اور اپنے محمود ہاں اپنے محبوب کا جوڑا بنا دیا۔ واللہ میں کہتا اور بطور ایک شاہد کہتا ہوں کہ وہ اپنے رب پر کمال بھروسہ کناں تھیں۔ میں نے سالہا سال نہایت آرزو مندانہ طور سے انہیں اس ناچیز کو مخاطب کرتے سنا کہ "مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں"۔ گویا ان کا سہرا صرف اور صرف باری تعالیٰ تھا اور وہ اس کے فضل ورحم کی ہر آن آرزو مند رہتی تھیں۔“

(روزنامہ الفضل 8 دسمبر 1963ء)

حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ المعروف مہر آپا

حضرت مصلح موعودؓ کی حرم سابع حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ المعروف مہر آپا تھیں۔ 24 جولائی 1944ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے نکاح ایک ہزار روپے حق مہر پر خود پڑھا۔ خطبہ میں حضورؓ نے فرمایا کہ حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ کی وفات سے پیدا ہونے والی صورتحال سے بچوں کی نگہداشت کے لئے شادی کی ضرورت تھی چنانچہ حضرت ام طاہر صاحبہؓ کے خاندان میں ہی یہ رشتہ طے پایا۔ آپ حضرت ام طاہر صاحبہؓ کی بھتیجی تھیں۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ مرحومہ 7 اپریل 1919ء کو حضرت سید عزیز اللہ شاہ صاحب ابن حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کو ایک رؤیا میں آپ کے بارہ میں یہ خبر دی گئی تھی۔

”ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے کہ مہر آپا کو بلاؤ جس کے معنی ہیں محبت کرنے والی آپا“

(الفضل یکم اگست 1944ء)

اسی رؤیا کی بنا پر آپ جماعت میں مہر آپا کے نام سے معروف ہیں اور اسی نام سے پکاری جاتی تھیں۔ آپ کی تقریب رخصتانہ 7 اگست 1944ء کو ہوئی۔ 15 اگست کو حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے قادیان میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ آپ کو لجنہ اماء اللہ کی خدمات کی بھی توفیق ملی اور سیکرٹری جنرل، سیکرٹری خدمت خلق اور نائب صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بھی رہیں۔ مورخہ 22 مئی 1997ء کو 78 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ کی چاردیواری کے احاطہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت مہر آپا مرحومہ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

”میری والدہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی بعض خوشخبریوں کے نتیجے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہم بچوں کی خاطر ان سے شادی کی۔ میں اور میری تین بہنیں تھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خواہش تھی کہ اپنے خاندان کا ہی، یعنی میری امی کے خاندان کا ہی کوئی شخص ہماری نگہداشت کرے۔ کیونکہ ان کے متعلق ڈاکٹروں کا یہ فیصلہ تھا کہ ایک بیماری کی وجہ سے ان کے بچہ نہیں ہو سکتا اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ بھی سوچا کہ ایسی ماں ان کو ملے گی جس کے الگ اپنے بچے

نہیں ہوں گے۔ مجبوراً وہ انہی سے پیار کرے گی اور اسی وجہ سے آپ کا نام ”مہر آپا“ رکھا گیا۔ جس کا آپ کی ایک رؤیا سے تعلق تھا کہ ایسی آپا جو ”مہر“ بن جائے اب مہر امی نہیں فرمایا ”مہر آپا“ اور واقعۃً ہم سب کا آپ سے تعلق آپا ہی کی قسم کا تھا۔ مگر مہر والا تعلق، کم از کم میں اپنی ذات میں ضرور کہہ سکتا ہوں، میرا ان سے تعلق ہمیشہ مہر کا رہا۔ یعنی محبت اور پیار کا تعلق۔“

آپ کے ذکر خیر اور صدقہ جاریہ کے طور پر حضور رحمہ اللہ نے اس خطبہ میں فرمایا کہ

”سیدہ مہر آپا کی وفات کی اطلاع چونکہ مجھے جرمنی میں ملی ہے اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی طرف سے جو روپیہ یہاں موجود ہے اس میں سے اور کچھ باہر سے منگوا کر تین لاکھ جرمن مارک (بعد میں 5 لاکھ) جماعت احمدیہ جرمنی کے سپرد کروں گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سو مساجد کی جو تحریک ہے۔ ہر 100 میں سے تین ہزار ان کی طرف سے ہو گا۔“

آخر پر آپؒ نے فرمایا کہ ”سیدہ مہر آپا کے وصال نے ایک نئی بات بھی آپ کے اندر پیدا کر دی ہے جماعت جرمنی۔ یہ سارے خیالات میرے دل میں اس وصال کے ساتھ اٹھنے شروع ہوئے اور اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وفات کو زندہ کرنے کی توفیق بخشے، جو بھی ہم میں سے مرے۔ صفات باری تعالیٰ کو پیچھے روایات کی صورت میں زندہ چھوڑتا چلا جائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔“

(الفضل 30 مئی 1997ء)

حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ مرحومہ

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا عقد 30 ستمبر 1935ء کو ہوا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر نکاح کا اعلان فرمایا۔ 2 اکتوبر 1935ء کو دعوت ولیمہ قادیان میں ہوئی۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مرحومہ 7 اکتوبر 1918ء کو پیدا ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ماموں زاد تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زوجیت میں 30 سال گزرے۔ جس دوران حضور نے آپ کی خصوصی

تربیت فرمائی جس کی وجہ سے آپ اعلیٰ دینی علوم اور انتظامی صلاحیتوں کی مالک بنیں اور لجنہ اماء اللہ کی نصف صدی تک قیادت فرمائی۔ آپ نے شادی کے بعد ایم اے عربی کا امتحان بھی پاس کیا۔ 1942ء تا 1958ء لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی سیکرٹری رہیں۔ 1958ء میں آپ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ منتخب ہوئیں اور خدمات کا یہ شاندار سلسلہ نومبر 1997ء تک جاری رہا۔ آپ کو کئی میدانوں میں لجنہ کی تاریخی خدمات کی توفیق ملی۔ متعدد ممالک کے دورے بھی کئے۔ آپ کے ہاں ایک بیٹی مکرمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحب تولد ہوئیں جو کہ مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ کی اہلیہ تھیں۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مورخہ 3 نومبر 1999ء کو 81 سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ کی چار دیواری میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کی مرتب کردہ تاریخ لجنہ کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی تھیں، اس کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات خواتین کے بارہ میں اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَارِ یعنی اوڑھنی والیوں کیلئے پھول، آپ نے مرتب کی۔ مشکوٰۃ، المصابیح کے نام سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خطبات عورتوں کے بارہ میں مرتب کئے۔ جماعتی اخبارات ورسائل میں متعدد مضامین بھی شائع ہوئے۔

تقسیم ہند کے بعد آپ نے پاکستان میں لجنہ کی از سر نو ترتیب و تنظیم کا کٹھن فریضہ سرانجام دیا۔ مستورات کی بہبود کے لئے انڈسٹریل ہوم، فضل عمر جونئیر ماڈل سکول، جامعہ نصرت گرلز کالج میں سائنس بلاک کا اجراء اور ڈنمارک اور ہالینڈ میں احمدی لجنات کی قربانیوں سے مساجد کی تعمیر آپ کے دور کے نمایاں اور یادگار کارنامے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 5 نومبر 1999ء کے خطبہ میں آپ مرحومہ کے محاسن اور خدمات کا تذکرہ فرمایا اور بعد میں نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔ لجنہ اماء اللہ پاکستان کی طرف سے حال ہی میں تعمیر ہونے والے دو منزلہ گیسٹ ہاؤس کا نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ ہی کے نام پر "سرائے مریم صدیقہ" عطا فرمایا ہے۔

خواتین مبارکہ کی سیرت اور خدمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی خدمات کے فیض کو جاری رکھے۔ ان کی اولاد در اولاد کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین۔

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے
مجتمع ہیں ذات میں تیری دو گونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیِٔ مسعود ہے

(یہ تقریر مکرم ایم ایم طاہر کے مضمون سے تیار کی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)
(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿52﴾ ﴿مشاہدات۔ 261﴾

(وہ) حُسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

نظیر حسن و احسانِ مسیحائے زماں بن کر
مسیحائے زماں کا وہ حسیں لختِ جگر آیا
وہی عشق و جنوں لے کر وہی جذبِ دروں لیکر
وہی دَورِ مسیحائی بانداز دگر آیا
شکوہ و عظمت و دولت نچھاور اس کے قدموں پر
مثیلِ مہدی و فخر رُسل فضلِ عمر آیا

سامعین! پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت یعنی حضرت مصلح موعود کا حسن و احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کی نظیر ہونے پر مجھے اظہار خیال کرنا ہے۔

سامعین! پیشگوئی مصلح موعود میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک علامت یہ بیان کی گئی تھی کہ وہ اوصاف اور خوبیوں میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا مثیل ہو گا اور اس کے ظہور سے حضرت اقدس مسیح موعود کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ یہ علامت بھی آپ کے اندر کمال طور پر پوری ہوئی اور وہ بزرگ جنہوں نے عظیم باپ اور عظیم بیٹے دونوں کا زمانہ پایا تھا انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت

مولوی شیر علی جنہوں نے دونوں دور دیکھے تھے اپنی ایک گواہی اس طرح پر دی جس کا تعلق حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد سیدنا محمود کی پبلک تقریر سے ہے۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں:

”ایک اور واقعہ جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضورؓ کی پہلی تقریر ہے جو حضورؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح (الاولؓ) حضورؓ کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رخ جانب شمال تھا۔ اس تقریر کے متعلق دو باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

اول۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعودؑ کی آواز اور طرزِ تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جدا ہوئے تھے یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعودؑ کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسر موعود کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہے تھے جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے۔ آنسو جاری ہو گئے اور ان آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔

اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اُترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی روح آپؓ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔“

(الفضل 5 نومبر 1938ء صفحہ 6)

سامعین! اسی طرح ایک بزرگ مکرم صوفی مطیع الرحمن صاحب بنگالی، حضرت مصلح موعودؓ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

”مَیں اپنا ایک خواب بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ رؤیا مَیں نے تیس یا چوبیس سال پہلے دیکھا تھا۔ ایک دفعہ پہلے بھی حضور پُر نور کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ اب حضور اقدس کے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے پر مجھے اس بات پر یقین ہو گیا کہ یہ رؤیا اس پیشگوئی کے متعلق ہے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا

کہ عید کا جلسہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نہایت ہی بلند مقام پر کھڑے ہو کر سبز چوغہ زیب تن کئے خطبہ فرما رہے ہیں۔ خطبہ ختم ہونے پر جب مصافحہ کے لئے بڑھا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بلکہ حضور انور ہیں۔" (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہیں)۔ یہ خواب مَیں نے اپنے مکرم کپتان ڈاکٹر بدرالدین صاحب اور اپنے بھائی جناب مولوی ظلّ الرحمن صاحب مبلغ بنگال کی خدمت میں بیان کیا۔ مولوی ظلّ الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ تم کو حضرت امیر المومنین کے متعلق پیشگوئی کہ "حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا" دکھائی گئی۔"

(الفضل قادیان جلد 32 نمبر 199 مورخہ 25 اگست 1944ء صفحہ 2)

مکرم حمید احمد کیمپ کنگائی اپر برما کی ایک طویل رؤیا الفضل قادیان دارالامان مورخہ 8 فروری 1938ء صفحہ 9-10 میں شائع ہوئی ہے جو آپ نے یکم دسمبر 1937ء کو دیکھا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی طرف آتے دیکھا۔ میں بھاگا اور السلام علیکم عرض کر کے حضور کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر باتیں کرتا ہوا حضرت صاحب کے ساتھ ساتھ چلا۔ باتیں کرتے کرتے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور! مَیں نے کل خواب میں حضرت صاحب کو دیکھا تھا (یعنی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کو) اس کی تعبیر کیا ہے؟۔ فرمایا ہم آپ کے ساتھ چل رہے ہیں .... جہاں میں نے عرض کیا ہے کہ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکٹھے قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت میں بار بار حضرت صاحب کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا تھا۔ کبھی وہ چہرہ مسیح موعود کا ہوتا تھا اور کبھی امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) کا۔

اس خواب کے درج کرنے کے بعد مکرم حمید صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اس خواب سے پہلے بھی گو میں یقین رکھتا تھا کہ حضرت امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) حُسن اور احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر ہیں مگر اس خواب سے میرے ایمان میں بہت ترقی ہوئی۔ مَیں تمام لوگوں تک اس خواب کو پہنچا کر بتانا چاہتا ہوں کہ کہ حضور دراصل حسن اور احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کے نظیر ہیں اور آپ کی مخالفت حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت ہے۔

وہ مبارک رویا جو حضرت مصلح موعودؓ نے جنوری 1944ء کی ایک رات لاہور میں مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی واقع ٹمپل روڈ میں دیکھی تھی اس میں آپ کی زبان پر جو کلمات منجانب اللہ جاری ہوئے وہ یہ تھے۔ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَ خَلِیْفَتُہٗ

یعنی میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔ اس رؤیا کی تعبیر بھی رؤیا کے اندر ہی حضورؓ کو بتادی گئی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس کے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَثِیْلُہٗ میں اس کا نظیر ہوں وَ خَلِیْفَتُہٗ اور اس کا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کو وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں مَیں بھی مسیح موعود ہی ہوں کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اس کے اخلاق کو اپنے اندر لے لے گا وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 498)

اسی طرح ایک اور موقع پر آپؓ نے فرمایا:

”رؤیا میں میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَ خَلِیْفَتُہٗ

میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی مسیح موعود کا مثیل اور اس کا خلیفہ اور میں نے بتایا ہے کہ خواب میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس پیشگوئی کا مصداق ہوں جو آپؑ نے ایک موعود کے متعلق فرمائی تھی اور جس کے متعلق بتایا تھا کہ وہ حسن واحسان میں میرا نظیر ہوگا اور یہ وہی پیشگوئی ہے جو مصلح موعود کے متعلق ہے۔“

(الموعود صفحہ 196)

سامعین! اب میں آپ کے سامنے معالج حضرت مصلح موعود، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کا ایک بیان اور آپؓ کے ایک مضمون کا کچھ حصہ اِس مضمون کی مناسبت سے رکھنا چاہتا ہوں۔ آپؓ تحریر کرتے ہیں کہ

”حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے پچاس سال سے زائد عرصہ تک جماعت کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر مادرانہ محبت کے ساتھ اس کی روحانی پرورش کی ہے اور اسے حقیقت اسلام اور حقیقت قرآن سے آگاہ کیا ہے۔ حضور کے مناقب کو زیادہ تر جماعت کے علماء کرام بیان کر سکتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و فضل سے وافر حصہ دیا ہے۔ تاہم یہ ناچیز اور ناکارہ خادم بھی جسے اللہ تعالیٰ نے حضور کی لمبے عرصہ تک خدمت کرنے کی توفیق دی ہے اس نیک کام میں حصہ لینا چاہتا ہے اس سلسلہ میں مَیں اپنا ایک پرانا مضمون پیش کرتا ہوں... یہ مضمون جماعت کی خاص توجہ کے لائق ہے۔ اس سے جہاں حضورؓ کے خداداد منصب پر ایک بین شہادت ملتی ہے وہاں اس بات کا بھی علم حاصل ہوتا ہے کہ حضورؓ کے طفیل حضورؓ کے سچے اور دیرینہ خادموں پر بھی افضالِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اس کی ان گنت مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ حضورؓ کی توجہ خدام کو ان کی مشکلات سے نجات دلاتی اور ان کی بڑی روحانی ترقیات کا موجب بنتی تھی۔ حضورؓ کی یہ خواہش تھی کہ احباب جماعت چھوٹی چھوٹی روحانی ترقیوں پر راضی نہ ہوں۔ چنانچہ حضورؓ بعض اوقات اپنے خدام کے بڑے بڑے کارناموں پر بھی مطمئن نہ ہوتے تھے کہ مبادا کہ وہ ان کارناموں پر اِترا جائیں اور آئندہ ان سے زیادہ شاندار کارناموں کے انجام دینے سے رہ جائیں۔

اب میں اپنا ایک مضمون من و عن پیش کرتا ہوں جو میں نے حضورؓ کے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے کے موقع پر لکھا تھا۔

اَنَا الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِيْلُهٗ وَ خَلِيْفَتُهٗ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) نے 28 جنوری 1944ء کے مبارک جمعہ کے خطبہ میں اپنی ایک عظیم الشان رؤیا بیان فرمائی جو یکم فروری کے الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ رؤیا بہت لمبی ہے اس کے دوران میں حضور کی زبان پر عربی میں الہام جاری ہوا۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں:

”جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود الہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں۔ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر ایسا ہی ہوتا ہے اور آپ فرماتے ہیں۔ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَ خَلِیْفَتُہٗ اور میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا اور اس کا کیا مطلب ہے کہ مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس کے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَثِیْلُہٗ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَ خَلِیْفَتُہٗ اور اس کا خلیفہ ہوں یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔“

عاجز راقم عرض کرتا ہے یہ درست ہے ”حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا“ کا الہام مَثِیْلُہٗ کے معنے بیان کر دیتا ہے۔ لیکن یہ بات تو حضورؓ کے خصائلِ طیبہ اور اعمال صالحہ آج سے تیس سال پہلے جب سے حضور تائیداتِ الٰہی سے خلیفہ ہوئے۔ ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ آج نئے سرے سے اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ کے الفاظ حضور کی زبان مبارک پر الہاماً جاری کئے گئے اور یہ رعشہ بر اندام کیوں ہوا۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و فضل سے کوئی خاص روحانی تغیر حضور کے اندر ہوا ہے۔ اس لئے یہ کیفیت پیدا ہوئی اور شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے خلیفہ برحق ہونے کی صورت میں اعمال حسنہ کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اَلْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ کا خطاب عطا فرمایا اور اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ حضور کے کام وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور کے وجود کے اندر زندہ ہو کر کام کر رہے ہیں اور مَثِیْلُہٗ کے لفظ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ خود مسیح موعود علیہ السلام تو دوبارہ آ نہیں سکتے ان کا مثیل یعنی شبیہہ حضور کو قرار دے دیا ہے۔ میرے نزدیک اس کیفیت کو واضح کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل

تحریر کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئینہ کمالاتِ اسلام کے 254-255 پر فرماتے ہیں:

”میرے پر کشفًا ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت عیسیٰ کو اس کی خبر دی گئی تب ان کی روح روحانی نزول کے لئے حرکت میں آئی اور اس نے جوش میں آکر اور اپنی امت کو ہلاکت کا مفسدہ پرداز پاکر زمین پر اپنا قائمقام اور شبیہہ پایا جو اس کا ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو سو اس کو خدائے تعالیٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہہ عطا کی اور اس میں مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی اور اس میں اور مسیح میں بشدت اتصال کیا گیا گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے ہیں اور مسیح کی توجہات نے اس کے دل کو اپنی قرار گاہ بنایا اور اس میں ہو کر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا پس ان معنوں سے اس کا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا اور مسیح کے پُرجوش اِرادت اس میں نازل ہوئے جن کا نزول الہامی استعارات میں مسیح کا نزول قرار دیا گیا“

خلیفہ کا لفظ میرے نزدیک یہ بات واضح کرتا ہے کہ حضور والا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے جانشین ہیں۔ مَیں نے جو یہ تشریح کی ہے اس کی بنیاد میں ایک شہادت مخفی ہے اور وہ اس طرح پر کہ 1930ء کا واقعہ ہے ماہ رمضان کی بارہویں تاریخ کو میں بعد نماز فجر سویا ہوا تھا مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ اس بات کی منادی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ (یعنی زندہ ہو کر واپس آرہے ہیں) اس منادی کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) اور عاجز راقم استقبال کے لئے مسجد مبارک کے چوک میں پہنچے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بجز ہم دونوں کے اور کوئی موجود نہیں۔ اسی اثناء میں نظر آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شمال سے تشریف لا رہے ہیں اور حضور کے چہرے پر سفید نقاب ہے جب حضور اس مقام پر پہنچے جو حکیم قطب الدین صاحب کے مطب سامنے ہے تو حضورؑ نے چہرہ مبارک پر سے نقاب اٹھا دیا۔ اس وقت حضورؑ کا چہرہ مبارک ایسا منور نظر آیا جس کی مثال بیان نہیں کی جاسکتی۔ تھوڑے سے توقف کے بعد پہلے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) نے حضور سے مصافحہ کیا۔ پھر اس عاجز نے کیا۔ حضور...نے میرے ہاتھ کو کچھ زیادہ دیر تک ہاتھ میں تھامے رکھا۔ اس اثناء میں مجھے کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ حضور کی شکل حضرت مرزا

سلطان احمد صاحب کی سی ہو رہی ہے اور ساتھ ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب لاہور میں تھے وہ تندرست ہو کر آئے ہیں۔ مگر یہ خیال زیادہ غالب نہ ہوا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس رؤیا میں بھی کچھ تعلق لاہور کا پایا جاتا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) کو بھی اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ کا الہام لاہور میں ہوا ہے گویا لاہور سے مسیح موعود آرہے ہیں۔

اس رؤیا کے وقت میری خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ میرا جسم اس وقت خوشی کی وجہ سے چارپائی پر اچھل رہا تھا۔ گویا چارپائی سے گرنے کو تھا۔ اس وقت کی خوشی کا اندازہ بجز اس مثال کے نہیں لگایا جاسکتا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت غم اور اندوہ پہنچا تھا اور جو شدت اس کی تھی اس کے مقابل کی اس وقت وہ خوشی معلوم ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے دن عاجز راقم لاہور میں تھا اور میرا خیال ہے کہ حضور کی وفات کا صدمہ مجھے سخت صدمہ ہوا... میں نے یہ رؤیا دیکھی اور خدا گواہ ہے کہ دیکھی اور قدرت کے ہاتھوں نے مجھ سے اسے لکھوایا اور وہ 11 دسمبر 1940ء کے الفاظ زیر عنوان حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) کی بیعت حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے کس طرح کی، شائع ہو چکی ہے۔) اس بناء پر میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوبارہ آنا برحق۔ حضرت امیر المومنین کا رعشہ براندام ہونا برحق اور حضور کا اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ کہنا برحق۔ کیونکہ زندہ ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 1930ء میں حضور ہی سے تو ملاقی ہوئے تھے۔ یہی وجہ تو ہے کہ پیارے مسیح کا عاشق صادق خطبہ کے دوران میں ہی امنا و صدقنا پکار اٹھا اور ایسا ہونا مقدر تھا۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے خود پیارے مسیح کو اس بات کی خبر دی۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا“ اور فرمایا کہ ”جو لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں“ اور پھر فرمایا ”اور میں اپنی چمکار دکھاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا پس میری دوبارہ زندگی سے مراد بھی میرے مقاصد کی زندگی ہے۔“

(فتح اسلام حاشیہ صفحہ 28)

پس حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا وجود لائق صد ستائش ہے کہ وہ پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوبارہ دنیا میں لانے کا موجب بنا اور یہ عاجز اپنے پیارے مولا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اس ناچیز کو آج سے چودہ سال پہلے حضور کا مسیح موعود ہونا دکھا دیا۔ آج تو کیا۔ اگر آج سے چودہ سال پہلے حضور اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ کہتے تو عاجز اس وقت اس کی تصدیق کے لئے کھڑا ہو جاتا....

میرے نزدیک حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسیح ہونے کا وہی وقت تھا جب کہ 1930ء میں عاجز راقم نے یہ رؤیا صادقہ دیکھی اس وقت حضرت محمود... کی عمر 40 سے کچھ اوپر ہو چکی تھی۔ یعنی روحانی بلوغت کو پہنچ چکی تھی۔

دوسرا ثبوت اس امر کا یہ ہے کہ رؤیائے صادقہ دیکھنے کے کچھ دنوں بعد جب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو سنائی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب میرے لئے بھی دعا کرو کہ میں بھی انسانوں میں داخل ہو جاؤں چنانچہ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت مرزا صاحب نے بیعت کر لی۔

(الفضل 11 دسمبر 1940ء)

میرے نزدیک یہ ایک واضح ثبوت اس امر کا ہے کہ حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ہو چکے اور اپنے والد کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے تب ہی تو بڑے بھائی نے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بکنا منظور کر لیا جب کہ ان میں اپنے والد کی شکل نظر آئی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 22 مارچ 1966)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اپنی ایک رؤیا کا ذکر فرماتے ہوئے کہ کس طرح یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مصلح موعود پر منطبق ہوتی ہے، حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ”مَیں ان مشابہتوں کو بیان کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے ساتھ میری رؤیا کو ہیں۔ (ایک رؤیا آپ نے دیکھی تھی جیسا کہ مَیں نے کہا۔ فرماتے ہیں کہ) رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ میری زبان پر یہ فقرہ جاری ہوا کہ اَنَا الْمَسِیْحُ

اَلْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ۔ ان الفاظ کا میری زبان پر جاری ہونا میرے لئے اس قدر عجوبہ تھا۔ (ظاہر میں تو یہ حیرت انگیز عجوبہ ہو ہی سکتا ہے لیکن خواب میں ہی میری ایسی کیفیت ہوگئی) کہ قریب تھا اس تہلکہ سے مَیں جاگ اٹھتا کہ میرے منہ سے یہ کیا الفاظ نکل گئے ہیں۔۔ بعد میں بعض دوستوں نے توجہ دلائی کہ مسیحی نفس ہونے کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار مؤرخہ 20؍فروری 1886ء میں بھی آتا ہے۔ گو اُس روز میں یہ اشتہار پڑھ کر آیا تھا لیکن جب مَیں خطبہ پڑھ رہا تھا اس وقت اشتہار کے یہ الفاظ میرے ذہن میں نہ تھے۔ خطبے کے بعد غالباً دوسرے دن مولوی سید سرور شاہ صاحب نے یہ توجہ دلائی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار میں بھی لکھا ہے کہ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ اس پیشگوئی میں بھی مسیح کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دوسرے مَیں نے رؤیا دیکھا کہ میں نے بت تڑوائے ہیں۔ اس کا اشارہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے دوسرے حصہ میں پایا جاتا ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ فرماتے ہیں کہ روح الحق توحید کی روح کو کہا جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ اصل چیز خدا تعالیٰ کا وجود ہی ہے، باقی سب چیزیں اظلال اور سائے ہیں۔ پس روح الحق سے مراد توحید کی روح ہے جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ اس کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ تیسرے میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں بھاگ رہا ہوں۔ چنانچہ خطبہ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ رؤیا میں یہی نہیں کہ میں تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں اور زمین میرے قدموں کے تلے سمٹتی چلی جاتی ہے۔ پسر موعود کی پیشگوئی میں بھی یہ الفاظ ہیں کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اسی طرح رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں بعض غیر ملکوں کی طرف گیا ہوں اور پھر وہاں بھی میں نے اپنے کام کو ختم نہیں کیا بلکہ میں اور آگے جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ جیسے مَیں نے کہا اے عبد الشکور! اب میں آگے جاؤں گا اور جب اس سفر سے واپس آؤں گا تو دیکھوں گا کہ اس عرصے میں تُو نے توحید کو قائم کر دیا ہے، شرک کو مٹا دیا ہے اور اسلام اور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے جو کلام نازل فرمایا اس میں بھی اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ الفاظ بھی اس کے دُور دُور جانے اور چلتے چلے جانے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ پھر یہ پیشگوئی میں ذکر آتا ہے کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اس کی طرف بھی میری رؤیا میں اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ خواب میں مَیں بڑے زور سے کہہ رہا ہوں کہ مَیں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اس کی دونوں چھاتیوں سے دودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے۔ پھر لکھا تھا وہ جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ اس کے متعلق بھی رؤیا میں وضاحت پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ رؤیا میں میری زبان پر تصرّف کیا گیا اور میری زبان سے خدا تعالیٰ نے بولنا شروع کر دیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے میری زبان سے کلام فرمایا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور آپ نے میری زبان سے بولنا شروع کر دیا۔ یہ جلال الٰہی کا ایک عجیب ظہور تھا جس کا پیشگوئی میں بھی ذکر پایا جاتا تھا۔ پس یہ بھی ان دونوں میں ایک مشابہت پائی جاتی ہے۔

پھر لکھا تھا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور یہ الفاظ ہیں پیشگوئی کے اور رؤیا میں بھی یہ دکھایا گیا کہ ایک قوم ہے جس میں مَیں ایک شخص کو لیڈر مقرر کرتا ہوں اور ان الفاظ میں جیسے ایک طاقتور بادشاہ اپنے ماتحت کو کہہ رہا ہو اسے کہتا ہوں کہ اے عبدالشکور! تم میرے سامنے اس بات کے ذمہ دار ہو گے کہ تمہارا ملک قریب ترین عرصے میں توحید پر ایمان لے آئے۔ شرک کو ترک کر دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو اپنے مدنظر رکھے۔ یہ صاحب شکوہ اور عظمت کے ہی کلمات ہو سکتے ہیں جو رؤیا میں میری زبان پر جاری کئے گئے۔

اور یہ جو پیشگوئی میں ذکر آتا ہے کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس پر کلام الٰہی نازل ہو گا اور رؤیا میں اس کا بھی ذکر آتا ہے۔ چنانچہ الٰہی تصرف کے تحت رؤیا میں مَیں سمجھتا

ہوں کہ اب مَیں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جارہی ہیں۔ پس اس حصے میں پیشگوئی کے انہی الفاظ کے پورا ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔"

(خطبہ جمعہ 20/ فروری 2015ء)

ایک اور موقع پر حضور انور ایدہ اللہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ نے فرمایا کہ جب تک خدا تعالیٰ نے مجھے نہیں کہا میں چُپ رہا اور جب خدا تعالیٰ نے بتا دیا اور نہ صرف بتا دیا بلکہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو بھی بتا دوں تو میں بتا رہا ہوں کہ یہ پیشگوئی ہر لحاظ سے مجھ پر پوری ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ نہ صرف خدا تعالیٰ نے مجھے ارشاد کیا کہ بتا دوں بلکہ اپنے فضل سے ایسے حالات پیدا فرمائے جو اس پیشگوئی کی صداقت کے لئے بطور دلیل کے ہیں۔ جس طرح آسمان پر چاند چمکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ارد گرد ستارے پیدا کر دیتا ہے اسی طرح ان دنوں میں بہت سے لوگوں کو ایسی خوابیں آئی ہیں جن میں اس خواب کا مضمون دہرایا گیا ہے جو میں نے دیکھی تھی۔ چنانچہ میری رؤیا کے بعد ایک دوست ڈاکٹر محمد لطیف صاحب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ ایک فرشتہ میرا نام لے کر کہہ رہا ہے کہ انبیاء ورسل کے ساتھ اس کا نام لیا جائے گا۔ انبیاء ورسل کے ساتھ نام لئے جانے کے وہی معنی ہیں جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ مثیل مسیح ہو گا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو نبی اور رسول ہیں ان کے ساتھ میرا بھی نام لیا جائے گا۔ اسی طرح ایک اور دوست نے لکھا کہ رؤیا میں میں نے دیکھا کہ مینار پر کھڑے ہو کر آپ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کا اعلان کر رہے ہیں۔ "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی الہاموں میں سے الہام ہے۔ اور مینار پر اس الہام کے اعلان کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تبلیغ احمدیت کو میرے ذریعہ سے اور بھی مضبوط کر دے گا۔ چنانچہ جیسے ابھی پہلے بیان بھی ہوا ہے کہ کس طرح مختلف

ممالک میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تبلیغ کا کام وسیع پیمانے پر شروع ہوا اور وہی بنیادیں ہیں جن پر آج بھی آگے کام چلتا چلا جارہا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 19/ فروری 2016ء)

ایک خطبہ میں حضور انور ایدہ اللہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر آپ فرماتے ہیں کہ "دوسرے مجھے ایک کشف ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی مَیں نے دیکھا تھا وہ بھی اسی مقام پر دلالت کرتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں اس کمرے سے نکل رہا ہوں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رہتے تھے اور باہر صحن میں آیا ہوں۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے ہیں۔ اس وقت کوئی شخص یہ کہہ کر مجھے ایک پارسل دے گیا ہے کہ یہ کچھ تمہارے لئے ہے اور کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ کشفی حالت میں جب میں اس پارسل پر لکھا ہوا پتا دیکھتا ہوں تو وہاں بھی مجھے دو نام لکھے ہوئے نظر آتے ہیں اور پتا اس طرح درج ہے کہ محی الدین اور معین الدین کو ملے"۔ آپ فرماتے ہیں کہ "مَیں کشف میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے ایک نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور دوسرا نام میرا ہے۔ اس وقت چونکہ میں بچہ تھا اور حضرت محی الدین صاحب ابن عربی کا نام میں نے سنا ہوا نہیں تھا، صرف اورنگ زیب کے متعلق میں جانتا تھا کہ ان کا نام محی الدین تھا۔ اس لئے میں نے اس وقت سمجھا کہ محی الدین سے مراد مَیں ہوں اور حضرت معین الدین چشتی چونکہ ہندوستان میں ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں اس لئے میں نے سمجھا کہ معین الدین سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی بھی ایک بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں تو میں نے سمجھا کہ محی الدین سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جنہوں نے دین کو زندہ کیا اور معین الدین سے مراد مَیں ہوں جس نے دین کی اعانت کی۔ پس دین کو زندہ کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور دین کی نصرت اور اعانت کرنے والا مَیں ہوں جیسے ماں بچہ جنتی ہے اور دایہ دودھ پلاتی ہے۔" (خطباتِ محمود۔ جلد 25 صفحہ 89-90)

پھر تیسرا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ”تیسرا الہام جو مجھے اسی رنگ میں ہوا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد۔ وہ یہ ہے کہ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا(سبا:14)۔ کہ اے آل داوٗد تم اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ اس کے احکام پر عمل کرو۔ اس الہام کے ذریعہ اِعۡمَلُوۡۤا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے منشاء پر پوری طرح عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور آل داوٗد کہہ کر اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام سے مشابہت دی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داوٗد علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوئے تھے اور ان کے بیٹے بھی تھے۔“

آپ فرماتے ہیں ”مجھے یاد ہے اس وقت یہ الہام اتنے زور سے ہوا کہ کتنی دیر تک مجھ پر اس الہام کے نازل ہونے کی کیفیت تازہ رہی اور یہ الہام اتنا واضح تھا کہ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت فوت ہو چکے تھے جب میں اپنے بعض ہم عمروں سے سیر میں اس کا ذکر کر رہا تھا(تو) یکدم میرے ذہن سے آپ کی وفات کا خیال نکل گیا اور مجھے جوش پیدا ہوا کہ میں دوڑ کر جاؤں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جا کر اس کا ذکر کروں۔“ (خطباتِ محمود۔ جلد25 صفحہ 90)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ”چوتھی شہادت اس رؤیا کی تصدیق(جو رؤیا اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود ہونے کی دکھائی) میرا یہ کشف ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیت الدعا میں بیٹھا دعا کر رہا ہوں کہ یکدم مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیم تھے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ اس امّت میں اَور بھی کئی ابراہیم ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول کے متعلق بتایا گیا کہ آپ بھی ابراہیم ہیں اور آپ کا نام مجھے ابراہیم اَدھم بتایا گیا۔ اَدھم ایک بادشاہ تھے جو بادشاہت کو چھوڑ کر تصوف کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پس مجھے بتایا گیا کہ حضرت خلیفہ اول ابراہیم ادھم ہیں۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ ایک ابراہیم تم بھی ہو۔“ (خطباتِ محمود۔ جلد25 صفحہ 90)

(خطبہ جمعہ 17/ فروری2017ء)

اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء رحمتیں اور برکتیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر نازل ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے فیض سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے
مجتمع ہیں ذات میں تیری دو گونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیٔ مسعود ہے

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿53﴾ ﴿مشاہدات۔282﴾

تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔**

فروری 1886ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس عظیم الشان بیٹے کی بشارت دی گئی تھی اس بشارت کی اغراض میں سے ایک عظیم غرض اِن الفاظ بیان ہوئی ہے جس کو مَیں نے آج اپنی تقریر کا موضوع بنایا ہے یعنی **تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔**

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا گیا تھا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات پر گواہ ہے کہ آپؓ کے وجود کے ذریعہ سے دیگر علامات پیشگوئی کی طرح مذکورہ علامت بھی پوری ہوئی اور آپؓ کے وجود سے حق بڑی شان کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہوا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگنے لگا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات پر آپؑ کے جسد مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر آپؓ نے ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز عہد بایں الفاظ کیا تھا۔

”اے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تو نے نازل کیا ہے مَیں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاؤں گا۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 178)

حضرت مصلح موعودؓ کی ساری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپؓ نے اپنے اس عہد کی تکمیل کے لئے اپنے تمام قوٰی، استعدادیں اور صلاحیتیں صرف کر ڈالیں۔ آپؓ خود بھی حق تھے، حق پر رہے، حق کی منادی کرتے رہے اور اِس کی اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جہاں تک جھوٹ کا تعلق ہے۔ آپؓ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی اور اپنے اور جماعت جھوٹے پروپیگنڈے کی سختی سے بیخکنی کی۔ عنوان کو سامنے رکھ کر حق کے برکتوں کے ساتھ آنے اور باطل نحوستوں کے ساتھ بھاگنے کو بہت سی مثالوں اور واقعات سے بیان کیا جاسکتا ہے لیکن آج مَیں خلافت کے ذریعہ آپؓ کی مساعی کے نتیجے میں حق کے آنے اور باطل کے بھاگنے کا ذکر کروں گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پیغام کی اشاعت اور جماعت کی ترقیات و فتوحات کے لئے خدا تعالیٰ کی قدیم سنت کے موافق اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی خلافت کے قیام کی پیشگوئی فرمائی تھی جیسا کہ آپؑ اپنے رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں:

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے ..... تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں

پر غلبہ دوں گا سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد20 صفحہ:305)

قیام خلافت

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مذکورہ بالا ارشاد اور پیشگوئی کے موافق حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کی اشاعت کے لئے کئے گئے اپنے اس عہد کی تکمیل کے لئے خلافت کے قیام، اس کی حفاظت اور اس کے استحکام و بقائے دوام کے لئے ہر ممکن وسیلہ اختیار فرمایا اور اپنے اقوال و افعال، اپنے خطبات و تقاریر اور اپنے مضامین و تحریرات نیز اپنے عملی منصوبوں اور اقدامات کے ذریعہ احباب جماعت کے دلوں میں یہ بات میخ کی طرح گاڑ دی کہ اب تمام تر روحانی ترقیات و فتوحات، خلافت کے قیام سے وابستہ ہو چکی ہیں اور اب اِسی کے ذریعہ حق آئے گا اور باطل تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے گا۔

خلافت اولیٰ کے انتخاب کے وقت جب بزرگان جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو خلیفہ منتخب کئے جانے کے متعلق رائے ظاہر کی تو اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ سے جب مشورہ مانگا گیا تو آپ نے نہایت انشراح صدر سے اور مکمل اتفاق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حضرت مولانا (نورالدین) سے بڑھ کر کوئی نہیں اور خلیفہ ضرور ہونا چاہئے اور حضرت مولانا ہی خلیفہ ہونے چاہئیں ورنہ اختلاف کا اندیشہ ہے۔"

(سوانح فضل عمر جلد1 صفحہ 181)

اطاعت خلافت

سامعین! جب خلافت اولیٰ قائم ہو گئی اور حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب پہلے خلیفہ منتخب ہو گئے تو حضرت مصلح موعودؓ نے آپؓ کے ساتھ کامل وفا اور اطاعت کے وہ بے مثل نمونے دکھائے کہ بارہا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس نمونے پر رشک کا اظہار فرمایا۔

ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا:

”میرے اور میاں صاحب کے درمیان کوئی نقار نہیں جو ایسا کہتا ہے وہ بھی منافق ہے۔ وہ میرے بڑے فرمانبردار ہیں انہوں نے مجھ کو فرمانبرداری کا بہتر سے بہتر نمونہ دکھایا ہے وہ میرے سامنے اونچی آواز بھی نہیں نکال سکتے انہوں نے فرمانبرداری میں کمال کیا ہے۔“

(خطبات نور صفحہ 622)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو خلیفہ منتخب ہوئے ابھی پندرہ روز بھی نہ گزرے تھے کہ انجمن کے بعض سرکردہ ممبران نے خلافت کے اختیارات کے متعلق سوالات اٹھانے شروع کر دیئے۔ ایک موقع پر خواجہ کمال الدین صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کی موجودگی میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے بھی یہی سوال کیا تو آپؓ نے ایسا پیارا جواب دیا جو منکرین خلافت کا منہ بند کر دینے کے لئے کافی تھا آپؓ نے فرمایا:

”اختیارات کے فیصلہ کا وہ وقت تھا جبکہ ابھی بیعت نہ ہوئی تھی جبکہ حضرت خلیفہ اوّل نے صاف صاف کہہ دیا کہ بیعت کے بعد تم کو پوری پوری اطاعت کرنی ہوگی اور اس تقریر کو سن کر ہم نے بیعت کی تو اب آقا کے اختیار مقرر کرنے کا حق غلاموں کو کب حاصل ہے۔“

(آئینہ صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 186)

اگرچہ خلافت اولیٰ کے سارے ہی عہد میں منکرین و باغیان خلافت نے منافقانہ طرز عمل اختیار کرتے ہوئے کبھی درپردہ اور کبھی کھل کر فتنہ گری کا بازار گرم کئے رکھا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بارعب شخصیت اور آپؓ کے چٹان جیسے عزم کے سامنے یہ لوگ بے بس نظر آئے لیکن حضرت خلیفہ اوّلؓ کی 1910ء کی علالت کے دوران ان لوگوں کی منافقانہ چالوں میں پھر سے تیزی آگئی اور مختلف طریقوں سے خلافت کے ادارہ کو کمزور کرنے کی ناکام کوششوں میں تیز ہوگئے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اس علالت کے دوران ایک مرتبہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت مصلح موعودؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ سے ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔ آپ میرے ساتھ مولوی محمد علی صاحب کے مکان پر چلیئے جب آپ وہاں پہنچے تو مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ چند دیگر افراد بھی وہاں موجود

تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کو اس لئے یہاں بلوایا ہے کہ حضرت صاحب کی طبیعت بہت ناساز اور کمزور ہے اور چونکہ ہم لوگوں کو لاہور بھی جانا ہے اس لئے چاہتے ہیں کہ کوئی بات طے ہو جائے تا فتنہ نہ ہو اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو خلافت کی خواہش نہیں اور آپ کے سوا ہم خلافت کے قابل اور کسی کو نہیں دیکھتے اور ہم نے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے البتہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ خلافت کا فیصلہ ہمارے لاہور سے آجانے تک نہ ہونے دیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص جلد بازی کرے اور پیچھے فساد ہو۔

خواجہ کمال الدین صاحب کی اس پیشکش کے جواب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے جو عظیم الشان جواب دیا وہ تاریخ خلافت میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔ آپؓ نے فرمایا:

"ایک خلیفہ کی زندگی میں اس کے جانشین کے متعلق تعیین کر دینی اور فیصلہ کر دینا کہ اس کے بعد فلاں شخص خلیفہ ہو گناہ ہے میں تو اس امر میں کلام کرنے کو ہی گناہ سمجھتا ہوں۔"

(آئینہ صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 205)

خلیفہ خدا بناتا ہے

جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ وفات پا گئے تو جماعت میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کی کوشش کرنے والوں نے خلافت کے وجود سے ہی انکار کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں ہر ممکن طریق سے سمجھانے کی کوشش کی یہاں تک کہہ دیا کہ آپ لوگ خلافت کے قیام سے انکار نہ کریں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ لوگ جس کو بھی خلیفہ مقرر کر دیں گے ہم اسی کی بیعت کر لیں گے لیکن وہ لوگ انکار پر مصر رہے۔

جماعت کی ایک بڑی اکثریت نے جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو اپنا واجب الاطاعت خلیفہ تسلیم کر لیا اور آپؓ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے تو فتنہ گروں نے فتنوں کا طوفان کھڑا کر دیا اور آپ کو ناکام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ کبھی یہ فتنہ پیغامیوں کی صورت میں ظاہر ہوا اور کبھی مصری فتنہ کی شکل اختیار کی، کبھی یہ فتنہ مستریوں کے لباس میں نمودار ہوا اور کبھی منان، وہاب کی صورت میں اس نے چہرہ دکھلایا۔ کبھی یہ اندرونی حملوں اور فتنوں کی صورت میں دکھائی دیا اور کبھی بیرونی یلغار کی

صورت ظاہر ہوا۔ مگر حق کا یہ سپوت حضرت مصلح موعودؓ نے ان تمام فتنوں کا نہایت جوانمردی سے مقابلہ کیا اور خلافت کی حفاظت و استحکام کے لئے اپنی تقریر و تحریر اور عملی منصوبوں اور اقدامات کے ذریعہ دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور کسی کی مجال نہیں جو خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو ناکام کر سکے۔

ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا:

"مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور کوئی شخص نہیں جو میرا مقابلہ کر سکے اگر تم میں کوئی ماں کا بیٹا ایسا موجود ہے جو میرا مقابلہ کرنے کا شوق اپنے دل میں رکھتا ہو تو وہ اب میرے مقابلہ میں اٹھ کر دیکھ لے خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا بلکہ اسے ہی نہیں اگر دنیا جہان کی تمام طاقتیں مل کر بھی میری خلافت کو نابود کرنا چاہیں گی تو خدا ان کو مچھر کی طرح مسل دے گا اور ہر ایک جو میرے مقابل میں اٹھے گا گرایا جائے گا جو میرے خلاف بولے گا خاموش کرایا جائے گا اور جو مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کرے گا وہ خود ذلیل اور رسوا ہو گا۔"

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 592)

تمکنت خلافت

سامعین! حق برکتوں کے ساتھ آنے اور جھوٹ تمام نحوستوں سے بھاگ جانے کے حق میں ایک ثبوت تمکنتِ خلافت کے حوالے سے دیا جا سکتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خلافت کی اہمیت، اس کے مقام اور اسلام کی اشاعت، اس کی مضبوطی اور تمکنت کے لئے قیام خلافت کی ضرورت پر اپنی متعدد تقاریر و تصانیف، خطبات جمعہ اور مضامین میں بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی اور اس طرح خلافت کی اہمیت اور اس کے عظیم الشان مقام کو افراد جماعت کے دلوں میں اس طرح بٹھا دیا کہ آج بلا شبہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خلافت احمدیہ ایک ایسا تناور درخت بن چکی ہے جس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ زمین میں قائم اور جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی تقاریر و تصانیف اور عظیم الشان تحریکات کے اجراء سے جماعت کے افراد کو یہ باور کرا دیا کہ دین کی اشاعت اور اس کی مضبوطی کا کام صرف اور صرف اب خلافت سے ہی وابستہ ہے اور خلافت کے بغیر یہ کام ناممکنات میں سے ہے۔

ایک موقعہ پر آپؓ فرماتے ہیں:

”تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقی خلافت کے ساتھ وابستہ ہے اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہو گا۔ لیکن اگر تم اس حقیقت کو سمجھتے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام ونامراد رہے گی۔ جیسا کہ مشہور ہے اسفندیار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا تمہارے لئے ایسی حالت خلافت کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہے جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی۔ بے شک افراد مریں گے مشکلات آئیں گی۔ تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہیں ہو گی بلکہ دن بدن بڑھے گی اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہی ہو گا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔“

(درس القرآن یکم مارچ 1921ء)

تائیدات الٰہیہ

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے مثالوں کے ذریعہ سے واقعاتی روشنی میں احباب جماعت کو یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ جسے مقام خلافت پر سرفراز فرماتا ہے اسے اپنی بے پایاں تائیدات اور نصرت سے نوازتا ہے اسے کامیابیاں عطا کرتا ہے اور اس کے بالمقابل اٹھنے والی ہر آواز دبا دی جاتی ہے اور اس کے مخالفین خس و خاشاک کی طرح اڑا دیئے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں جہاں حضورؓ نے ماضی کے واقعات بیان فرمائے وہاں اپنے زمانہ خلافت کو بھی اس ثبوت کے طور پر پیش کیا تا یہ باتیں صرف سماعی و علم الیقین کی حد تک ہی نہ رہیں بلکہ عین الیقین کے رستہ سے حق الیقین کے مقام تک پہنچنے والی ہوں۔ ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا:

”ایک ایسا شخص جس کو عمر کے لحاظ سے بچہ کہا جاتا تھا جس کو علم کے لحاظ سے جاہل کہا جاتا تھا جسے انجمن میں کوئی اختیار حاصل نہیں تھا جس کے ہاتھ میں کوئی روپیہ نہیں تھا اس کی مخالفت میں وہ لوگ کھڑے ہوئے ..... جو ایک عرصہ دراز سے بہت بڑی عزتوں کے مالک سمجھے جاتے تھے اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اس بچہ کو خلیفہ نہیں بننے دیں گے مگر خدا نے ان کو ناکام ونامراد کیا اور وہی جسے جاہل کہا جاتا تھا..... جس کے

متعلق علی الاعلان یہ کہا جاتا تھا کہ وہ جماعت کو تباہ کر دے گا۔ خدا تعالیٰ نے اسی کو خلافت کے مقام کے لئے منتخب کیا۔۔۔۔۔وہی بچہ جب خدا کی طرف سے خلافت کے تخت پر بیٹھتا ہے تو جس طرح شیر بکریوں پر حملہ کرتا ہے اسی طرح خدا کا یہ شیر دنیا پر حملہ آور ہوا اور اس نے ایک یہاں سے اور ایک وہاں سے ایک مشرق سے اور ایک مغرب سے ایک شمال سے اور ایک جنوب سے بھیڑیں اور بکریاں پکڑ پکڑ کر خدا کے مسیح کی قربان گاہ پر چڑھادیں۔۔۔۔۔ جس کی آنکھیں دیکھتی ہوں وہ دیکھے اور جس کے کان سنتے ہوں وہ سنے کہ کیا خدا کے فضل نے ان تمام اعتراضات کو باطل نہیں کر دیا جو مجھ پر کئے جاتے تھے اور کیا اس نے اس پچیس سالہ نوجوان کو جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ وہ جماعت کو تباہ کر دے گا خلیفہ بنا کر اور اس کے ذریعہ سے جماعت کو حیرت انگیز ترقی دے کر یہ ظاہر نہیں کر دیا کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا خلیفہ نہیں بلکہ میرا بنایا ہوا خلیفہ ہے اور کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔“

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 586)

نظام خلافت

استحکام خلافت کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے جو گرانقدر کوششیں فرمائیں اور جو عظیم الشان کردار ادا فرمایا اس میں ایک نمایاں کام صدر انجمن احمدیہ میں ضروری انتظامی تبدیلیاں تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پھر دیکھیں! آپ نے کس طرح انتظامی ڈھانچے بنائے صدر انجمن احمدیہ کا قیام تو پہلے ہی تھا اس میں تبدیلیاں کیں ردو بدل کی اس کو اس طرح ڈھالا کہ انجمن اپنے آپ کو صرف انجمن ہی سمجھے اور کبھی خلافت کے لئے خطرہ نہ بن سکے۔“

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 12)

حضرت مصلح موعودؓ کا جماعت پر یہ بہت بڑا احسان ہے اور استحکام خلافت کے لئے عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے آئندہ خلافت کے لئے مجلس انتخاب کا تقرر فرما کر انتخاب خلافت کے لئے قواعد وضوابط مقرر فرمادیئے تاکہ آئندہ کبھی بھی خلافت کے انتخاب کے وقت کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو سکے۔

انتخاب خلافت کے لئے مجلس انتخاب کا تقرر فرماتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا:

"جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آئے اور مقرر طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چنا جائے میں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو گا اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہو گا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا کیونکہ ایسا خلیفہ صرف اس لئے کھڑا ہو گا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور .... کی اس پیشگوئی کو پورا کرے کہ خلافت حقہ اسلامیہ ہمیشہ قائم رہے پس چونکہ وہ..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہو گا اس لئے اسے ڈرنا نہیں چاہئے..... پس میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا تو..... اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی..... جماعت احمدیہ کو خدا کی خلافت سے تعلق ہے اور وہ خدا کی خلافت کے آگے اور پیچھے لڑے گی اور دنیا میں کسی شریر کو جو کہ خلافت کے خلاف ہے خلافت کے قریب بھی نہیں آنے دے گی۔"

(خلافت حقہ صفحہ 13)

یوم خلافت

حضرت مصلح موعودؓ نے خلافت کے مقام اور اس کی اہمیت اور ضرورت کو احباب جماعت کے دل میں ہمیشہ تازہ رکھنے کے لئے اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی اس کی اہمیت اور برکات سے روشناس کرانے کے لئے خلافت ڈے منانے کی بھی تحریک فرمائی۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:

"خلافت کی برکات کو یاد رکھیں اور کسی چیز کو یاد رکھنے کے لئے پرانی قوموں کا یہ دستور ہے کہ وہ سال میں اس کے لئے خاص طور پر ایک دن مناتی ہے۔ مثلاً شیعوں کو دیکھ لو وہ سال میں ایک دفعہ تعزیہ نکال لیتے ہیں تا قوم کو شہادت حسینؓ کا واقعہ یاد رہے۔ اس طرح میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن خلافت ڈے کے طور پر منایا کریں اس میں وہ خلافت کے قیام پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور پرانی تاریخ کو دہرایا کریں..... اگر سال میں ایک دفعہ خلافت ڈے منالیا جایا کرے تو ہر سال چھوٹی عمر کے بچوں کو پرانے واقعات یاد ہو جایا کریں گے پھر تم یہ جلسے قیامت تک کرتے چلے جاؤ تا جماعت میں خلافت کا ادب

اور اس کی اہمیت قائم رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خدا کرے ان کی خلافت دس ہزار سال تک قائم رہے مگر یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ سال میں ایک دن اس غرض کے لئے خاص طور پر منانے کی کوشش کرو۔ میں مرکز کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی ہر سال..... جلسوں کی طرح خلافت ڈے منایا کرے۔"

(خطاب حضرت مصلح موعودؓ بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ 1956ء)

منصب خلافت

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے احباب جماعت کو قرآن و حدیث کے حوالوں اور واقعات کی روشنی میں یہ سمجھایا اور ان کے دلوں میں اس مضمون کو راسخ کر دیا کہ درحقیقت خلیفہ جانشین رسول ہوتا ہے اور کامیابی و کامرانی، فتوحات و ترقیات خلافت کے ساتھ وابستگی اور اس کی اطاعت و پیروی سے مل سکتی ہیں۔

ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا:

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقلمند اور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو! اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔"

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے احباب جماعت کو خلافت سے محبت اور وابستگی کے ضمن میں یہ بات بھی سمجھائی کہ اس محبت میں خلفاء کے مابین تفریق ہرگز ہرگز جائز نہیں لیکن یہ تمام تر وابستگی اس مقام اور منصب کی وجہ سے ہو جس پر کوئی خلیفہ فائز ہوتا ہے یعنی منصب خلافت۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:

"بعض لوگ میری ذات کے ساتھ خصوصیت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے میں صاف طور پر سنائے دیتا ہوں کہ محض کسی کی ذات سے تعلق رکھنے والے عموماً ٹھوکر کھایا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تو انبیاء کی صفات بھی ان کے درجہ اور عہدہ کے لحاظ سے ہی ہوتی ہیں نہ ان کی ذات کے لحاظ سے پس تمہیں درجہ کی

قدر کرنا چاہے کسی کی ذات کو نہ دیکھنا چاہئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص خلافت پر اعتراض کرتا ہے میں اسے کہتا ہوں کہ اگر تم سچے اعتراض تلاش کر کے بھی میری ذات پر کرو گے تو خدا تعالیٰ کی تم پر لعنت ہو گی اور تم تباہ ہو جاؤ گے کیونکہ جس درجہ پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اس کے متعلق وہ غیرت رکھتا ہے۔ دراصل اس مقام کی عزت کے لئے خدا تعالیٰ اس کے مخالفین کو تباہ کر دیتا ہے۔"

(درس القرآن یکم مارچ 1921ء۔ بحوالہ الفضل 3 دسمبر 2008ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی استحکامِ خلافت کے لئے کوششوں میں ایک نمایاں کام ذیلی تنظیموں کا قیام اور ان کے عہد میں اس بات کا نمایاں ذکر فرمانا ہے کہ وہ ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہیں گے۔ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے ہر قربانی کے لئے ہر دم تیار رہیں گے۔ ہمیشہ خلافت کے مطیع اور فرمانبردار رہیں گے اور اپنی اولاد کو بھی نسل در نسل خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہیں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی استحکامِ خلافت کے لئے ان کوششوں کے نتیجہ میں آج بلاشبہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب خلافت احمدیہ کو ان شاء اللہ کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا کوئی دشمن طاقت اس کو ہرگز گزند نہ پہنچا سکے گی۔ خلافت کا یہ شجرہ مبارکہ بڑھتا رہے گا، پھولتا اور پھلتا رہے گا اور اس کے زیر سایہ مومنوں کا ہر خوف امن میں تبدیل ہو کر انہیں ترقیات و فتوحات کی نئی نئی راہوں پر گامزن کرتا رہے گا اور ہم "تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے" کے نظارے بار بار دیکھتے چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے اس کا مطیع و فرمانبردار بنائے رکھے اور خلافت کی برکات اور اس کے فیوض سے ہم ہمیشہ حصہ پاتے رہیں۔ آمین۔

بالیقیں اپنی اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر! تو اک آسمانی مرد ہے
تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ

عاشقانِ مِلّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم محمد عثمان شاہد صاحب کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)
(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿54﴾ ﴿مشاہدات۔283﴾

خدائے رحمان کی وحی بابت مصلح موعود اور لیکھرام کی پیشگوئی کا محاکمہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

سامعین! مجھے آج آپ کے سامنے پیشگوئی مصلح موعود اور لیکھرام کی پیشگوئی بابت مصلح موعود کا محاکمہ و اِن کے درمیان موازنہ پیش کرنا ہے۔

معزز حاضرین! ہم مذہبی تاریخ کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ابتدائے آفرنیش سے انبیاء اور رسولوں کی مخالفت کے واقعات ملتے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بھی اِس زمانہ میں اللہ کے فرستادہ بنا کر بھیجے گئے تھے اِس لئے آپ کی مخالفت اور مخاصمت بھی لازمی تھی۔ آپ کے مخالفین اور معاندین میں سے ایک معاند پنڈت لیکھرام بھی تھا جو بڑی بے باکی اور گستاخی سے بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی گندی گالیاں دیتا تھا۔ چونکہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ عاشق رسولؐ تھے اس لئے اس دشمنِ اسلام نے آپؑ کی بھی مخالفت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے لیکھرام کی ہلاکت، رسوائی اور ذلت

کے سامان پیدا کرنے شروع کئے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنے احسانات اور انعامات کی بارش فرمانے لگا اور آپؑ کے پھلنے پھولنے کے دروازے وا کئے۔ آپ کی ذریت منقطع ہونے کی بجائے بڑھتی گئی اور آپؑ کے ماننے اور آپؑ پر جان دینے والے اکناف عالم میں پھیل گئے۔ آپؑ کو روز بروز برکت پر برکت دی یہاں تک کہ بادشاہوں نے آپؑ کے مادی اور روحانی کپڑوں سے برکت پائی۔

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنادیا

سامعین! لیکھرام کے خدا کے مقابل پر عاشقِ رسول حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ کے خدا نے جہاں لیکھرام کی ہلاکت اور اس کی ترقی کے راستے مسدود ہونے کی اطلاعات دیں۔ اس کی ذلت اور ہلاکت کے لئے وقت اور دن متعین کئے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے پنپنے، پھلنے، پھولنے اور نسل کی بڑھوتری کی خوشخبری دی۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہیں شمشاد
فسبحان الذی اخزی الاعادی

سامعین! آج میں اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عظیم پیشگوئی جو رحمت کا نشان تھی کا اختصار کے ساتھ احاطہ کروں گا جو ایک عظیم الشان وجود یعنی پسرِ موعود کی ولادت کے بارہ میں ہے کیونکہ اس پیشگوئی کا لیکھرام کی ہلاکت والی پیشگوئی کے ساتھ گہرا اور اٹوٹ تعلق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خوشخبری ملتی تو آپؑ اس کو شائع کروا دیتے جس سے لیکھرام کے غصہ اور غضب میں اضافہ ہوتا اور وہ جھنجھلاہٹ میں آکر حضرت مرزا صاحب اور آپؑ کی نسل کی تباہی اور بربادی کے الہامات شائع کرتا اور بڑی تَعلّی سے یہ اعلان کرتا کہ میرا الہام یہ کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد کی ذریت کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔

سامعین! فریقین کے اشتہارات کے باعث دونوں میں ایک مقابلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اور دونوں کے پیروکاروں میں زبردست جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ عوام میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ دیکھیں! فتح کس کے قدم چومتی ہے۔ کون ابتر اور بے نسل ٹھہرتا ہے اور کس کو روحانی جسمانی اور کثیر اولاد سے نوازا جاتا ہے۔

اسی دوران قادیان کے ساہوکاران اور بعض ہندو صاحبان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ نشان نمائی کے لئے لندن اور امریکہ والوں کو دعوت دے رہے ہیں جبکہ ہم آپ کے ہمسایہ اور ہم شہری ہونے کی بناء پر زیادہ حق دار ہیں کہ ہمیں نشان دکھایا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی اس دعوت کو قبول فرمایا اور اپنے عالمگیر مشن کے لئے ایک عالمگیر حیثیت کا نشان طلب کرنے کے لئے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور چالیس دن شب و روز عبادت اور گریہ وزاری کرتے ہوئے آپؑ نے اپنے رب سے ایک ایسے باکمال فرزند کی ولادت کی التجا کی جو دینِ اسلام کی فضیلت اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ہر ضروری صفت سے متصف ہو اور اسے دینِ اسلام کی کامیاب خدمت کی بھرپور توفیق عطا ہو۔

فرزند جلیل جس کے آنے سے ایک روحانی انقلاب کی داغ بیل ڈالی جانے والی تھی کی خوبیوں میں سے چند ایک کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آپؑ بیان فرماتے ہیں کہ وہ عمر پانے والا ہو گا، نہایت ذکی اور فہیم ہو گا، صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی، وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا نہایت گہرا فہم اس کو عطا ہو گا اور اس خداداد فہم سے کام لے کر وہ قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی توفیق پائے گا کہ کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو گا، وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔

سامعین! حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر بیٹے کے بارے میں یہ وہ خدائی الفاظ ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی پورا کرنے کی کسی انسان کو قدرت نہیں۔ کجا یہ کہ باون علامات کو پورا کرے۔ کون ایسا مسلمان ہے جو سخت جرأت اور بے باکی دکھاتے ہوئے اپنے اس دعویٰ کو خدا کی طرف منسوب کر سکتا ہے کہ اسے ایک بیٹا عطا ہو گا جو کلام اللہ کا مرتبہ اور شرف تمام دنیا پر ظاہر کر دے گا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا پر مکمل بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے اس پیشگوئی کی شان ان الفاظ میں بیان فرمائی:

”اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور در حقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بائبل میں لکھا گیا ہے۔ جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سا کلام ہے۔“

(اشتہار 22 مارچ 1886ء از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ: 114-115)

پنڈت لیکھرام کی پیش گوئیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی کے بعد بدزبان اور گندے ذہن کے مالک لیکھرام کی بے باکی، گستاخی اور زبان درازی انتہائی عروج کو پہنچ گئی اور اس نے نہایت غلیظ اشتہار شائع کرنے شروع کئے اور لکھا کہ

(الف) ”آپ کی علت غائی یہ ہے کہ لوگ ڈر کر آپ کی طرف رجوع لاویں اور بھینٹ چڑھاویں اور تحریریں بھیج دیں۔ آپ سے کوئی نہیں ڈرتا بے شک جی کھول کر درج کیجئے۔ ادھر ہمارا شعلہ طور تیار ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنا الہام سنائیں گے اور غیب کی باتیں بتائیں گے۔“

(کلیات آریہ مسافر طبع اول صفحہ: 495)

(ب) ”میں نے عرض کی کہ بار خدایا ایسے مکار کو سزا کیوں نہیں دیتا جو بندگان ایزدی کو گمراہ کرتا ہے فرمایا..... تین سال میں سزا دی جائے گی۔ میں نے عرض کی کہ خداوند اس نے یہ اشتہار جاری کیا ہے کہ مجھ کو الہامات ہوتے ہیں فرمایا محض جھوٹ ہے۔ ہم نے کوئی الہام یا پیشگوئی اس کو نہیں بتلائی۔“

(کلیات آریہ مسافر طبع اول صفحہ:496)

(ج) ”آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔“

(کلیات آریہ مسافر طبع اول صفحہ:498)

(د) ”خدا کہتا ہے چند روز تک قادیان میں نہایت ذلت وخواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا۔ پھر معدوم محض ہو جائے گا۔“

(کلیات آریہ مسافر طبع اول صفحہ:498)

(ذ) جب حضور نے پسر موعود کی 9 برس کے اندر اندر ولادت کی خبر بذریعہ اشتہار 22 مارچ 1886ء میں دی تو پنڈت جی نے لکھا کہ:

”ابد تک آپ کے کوئی لڑکا پیدا نہ ہو گا جیسا کہ عرصہ ہوا بذریعہ اشتہار مفصل شائع ہو چکا ہے۔“

اور پھر لکھا کہ:

(س) ”پہلے یہ بھی اطمینان ہو گیا کہ 9 برس تک آپ اور آپ کی بیوی زندہ رہے گی؟ ہمارا الہام تو تین سال کے اندر اندر آپ سب کا خاتمہ بتلاتا ہے۔“

(کلیات آریہ مسافر طبع اول صفحہ:499)

(ط) ”ہمارا الہام یہ کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا۔“

(کلیات آریہ مسافر طبع اول صفحہ:501)

(ع) ”یہ شخص تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جائے گا کیونکہ (نعوذ باللہ) کذاب ہے۔“

سامعین! حضرت مرزا طاہر احمد خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سوانح فضل عمر میں اس سارے واقعہ کا ذکر فرمایا ہے اور لیکھرام کی پیشگوئیوں کے بعض منفی پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

آپؒ تحریر فرماتے ہیں:

”آریہ مت کا نامور پہلوان لیکھرام بھی دندناتا ہوا آن کودا۔ حضرت مرزا صاحب کے مدِ مقابل تمام مذہبی راہنماؤں میں وہ واحد شخص تھا جس نے یہاں تک بے باکی سے کام لیا کہ حضرت مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کا صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ آپ کی پیشگوئی کے مقابل پر ایک اپنی پیشگوئی بھی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے شائع کر دی۔ اس پیشگوئی نے ایک نیا اور نہایت ہی دلچسپ عنصر اس مقابلہ میں شامل کر دیا یعنی عملاً اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کی گئی کہ خدا تعالیٰ کی طرف جھوٹی پیشگوئیاں منسوب کرنا کس قدر آسان ہے۔

لیکھرام کی یہ پیشگوئی منفی پہلو رکھتی تھی یعنی ہر وہ خوشخبری جو حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے حق میں بیان فرمائی، لیکھرام کی پیشگوئی میں خدا تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کر کے اس کا ردّ کیا گیا اور ہر اچھی خبر کے مقابل پر ایک بُری اور منحوس خبر رکھ دی گئی اور اس طرح یہ انتہائی دلچسپ مذہبی مقابلہ اپنے معراج کو پہنچا۔“

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ:57-59)

پسرِ موعود کے مقابل پر جو پیشگوئی لیکھرام نے کی۔ حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ رحمہ اللہ نے ایک محاکمے کے ساتھ اس کا کچھ حصہ اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں۔

”لیکھرام کی پیشگوئی کے اہم نکات حسب ذیل ہیں: یہ تمام پیشگوئی لکھنے سے ہم اس لئے قاصر ہیں کہ اس کی زبان نہایت دل آزار ہے جسے دہرانے کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ پس بأمر مجبوری اس میں سے صرف وہ مخالفانہ دعاوی پیش کئے جارہے ہیں جو حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے کسی حصہ کی تردید یا نفی میں کئے گئے ہیں۔ الفاظ مَن وعَن پنڈت لیکھرام کے اپنے ہیں“:

1۔ ”خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہو گا آپ تو ہر بات کو الٹی سمجھتے ہیں اور ”ر، ز“ میں امتیاز نہیں رکھتے۔“

2۔ ”تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”خدا اس سفر کو نہایت منحوس بتلاتا ہے آپ نے شاید لودہانہ میں بنا کنجر کی سرائے میں جیل خانہ کے متصل فروکش ہونے کو مبارک سمجھا ہو گا۔“

3۔ ”سو قدرت اور رحمت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔ رحمت کا نشان تو صرف بنا کنجر کی سرائے تھی اور بس۔“

4۔ ”اے مظفر! تجھ پر سلام“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”اے منکر و مکار! تجھ پر آلام۔“

5۔ ”خدا نے کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں، تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”خدا کہتا ہے کہ میں جلد مصنوعی کو فی النار کروں گا اور قبر سے نکال کر جہنم میں ڈالوں گا۔“

6۔ ”اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”مرزا ہی کے منہ سے ثابت ہوا کہ اب تک دین اسلام میں باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ موجود تھا اور حق مع اپنی برکتوں کے مفقود۔ اب ساحر قادیانی کے وجود سے حق آوے گا اور باطل جاوے گا۔“

7۔ ”میں تیرے ساتھ ہوں۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”پہلے پیشوایان کے ساتھ کون تھا؟ کیا شیطان بے عنوان تھا۔ البتہ خدا کا یہ فرمان تھا کہ مرزا کا ساتھی نہیں، اس کا مددگار شیطان ہے۔“

8۔ ”سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام لڑکا تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے ہو گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”خدا نے یہ فقرہ سن کر مسکرا کر فرمایا کہ تو اس فریب کو سمجھا؟ عرض کیا کہ میں تو دو کوس کے فاصلہ پر رہتا ہوں مجھے کیا معلوم ہے..... کیا واقعی لڑکا ہو گا فرمایا۔ نہیں لڑکی۔ مگر اپنا الہام سچا کرنے کو مرزا اس وقت ضرور فریب کھیلے گا اور اسی وقت ہم تجھ کو اطلاع دیں گے۔“

9۔ ”اس کا نام عنموائل اور بشیر بھی ہے۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”ہم نے سنا خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔“

10۔ ”مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”خدا کہتا ہے کہ وہ آسمانی گولا نہایت منحوس ہے جو پاتال کو جاتا ہے۔“

11۔ ”وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”شاید صاحبِ ذلت و نحوست و نکبت ہو گا۔“

12۔ ”وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”خدا کہتا ہے کہ وہ مرزا کی طرح دنیا میں آخر اعزاز شیطانی نفس اور روح منحوس کی نحوست سے بہتوں کو دائم المریض کرکے واصل فی النار کرے گا اور آخر کو خود بھی اس میں پڑے گا اور اس کا خر دجال ہو گا۔“

13۔ ”وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”وہ نہایت غبی اور کودن ہو گا۔“

14۔ ”اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ”خدا کہتا ہے وہ نہایت غلیظ القلب ہو گا اور علوم صوری و معنوی سے قطعی محروم ہو گا۔“

15۔ ”نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ” آیا آپ اور آپ کے دونوں لخت جگر ظلم محض تھے جن کو خدا نے اپنے قہر اور غضب کے قطر ان سے متعفن اور گندہ کیا اس کو بھی خدا اسی تھیلی کا بٹا بتاتا ہے۔“

16۔”اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ” کیا پہلا ثلاثہ امیروں فقیروں کی قید کا باعث ہوا۔ اب خدا کہتا ہے کہ وہ دائم الحبس ہو گا۔“

17۔”اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ” پہلا ثلاثہ کیوں گمنام رہا؟ اب کہتا ہے محض خلاف ہے اس رذیل کا نام قادیان میں بھی بہت سے نہ جانیں گے۔“

18۔”میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ” شاید خدا کہتا ہے کہ میں مرزا کی ذریت کو منقطع کروں گا اور نحوست دوں گا۔ مرزا صاحب! آپ ہر ایک بات کو الٹی ہی سمجھتے ہیں۔“

نہ ہو کیونکر تمہارا کار الٹا
تم الٹے بات الٹی یار الٹا

19۔”مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت ہوں گے۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ” بعض قادیانی ہے اصل میں کلھم حکم ربانی ہے۔“

20۔”تیری ذریت منقطع نہ ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔“

جبکہ لیکھرام نے لکھا کہ ” آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔“

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ:59-63)

سامعین! دونوں پہلوانوں کی پیشگوئیوں کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ پنڈت لیکھرام مسلسل مرزا صاحب کی ذریت کے خاتمہ کی پیشگوئی کر رہا ہے۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ہاں جلیل القدر

بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لیکھرام سے اس کے خدا کی غیرت نے کیا سلوک کیا اور خدا تعالیٰ کی تائید نے کس شان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ساتھ دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی آسمانی بشارتیں کس صفائی سے پوری ہوئیں اور کس طرح یہ بچہ (پسر موعود) ناموافق حالات کے باوجود اور دشمن کی قہری نگاہوں کے علی الرغم بڑھتا، پھولتا اور پھلتا رہا۔ حتی کہ اُس مقام محمود تک جا پہنچا جس کی اس کے حق میں خوشخبری دی گئی تھی۔ 1885ء سے 1897ء تک گیارہ سال کے عرصہ میں دونوں پہلوانوں کی نسل کا تقابلی موازنہ کریں تو فوراً دو اور دو چار کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں بے ساختہ ہاتھ اٹھتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی مبشر اولاد اور جماعت کو ایسی ایسی حیرت انگیز ترقیات و نصرتوں سے نوازا کہ ساری دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ گئی جبکہ لیکھرام نے اپنے اس مصنوعی اور بناوٹی الہام میں ناکامی اور نامرادی کا عبرت ناک نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

تقابلی موازنہ

سامعین! آئیں اب دونوں پہلوانوں کا تقابلی موازنہ پیش کر کے حقائق حاصل کریں۔ پیشگوئی اور واقعہ قتل کا دورانیہ گیارہ سال سے زائد کا عرصہ بنتا ہے۔ اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر سات بچے پیدا ہوئے۔ اِن میں سے تین بچپن میں ہے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ باقی چار بچوں نے لمبی عمر پا کر طبعی اموات سے وفات پائی اور ایک کثیر اولاد بھی اپنے پیچھے چھوڑی۔ اِن میں سے ایک حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ بھی تھے جو اشاعتِ قرآن اور خدمتِ دین کا بے نظیر کام اپنی 77 سالہ عمر اور 52 سالہ خلافت میں سرانجام دے کر 8 نومبر 1965ء کو خدا کو پیارے ہو گئے۔

لیکھرام کے واقعہ قتل کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں اولاد ہوئی جن میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ان میں سے حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بھی ہیں جنہوں نے 83 سال عمر پا کر رحلت فرمائی۔

اس پیشگوئی سے قبل بھی دو بیٹے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی بیوی سے عطا فرمائے۔ جن میں سے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی اولاد بھی بڑھی، پھولی اور پھیلی اور اب ان کے نفوس کی

تعداد سینکڑوں میں ہے اور خود حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منقطع رہے بعد میں سلسلہ بیعت میں شامل ہوئے۔

سامعین! اِس کے مقابل پر پنڈت لیکھرام کی 1893ء میں شادی ہوئی اور اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور وہ سوا سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ اس طرح لیکھ رام ابتر اور لاولد ٹھہرا کیونکہ اس کے بعد اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کا ایک ہی بھائی طوطارام بھی فوت ہو گیا۔ اور 6 مارچ 1897ء کو خود لیکھ رام دروغ گوئی کا ٹیکہ ماتھے پر اور حسرت و یاس پہلو میں لے کر بصورت قتل موت کے پنجہ میں چلا گیا۔ اس کی بیوہ لکشمی دیوی باقی بچی جو بعد میں ٹی بی کے مرض کا شکار ہو گئی۔ بے چاری کبھی لاہور، کبھی لدھیانہ، کبھی راولپنڈی اپنے سسرال کے طعنوں کا شکار رہ کر آخر 3 جولائی 1902ء کو وہ بھی فوت ہو گئی۔

سامعین! یوں قرآن مجید کی آیت کریمہ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی کے مطابق پنڈت لیکھرام جس نے خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے ہوئے من گھڑت جھوٹی پیشگوئیاں کی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل خائب و خاسر ہو کر اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا اور ناکام مرا اور اس کی ذریت صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئی۔

یہ سزا تھی اس تَقَوَّلَ عَلَی اللّٰہِ اور اِفْتَرَاءَ عَلَی اللّٰہ کی جو قطع الوتین کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

اپنے کئے کا ثمرہ لیکھو نے کیسا پایا
آخر خدا کے گھر میں بد کی سزا یہی ہے
اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دکھانا
گستاخ ہوتے جانا اس کی سزا یہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام، پنڈت لیکھ رام کی ہلاکت کے بعد 11 سال تک زندہ رہے اور اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ ہر لمحہ، ہر گھڑی تازہ بتازہ نشانات دکھاتا رہا۔ آپؑ کے جسمانی اور روحانی باغات میں

خوب بہار آئی۔ ایسی بہار جو سدا بہار کا رنگ رکھتی تھی۔ جو دائمی اور غیر محدود تھی۔ جس کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہو گا۔ آپؓ کی ذریت اور اولاد

اک سے ہزار ہوویں بابرگ و بار ہوویں

کی مصداق بن کر بڑھتی پھلتی پھولتی اور ترقی کرتی رہی اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کی وارث قرار پائی۔

سامعین! حنیف احمد محمود مربی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے قتلِ لیکھرام کے سو سال مکمل ہونے پر 1997ء میں ایک ضخیم کتاب بعنوان "تیغ دعا" تحریر کرنے کی توفیق دی تھی اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؓ کی چھٹی نسل کا آغاز ہو چکا تھا۔

اور نسلِ مبارکہ کی کل تعداد 522 بنتی تھی اور اب اِس گنتی پر 27 سال بیت چکے ہیں اب تو یہ تعداد اک سے ہزار ہوویں کے قریب قریب ہو گی۔ اللھم زد فزد

ایک اور دلچسپ موازنہ

سامعین! ایک اور حوالہ سے بھی خاکسار نے دونوں کی اولاد اور روحانی و دینی ترقیات کا دلچسپ موازنہ بھی تیغ دعا میں پیش کیا تھا کہ لیکھرام کی ہلاکت کی پیشگوئی کے مقابل پر مصلح موعود کی نہ صرف پیدائش کی خبر دی گئی بلکہ اس کے بڑھنے، پھولنے اور پھلنے اور ترقی کرنے کی خبر بھی ساتھ دے دی گئی تھی۔ اب اگر صرف لیکھرام کی اولاد اور مصلح موعود کی اولاد کا ہی موازنہ کریں تو لیکھرام کی اولاد کے نام و نشان نہ ملنے کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں۔ اِس کی اولاد کا نہ لاہور میں، نہ پشاور میں اور نہ جائے ولادت سید پور میں کوئی نام لیوا ہے۔ جبکہ حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد 330 کی تعداد میں دنیا کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی اس امر کی گواہی دے رہی ہے کہ مصلح موعود زندہ ہیں۔ یہ تعداد بھی 1997ء کی ہے اور اب 27 سالوں میں لازمًا اِس میں بھی اضافہ ہوا ہو گا۔

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

روحانی اولاد اور ترقی

سامعین! حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی ایک عظیم برکت جو دنیا کو عطا ہوئی وہ ایک پاک، بے نفس اور بنی نوع انسان کی ہمدرد، تزکیہ نفس کا اہتمام کرنے والی اور اسلامی تعلیمات پر کاربند رہنے والی جماعت ہے۔ جس کو جماعت احمدیہ کہا جاتا ہے۔ہاں وہی پاک جماعت جو حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہونی تھی۔ ہاں وہی پاک اور مبارک گروہ جس کو قرآن کریم کی سورۃ جمعہ میں وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے۔ یہ وہ آپ کی روحانی نسل ہے جو صدق و اخلاص کے ساتھ آپؑ کے پیغام کو کامیابی کے ساتھ دنیا میں پھیلا رہی ہے۔ ایک آواز جس کو قادیان میں ہی دبانے کے لئے سر توڑ کوششیں کی گئیں سو سال کے اندر کروڑہا آوازوں میں تبدیل ہو چکی ہے۔

جماعت احمدیہ ایک ایسے تناور درخت کی صورت اختیار کر چکی ہے کہ جس کی شاخیں چاروں اطراف عالم میں پھیل گئی ہیں اور دنیا کی قومیں اس کے سایہ میں آکر سکون و آرام پا رہی ہیں۔ لیکھرام کے اس الہام کے برعکس کے تین سال تک قادیان میں مرزا صاحب کا ذکر بھی معدوم ہو جائے گا۔ آپؑ کی شہرت کو چار چاند لگے۔ آپؑ کا یہ سلسلہ بڑھا، پھولا پھلا اور زمین کے کناروں تک پہنچ گیا اور اب یہ کارواں بڑی تیزی کے ساتھ شاہراہ غلبہ اسلام پر رواں دواں ہے اور آج MTA کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز ساری دنیا میں گونج رہی ہے۔ ہر سال لاکھوں لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ دنیا بھر کے 212 ممالک میں جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم ہو گئی ہے۔

یہ تمام ترقیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی اور زندہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جبکہ لیکھرام کو اب دنیا میں کوئی جاننے والا موجود نہیں۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو اک عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
جو متقی ہے اس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
ایسا ہی پاؤ گے سخن کردگار میں

اعتراف حقیقت

سامعین! اعتراف حقیقت کے طور پر یہاں غیروں کے بعض اقتباسات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(الف) سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے رسالہ "ترجمان القرآن" کے مدیر نے لکھا:

"میں اکثر اوقات اس پر غور کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو اپنے مشن..... میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی؟ مجھے مرزا صاحب کی کامیابیوں کا سلسلہ لامتناہی نظر آتا ہے اور جس وقت مرزا صاحب کے مخالفین کی نامرادیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بے حد و حساب نظر آتی ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ ایک شخص خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے۔ نائبین رسول کو چیلنج کرتا ہے کہ تم سب مل کر بھی میرے مشن کو فیل نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کی تائید میرے شامل حال ہے۔ تم جب بھی میرے مقابلہ پر آؤ گے ہر مرتبہ ذلیل و نامراد ہو گے اور یہی میرے نبی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں..... دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آجاتے ہیں..... ذرا سچے رسول کی ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیاں اور تباہیاں سامنے لائیے۔ کس قدر زوردار تحریک اٹھی تھی اور کیسے ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گئی....."

(ترجمان القرآن اگست 1934ء صفحہ: 57-58۔ بحوالہ ہفت روزہ "بدر" قادیان مسیح موعود نمبر 21۔28، دسمبر 1995ء جلد 44 شمارہ 51-52 صفحہ: 127)

سامعین! لیکھرام کے واقعہ قتل کو مدیر "ترجمان القرآن" کے ان الفاظ کہ "دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آجاتے ہیں" کی روشنی میں دیکھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سلوک اور آپؑ کی جماعت پر عنایات روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے:

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

(ب) ایک اور مخالفِ احمدیت رسالہ کا اعتراف ملاحظہ فرمائیے۔ اخبار المنبر لائل پور (حال فیصل آباد) نے 1956ء کی ایک اشاعت میں لکھا تھا:

”ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم ہوگئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر کے بارہ میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر ورسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں.... لیکن ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کوششوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھے۔ تقسیم ملک کے بعد اس گروہ نے نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنس دان ربوہ آتے ہیں.... اور دوسری جانب 1953ء کے عظیم ترین ہنگاموں کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 1956-1957 کا بجٹ 25 لاکھ کا ہو۔“

(ہفت روزہ بدر قادیان جلد 44 شمارہ 51-52۔21'28 دسمبر 1995ء مسیح موعود نمبر۔ صفحہ 127)

لیکھرام آج اگر زندہ ہوتا تو خدا کی قسم وہ اس تلخ نوائی پر مجبور ہوتا اور اعتراف کرتا کہ میری پیشگوئیوں کے مقابل پر مرزا صاحب کی پیشگوئیاں سچ نکلیں۔ آریہ سماجی لاہور اور پشاور میں تو نظر نہیں آتے مگر

ہندوستان میں تو ضرور موجود ہیں۔ جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی ان کے لئے کہیں بھی تکلیف، درد اور کرب سے کم نہیں ہو گی۔

(ج) آریہ سماج والے خود جماعت احمدیہ کی اس ترقی کے معترف ہیں۔ چنانچہ "تیج" دہلی اپنی اشاعت 25 جولائی 1927ء میں رقم طراز ہے:

" تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والی طاقت صرف جماعت احمدیہ ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے زیادہ اس کی طرف سے غافل ہیں۔ بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا مگر اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقع پاکر ہمیں بالکل جھلس دے گی۔"

(بحوالہ الفضل 4 مارچ 1965ء)

ایسا کیوں نہ ہوتا۔ خود خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ جس کا ذکر آپ علیہ السلام نے ان الفاظ میں فرمایا:

" خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدوں کو پورا کرے گا......

سوائے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔"

(تجلیات الٰہیہ از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ: 409-410)

تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے

(یہ تقریر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ، تیغ دعا، قتلِ لیکھرام اور سو سال از حنیف محمود صفحہ:127-156 سے تیار کی گئی ہے)

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

